پارہ ۹

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مخشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف حقائق ذخیرہ اسرار دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ عین الہدایہ طالب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ عزیر اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

۱۹۳۹ء

[illegible] کاپی رائٹ [illegible] محفوظ و محدود ہے۔

اطلاع ۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے مثل قیمچ کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمیں ۔ ؎ ؍

تفسیر سورۂ فاتحہ ۔ مسمی بتحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ ؍

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ ؍

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمہ اُردو ۔ ۳ ؍

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بسعارت متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۔ ؎ ؍

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی ۔ زر تصرف ؏ ؍

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی ۔ مسمی بسواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط زرواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ہی ایسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

النفیس شخط ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت اہتمام سے چھپا ۔ قیمت بلا جلد مجلد ۔ ؏ ؍

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدمین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اُردو میں اس ترجمہ میں سب اقوال کا ہی خیال کیا گیا ہے ۔ ؏ ؍

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ؏ ؍

ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ النفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے ۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و مہد شد دہیں ۔ للعہ ؍

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ؎ ؍

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۔ ؏ ؍

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ؎ ؍

دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ

دخواص اسمار شہۂ معروف ۔ ۶ ؍

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل فی ذخیرہ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ ؍

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدمیں ۔ ؏ ؍

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ا ؍

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵ ؍

حقیقۃ الصلوٰۃ ۔ مع رسالہ بے نمازان ۔ ا ؍

ترجمہ فتاوی عالمگیری ۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۔ ؏ ؍

کشف الحاجۃ ۔ ترجمہ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ ؍

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ؍

شرع محمدی ۔ منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۲ ؍

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اُسکی قوم کے ہم نکال دینگے

یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۚ قَدِ

اے شعیب تجکو اور جو یقین لائے ہین تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا پھر آؤ ہمارے دین مین بولا کیا ہم بیزار ہون تو بھی ہمنے

افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ

جھوٹھ باندھا اللہ پر اگر پھر آوین تمہارے دین مین جب اللہ ہمکو خلاص کرچکا اُس سے اور ہمارا کام نہین کہ پھر آوین اُس مین

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا

مگر کبھی اللہ چاہے رب ہمارا ہمارے رب کی سمائی مین ہر سب چیز کی خبر اللہ پر ہمنے بھروسا کیا اے رب فیصلہ کر ہمارے اور ہماری قوم کے بیچ

بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝

انصاف کا اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا انکہ تکبر کیا تھا ایمان لانے سے مِنْ قَوْمِهٖ شعیب کی قوم مین سے ۔ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ۔ حاصل آنکہ دو باتون مین سے ایک بات ہوگی یا تو تمہارا اس شہر سے باہر کرنا یا کفر مین عود کرنا ۔ اگر کہا جاوے کہ شعیب علیہ السلام کبھی انکی ملت مین نہ تھے کیونکہ انبیاء سے کبھی کفر روا نہین ہے پھر عود کرنے کے کیا معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ کافرون نے مومنین کی تغلیب کر کے شعیب کو بھی انھین مین داخل کردیا اور شعیب علیہ السلام نے بھی تغلیبا مومنون کے زمرہ مین اپنے آپ کو شامل کر کے جواب دیا بقولہ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۔ اے قال انعود فیہا ولو کنا کارہین ۔ فرمایا کہ کیا ہم تمہاری ملت مین عود کر جاوینگے اگرچہ ہم اس سے کراہت رکھتے ہون ۔ بیضاوی نے کہا اے کیف نعود فیہا ونحن کارہون ۔ یعنی کیونکر ہم ملت کفر مین عود کرینگے حالانکہ ہم کارہ ہین پس اس مین تنبیہ ہے کہ اکراہ و جبر سے ہمارا کفر متحقق نہو گا ۔ اور بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ ہم کبھی عود نہ کرینگے اگرچہ تم ہمپر جبر و اکراہ کرو ۔ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۔ جملہ شرطیہ کا جواب محذوف ہے جسپر قولہ قد افترینا دلالت کرتا ہے اور معنی اس ماضی کے مستقبل ہین کیونکہ وہ حقیقت مین واقع نہین ہوا لیکن مبالغہ کے طور پر وہ بمنزلہ واقع کے قرار دیا گیا اور اسپر حرف قد داخل کیا گیا تاکہ خیال سے قریب کر دے یعنی اب ہم البتہ مفتری ہوجاوینگے اگر عود کرین بعد نجات کے کیونکہ اللہ تعالے کا شریک بنانا درحالیکہ خوب ظاہر ہو گیا کہ اسکا کوئی شریک نہین ہے محض افترا ہے اور کشاف وغیرہ مین اسکو جواب قسم محذوف قرار دیا اے واللہ لقد افترینا ۔ اور ان صیغون مین بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے تغلیبا اپنے آپ کو شامل کیا حالانکہ وہ اول سے نجات یافتہ تھے وَمَا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ ۔ اے وما ینبغی لنا ہم کو سزاوار نہین ہے ۔ قال البیضاوی ولا یصح لنا ۔ اور ہم کو صحیح نہین ہے کہ ہم ملت کفر مین عود کرین ۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۔ مگر آنکہ مشیت ہو اللہ تعالے ہمارے پروردگار کی ایسی پس ہم کو مخذول کرے ۔ یعنے اگر اللہ تعالے ہی کی مشیت مین ہمارا مخذول کرنا و مرتد کرنا جاری ہوا تو ایسی صورت مین خواہ مخواہ ہم پر قضاء الٰہی جاری ہو گی اور اس کا حکم نافذ ہوگا اور ہم اس کے بندے ہین ۔ اس مین دلیل ہے کہ کفر بھی اللہ تعالے کی مشیت پر ہے اور معتزلہ نے کہا برائی کی مشیت چونکہ محال ہے لہذا یہ تعلیق بالمحال ہے پس انکا مرتد ہونا اور ملت کفر مین عود کرنا محال ہے اس سے کافرون کی طمع توڑ دی اور یہ قول اول ہے

اور اس مین بھی معرفت قدرت و عظمت والٰہی انکو دی ہے اور بندگی اپنے اوپر ثابت کی ہے وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یعنے علم اُسکا ہر چیز کو محیط ہے جو ہوئی اور جو ہوگی اور از انجملہ ہمارا و تمھارا حال ہے۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہمنے بھروسا کیا۔ وہذا کما قال النبی صلعم قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون۔ رَبَّنَا افْتَحْ۔ اے رب ہمارے حکم کر دے۔ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ یعنے عدل کے ساتھ اور یہ تاکید ہے اسواسطے کہ حکم الٰہی سب عدل ہے۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ اور تو بہتر حاکموں کا ہے

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اور بولے سردار جو منکر تھے اُسکی قوم کے اگر چلیو تم شعیب کی راہ بیشک تو تم خراب ہوئے پھر پکڑا انکو زلزلے نے

مع فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر مین اوندھے پڑے جنھون نے جھٹلایا شعیب کو جیسے کبھی نہ رہے تھے وہان جنھون نے جھٹلایا شعیب کو

كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ۝ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ

وہی ہوئے خراب پھر اُلٹا پھرا اُن سے اور بولا اے قوم پہونچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمھارا اب کیا

ع ۹ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝

غم کھاؤن نہ ماننے لوگون پر

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ۔ یعنے بعض نے بعض سے کہا لَئِنِ لام قسم ہے یعنے واللہ اگر۔ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا تمنے شعیب کی پیروی کی۔ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ۔ تو تم اس وقت ضرور خوار ہونے والون مین سے ہو جاؤگے۔ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ۔ پس انکو زلزلہ شدید نے پکڑا۔ قال البیضاوی رح۔ شاید یہ عذاب کی ابتدائی چیز تھی اور سورۂ ہود مین واخذت الذین ظلموا الصیحۃ یعنی ظالمون کو آواز سخت نے پکڑا۔ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ بارکین علی الرکب میتین پس ہو گئے وہ اپنے گھرون مین یعنے اپنے شہر مین گھٹنون کے بل بیٹھے ہوئے کی حالت مین مردے۔ قال المترجم گویا اشارہ ہے کہ زلزلہ سخت سے حالت استقامت پر نہ رہ سکے بلکہ گھٹنون کے بل ابھی رہے تھے گھٹ گئین اور مر گئے۔ و قال الحافظ مناسبت سورۂ ہود مین واللہ اعلم یہ ہے کہ کافرون نے یقولہم صلوتک تامرک ان نترک الخ گستاخی کے کلمات کہے تھے تو آواز سخت سے ساکت ہوئے اور سورۂ شعرا مین فرمایا فکذبوہ فاخذہم عذاب یوم الظلۃ الآیۃ۔ اور یہ اس بات پر تھا کہ اُنھون نے کہا تھا کہ فاسقط علینا کسفا من السماء الآیہ پس آگاہ فرمایا کہ انکو عذاب یوم الظلہ پہونچا اور یہ سب باتین اُنپر مجتمع ہوئی تھین یعنے عذاب یوم الظلہ پہونچا یعنے ایک ابر چھایا جسمین آگ اور لپٹین اور التہاب و جوش تھا پھر آسمان سے آواز سخت اور زمین سے سخت زلزلہ آیا پس گھٹکر جان نکل گئی۔ وفی السراج ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انپر جہنم سے ایک دروازہ کھول دیا تھا پس سخت حرارت انکو پہونچی اور سانس گھٹنے لگی اور سایہ و پانی کچھ نفع نہیں کرتا تھا پس تہخانون مین گھسے کہ وہان کچھ ٹھنڈک ملے اسکو اوپر سے زیادہ گرم پایا پس جنگل کو نکل گئے وہان ایک ابر آیا جس مین سے ٹھنڈی ہوا آتی تھی پس آپس مین ایک دوسرے کو پکار کر اسکے نیچے مجتمع ہوئے حتیٰ کہ عورتین و بال بچے سب پھر وہ آگ کی طرح لپٹین بارنے لگا اور زمین کو سخت زلزلہ ہوا پس سب جلکر خاک ہو گئے۔ اور عکرمہ بن خالد و سدی و قتادہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو مرتبہ دو قومون پر بھیجا اور کسی نبی کو دو مرتبہ نہین بھیجا پس اصحاب ایکہ کیطرف بھیجا وہ تو نافرمانی سے عذاب یوم الظلہ سے ہلاک ہوئے اور

قوم مدین پر پہنچا وہ صیحہ سے ہلاک ہوئی۔ قال المترجم سورۂ ہود میں انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آویگی کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دو نہیں بلکہ واحد ہیں اور عذاب سب ایک ہی قوم پر بسبب ترتیب مجتمع ہوئے ہیں اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابو اسحاق سبیعیؒ سے روایت کی کہ مجھے یعقوب بن ابی سلمہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ یہ شخص خطیب الانبیاء ہے کہ جس قوم سے چاہا تا خوبی سے مراجعہ فرماتا پھر جب قوم والوں نے اسکو جھٹلایا اور سنگسار کرنے اور شہر بدر کرنے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی اور تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکو عذاب یوم الظلہ میں گرفتار فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ لم یقیموا فی دیارہم گویا وہ لوگ اپنے دیار میں بسے نہ تھے مغنے بمعنے مسکن ہے حاصل آنکہ ایسے نیست کیے گئے گویا انکا وجود ہی نہیں تھا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہی دونوں جہان میں خوار تھے۔ یہ کافروں کا رد ہے جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ لئن اتبعتم شعیبا انکم اذا لخسرون۔ حاصل آنکہ خاسرین اور دونوں جہان میں برباد درحقیقت وہی لوگ تھے جنہوں نے جھٹلایا اور وہ نہ تھے جنہوں نے پیروی اور اتباع کی بلکہ پیروی و تصدیق کرنے والے وہی دونوں جہان میں فلاح پانے والے بھلائی پانے والے ہیں۔ اسی بات پر تنبیہ اور مبالغہ کے واسطے اسم موصول کو دو جگہ مکرر کیا اور دو جملے سے استیناف فرمایا اور دونوں کو اسمیہ فرمایا اور جملہ اخیرہ میں ضمیر فصل سے تاکید فرمائی۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ پس شعیب نے ان لوگوں سے اعراض کیا جبکہ انپر نزول عذاب کا یقین ہوگیا۔ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ یہ انپر تاسف وحزن کے طور پر کہا کیونکہ وہ بہت لوگ تھے اور توقع تھی کہ اسلام قبول کریں پھر اپنے اوپر خود انکار فرمایا اور کہا فَكَيْفَ اٰسٰى اسی احزن۔ عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ کیسے قوم کافرین پر میں غمگین ہوں کیونکہ وہ حزن کے لائق نہیں اسلیے کہ جو اُن کو عذاب پہونچا وہ اسی کے مستحق تھے اسواسطے کہ کفر و شرک و ایذار و ظلم پر ہٹ کرتے رہے کسی طرح نہ مانا بعض نے کہا کہ یہ بطور عذر کہے کہ مجھے زیادہ غم اسوجہ سے نہیں کہ رسالت و پیغام پہونچانے و ڈرانے و نیک و بد سنانے اور خالص نصیحت کرنے میں کوئی بات میں نے نہیں اٹھا رکھی اگر انہوں نے مجھکو کسی طرح سچا نہ مانا پھر میں کیونکر انپر غم کروں۔ قال المترجم توطیہ وتمہید عذاب شروع ہو جانے پر شاید ان لوگوں نے تصدیق کی ہو اور کہا ہو کہ اپنی قوم کی ہلاکت کا غم نہیں کرتے خصوص جبکہ سات روز حرارت کی شدت رہی ولیکن شعیب علیہ السلام نے یہ جواب دیا کیونکہ عذاب الٰہی جسوقت آگیا تو پھر دور نہیں ہوتا ہے اور اُسوقت ایمان لانا بیکار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ○ ثُمَّ

اور نہیں بھیجا — بیچ کسی بستی میں — کوئی نبی — کہ نہ پکڑا ہو ان کے لوگوں کو — سختی — اور تکلیف میں شاید وہ — گڑگڑا دیں — پھر

بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَاۗءَنَا الضَّرَّاۗءُ وَالسَّرَّاۗءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

بدل دی بیچ — برائی کی جگہ — بھلائی — جب تک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے — پہونچتی رہی ہے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی — پھر پکڑا ہمنے انکو

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

ناگہان — اور وہ خبر نہ رکھتے تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ۔ پھر اس قریہ والوں نے اس نبی کو نہ مانا اور جھٹلایا۔ اِلَّآ اَخَذْنَآ یعنی ماخوذ کیا ہم نے بطور عذاب کے اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ۔ بؤس بمعنے شدت فقر۔ وَالضَّرَّاۗءِ یعنے مرض البساہی ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ تاکہ لوگ فروتنی و تذلل کریں یعنے اپنی عاجزی و ذلت ظاہر کریں اور ایمان لاویں۔ اسے تاکہ متضرع و متذلل ہوں۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ یعنے

پھر بدل دیا ہم نے بجائے اس چیز کے جو انکو اسارت اور ناگواری پہونچاتی تھی بھلائی کو یعنے سلامتی و کشائیش کو حتیٰ عفوا یہانتک کہ بہت ہو گئے
یعنے تعداد و ساز و سامان مین بہت ہو گئے - یقال عفا النبات - یعنے بہت ہو گئی نبات - وفی الحدیث اعفوا اللحی - بڑھاؤ داڑھی - حاصل آنکہ
پہلے اُن کو سختی مین ماخوذ کیا تاکہ اس حالت مین تضرع کرین اور ایمان لاوین پھر خوب مال و متاع و اولاد سے بھر دیا تاکہ اس حالت مین شکر بہ
ادا کرین اور مومن ہو جاوین دونون طرح امتحان لیے گئے مگر ایمان نہ لائے بلکہ وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ - یعنے کہنے
لگے کہ ہمارے باپ دادون کو بھی کبھی ضرر پہونچا اور کبھی مسرت پہونچی ویسے ہی ہم کو پہلے مضرت پہونچی تھی اب کیسی فراخی پہونچی یہ سب زمانہ کی
گردش ہے کبھی رنج ہے کبھی راحت ہے - حاصل آنکہ بد اعتقادی یہان تک پہونچائی اور جناب الٰہی مین شکر ادا کی جگہ یہ کفران نعمت کیا اور
اسکی یاد کے بجائے یہ فراموشی اختیار کی اور اسی پر جم گئے اور ظلم و جور و بدکاری و گناہ کی جڑ مضبوط کی اور یہ حال مومنون کے برخلاف ہے
کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ حال ضرار و سرار دونون مین اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع رہتا ہے اور اسکا شکر کرتا ہے سبحان اللہ تعالےٰ
اُسکے پاس ایمان سی نعمت او تعالےٰ سبحانہ نے عطا فرمائی ہے جسکا شکر کبھی ادا نہین ہو سکتا - اور صحیحین مین ہے کہ مومن کا حال عجب ہے کہ اُسکے
حق مین جو اللہ تعالےٰ نے قضا و مقدر جاری فرمائی اُسکے لیے بہتر ہوتی ہے پس اگر اسکو ضرار پہونچی اور اُسنے صبر کیا تو اُسکے لیے بہت بہتر ہو گئی
اور اگر سرار پہونچی اور اُسنے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہے - بالجملہ کافرون کی حالت نعوذ باللہ منہ دونون طرح خراب ہے کہ مضرت پہونچی تو انھین ہوا
نہ پیراسے نام اور آسایش پہونچی تو مست ہو کر بیخوف ہو گیے اور جو نہ کرنا چاہیے وہ سب کرنے لگے فارغ البال دنیا ہی پر بھروسا کرکے چین مین مشغول
ہوئے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ - یعنے پس ناگہان ہم نے اُن کو عذاب مین ماخوذ کر لیا درحالیکہ وہ شعور نہین رکھتے تھے
کہ کب اُنپر عذاب آویگا - حدیث مین آیا ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے رحمت ہے اور کافر کے واسطے حسرت و غم ہے کذا اور وہ حافظ
الحدیث الشیخ ابن کثیر اور اشارت ہے کہ ناگہانی گرفت دو طور پر ہے خواہ تعجیل دنیا مین عذاب آجاوے خواہ یہ کہ موت آجاوے کیونکہ مرتے ہی
عذاب سخت مین گرفتار ہوگا اور یہ دنیا تو چند روزہ ہے - اللہم ثبت اقدامنا علی الایمان والاسلام - توسیع رزق و مال و اولاد مین اُنکو دنیاوی
حصہ پورا دیدیا کیونکہ عاقبت مین انکا کچھ نہین ہے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ

اور کبھی بستیون والے یقین لاتے اور بچ چلتے تو ہم کھول دیتے اُنپر خوبیان آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلانے لگے تو پکڑا ہمنے انکو

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

بدلا اُنکی کمائی کا

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى - مدارک مین ہے الف لام القری کا ان قری سے مشعر ہے جنپر قولہ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی - دلالت کرتا ہے گویا یون
کہا ولو ان اہل تلک القری التی کذبوا واہلکوا - یعنے اور اگر ان شہرون والے جنھون نے جھٹلایا اور ہلاک ہو گئے - اٰمَنُوْا - ایمان لاتے اللہ تعالیٰ
و اُسکے رسولون پر جو اُنکی طرف بھیجے گئے - وَاتَّقَوْا - اور پرہیز کرتے کفر و گناہون سے - لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ - فتح و تفتیح دونون مصدر سے قراءۃ
تخفیف اکثر کی اور تشدید ابن عامر کی آئی ہے - تو البتہ ہم کشادہ کر دیتے ان لوگون پر - بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ - برکتین آسمان سے بعض نے کہا
یعنے برکت والا مینہ برساتے - وَالْاَرْضِ - اور زمین سے بعض نے کہا کہ زمین سے خوب نباتات اُگاتے - وفی البیضاوی - یہ کنایہ ہے توسیع خیرات کا
یعنے ہر طرف سے ہم اُنپر بھلائی اُتار دیتے اور ہر طرح کی بھلائی کو شامل ہے - وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا - ولیکن ان لوگون نے رسولون کو جھٹلایا -

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ پس گرفتار کرلیا ہم نے انکو بوجہ اُنکے اعمال کے۔ ما مصدریہ ہے اے بسبب کسبہم یعنی بسبب ان کے بد افعال کے قال الحافظؒ اس میں اللہ تعالےٰ نے اہل القری کی قلت ایمان کی خبر فرمائی ہے مانند قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوٰۃ الدنیا و متعناہم الی حین۔ اور نیز فرمایا و ارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناہم الی حین۔ اصل آنکہ اہل القری میں سے سوائے قوم یونسؑ کے سب خوار و برباد ہوئے کوئی ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل حتی کہ حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض نبی کے ساتھ کوئی نہ ہوگا اور بعض کے ساتھ ایک اور دو ہونگے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے تہدید فرمائی۔ بقولہ۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ؕ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ

اب کیا نڈر ہیں بستیوں والے کہ پہونچے اُنپر آفت راتی رات جب سوتے ہوں یا نڈر ہیں بستیوں والے کہ

يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۞ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

آپہونچے اُنپر آفت ہماری دن چڑھتے جب کھیلتے ہوں کیا نڈر ہوے اللہ کے داؤ سے سو نڈر نہیں اللہ کے داؤ سے مگر جو لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ۞

خراب ہونگے

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى۔ فی البیضاوی یہ عطف ہے قولہ فاخذناہم بغتۃ وہم لا یشعرون۔ پر اور درمیان میں قولہ ولو ان اہل القری آمنوا الخ جملہ معترضہ ہے لہذا فرمایا کہ اہل القری سے اہل مکہ و اُسکے گرد و پیش والے مراد ہیں و علی ہذا یہاں بھی انکو تہدید ہو سکتی ہے مگر بنظر ما بعد قول اول جو اہل القری کی تفسیر میں بیان ہوا اولی ہے لہذا وہ جملہ معترضہ ہے اور قولہ افامن کا عطف فاخذناہم۔ پر ہے۔ فی المدارک اور اگر کہا جاوے کہ ہمزہ استفہام حرف عطف پر کیونکر داخل ہوا حالانکہ وہ منافی استفہام ہے جواب یہ کہ تنافی درمیان مفردوں کے ہے عطف جملہ کا جملہ پر ہونے میں منافات نہیں کیونکہ وہ بعد جملہ کے استیناف جملہ دیگر ہے و فی البیضاوی۔ معنے یہ ہیں کہ کیا بعد اسکے مامون ہوئے اہل القریٰ بدون عبرت حاصل کرنے کے۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا۔ اس بات سے کہ آوے اُنپر عذاب ہمارا درحالیکہ خوابگاہ میں ہوں یا رات کے وقت میں۔ وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ درحالیکہ وہ سوتے ہوں یعنے بے فکر غافل ہوں۔ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى کیا بےخوف ہوگئے اسکے بعد اہل القریٰ۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى۔ اس بات سے کہ آوے انپر ہمارا عذاب دن میں۔ وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ درحالیکہ وہ لہو و لعب میں ہوں۔ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ۔ کیا پھر بھی بےخوف ہوگئے مکر الٰہی سے۔ مکر بمعنے حیلہ گری اور فریب ہے اور یہ معنے جناب الٰہی عزوجل میں محال ہیں بلکہ مراد مکر الٰہی سے وہ فعل ہے جس سے کافر کو اُن کے کفر پر اللہ تعالےٰ عذاب فرماوے اور نسبت اس کی اللہ تعالےٰ کی طرف اسواسطے کہ وہ کافروں کے گناہ پر عقوبت ہے اور عرب والے عقوبت کا وہی نام رکھتے ہیں جس گناہ کے عوض وہ عقوبت ہے چنانچہ قولہ مکروا و مکر اللہ میں یہ بات منصوص ہے کذا قال ابن عطیہؒ قال البیضاوی والمفسرؒ یہ تقریر ہے قولہ افامن اہل القری الخ کی اور مکر اللہ یہاں استعارہ ہے بندہ کو استدراج دینے سے یعنے طغیان و سرکشی کے واسطے اُس کو نعمت کثیر و فراغ دیدیا پھر اسکو ایسی راہ سے عذاب میں اچانک ماخوذ کردیا کہ اسکو گمان بھی نہ تھا حالانکہ اسوقت اسکو سخت حسرت و غم ہوا۔ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ پس نہیں بےخوف بن بیٹھتے ہیں مکر الٰہی سے مگر وہی قوم جنھوں نے خسارہ میں ڈالا اپنی جانوں کو یعنی طور کہ کفر اختیار کیا اور غور سے نظر عبرت حاصل نہ کی۔ اور شیخ شبلیؒ نے کہا کہ مکر الٰہی یہ ہے کہ کافروں کو اسی حال پر چھوڑ دیا جسپر وہ ہیں قال المترجم مراد یہ ہے کہ کافروں کو اُن کے نفس و شیطان کے پنجہ میں چھوڑ دیا اور وکالت توفیق عطا نہ فرمائی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مومن کا حال یہ ہے

کہ وہ اعمال طاعات ادا کرتا ہے لیکن ڈرا ہوا خوفناک رہتا ہے اور فاسق فاجر کا یہ حال ہے کہ وہ گناہ کرتا رہتا ہے اور بیخوف ہے اُسکو کچھ ڈر نہیں ہوتا
بالجملہ ایمان خوف و اُمید کے درمیان ہے جو رحمت سے مایوس ہو وہ بھی کافر ہے

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝

اور کیا سوجھ نہ آئی انکو جو قائم ہوتے ہیں ملک پر وہاں کے لوگ جاکر کہ ہم چاہیں تو انکو پکڑیں انکے گناہوں پر اور ہم مہر کرتے ہیں انکے دل پر سو وہ نہیں سُنتے

أَوَلَمْ يَهْدِ۔ کیا نہیں کھلا۔ کذا فسرہ ابن عباسؓ و مجاہد و غیر واحد۔ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا۔ اُن لوگوں کو جو وارث ہوتے ہیں زمین کے یعنے بستے ہیں اس میں بعد ہلاک ہو جانے اہل زمین کے یعنے اگلے بسنے والوں کے۔ أَنْ لَوْ نَشَاءُ۔ انہ لو نشاء۔ یہ کہ اگر ہم چاہیں تو۔ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ عذاب پہونچا دیں انکو بسبب انکے گناہوں کے یعنے جیسے اگلوں کو عذاب دیا ہمزہ اس میں توبیخ و انکار کا ہے۔ اور کثرت سے اللہ تعالےٰ نے اگلوں کے عذاب سے پچھلوں کو اور خصوص مکہ والوں اور مابعد کو عبرت دلائی ہے۔ کما قال تعالےٰ اولم یہد لہم کم اہلکنا من قبلہم من القرون یمشون فی مساکنہم ان فی ذلک لآیات افلا یسمعون۔ اور یہاں فرمایا۔ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ۔ ونحن نختم علی قلوبہم فہم لا یسمعون الموعظۃ سماع تدبر۔ اور ہم دلوں پر مہر کر دیتے ہیں پس سوچ سمجھ سے وہ نصیحت کو نہیں سُنتے ہیں۔ مفسرین نے اسکو جملہ مستانفہ قرار دیا اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ اولم یہد کے مفہوم پر عطف ہو سکتا ہے لے یغفلون عن ہذا و نطبع اور اصبناہم پر عطف نہیں ہو سکتا یعنی طور نطبع کو طبعنا کے معنے میں لیا جاوے اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ وہ جواب لو نشاء ہے اور اس عطف سے ظاہر ہوگا کہ نفی پائی نہیں گئی حالانکہ فہم لا یسمعون سے ثابت ہوا کہ مہر ثابت ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولو ان اہل القری آمنوا و اتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض۔ اشارہ ہے کہ اگر وہ لوگ میری عظمت و جلال پر نظر رکھتے اور میرے جبروت و قہر و غضب سے ڈرتے تو میرے مشاہدہ ذات و صفات کے انوار اُنکے دلوں کی زمین میں کشادہ ہوتے حتی کہ بصفت لطف و خیال کے ساتھ ملکوت زمین و آسمان میں مجھکو دیکھتے اور انکے گلزار دل میں کھلاتے قرب اور ریاحین شوق و محبت و عشق و یقین و تجرید و معرفت اُگتے۔ بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ وعدہ آخرت میں صادق رہتے اور میری مخالفت سے پرہیز رکھتے تو میرے مشاہدہ سے اُنکے دل منور ہوتے اور یہ برکت آسمانی ہے اور انکے جوارح میری خدمت سے مزین ہوتے اور یہی برکت زمین ہے۔ قولہ افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اللہ تعالےٰ کے ہر قوم کے ساتھ مکر ہیں اور وہ معنے یہ نہیں ہیں جو عوام خیال کرتے ہیں بلکہ عوام کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہیں کہ قہر کا امتزاج کیا اور یہ کیا کہ اسباب جو بندگی کے واسطے چاہیے ہیں وہ سب دیدیے اور انکو بندگی کی توفیق نہ دی اور انکو شکر کی زبان دیدی اور حقایق استدراج نہیں پہچنوائے بسبب نعمت و اخلال از لذت و شکر۔ اور خواص کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ سے پایا اس سے اُنکے دلوں میں لذت پیدا ہوئی اور اس لذت کی وجہ سے اس سے اوپر کے مقامات ادراک غیوب و حقایق سے محجوب و محروم رہے محبین و عاشقین کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ آیات میں صفات ظاہر فرمائیں اور یہ مقام التباس ہے اور موحدین اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ انکو اپنی ذات بقدر قوت معرفت و توحید کے دکھلائی اور وہاں جو مقام مکر ہے اس کی معرفت نہ دی یعنے یہ کہ انکو یہ معلوم نہوا کہ جو کچھ انھوں نے پایا وہ نہ پائے ہوئے کے مقابلہ میں جیسے قطرہ کے مقابلہ میں ایک سمندر اور یہ اس سبب سے کہ انوار قدم و بقا انکے اسرار و ارواح و قلوب و عقول میں پہونچنے سے حلاوت پاتے ہیں اور اگر حقایق کرتے واقف ہوتے کیونکہ اس سے انکو محجوب کر دیا ہے تو اسکے سلطان کبریا و عظمت کے سامنے

شرم سے پانی پانی ہو جاتے۔ اہل اتحاد کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ انکے دلون کے آئینہ مین جلال و جمال کو دکھلایا پس حسن ازل و جمال ابد سے اُسکو دیکھتے ہین اسطرح کہ خود فنا ہوتے ہین لیکن اس سے انکو حد فنا مین باقی فرماتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو گویا وہ دیکھتے ہین اس جہت سے صفت و فعل مین سخت اتحاد ہو جاتا ہے پس اُنپر حجاب طاری ہوتا ہے پس تاثیر انوار صفات کی حلاوت مین باقی پڑے رہتے ہین حالانکہ یہ ادنی مرتبہ ہے اور اعلی مراتب سے محجوب رہے پس وہ لوگ اپنے آپ کو محل ربوبیت مین دیکھتے ہین پس انانیت کے دعوی کر بیٹھتے ہین جیسے حسین بن منصور اور ابو یزید بسطامی سے سرزد ہوا پس وہان بہت خفی مکر اور بہت لطیف استدراج ہے اگر او تعالے کا فضل و کرم انپر نہوتا تو جس حال مین ہین اُسی مین پڑے رہتے ولیکن انعام و رحمت سے انکو اس مقام سے نکال لیا اور دریاے عظمت مین انکو ڈبو دیا حتی کہ اقرار کرنے لگے کہ ہم تو کچھ بھی نہین ہین اور ہم تو اول ہی درجہ عبودیت مین پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ شیخ ابو یزید بسطامی اپنی آخر عمر مین عاجزی سے دعا مانگتا تھا کہ اے میرے پروردگار مین نے تجھے کیا یاد کیا میری ہر یاد غفلت سے تھی اور مین نے تیری کچھ عبودیت نہ کی میری ہر بندگی فتور سے تھی اور تو نہین دیکھتا کہ منصور جب دار پر چڑھایا گیا تو کہنے لگا کہ بھلا تم قتل کرتے ہو ایسے آدمی کو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالے ہے۔ نہایت لطف الٰہی ہمارے نبی حضرت محمد مصطفے صلعم پر دیکھو کہ مقام نبوت کے اعلی مرتبہ مین جب دیدار معراج کے مقام پر فائز ہوئے تو اللہ تعالے نے اپنے محبوب بندہ کو اس مکر سے محفوظ فرمایا برابر یہی عرض کرتا رہا کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنے اے پروردگار مین بندہ ہون تیری ثناء و صفت کا احصا اور پورا شمار نہین کر سکتا تو پاک ہے تو ویسا ہے جیسا تو نے اپنی ذات پر اپنا آپ وصف فرمایا ہے مین بندہ ہون سواے اللہ تعالے کے کسی مین الوہیت کا نام نہین ہے اللہ تعالے عز و جل نے بھی کامل مرتبہ دیا کہ کسی مخلوق کا نہین ہے حالانکہ او تعالے نے ربوبیت کا مزہ اسکو چکھا دیا تھا پس مقام عبودیت مین اپنے بندہ افضل الخلائق کو قائم رکھا حتی کہ ربوبیت پاکر اپنے بندہ ہونے پر بڑا فخر کیا۔ واضح ہو کہ او تعالے کی ہر صنع جلیل اپنے بندگان اولیاء کے واسطے لطف و رحمت ہے خواہ مکر ہو یا نہو اور کون اُسکے مکر سے بچا ہے سب کے سب اُسکے قبضہ عزت مین متحیر ہین اور کیونکر کوئی نڈر بن بیٹھیگا جو اسکی ربوبیت کو جانتا اور اپنی عبودیت کو پہچانتا ہے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ تعالے سے مکر اللہ تعالے کے معنے پوچھے تو شبلیؒ نے یہ اشعار پڑھے ؎ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذاکا + یعنے مین تجھے محبوب رکھتا ہون اپنے بعض ٹکڑے سے نہین بلکہ تمام جان سے۔ اگرچہ نہین باقی رکھی تیری محبت نے مجھ مین جنبش کی قدرت اور تیرے سواے ہر چیز سے جو فعل صادر ہو میرے نزدیک بہت قبیح ہوتا ہے۔ اور تو اس فعل کو کرتا ہے پس تجھسے یہی فعل اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پوچھنے والے لے کہا کہ مین نے آپ سے اللہ تعالے عز و جل کی کتاب مجید سے ایک آیت کے معنے دریافت کیے اور آپ نے یہ اشعار کیا پڑھدیے پس شبلیؒ سمجھے کہ یہ سمجھا نہین تو فرمایا کہ اے شخص مکر الٰہی ان لوگون کے ساتھ یون تھا کہ جس حال مین وہ لوگ تھے انکو اسی حال مین چھوڑ دیا حسینؒ نے کہا کہ مکر سے نڈر نہین ہو سکتا مگر وہی جو مکر مین سرتاسر غرق ہوکر مکر کو نہ جانے اور رہے وہ لوگ جو بیدار ہون تو وہ ہر حال مین مکر سے خوف کرتے ہین اسواسطے کہ سوابق تو جاری ہین اور عواقب خفی ہین اور نیز فرمایا کہ جو شخص ہر چیز کو تلبیس اور فریب نہین دیکھتا ہے وہ ایسے حال مین پڑا ہے کہ مکر اس سے بہت قریب ہے۔ ابو الخیر دیلمی نے کہا کہ مین ایک روز جنیدؒ کے پاس تھا کہ ناگاہ جنیدؒ کے کاندھے کا گوشت کانپنے لگا اور رنگ چہرہ کا متغیر ہو گیا اور رونے لگے اور کہا کہ مجھسے زیادہ کوئی مقام خوف مین نہین کہ اللہ تعالے مجھکو عذاب مین گرفتار کر دے۔ تو بعض اصحاب نے کہا کہ آپ تو اہل رضاء کے درجات مین اور مشتاقون کے احوال مین کلام کرتے ہین تو فرمایا کہ اے فرزند خبردار خبردار تو مکر الٰہی سے نڈر مت ہو فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون سہلؒ نے کہا کہ مکر الٰہی وہ تدبیر الٰہی ہے جو اسکے سابق علم کے موافق مخلوقات پر جاری ہے پس کسی کو روا نہین ہے کہ مکر الٰہی سے

نڈر اور بیخوف ہو بیٹھے اور یہ نہیں ہے کہ کرالٰہی سے نڈر نہ ہونا اسکی تقدیر کو رد کرنا مراد ہے بلکہ جملہ امور مین محل امتحان مین ہر پہلو سے اُسی پر بھروسا رکھے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی قدرت سے اپنے آپ کو باہر کرے۔ واللہ اعلم۔ وقد قال تعالے فکاین من قریۃ اہلکناہا وہی ظالمۃ فہی خاویۃ علی عروشہا وبئر معطلۃ وقصر مشید افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او آذان یسمعون بہا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور یعنے بہتیرے شہر کہ ظالم ہونے سے ہم نے انکو ہلاک کیا وہ اپنی چھتین گرائے پڑے ہین اور بہت کنوئین معطل اور قصر مشید مین کیا پھرے نہین زمین مین کہ انکے قلوب ہو جاتے یعنے دلون مین سمجھ ہو جاتی جس سے سمجھتے یا کان ہو جاتے جس سے سُنتے خبردار رہو کہ آنکھین سر کی اندھی نہین ہوتی ہین لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہین جو سینون مین ہین

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

یہ قریے ہین کہ بیان کرتے ہین ہم تجھسے اُنکی خبرون سے اور البتہ آئے تھے اُن پاس اُنکے رسول معجزون کے ساتھ پس نہ تھے یہ لوگ کہ ایمان لاوین

بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

اس چیز کے ساتھ جسکو پہلے سے جھٹلا چکے ایسے ہی مہر کر دیتا ہے اللہ تعالے کافرون کے دلون پر اور نہین پایا ہمنے اُن کے بہترون کے واسطے عہد سے

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝

اور البتہ پایا ہمنے انکے بہترونکو فاسق حد سے بڑھ چلنے والے

تِلْكَ الْقُرٰى - قریے یعنے شہر و صوبے جنکا ذکر پہلے گذرا۔ نَقُصُّ عَلَيْكَ - بیان کرتے ہین ہم تجھپر اے محمد۔ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا - انکے اخبار سے انبار جمع نبار الیسی خبر جسکی کوئی شان قابل بیان ہو اور من ظاہر اتبعیضیہ ہے یعنے اسکی بعض خبرین بیان فرمائی ہین اور یہ ظاہر ہے اور مراد آنکہ انبار اہلہا یعنے ان قریات کے لوگون کے اخبار سے بعض بیان کیے۔ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ - اور البتہ آئے تھے ان قریون یعنے ان قریے والون کے پاس انکے رسول بینات یعنے کھُلے کھُلے معجزات کے ساتھ۔ یعنے جو بات اُنسے کہی تھی اُسمین اپنی سچائی کے دعوے نبوت مین معجزات باعطاء الٰہی پیش کیے پس یہ قریے یون ہلاک نہوئے بلکہ رسول بھیجدیے گئے۔ کما قال تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور فرمایا۔ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا - پس نہ تھے ان قری والے کہ ایمان لاوین۔ بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ اس چیز کے ساتھ کہ جھٹلایا تھا اسکو رسولون کے آنے سے پہلے بلکہ برابر کفر پر قائم رہے۔ فی الکمالین۔ یہان با ربیعنے مصاحبت ہے فی البیضاوی یا یہ معنے کہ نہ ایمان لائے اپنی تمام زندگی بھر اس چیز پر جس سے رسول سے سنکر پہلے انکار کیا تھا۔ قال ابن کثیر[رح] با سببیہ ہے یعنے پہلے پہل امر حق کے انکار کر جانے کی وجہ سے رسولون کی رسالت سے تمام عمر انکار کرتے رہے۔ حکاہ ابن عطیہ وہو متجہ حسن کما فی قولہ تعالے وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ الآیۃ۔ اور ابو العالیہ نے ابی بن کعب[رض] سے اسکے معنے یون روایت کیے کہ اللہ تعالے کے علم مین تھا جب کہ او تعالے سے روز ازل مین عہد و اقرار کیا تھا یعنے وہ ایمان لانے والے نہ تھے بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کو انکے حال سے یہ علم تھا۔ یہی ربیع بن انس کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور سدی نے کہا کہ جسدن اُنسے عہد و میثاق لیا گیا تھا اُسدن بکراہ ایمان لائے تھے اسی واسطے فرمایا۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ - ایسے ہی اللہ تعالے کافرون کے دلون پر مہر کر دیتا ہے۔ یعنے جیسے اگلے کافرون کے دلون پر مہر کر دی اور وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے ایسے ہی تیری قوم مین ازلی کافرون کے دلون پر مہر ہے کہ ایمان نہ لاوینگے۔ یہ امر نہایت برحق ہے اگرچہ جاہل و بے ایمان اس مین جہالت سے گفتگو کرتے ہین اور ہم سابق مین اس کو

واضح بیان کر چکے ہین۔ اس مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی اور قریش کے کافرون بلکہ قیامت تک کے کافرون پر تخذیر ہے کہ انکو خوف ہو کہ اہل القری
پر جو مصیبت پیش آئی اگر یہ لوگ حد سے تجاوز کرینگے تو انپر بھی وہی خوف ہے اور اگر دنیا کی زندگی بھر بچ گئے تو بعد موت کے ضرور اس مین گرفتار ہونگے
وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ اور نہین پایا ہم نے یعنی نہین معلوم کیا ہم نے اکثر لوگون کے لیے عہد سے یعنی اُس عہد کا وفا کرنا کچھ نہین جو
اُنھون نے روز میثاق کو باندھا تھا۔ یا عہد مضرت کما فی قولہ لئن انجیتنا من ہذہ لنکونن من الشاکرین یعنی تو ہم کو اس سے نجات دے تو شکر گزار
ہونگے۔ وَاِنْ وَّجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ان مخففہ ہے اصل وانہ وجدنا یعنی اور البتہ پایا ہم نے اُن مین بہتیرون کو یعنی ہمارے علم مین بہتیرے
فاسق ہین۔ واضح ہو کہ ان مخففہ مبتدا و خبر و انکے افعال داخلہ پر فقط ہوتا ہے اور لام خبر پر ان نافیہ و مخففہ مین فرق کرتی ہے اور کوفیون کے
نزدیک ان نافیہ ہے اور لام بمعنی الا ہے اسی وان وجدنا اکثرہم الا فاسقین نہین پایا ہم نے بہتیرون کو مگر فسق کرنے والا۔ ف فی العرائس قولہ وما
وجدنا لاکثرہم من عہد وان وجدنا اکثرہم لفاسقین۔ گویا یہ آیت انھین بیہودون کے حق مین ہے جو راہ طریقت اختیار کرتے ہین اور جب اس مین
جاہ و مال پاتے ہین تو عہد ارادت توڑ کر دنیاوی ریاست مین مشغول ہو جاتے ہین اور طریقت مین خیانت کرتے ہین اور مشائخ پر انکار کرتے ہین یہ انکار
اندھے پن سے کیا بڑا انکار ہے کہ اہل حق پر انکار کرتے ہین۔ گویا اللہ تعالی نے سب آدمیون کو عتاب فرمایا کہ انھون نے عہد ازل کو وفا نہ کیا ایسے ہی
جن لوگون نے مشاہدہ محبوب مین غیر محبوب کی طرف التفات کیا لیکن معذور ہین کہ تمام کبریا و عظمت کا بوجھ ان بیچارون سے کہان اٹھ سکتا ہے یہ
سب حوادث منظر فنا ہین جنید نے فرمایا کہ بندون مین سے بہت اچھا حال اس شخص کا ہے جو اللہ عز و جل کے ساتھ حفظ حدود و وفاے عہد پر قائم ہو
قال بعضہم بعض سے شکایت نہین فرمائی۔ ان کو رحمت وصال نے قبول فرمایا۔ اور بہتون کو رد کر دیا۔ کما قال قلیل من عبادی الشکور میرے
بندون مین سے تھوڑے شکر گزار ہین

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

پھر بھیجا ہم نے انکے پیچھے موسی کو اپنی نشانیان دیکر فرعون اور اُسکے سردارونکے پاس پھر زبردستی کی انکے سامنے سو دیکھ آخر کیا ہوا حال بگاڑنے والون کا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے انکے بعد یعنی نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم السلام کے یا انکی قومون کے بعد مُوْسٰى موسی کو
ابن عباس نے کہا کہ قبطی زبان مین مو کے معنی پانی اور سی بمعنی درخت چونکہ پانی و درخت کے درمیان موسی علیہ السلام ڈال دیے گئے یا پائے گئے
تھے اسواسطے موسی نام ہوا اور ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انکے و یوسف کے درمیان چارسو برس کا فاصلہ تھا اور حضرت ابراہیم تک
سات سو برس کا فاصلہ تھا کذا ذکرہ المفسر فی التحبیر۔ بِاٰيٰتِنَآ یعنی حجتون و دلائل نبوت کے ساتھ مانند عصا و ید بیضا وغیرہ کے جو مذکور ہونگے
اور وہ سب نو آیتین تھین اِلٰى فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی طرف یہ لقب تھا ہر شخص کا جو عمالقہ سے بعد مصر کا مالک ہوا جیسے بادشاہ روم کو قیصر کہتے ہین اور
جس فرعون کی طرف موسی بھیجے گئے اسکا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور وہ قبطیون کا بادشاہ تھا اور اس سے پہلے ایک فرعون دوسرا
اسکا بھائی تھا اسکا نام قابوس تھا۔ کذا ذکرہ الشیخ ابن جریر اور مجاہد سے مروی ہے کہ فرعون فارسی تھا اور ابراہیم بن مقسم نے کہا کہ چارسو برس
فرعون اس شان سے رہا کہ کبھی اسکے سر مین درد بھی نہوا۔ وَمَلَا۟ئِهٖ۔ اور بزرگان قوم فرعون کی طرف۔ اشراف کی تخصیص کی گئی حالانکہ کل قوم
کیطرف بھیجے گئے تھے اسواسطے کہ عوام انھین کی رائے کے تابع تھے جب وہ مانتے تو سب مانتے پس گویا وہی مقصود تھے اور مراد کل قوم ہے بقول المفسرین

حاصل آنکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے ان رسولوں کے بعد جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے موسیٰ کو یعنی مع اسکے بھائی ہارونؑ کے آیات و حجتوں کے ساتھ فرعون و اسکی قوم کے پاس بھیجا۔ اگر کہا جاوے کہ موسیٰ کی رسالت قوم بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی پھر فرعون و قبط کی طرف ارسال کیونکر ہے جواب یہ ہے کہ ایک قوم کے واسطے ہونے سے دوسری قوم کی نفی نہیں اور تخصیص بنی اسرائیل فقط نہ تھی کیونکہ قوم فرعون کی طرف ارسال منصوص ہے اور شاید اصل مقصود بنی اسرائیل ہوں جیسے کہ موسیٰ نے فرعون کو حکم سنایا تھا کہ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ملک شام بھیجدے فافہم ولم ارمن تعرض لہ من المفسرین بالجملہ فرعون و قوم کی طرف ارسال منصوص ہے اور یہاں یہی ذکر فرمایا کہ ان گمراہوں نے کیونکر انکار کیا اور کیونکر ہلاک ہوئے چنانچہ فرمایا۔ فظلموا بہا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین۔ ظلم متعدی خود ہوتا ہے یقال ظلمہ۔ پھر تعدیہ بحرف با کیونکر ہے تو جواب دیا گیا اولاً آنکہ با سببیہ ہے یعنے ظلم کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر باین طور کہ ایمان نہ لائے یا غیروں کو ایمان نہ لانے دیا بسبب ان آیات کے یعنی بسبب دیکھنے ان آیات کے اس دنیائے فانی کی ریاست و بادشاہت پر خوف کرکے کہ ایمان لانے میں انکے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ ثانیاً آنکہ ظلم متضمن معنے کفر ہے یعنے ظلم کیا باین طور کہ ان آیات سے کفر کیا بجائے ایمان لانے کے کیونکہ آیات ایسی واضح تھیں کہ انپر ایمان نہ لانا صریح ظلم تھا اسی معنے کے واسطے کفروا بہا۔ کی جگہ ظلموا بہا آیا ہے۔ اور فانظر کا خطاب سراج وغیرہ میں ہر مخاطب کو ہے جو چشم بصیرت سے دیکھے یعنے اے مخاطب اپنی چشم بصیرت سے دیکھ کہ کیونکر ان مفسدوں کا انجام ہوا یعنے کیسے ہم نے انکو ہلاک کیا۔ وقال الحافظ یعنے دیکھ لے محمد صلعم کہ کیونکر ہم نے ان سب کو موسیٰ و بنی اسرائیل کے روبرو غرق کیا۔ اسمیں فرعون و قوم پر زیادہ سخت عذاب کی صورت ہے اور موسیٰ و بنی اسرائیل کے دلوں کو زیادہ تشفی ہے۔ اگر یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بھی مقصود اور لوگ ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کو مرتبہ یقین کامل بلکہ اکمل تھا۔ حاصل آنکہ پھر فرعون و قوم نے ان آیات سے کفر کیا ازراہ ظلم کے تو عبرت سے دیکھ کہ ہمنے کیونکر اُن کو غرق کر دیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ

اور کہا موسےٰ نے اے فرعون میں بھیجا جہان کے صاحب کا قائم ہوں اسپر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے لایا ہوں

جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

تم پاس نشانی تمہارے رب کی سو رخصت کر میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

یہ درمیانی بعض واقعات ذکر فرمائے جو غرق سے پہلے فرعون اور موسیٰ کے درمیان واقع ہوئے تھے اور توضیح کردی کہ فرعون اپنی شامت سے مع قوم غرق ہو کر جہنم واصل ہوا ورنہ ایضاح و صدق میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا چنانچہ اللہ تعالے نے موسیٰ کو بھیجا تو وہ فرعون کے پاس گئے اور عرصہ کے بعد فرعون تک رسائی ہوئی پس اس سے یوں باتیں کیں۔ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنے کہا موسیٰ نے جب فرعون تک پہونچ ہوئی کہ اے فرعون میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ لفظ فرعون کے ساتھ یعنے بادشاہ مصر و لقب کے ساتھ اسکو موسیٰ نے مخاطب کیا تاکہ خوش معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالے نے حکم دیا تھا کہ اس سے نرم باتیں کرنا کما فی قولہ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر الآیۃ اسی واسطے رسول رب العالمین کہا کہ وہ اپنے نفس سرکش کے لیے حاکم مصر ہونا ایمان لانے کی صورت میں بھی پاوے اور رب العالمین کی اطاعت اپنے اوپر واجب جانے کیونکہ جو شخص کہ تمام العالمین کی طرف سے مرسل ہے وہ واجبی قبول کے لائق ہے کہ جو کچھ لایا ہے اسکو مانا جاوے جیسے بادشاہ کسی کو اپنی رعیت کے پاس بھیجتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ کا بھیجا ہوا ہوں پھر پیغام کہتا ہے کہ اس سے ان پر ہیبت اور رعب زیادہ بیٹھ جاتا ہے۔ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ حق بمعنے ثابت و برقرار ہے اور حقیق اور زیادہ مبالغہ ہے اور قراءۃ مشہورہ یہاں دو میں علی بحرف جر اور

یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور علیّ بتشدید یاء متکلم اور یہ نافع کی قراءۃ ہے اور آن لا اسم الخطابین یہاں الگ الگ ہے پس بر تقدیر قراءۃ جمہور کے بیضاوی نے کہا کہ شاید فرعون نے جب موسیٰ کو دعویٰ رسالت میں جھٹلایا تو موسیٰ نے اسکا یہ جواب دیا اور تکذیب کا قول اوپر مذکور اسواسطے نہوا کہ قولہ فظلموا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں نے انکار کیا اور جھٹلایا تھا۔ تقدیر کلام یہ کہ فکذبہ فقال انا حقیق۔ یعنے فرعون نے موسیٰ کا دعویٰ سنکر انکو جھٹلایا پس موسیٰ نے کہا کہ انا حقیق مین جدیر ہون اس بات پر یعنے اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر سچی بات۔
قال البیضاویؒ اصل مین حقیق علیّ بتشدید یا تھا یعنے مجھپر بہت حق ہے یہ بات کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر حق ہی جیسا کہ نافع کی قراءۃ ہے تو بر عکس کر دیا گیا یعنے مین حقیق ہون اس بات پر۔ اور یہ اسوجہ سے کہ یہان التباس سے امن ہے۔ یا اسوجہ سے کہ وصف بالصدق مین اغراق و مبالغہ ہوا اور معنے یہ کہ قول حق پر واجب ہے کہ مین ہی اسکا کہنے والا ہون وہ راضی نہوا مگر اس بات پر کہ مین ہی اسکو کہون۔ یا حقیق متضمن معنے حریص ہے یعنے حریص ہون اس بات پر کہ الخ یا حرف علی بجاے با رکھے ہے تاکہ تمکن و قابو کے معنے اس سے نکلین جیسے رمیت بالقوس کی جگہ رمیت علی القوس بولتے ہین اور جئت علی حال حسنۃ کہتے ہین اور قراءۃ ابی بن کعبؓ و اعمشؒ کی اس کی مؤید ہے کہ انہون نے بان لا اقول پڑھا ہے اور بعض قراءۃ مین حقیق ان لا اقول۔ آیا ہے وحاصلہ ما قال الحافظ ابن کثیرؒ قولہ حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق پس بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین حقیق بان لا اقول الخ۔ یعنے لائق ہون اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر سچی بات۔ اور علماء نے کہا کہ علی و با ر بجاے ایک دوسرے کے آتے ہین۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ معنے یہ ہین حریص علی ان لا اقول الخ۔ یعنے حقیق متضمن معنے حریص ہے۔ اور دیگر اہل مدینہ نے حقیق علیّ پڑھا یعنے حق واجب ہے مجھپر کہ مین اوتعالے کی طرف سے وہی خبر دون جو سچ سچ ہے کیونکہ مین اندازہ ون کے نہین ہون بلکہ اسکی شان عظمت و جلال سے معرفت رکھتا ہون۔ قال المترجم اس قراءۃ اہل مدینہ پر مفسرؒ نے کہا کہ حقیق علیّ۔ خبر مقدم ہے اور ان لا اقول الخ مبتدا موخر ہے حاصل آنکہ حق ہی حق اللہ تعالے کی طرف سے کہنا مجھپر واجب ہے۔ اور بعض نسخون مین جو اول مبتدا و ثانی خبر ہونا مذکور ہے شاید وہ کاتب کی غلطی ہے واللہ اعلم۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ البتہ لایا مین معجزہ تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ یعنے اپنے سچے ہونے پر دلیل لایا ہون اور وہ عصا و ید بیضا تھا اور چونکہ نفس معجزہ مفید صدق رسالت ہونے مین ایک ہی حالت تھی لہذا بینہ مفرد فرمایا اور دیگر مقام مین جو فرعون کی موسیٰ کے ساتھ گفتگو مانند قولہ فمن ربکما یا موسیٰ۔ وغیرہ مذکور ہے یہان اسکا ذکر نہین فرمایا ہے چنانچہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے آویگا۔ پھر جب موسیٰ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوئے تو اسی پر حکم مترتب کر کے کہا فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ یعنے جب ثابت ہوا کہ مین اللہ تعالے کا رسول ہون تو بنی اسرائیل کو تو میرے ساتھ بھیجدے کہ وہ ملک شام مین جو زمین مقدس ہے اور انکے جد اعلیٰ کا اصلی وطن ہے جاکر عبادت مین مشغول ہون۔ ان لوگون کے مصر مین رہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام جب مصر پر حاکم ہوے تو یعقوب علیہ السلام مع باقی اولاد کے مصر مین آگئے اور یہین رہ پڑے اور یہین اولاد ہوئی پھر بعد وفات حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون مع قوم قبط کے نسل اسباط پر غالب ہوا اور عداوت سے ان کافرون نے انکو غلام بنایا اور گھاس چھیلنا و مٹی اٹھانا وغیرہ ذلیل کامون مین ان کو لگایا کیونکہ وہ توحید پر تھے حتی کہ بہتیرے ان مین سے بھی اس مشقت و ذلت کی وجہ سے دین چھوڑ کر خوار و گمراہ ہو گئے تھے پھر رحمت الٰہی عز و جل بحال بنی اسرائیل مبذول ہوئی اور اس مشقت و ذلت کا نعم البدل عزت و سلطنت ان کو دی پس یہ تمہید ہوئی کہ موسیٰ کو رسول کر کے وہان بھیجا انہون نے اللہ تعالے کا پیغام پہونچایا کہ اے فرعون تو ان لوگون کو چھوڑ دے کہ میرے ساتھ ملک شام کو چلے جاوین پس اگر وہ چھوڑ دیتا تو شاید خبیث بچتا ولیکن بنی اسرائیل کے دل ٹھنڈے کرنے منظور تھے کہ ان کی آنکھون دیکھے ہلاک ہو پس

فرعون نے نہ مانا اور جھگڑا شروع کیا۔ اور انجام کار ہلاک ہوا جیسا کہ آگے سب مفصل آتا ہے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝

بولا اگر تو آیا ہے کچھ نشانیاں لے کر تو وہ بول اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اسیوقت وہ ہوا اژدہا صریح

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور نکالا اپنا ہاتھ اسیوقت وہ سفید نظر آیا دیکھنوں کو

قَالَ فرعون لموسی- اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ علی دعواک- فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فیہا- فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا
کہ اگر تو آیت لایا ہے اپنے دعوی رسالت پر تو لا اسکو اگر تو سچا ہے اس دعوی مین۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ- علی ابن ابی طلحہ
عن ابن عباس کہا کہ ثعبان نر سانپ ہے۔ یہی سدی وضحاک کا قول ہے یعنے ڈالدیا موسیٰ نے اپنا عصا پس وہ منقلب ہوکر نر سانپ ہو گیا
اور مفسرؒ نے کہا کہ ثعبان بہت عظیم سانپ یعنے اژدہا اور مبین یعنے کھلا ہوا جسمین کچھ التباس نہ تھا یعنے عصا مذکور منقلب ہوکر درحقیقت کھلا ہوا
اژدہا ہو گیا اور دوسری آیت مین کانہا جان۔ فرمایا۔ اور جان چھوٹا سانپ ہوتا ہے پس بات یہ تھی کہ وہ بڑائی مین تو اژدہے کے مانند تھا اور
جنبش کرنے مین چھوٹے سانپ کے مانند تھا یعنے باوجود اسقدر بڑائی جسم کے تیز رفتار تھا چنانچہ دوسری آیت مین تہتز کانہا جان۔ مذکور
ہے یعنے جنبش کرتا مانند جان کے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو موسی علیہ السلام کو ایک فرشتہ نے بصورت
آدمی ہوکر دیدیا تھا جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تھے پس رات مین مانند شمع کے روشن ہوجاتا اور دن مین راہ طے کرتے تھے اور اسی سے
رزق نکلتا تھا اور اس سے اپنی بکریان ہانک لیتے تھے۔ بالجملہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو
وہ منقلب ہوکر بڑا اژدہا ہو گیا اپنا منھ کھولکر تیز چال سے فرعون کی طرف متوجہ ہوا جب فرعون نے دیکھا تو تخت سے اٹھکر بھاگا اور فریاد کی
کہ اے موسیٰ اسکو مجھسے باز رکھو پس حضرت موسیٰ نے پکڑ لیا۔ قتادہؒ نے کہا کہ شہر کے برابر بڑا اژدہا ہو گیا۔ سدیؒ نے کہا کہ بڑا نر اژدہا ہو گیا منھ پھیلائے
ہوے جبکا ایک ہونٹھ تو زمین سے لگا تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا اور فرعون کی طرف جھکا۔ جب اُسنے دیکھا تو چیخ ماری اور
بھاگا اور اس کی بائی نکل گئی اور پہلے اس کو حدث نہین ہوا تھا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو پکڑ لو مین تیرا ایمان لاؤنگا اور بنی اسرائیل کو تیرے
ساتھ کر دونگا پس موسیٰ نے پکڑ لیا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ کو فرعون نے پہچانا اور کہا کہ مین نے تجھے پالا تھا پھر باتین ہونے کے بعد فرعون نے
جھٹلایا اور کہا کہ تو سچا نہین ہے اور اسکے پاس کچھ نشانیان نہین یہ وہی شخص ہے اسکو گرفتار کر لو پس موسیٰ نے عصا ڈالدیا وہ اژدہا ے عظیم
ہو کر فرعون کی طرف جھکا اور لوگ بھاگے حتی کہ تلے اوپر اژدحام مین پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار کچل گئے اور فرعون بھاگ کر گھر مین گھس گیا۔ رواہ ابن جریر
والامام احمد فی کتاب الزہد شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکے سیاق مین غرابت ہے مترجم کہتا ہے کہ وجہ غرابت ظاہر ہے لیکن یہ غرابت اسوجہ سے
پیش آئی کہ کسی نے وہم کرکے اس اثر کو اس مقام پر داخل کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اسوقت ہوا کہ جب ساحرون نے میدان اسکندریہ مین
مقابلہ کیا ہے اور بعد غلبہ کے فرعون نے موسی علیہ السلام کو آزار پہونچانا چاہا اور عصا مذکور ان موذیون کی طرف حملہ آور ہوا جیسا کہ آیندہ
انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا اور یہی وہم اس مقام پر معالم کی تقریر سے پیش آتا ہے کہ اژدہا کی درازی مین لکھا کہ اس کی دم سمندر تک تھی
حالانکہ یہ اسوقت ہوا ہے جب مناظرہ مین وہ اژدہا ہو گیا تھا۔ فاستقم- وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ اور نکالا اپنا ہاتھ کہ
ناگاہ وہ ناظرین کے واسطے بیضا تھا۔ یعنے جب قمیص مین ہاتھ ڈالکر نکالا تو روشن چمکنے لگا بدون برص ومرض وغیرہ کے برخلاف اس حال کے

جیسا پہلے گندم گون تھا اور دوسری آیت میں ہے وادخل یدک فی جیبک تخرج من غیر سوء الآیہ یعنے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالکر جب نکالا روشن نکال بدون
بیماری کے۔ حدیث الفتون میں من غیر سوء کی تفسیر یہ کی کہ بدون برص کے۔ پھر انھوں نے دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈالا تو ویسا ہی ہوگیا جیسے پہلے
گندم گون تھا۔ ایسا ہی مجاہد وغیرہ سلف سے مروی ہے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ بیضاء للناظرین یعنے ایسی بیاض کے ساتھ جو عادت سے
خارج ہے جسپر نظر کلی جمتی ہے حالانکہ مروی ہے کہ اسکی شعاع آفتاب کی شعاع پر غالب تھی۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ للناظرین کا لفظ کس سے
متعلق ہے۔ جواب دیا گیا کہ بیضاء سے متعلق ہے اور معنے یہ کہ ناظرین کے واسطے بیضا رہتا اور ناظرین کے لیے بیضا جبھی ہوگا کہ بیاض اسکی عجیب و
غریب ہو جو عادت سے خارج ہے جسپر نظرین مجتمع ہوں۔ اگر کہا جاوے کہ عصا و بیضا دونوں میں سے ایک ہی بات کافی تھی دونوں کے
اجتماع میں کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ اجتماع موجب تقویت و مورث یقین و مزیل شک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یقین معجزے کے بعد حضرت قادر
مختار کو اختیار ہے کہ جسقدر چاہے عطا فرما دے اسمین الحادی شک کو گنجائش نہیں اور در بیان فائدہ جو وجہ بھی در حقیقت اسباب تہ اشیاء کا
علم ہونے سے معلوم نہیں ہو سکتا ان ظاہر آثار پر اسکا فائدہ یہ ہے کہ مورث یقین و مزیل شک ہے اور اول خارج چیز ہے اور دوم اُن کے
نفس ذات میں ہے جس سے یقین ہو سکتا ہے کہ اول کبھی نہیں کہ عطا ہوا ہے دوسرا اگر عصا کو چرالیوے تو اسکے پاس معجزہ نہیں ہو سکتا اور
اول از قسم ہیبت و خوفناک وحشت ہے اور دوم از قسم نور و انس و محبت ہے۔ پھر سراج میں فرمایا کہ بعض ملحدین نے کہا کہ عصا و ید بیضا سے
فقط یہ مراد ہے کہ موسی علیہ السلام کی حجت قوی و ظاہر و قاہر تھی اس راہ سے کہ انھوں نے مخالفوں کے اقوال کو باطل کردیا اور انکا فاسد ہونا
ظاہر کردیا تو وہ مانند اژدہا کے عظیم کے ہوا جسنے مخالفوں کی حجتیں نگل لیں اور چونکہ وہ اپنی ذات میں حجت روشن بھی ہے اسواسطے اسکو بیضا کہا
جیسے بولتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس صنعت میں ید بیضا ہے۔ فی السراج میں کہا کہ ایسا کہنے والا ملحد مردود ہے اور اسکا یہ قول باطل ہے اسواسطے
کہ ایسی چیز سے جو بمنزلہ تواتر کے ثابت ہے اس سے انکار کیا اور جو اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم نے فرمایا ہے اسکو جھٹلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ عجیب ہو
کہ حجت موسی جب صحیح و غالب مانتا ہے تو معجزہ سے کیوں منکر ہے اسواسطے کہ حجت موسی میں ثابت ہے کہ اللہ تعالے ہر بات پر قادر ہے بس جو معجزہ
جو دیا گیا وہ تو قدرت کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں اگرچہ تمام مخلوق اسکے مقابلہ سے عاجز ہے اسواسطے معجزہ ہے اور قدرت الٰہی تو ازل اس سے
کہیں بڑھکر ہے بلکہ بے انتہا ہے۔ فافہم۔ اور ایسے ہی اس زمانہ میں بعض ملحدین کہ قرآن مجید کے معنے میں تحریف کرتے و احادیث صحیحہ و اخبار متواترہ
سے انکار کرتے ہیں اور کلام اور بول چال کے صریح معنے ظاہر جو ہیں بزبان اہل زبان و اہل لغت اور فضلا و علماء متفق ہیں کہ سوا اس معنے کے
اور کچھ معنے نہیں اسکے ایک جاہلانہ معنے بناتے ہیں اور جب صریح الزام پاتے اور رد کیے جاتے ہیں تو اپنی رائے پر اقتصار کرتے ہیں کہ بیماری آ
ہے۔ اللہ تعالے مسلمانوں و اسلام کو ایسے بے ایمان ملحد مفسد سے محفوظ رکھے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام نے یہ معجزات دکھلائے تو فرعون وغیرہ
اس سے عاجز ہوگئے اور کوئی تدبیر نہ چل سکی تو باہم مشورہ کیا۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْا

بولے سردار ۔ فرعون کی قوم کے ۔ بیشک یہ کوئی پڑھا جادوگر ہے ۔ نکالا چاہتا ہے تم کو ۔ تمہارے ملک سے ۔ اب کیا مشورہ دیتے ہو ۔ بولے

أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝

ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج ۔ پرگنوں میں ۔ نقیب ۔ کہ لاویں تجھ پاس جو ہو پڑھا جادوگر

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ یعنے فرعون کی بات سے موافقت کرنے والے لوگ جب انکے ہوش

فرعون نے نہ مانا اور جھگڑا شروع کیا۔ اور انجام کار ہلاک ہوا جیسا کہ آگے سب مفصل آتا ہے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝

بولا اگر تو آیا ہے کچھ نشانیاں لے کر تو وہ بولا اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اسیوقت وہ ہوا اژدہا صریح

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور نکالا اپنا ہاتھ اسیوقت وہ سفید نظر آیا دیکھنوں کو

قَالَ۔ فرعون لموسیٰ۔ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ علی دعواک۔ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فیہا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اگر تو آیت لایا ہے اپنے دعویٰ رسالت پر تو لا اسکو اگر تو سچا ہے اس دعویٰ مین۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ۔ علی ابن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ کہا کہ ثعبان نر سانپ ہے۔ یہی سدی وضحاک کا قول ہے یعنے ڈالدیا موسیٰ نے اپنا عصا پس وہ منقلب ہو کر نر سانپ ہو گیا اور مفسرؒ نے کہا کہ ثعبان بہت عظیم سانپ یعنے اژدہا اور مبین یعنے کھلا ہوا جسمین کچھ التباس نہ تھا یعنے عصا مذکور منقلب ہو کر درحقیقت کھلا ہوا اژدہا ہو گیا اور دوسری آیت مین کانہا جان۔ فرمایا۔ اور جان چھوٹا سانپ ہوتا ہے پس بات یہ تھی کہ وہ بڑائی مین تو اژدہے کے مانند تھا اور جنبش کرنے مین چھوٹے سانپ کے مانند تھا یعنے باوجود اسقدر بڑائی جسم کے تیز رفتار تھا چنانچہ دوسری آیت مین تہتز کانہا جان۔ مذکور ہے یعنے جنبش کرتا مانند جان کے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو ایک فرشتہ نے بصورت آدمی ہو کر دیدیا تھا جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تھے پس رات مین مانند شمع کے روشن ہو جاتا اور دن مین راہ طے کرتے تھے اور اسی سے رزق نکلتا تھا اور اس سے اپنی بکریان ہانک لیتے تھے۔ بالجملہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ منقلب ہو کر بڑا اژدہا ہو گیا اپنا منہ کھولکر تیز چال سے فرعون کی طرف متوجہ ہوا جب فرعون نے دیکھا تو تخت سے اُٹھکر بھاگا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو مجھسے باز رکھو پس حضرت موسیٰ نے پکڑ لیا۔ قتادہؒ نے کہا کہ شہر کے برابر بڑا اژدہا ہو گیا۔ سدیؒ نے کہا کہ بڑا نر اژدہا ہو گیا منہ پھیلائے ہوے جسکا ایک ہونٹھ تو زمین سے لگا تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا اور فرعون کی طرف جھکا۔ جب اُسنے دیکھا تو چیخ ماری اور بھاگا اور اس کی بائی نکل گئی اور پہلے اس کو حدث نہین ہوا تھا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو پکڑ لو مین تیرا ایمان لاؤنگا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دونگا پس موسیٰ نے پکڑ لیا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ کو فرعون نے پہچانا اور کہا کہ مین نے تجھے پالا تھا۔ پھر باتین ہونے کے بعد فرعون نے جھٹلایا اور کہا کہ تو سچا نہین ہے اور اسکے پاس کچھ نشانیان نہین یہ وہی شخص ہے اسکو گرفتار کر لو پس موسیٰ نے عصا ڈالدیا وہ اژدہا ہے عظیم ہو کر فرعون کی طرف جھکا اور لوگ بھاگے حتیٰ کہ تلے اوپر اژدہام مین پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار کچل گئے اور فرعون بھاگ کر گھر مین گھس گیا۔ رواہ ابن جریر والامام احمد فی کتاب الزہد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکے سیاق مین غرابت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ وجہ غرابت ظاہر ہے لیکن یہ غرابت اسوجہ سے پیش آئی کہ کسی نے وہم کر کے اس اثر کو اس مقام پر داخل کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اسوقت ہوا کہ جب ساحرون نے میدان اسکندریہ مین مقابلہ کیا ہے اور بعد غلبہ کے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو آزار پہونچانا چاہا اور عصا مذکور ان موذیون کی طرف حملہ آور ہوا جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا اور یہی وہم اس مقام پر معالم کی تقریر سے پیش آتا ہے کہ اژدہا کی درازی مین لکھا کہ اس کی دُم سمندر تک تھی حالانکہ یہ اسوقت ہوا ہے جب مناظرہ مین وہ اژدہا ہو گیا تھا۔ فافہم۔ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ اور نکالا اپنا ہاتھ کہ ناگاہ وہ ناظرین کے واسطے بیضا رہتا۔ یعنے جیب قمیص مین ہاتھ ڈالکر نکالا تو روشن چمکنے لگا بدون برص و مرض وغیرہ کے برخلاف اس حال کے

جیسا پہلے گندم گون تھا اور دوسری آیت میں ہے وادخل یدک فی جیبک تخرج من غیر سوء الآیۃ یعنے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالکر چمکتا روشن نکال بدون بیماری کے۔ حدیث الفتون میں من غیر سوء کی تفسیر یہ کی کہ بدون برص کے۔ پھر انھوں نے دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈالا تو ویسا ہی ہو گیا جیسے پہلے گندم گون تھا۔ ایسا ہی مجاہد و بہتیرے سلف سے مروی ہے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ بیضاء للناظرین۔ یعنے ایسی بیاض کے ساتھ جو عادت سے خارج ہے جسپر نظر لگی جاتی ہے حالانکہ مروی ہے کہ اسکی شعاع آفتاب کی شعاع پر غالب تھی۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ للناظرین کا لفظ کس سے متعلق ہے۔ جواب دیا گیا کہ بیضاء سے متعلق ہے اور معنے یہ کہ ناظرین کے واسطے بیضاء تھا اور ناظرین کے لیے بیضاء جبھی ہوگا کہ بیاض اسکی عجیب و غریب ہو جو حد عادت سے خارج ہے جسپر نظریں مجتمع ہوں۔ اگر کہا جاوے کہ عصا و ید بیضاء دونوں میں سے ایک ہی بات کافی تھی تو دونوں کے اجتماع میں کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ اجتماع موجب تقویت و مورث یقین و مزیل شک ہے مترجم کہتا ہے کہ تفسیر معجزہ کے بعد حضرت قادر مختار کو اختیار ہے کہ جسقدر چاہے عطا فرماوے آئین الحادی شک کو گنجایش نہیں اور در ایمان فائدہ بیہودہ بھی در حقیقت اہیات اشیاء کا علم نہونے سے معلوم نہیں ہوسکتا ان ظاہر آثار پر اسکا فائدہ یہ ہے کہ مورث یقین و مزیل شک ہے اور اول خارج چیز ہے اور دوم اُن کے نفس ذات میں ہے جس سے یقین ہوسکتا ہے کہ اول کبھی انھیں کو عطا ہوا ہے دوسرا اگر عصا کو جادو لیوے تو اسکے پاس معجزہ نہیں ہوسکتا اور اول از قسم ہیبت و خوفناک دہشت ہے اور دوم از قسم نور و اُنس و محبت ہے۔ پھر سراج میں فرمایا کہ بعض ملحدین نے کہا کہ عصا و ید بیضاء سے فقط یہ مراد ہے کہ موسی علیہ السلام کی حجت قوی و ظاہر و قاہر تھی اس راہ سے کہ انھوں نے مخالفوں کے اقوال کو باطل کر دیا اور انکا فاسد ہونا ظاہر کر دیا تو وہ مانند اژدہائے عظیم کے ہوا جسنے مخالفوں کی حجتیں نگل لیں اور چونکہ وہ اپنی ذات میں حجت روشن تھی اسواسطے اسکو بیضاء کہا جیسے بولتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس صنعت میں ید بیضاء ہے تو سراج میں کہا کہ ایسا کہنے والا ملحد مردود ہے اور اسکا یہ قول باطل ہے اسواسطے کہ ایسی چیز سے جو بمنزلہ تواتر کے ثابت ہے اس سے انکار کیا اور جو اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم نے فرمایا ہے اسکو جھٹلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ عجیب ہے کہ حجت موسی جب صحیح و غالب مانتا ہے تو معجزہ سے کیوں منکر ہے اسواسطے کہ حجت موسی میں ثابت ہے کہ اللہ تعالے ہدایت پر قادر ہیں معجزہ جو دیا گیا وہ تو قدرت کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں اگرچہ تمام مخلوق اسکے مقابلہ سے عاجز ہے اسیواسطے معجزہ ہے اور قدرت الہی عزوجل اس سے کہیں بڑھکر ہے بلکہ بے انتہا ہے۔ فافہم۔ اور ایسے ہی اس زمانہ میں بعض ملحد ہیں کہ قرآن مجید کے معنے میں تحریف کرتے و احادیث صحیحہ و اخبار متواترہ سے انکار کرتے ہیں اور کلام اور بول چال کے صریح معنے ظاہر جنپر اہل زبان و اہل لغت اور فضلاء و علماء متفق ہیں کہ سوائے اس معنے کے اور کچھ معنے نہیں اسکے ایک جاہلانہ معنے بناتے ہیں اور جب صریح الزام پاتے اور دیکھے جاتے ہیں تو اپنی رائے پر اقتصار کرتے ہیں کہ یہ بیماری بڑی آفت ہے۔ اللہ تعالے مسلمانوں و اسلام کو ایسے بے ایمان ملحد مفسد سے محفوظ رکھے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور فرعون وغیرہ اس سے عاجز آگئے اور کوئی تدبیر نہ چل سکی تو باہم مشورہ کیا۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا

بولے سردار فرعون کی قوم کے بیشک یہ کوئی پڑھا جادوگر ہے نکالا چاہتا ہے تم کو تمہارے ملک سے اب کیا مشورت دیتے ہو بولے

أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝

ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں نقیب کہ لاویں تجھ پاس جو ہو پڑھا جادوگر

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ یعنے فرعون کی بات سے موافقت کرنے والے لوگ جب انکے ہوش

درست ہوئے اور اس اژدہا کے دیکھنے سے جو خوف بیٹھ گیا تھا وہ کسی قدر دور ہوا تو فرعون سے مشورہ کر کے اتفاق کیا اس قول فرعون پر
کہ یہ شخص بہت بڑا دانا کار جادوگر ہے جیسا کہ سورہ شعراء مین فرعون کا یہ قول نقل کیا اور چونکہ اسکے ارکان سلطنت اسکے ساتھ متفق تھے
لہذا یہان ان لوگون کا مقولہ بیان فرمایا۔ بالجملہ فرعون اور اُن سب کی راے متفق ہوئی کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ یُرِیْدُ اَنْ
یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ۔ چاہتا ہے کہ تم کو تمھارے ملک سے نکال دے۔ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ۔ سو تم سب کا مشورہ کیا ہے۔ یہ دلالت کرتا ہی
کہ ساحر دانا کار ہونے کی راے پہلے فرعون کی ہوئی اور سب اہل الراے نے اتفاق کیا پھر گویا فرعون نے پوچھا کہ کیا راے ہے مگر
ایسے اسکے ساتھ متفق تھے کہ آپس مین کہنے لگے کہ کیا مشورہ دیتے ہو لہذا فرعون کو جواب دیا کہ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ۔ اے آخر امرہما۔
تاخیر دے موسی اور اُس کے بھائی کو یعنے دونون کے کام مین مہلت و تاخیر ڈال دے۔ ہکذا روی عن ابن عباس وغیرہ۔ وَاَرْسِلْ
فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۔ اور اس مہلت کے ایام مین بھیج تو شہرون مین حاشر یعنے جمع کرنے والے۔ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ
جو تیرے پاس جمع کر لادین ہر ساحر دانا کار کو۔ حمزہؒ و کسائی کی قراۃ مین سحار علیم۔ یعنے ہر بڑے جادوگر دانا کار کو۔ اور مراد یہ کہ ایسے
ساحرون کو لادین جو جادو جاننے مین موسیٰؑ پر فضیلت رکھتے ہون۔ مروی ہے کہ جب فرعون نے عصاے موسی علیہ السلام سے سلطان
و قدرت الٰہی دیکھی اس راہ سے کہ اس کی نظر اس چیز محسوس پر پڑی اور اسکو سحر سمجھا تو کہا کہ مین اس معاملہ مین موسیٰؑ سے اس سے زیادہ
قوی سے مقابلہ کرونگا پس چند آدمی چھانٹ کر جنمین سے اکثر بنی اسرائیل مین سے تھے شہر قرما کو روانہ کیے تاکہ وہان جادو سیکھین اور استادون کو
بہت کچھ دیا پس سحر سیکھے اور فرعون نے موسیٰؑ سے ایک میعاد مقرر کی تھی پھر ان ساحرون کو بلوایا وہ مع استادون کے آگئے اور استادون
نے فرعون سے کہا کہ ہم نے انکو ایسا سحر سکھلایا ہے کہ اہل زمین اسکے مقابلہ کی طاقت نہین رکھتے ہان اگر آسمان سے کوئی بات آوے تو ہم کو
معلوم نہین شاید اس سے مقابلہ کی طاقت نہو گی پھر فرعون نے اپنی تمام مملکت مین لوگ روانہ کیے اور جہان کہین کوئی جادوگر تھا اسکو
بلوایا۔ قال فی السراج۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ اس زمانہ مین جادو کا بہت رواج تھا پس اس مین قول متکلمین کے صحیح ہونے کی صریح
دلیل ہے کہ ہر زمانہ مین اس زمانہ کے لوگون پر جو امر زیادہ غالب ہو اسی کے رد کا معجزہ اس زمانہ کے پیغمبر کو ملتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام کے
زمانہ مین چونکہ جادو غالب تھا پس معجزہ حضرت موسی علیہ السلام کا سحر کے مشابہ دیا گیا اگرچہ حقیقت اس معجزہ کی سحر سے بالکل مباین و
مخالف تھی اور ایسے ہی عیسی علیہ السلام کے وقت مین علم طب غالب تھا اسیواسطے حضرت عیسیٰؑ کو جو معجزے دیے گئے تھے وہ از جنس
طب تھے اور ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین فصاحت و بلاغت غالب تھی لہذا آپ کے معجزات مین سے ایک عام
معجزہ یہ رکھا گیا۔ پھر اسمین اختلاف ہے کہ جن ساحرون کو فرعون نے جمع کیا تھا انکی تعداد کیا تھی اور نیز یہ بھی اختلافی ہے کہ آیا وہ سب کے سب
مسلمان ہو گئے تھے یا اُن مین سے زیادہ دانا سے کار مسلمان ہوئے تھے۔ مگر کلام مجید مین کوئی بات نہین ہے جس سے مقدار کیفیت و تعداد پر
دلالت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ستر ساحر تھے اور مقاتل سے مروی ہے کہ بہتر تھے اور کلبی نے کہا کہ اُن کے استاد
دو شخص مجوسی مقام نینوی کے رہنے والے تھے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ بارہ ہزار تھے اور ایسے ہی ہزارون کے اقوال دیگر مین جیسا
آیندہ آویگا اور شاید ستر و بہتر کی تعداد ان لوگون کی ہے جو ان سب مین سے زیادہ دانا تھے یا ان لوگون کی جو ایمان لے آئے تھے کیونکہ
ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ ستر تھے کہ صبح کو ساحر بنے تھے اور شام کو شہید مرے اور مقاتل نے کہا کہ سب ساحرون کا سردار شمعون تھا
اور ابن جریج نے کہا کہ اسکا نام یوحنا تھا۔ بالجملہ موافق مشورہ ارکان دولت کے فرعون نے تمام مملکت مین اور دور دور آدمی بھیجکر استاد

جادوگر بلائے اور وہ سب آئے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

اور آئے جادوگر فرعون پاس بولے ہماری کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے بولا ہاں اور تم

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

پاس رہا کروگے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ جمع ساحر مانند کفرہ وفجرہ جمع کافر وفاجر ہے۔ اور آئے ساحر لوگ۔ فِرْعَوْنَ فرعون کے پاس۔ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ساحرون نے فرعون سے کہا کہ کیا ہمارے واسطے ضرور اجر ہے اگر ہم غالب ہون۔ قَالَ نَعَمْ فرعون بولا کہ ہان۔ یعنے تمھارے لیے ضرور اجر وانعام ہے۔ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اور البتہ تم مقربین سے ہو۔ مراد یہ کہ مین فقط تمھارے لیے اجر و انعام پر ہی اکتفا نہ کرونگا بلکہ اور زیادہ کرونگا اور زیادت یہ کہ تمکو مقربین مین سے کردونگا۔ کلبیؒ نے کہا کہ یعنے پہلے جو شخص میرے پاس آویگا وہ تم ہی ہوگے اور سب سے آخر تم رخصت کیے جاؤگے۔ فی السراج۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ تمام مخلوق اس بات کو جانتی تھی کہ فرعون ایک بندہ ذلیل خوار عاجز تھا ورنہ ساحرون سے مدد لینے کا محتاج نہوتا یعنے دنیا مین اللہ تعالے نے برملا اسکو ایسا خوار ظاہر کردیا اور نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ساحر لوگ اس بات پر قدرت نہین رکھتے تھے کہ اعیان یعنے چیزون کی ذات کو بدل دین ورنہ اجرت طلب کرنے کے محتاج نہوتے اور فرعون سے ال نمانگتے کیونکہ چیزون کی ذات اگر بدل سکتے ہوتے تو مٹی کو سونا کرلیتے یا فرعون کی بادشاہت اپنی ذات کے واسطے کرلیتے بلکہ تمام جہان کے بادشاہ ہوجاتے۔ اور ان آیات سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان دقائق سے آگاہ ہوجاوین اور جو لوگ باطل وکاذب باتین کرتے اور دکھلاتے ہین انکے افعال پر فریفتہ نہون۔ اور واضح رہے کہ اس زمانہ مین جو لوگ سحر سے انکار کرتے ہین وہ محض جھوٹے ہین پھر جب ساحر جمع ہوگئے تو فرعون نے موسیٰ سے انکے مقابلہ مین آنے کا وعدہ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی اسکو منظور کیا اور دن مقرر ہوا چنانچہ قولہ قال موعدکم یوم الزینۃ وان یحشر الناس ضحی الآیہ مین مذکور ہے اور میدان اسکندریہ سمندر کے کنارے قرار پایا پھر جب وہان اُسدن پہونچے تو یہ واقعہ ہوا جو ذکر فرمایا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

بولے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ڈالتے ہین کہا تم ڈالو پھر جب ڈالا باندھ دین

اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

لوگونکی آنکھین اور انکو ڈرادیا اور کرلائے بڑا جادو

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ ساحرون نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا ڈالو وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ یا ہمین پہلے القا کرنے والے ہون اس چیز کو جو ہمارے پاس ہے۔ کسائی وفراء نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اما ان تفعل الالقاء او نفعلہ نحن یعنے فعل القا تمھاری طرف سے پہلے ہو یا ہمین اپنی چیزون کو پھینکین۔ قال ابن کثیرؒ یعنے ساحرون نے موسیٰ علیہ السلام سے مبارزہ کیا کہ القا میں پہل کسکی طرف سے ہوگی۔ قال البیضاویؒ ان لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخیر کیا کہ دونون باتون مین سے کوئی بات آپ اختیار کرین اور یہ رعایت ادب تھی اور نیز دلیری کا اظہار تھا کہ ہمین اپنے غلبہ کا وثوق ہے چاہے ہم پہلے اپنا کرتب کرین یا پیچھے ولیکن رغبت انکی

یہی تھی کہ موسی علیہ السلام سے پہلے اپنا کرتب دکھلادین پس جسطرح موسی علیہ السلام سے کہا تھا اُس سے اپنی طرف عبارت بدل دی اور بلیغ عبارت
ظاہر کی کہ خبر کو معرف باللام اور وسط مین ضمیر فاصل اور ضمیر متصل کی تاکید منفصل یعنے لاان نکون نحن الملقین کہا پس اس سے رغبت ظاہر ہے
کہ پہلے ہمین شروع کرین۔ اسیواسطے موسی علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اَلْقُوْا موسی علیہ السلام نے کہا کہ تم ہی القا کرو۔ یہ از راہ کرم وجوانمردی ہے
اور نیز انکے سحر وساحری کو خفیف وحقیر کردیا۔ اگر کہا جاوے کہ انکا فعل تو سحر تھا اور موسی علیہ السلام کو معلوم تھا پھر نبی ہوکر کیونکر انھون نے اس
فعل کی اجازت دیدی حالانکہ سحر کرنا حرام یا کفر ہے۔ جواب کئی طور سے دیئے گئے ہین اول آنکہ قولہ القوا کے یہ معنے ہین کہ اگر تم اپنے فعل مین
حق طور پر ہو تو کرو ورنہ مت کرو اور حاصل آنکہ اجازت شرطیہ تھی کہ فعل حق ہو تو کرو اگرچہ معلوم تھا کہ وہ سحر کرینگے اور فعل ناحق کرینگے مگر
اسکی اجازت نہین دی تھی۔ دوم آنکہ یہ قوم اسی واسطے آئی تھی کہ جو رسیان وغیرہ لائے ہین وہ میدان مین ڈالین اور ضرور ایسا کرینگے
پس اس فعل کے کرنے ونہ کرنے مین ان لوگون نے اجازت نہین چاہی تھی تاکہ اس فعل کی اجازت دیتے بلکہ تقدیم وتاخیر مین اختیار دیا تھا
پس ایسی حالت مین انکو خفیف سمجھنے وبیپروائی ظاہر کرنے کے واسطے اور وعدہ الٰہی پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اجازت دیدی۔ سوم آنکہ
موسی علیہ السلام کو منظور یہ تھا کہ جو سحر باطل وہ لاوین اسکا بے بنیاد وجھوٹا ظاہر ہوا اور یہ اسی طور پر ممکن تھا کہ پہلے وہ لوگ سحر کرین تاکہ وہ
معجزہ سے باطل کیا جاوے اسیواسطے انکو پہلے القا کی اجازت دیدی اور اسی جواب اخیر کو مفسرؒ نے اختیار کیا اور اسی پر شیخ الحافظ ابن کثیرؒ
نے اختصار کیا اور یون کہا ہے کہ واللہ اعلم اسمین حکمت یہ تھی کہ لوگ انکے کرتب کو دیکھین اور اسمین تامل کرین پھر جب انکے باطل فعل سے خوفناک
ہون اور اسکو اسقدر بڑا جانین کہ اسکا مقابلہ دشوار ہے اور انتظار کرین کہ دیکھیے اگر موسی علیہ السلام حق پر ہین تو کیا لاتے ہین تب معجزہ حقہ
لایا جاوے کہ خوب دلون مین جم جاوے اور ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ
بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ساحرون نے حبال وعصی اپنے پھینکے تھے حبال جمع حبل بمعنے رسی اور عصی جمع عصا۔ اور اعین جمع عین بمعنے آنکھ اور سحروا
اعین الناس کے معنے یہ کہ سحر کردین لوگون کی آنکھین یعنے پھیردیا آنکھون کو انکی حقیقت ادراک سے اور قولہ استرھبوھم یعنے خوف وہم
حیث خیلوا حیات تسعی۔ یعنے لوگون کو خوفناک کردیا کیونکہ خیال کرتے تھے وہ ان رسیون وعصاؤن کو چلتے اژدہے یہی مفسرؒ نے ذکر کیا
ہے پس حاصل معنے قولہ فلما القوا۔ پھر جب پھینکا ساحرون نے اپنی رسیون اور عصاؤن کو تو سحروا اعین الناس پھیردیا لوگون کی
آنکھون کو یعنے جو کچھ انھون نے کیا تھا تخییلی کرشمہ اسکی حقیقت ادراک سے آنکھین پھرگئین اور آنکھون کی نظر ایسی پھری کہ دیکھکر یہ خیال
آنے لگا کہ جو کچھ انھون نے کیا ہے اسکی واقعی خارج مین کچھ حقیقت ہے حالانکہ سوائے صنعت کے اور کچھ نہ تھا صرف خیال ہی خیال
تھا چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انہا تسعی۔ یعنے انکی رسیان وعصا انکے سحر سے سانپ چلتے خیال مین
آتے تھے۔ اور یہی فرق ہے سحر مین جو فعل بشر ہے اور معجزہ مین جو فعل الٰہی ہے کیونکہ سحر سے کسی چیز کی ماہیت نہین بدلتی اور کچھ کی کچھ نہین
ہوجاتی ہے بلکہ اسمین صرف یہی ہوتا ہے کہ آنکھین اس شے کی ادراک حقیقت سے پھر جاتی ہین اور معجزہ مین اس شے کی ماہیت بدل جاتی
ہے جیسے کہ عصائے موسی علیہ السلام درحقیقت اژدہا ہوجاتا تھا۔ قولہ واسترھبوھم قال المبرد مین زیادہ یہ ہے ارھبوھم۔ رعب وخوف زدہ
کردیا لوگون کو بسبب تخییل مذکور کے حتی کہ موسی علیہ السلام کو ایک گونہ جھجھک آگئی کما قال تعالٰے فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی قلنا لاتخف۔
اور بعض نے کہا کہ خوف موسی علیہ السلام اس سبب سے تھا کہ لوگ ڈرکر بھاگ نہ جاوین کہ اظہار معجزہ رہجاوے۔ اور زجاجؒ نے کہا کہ استرھبوا
بمعنے استدعا رہبۃ الناس ہے یعنی طورکہ جسوقت اپنی رسیان وغیرہ پھینکنے لگے تو لوگون سے پکاردیا کہ اے آدمیون ہوشیار ہوجاؤ پس

سبی انکا استرہاب تھا۔ قال الحافظ وقال السفیان بن عیینة حدثنا ابو سعید عن عکرمة عن ابن عباسؓ فرمایا کہ ان ساحرون نے موٹی رسیان اور
لانبی لکڑیان ڈالی تھین پس وہ انکے سحر سے متحرک ہوئین کہ خیال مین یون آتا تھا کہ اژدہے چلتے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ پندرہ ہزار جادوگر
صف باندھکر کھڑے ہوے تھے ہر ایک کے ساتھ رسی وعصا تھا اور موسی علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کے ساتھ نکلے اور مجمع مین آکر ایک جانب
اپنے عصا پر ٹیک دیکر کھڑے ہو گئے اور فرعون نے ایک مقام پر اپنے وزیرون کے ساتھ مجلس بنائی تھی اور اونچے پر اپنے تخت پر بیٹھا تھا پھر
ساحرون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ پہلے تم پھینکو گے یا ہم پھینکنے والے ہین تو موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھین پھینکو پس ساحرون نے پھینکا اور سب
سے پہلے انھون نے اپنے جادو سے موسی علیہ السلام اور فرعون کی بینائی اچک لی پھر اسکے بعد لوگون کی بینائیان اچک لین پھر ہر ساحر نے
جو جسکے پاس تھا ڈال دیا پس بڑے بڑے اژدہے نظر آنے لگے اور تمام جنگل بھر گیا اور تلے اوپر رینگتے نظر آتے تھے۔ سدیؒ نے کہا کہ کچھ اوپر تیس ہزار [٣٠]
ساحر تھے پھر جب انھون نے پھینکا تو لوگون کی نظرون کو مسحور کر دیا اور استرہبوہم ای فرقوہم من الفرق۔ اے لرزا دیا اور دل ڈرا دیے
اور ابن جریرؒ نے باسناد جید از قاسم بن ابی بزہ روایت کی کہ فرعون نے قریب ستر ہزار جادوگر کے جمع کیے تھے اور انھون نے اپنے جادو کی
رسیان وغیرہ پھینکی تھین جو انکے جادو کی وجہ سے سانپ نظر آتی تھین اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ وجاؤ بسحر عظیم اور لائے وہ جادو بڑا۔
یعنے بہت عظیم وکثرت کے ساتھ جادو کی رسیان وغیرہ پھینکی تھین۔ وقال البیضاوی عظیم سے مراد یہ کہ فن جادو مین بڑا تھا اور بعض نے کہا کہ لوگونکی
نظر مین بہت بڑا نظر آتا تھا اگرچہ درحقیقت اسکی کچھ ہستی نہ تھی اور یہی قول مستحسن ہے اور سراج مین کہا کہ یہ واقعہ مقام اسکندریہ مین جو سمندر کے
کنارے پر ہے واقع ہوا تھا اور یہی خازن نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے بالجملہ جادوگرون نے یہ کرشمہ پھیلایا کہ سحر کے زور سے وہ تمام رسیان وغیرہ
سانپ واژدہے چلتے ورینگتے معلوم ہوتے تھے۔ فی السراج بعض لوگ کہتے ہین کہ ان ساحرون نے ان رسیون کو پارہ سے لیس دیا تھا اور
عصاؤن کے اندر بھی پارہ بھرا تھا اور انکو زمین پر ڈالدیا تھا پھر جب آفتاب کی حرارت نے اسمین اثر کیا تو انکو جنبش ہوئی اور آپس مین ایک
دوسرے پر لپٹنے لگین اور ہر ایک رسی خوب بل کھانے لگی حتی کہ لوگون نے یہ خیال کیا کہ یہ سب سانپ ہین خود بخود حرکت کرتے ہین وقال المترجم
یہ قول درحقیقت تحریف اور الحاد وزندقہ ہے اگرچہ فرقہ معتزلہ کی تحریف ہے مگر اس زمانہ مین بھی بعضے ملحد ایسی باتین کہتے ہین اور شاید ان لوگون کو
یہ گمان ہے کہ انھین کے مانند بیوقوف لوگ اس مجمع مین جمع تھے جو ان پارہ لگی ہوئی رسیون کو سانپ سمجھنے لگے اور نہایت خوفناک وہراسان
ہو گئے اور انکو حضرت موسی علیہ السلام کے عصا مین جو اژدہا واقعی ہو گیا تھا اور رسیون مین کچھ فرق نہ معلوم ہوا اور اگر عصا سے موسی ؑ کو
حجت مراد لیتا ہے تو یہان مقابلہ کس چیز سے ہوا۔ اور تمام قصہ کو فرضی معنے مین لینا کہ جادوگرون سے باطل دلیلین لانے والے مراد ہین صریح
تحریف ہے حالانکہ موسی علیہ السلام کو جھجک ہوئی تو کیا انکی دلیلون سے اور پھر لوگون کو جنکو انکی دلیلون سے عین خوشی تھی کیون خوف ہوا
بہرحال ایسے لوگون کے واسطے سوائے اسکے علاج نہین کہ انکے خلل دماغ کی دوا کیجاوے اگر انکا گمان فاسد ہے اور اگر عمداً تحریف کرتا ہے
تو دوسری طرح علاج کیا جاوے کیونکہ نظم عربی وکلام عربی مین کوئی عرب والا اسکے یہ معنے نہین کہیگا اور ہرگز کسی طرح درست نہین ہین
پس اہل اسلام مستقیم رہین اور اللہ تعالے ان ملحدون کے مکروفریب سے محفوظ رکھے پھر جب ساحرون نے سحر پھیلایا تو حکم ہوا

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝

اور ہم نے حکم بھیجا — موسے کو کہ — ڈال اپنا عصا — تب ہی وہ لگا — نگلنے — جو سانگ وہ بناتے تھے

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ۔ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کو۔ یعنے موسی علیہ السلام کسیقدر جھجکے تھے اور حکم الٰہی کے منتظر تھے جبرئیل علیہ السلام نے

حکم الٰہی پہونچا یا۔ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ۔ یہ کہ ڈال دے اپنا عصا۔ قاسم بن ابی بزہؒ نے کہا موسیٰ کو حکم پہونچا کہ اپنا عصا ڈالدے انھون نے ہاتھ سے ڈالدیا کہ وہ بڑا اژدہا ہو کر اپنا منھ پھیلا کر چلا۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ مقام اسکندریہ مین اجتماع ہوا تھا پس اسقدر بڑا اژدہا ہو گیا کہ اسکی دم سمندر کے اس کنارے تھی پھر اسنے ہاتھ کا منھ پھاڑ کر چلا۔ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ۔ پس وہ نگلے جاتا تھا اس چیز کو جو افک لائے تھے تلقف از لقف ہے یا از تلقف ہے بتشدید قاف پس تلقف اصل مین تھا ایک تا حذف ہوئی اور مفسرؒ نے اختیار کیا کہ اصل تے حذف ہوئی اور علامت والی باقی ہے بہرحال معنے اسکے یہ کہ نگلتا تھا۔ افک کسی چیز کو اپنی جہت سے بدل ڈالنا اسی واسطے جھوٹ بولنے والے کو افاک کہتے ہین اور جو چیز اپنی جہت سے بدلی جاوے وہ بھی افک ہے۔ پس ساحرون کے سحر کو بھی افک فرمایا کہ دہ محض نظر بندی تھی جسکی کچھ حقیقت نہ تھی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اژدہا انکی رسیون ولکڑیون پر گذرتا او نگلتا چلا جاتا تھا پس ساحر سمجھے کہ یہ سحر نہین امر آسمانی ہے

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

پس حق بات ثابت و محقق ہو گئی اور باطل ہو گیا وہ جو کچھ وے لوگ کرتے تھے

فَوَقَعَ الْحَقُّ۔ اسے ثابت و ظاہر ہو گیا جو حق تھا۔ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور باطل ہو گیا جو انھون نے سحر کیا تھا۔ یعنی اس میدان مقابلہ مین سحر و معجزہ مین فرق کھل گیا اور جو حق تھا یعنے معجزہ وہ حق رہا اور جو باطل تھا یعنے سحر وہ رد ہو گیا

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝

پس مغلوب ہوے اس مقام پر اور منقلب ہوے ذلیل ہے

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ۔ پس مغلوب ہوے فرعون و اسکی قوم والے۔ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ۔ اور لوٹے درحالیکہ صاغر یعنے ذلیل تھے اور مفسرؒ نے کہا اے صاروا ذلیلین۔ یعنے یہ لوگ اس مقابلہ مین ذلیل و شرمسار ہو گئے کیونکہ سحر سمجھکر غلبہ چاہتے تھے

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝

اور ڈالے گئے ساحر لوگ سجدہ مین بولے کہ ہم لوگ ایمان لائے پروردگار عالمون پر جو کہ پروردگار ہے موسےٰ اور ہارون کا

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ۔ مروی ہے کہ ساحرون نے کہدیا تھا کہ ہم ایسا عمل سحر لائے ہین کہ زمین والون مین سے کوئی اسکا مقابلہ نہین کرسکتا مگر آنکہ کوئی امر آسمانی ہو تو ہم کو اسکے مقابلہ کی طاقت نہین ہے پھر جب انھون نے بجاے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اژدہے کے لوگون کی نظر مین ہزارون اژدہے پیدا کر دیے اور لوگ خوفناک ہو گئے تو یہ بہت بڑا سحر عظیم سمجھا گیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جو امر الٰہی اور معجزہ تھا سب کو کھا لیا اور خود باقی رہا اور کوئی باطل کا وجود ہی نہ رکھا تو سب قبطی مع فرعون کے ذلیل ہوے اور مروی ہے کہ جب ایک ایک کر کے اژدہا سب نگل گیا کوئی رسی و لکڑی وہان باقی نہ رہی تب کافرون کے جماؤ کی طرف متوجہ ہوا پس وہ سب خوفناک ہو کر بھاگے اور اسقدر ازدحام اور کشمکش ہوئی کہ آپس مین کچل اور دب کر اور گر کر پچیس ہزار آدمی مر گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو پکڑ لیا پس وہ آپ کے ہاتھ مین ویسا ہی عصا ہو گیا جیسے پہلے تھا جب ساحرون نے یہ دیکھا کہ میدان مین ایک لکڑی و رسی نہین ہے اور وہ اژدہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مین وہی عصا موجود ہے تو جان گئے کہ یہ امر الٰہی ہے یہ جادو سحر ہرگز نہین ہے یہ کسی بندہ کی مجال نہین ہے پس اس حال مین وہ سجدے مین گرے۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے انکو یہ الہام کر دیا اور اسپر انکو آمادہ کیا کہ وہ سجدے مین گر پڑے

تاکہ فرعون زیادہ خوار و ذلیل ہو اور جن لوگون کی جہت سے حضرت موسیٰ کی دل شکنی چاہتا تھا برعکس ہو کر انھین سے خود ذلیل ہوا اخفشؒ نے کہا کہ جس جلدی سے کہ وہ لوگ سجدہ مین گئے گویا ڈالدیے گئے اوزاعیؒ نے کہا کہ جب ساحر لوگ ایمان لا کر سجدے مین گرے تو جنت کا پردہ اُٹھایا گیا حتیٰ کہ اپنی آنکھ سے اُنھون نے دیکھ لیا اور قاسم بن ابی بزہؒ نے کہا کہ جنت و دوزخ اور دونون کے ثواب و عذاب کو دیکھ لیا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بولے کہ ہم ایمان لائے تمام عالمون کے پروردگار پر سراج مین ہے کہ فرعون بولا کہ تم مجھی کو مراد لیتے ہو وہ کہنے لگے کہ نہین بلکہ رَبِّ مُوْسٰی موسیٰ علیہ السلام کے پالنے والے کو تو فرعون بولا کہ مجھی کو تو مراد لیتے ہو کیونکہ مین ہی نے موسیٰؑ کو پالا ہے وہ بولے وَھٰرُوْنَ یعنے موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر جب یہ سُنا تو فرعون کا زعم پلٹ گیا اور تمام اہل مجمع کو معلوم ہو گیا کہ ساحرون نے پروردگار آسمان و زمین کی توحید پر یقین کیا اور فرعون سے انکار کیا ہے بعض نے کہا کہ ہارون علیہ السلام بڑے تھے گر موسیٰؑ کو مقدم اسوجہ سے کیا کہ حق و باطل کی تمیز مین واسطہ وہی تھے اور سورہ طٰہٰ مین ہارون مقدم ہین پس بعض نے شاید موسیٰؑ کو مقدم کیا اور بعض نے ہارون کو پس بعض کا فعل مجموع کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے ایمان لا کر پھر سجدہ کرنا چاہیئے تھا پس سجدہ مقدم کرنے مین کیا حکمت ہے جواب دیا گیا کہ اللہ تعالے نے جب انکے دل مین ایمان و معرفت ڈالدی تو اسکے شکریہ مین وہ لوگ سجدے مین گر پڑے پھر اسکے بعد ایمان ظاہر کیا ابن عباسؓ و عبید بن عمیر و ابن جریج و قتادہؒ نے فرمایا کہ ساحرون کا حال عجیب ہے کہ دن کے چڑھتے وقت تو جادوگر کافر تھے اور اسی دن کے آخر مین نیکوکار شہید مرے حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ہم ایسے لوگون کو جو اسلام مین پیدا ہوے اور مسلمانون مین رہے دیکھتے ہین کہ ذرا سے مال حقیر پر اپنا ایمان فروخت کرتے پھرتے ہین اور ان ساحرون کو دیکھو کہ کافرکے یہان پیدا ہوے اور وہین بڑے ہوے اور آخر اپنی جان کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کر دیا

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

بولا فرعون تمنے مان لیا اُسکو ابھی مین نے حکم نہین دیا تمکو یہ کر ہے کہ باندھ لائے ہو شہر مین تاکہ نکالدو یہان سے

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

اُسکے لوگ سو اب تم جانوگے مین کاٹونگا تمھارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤن پھر سولی چڑھاؤنگا تم سب کو

قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا ان لوگون سے جو مسلمان ہو گئے۔ اٰمَنْتُمْ۔ اٰمنتم مین دو ہمزہ ہین ءامنتم پس حمزہؒ وغیرہ کی قراءۃ مین دونون باقی ہین اپنی اصل پر اور باقیون کے نزدیک سوائے حفص کے دوسرا ہمزہ الف سے بدل ہوا اور حفص کی قراءۃ مین بدون ہمزہ ہے اور مفسر نے قراءۃ ہمزہ اختیار کی ہے۔ یعنے کیا تم ایمان لے آئے۔ بِهٖ موسیٰ علیہ السلام پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ۔ پہلے اس سے کہ مین تم کو اس بات کی اجازت دون۔ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ البتہ یہ جو فعل تم نے کیا یہ ایک مکر تھا جو تم نے شہر مین باندھ رکھا تھا لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا۔ تاکہ شہر سے تم لوگ اسکے بسنے والون کو نکال دو۔ قال الحافظؒ یعنے آج کے روز موسیٰ علیہ السلام نے جو تم پر غلبہ کیا یہ تمھارے آپس کی مشورت و رضامندی سے تھا۔ جیسے دوسری آیت مین ہے کہ کہا اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ۔ یہ تمھارا اُستاد ہے جسنے تمکو جادو سکھلایا ہے حالانکہ ذرا بھی عقل صافی رکھتا ہو تو جانتا ہے کہ اُسنے اپنے معتمد علیہ بلائے تھے موسیٰ علیہ السلام نے انکی صورت کبھی نہ دیکھی تھی سوا اسکے جب فرعون اور اُسکے ارکان دولت نے انکو بلا کر جمع کیا ہے اور فرعون اسکو خود بھی جانتا تھا مگر اُسنے ساحرون سے یہ بات جعلسازی و فریب و تلبیس سے اسواسطے بنائی کہ اپنے ارباب دولت و رعیت کے دل مین شک ڈالے اور وہ اسکی طرف سے بد اعتقاد نہو جاوین اور وہ جاہل لوگ اس فریب مین آ گئے وقد قال تعالےٰ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم نے اسکے اس قول کی کہ مین ہی تمھارا خالق و مالک و تمام

قدرت والا ہون۔ تصدیق کرلی اور سچ مان لیا اس قوم سے زیادہ بیوقوف جاہل احمق گمراہ اور کون قوم ہوگی۔ سدّی نے ابن مسعود و ابن عباس وغیرہما رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ مقابلہ واقع ہونے سے پہلے ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے ساحرون کے سردار سے ملاقات ہوئی تھی اور موسیٰ نے کہا کہ بھلا اگر مین تجھے غالب کردون اور جتا دون تو تو اس بات پر ایمان لے آویگا کہ جو مین لایا ہون وہ برحق ہے اور میری باتون کی تصدیق کریگا وہ بولا کہ مین کل کے روز مقابلہ مین ایسا جادو لاؤنگا کہ اسپر غلبہ ہونا کسی جادو کو ممکن نہین ہے اور قسم ہے خدا سے آسمان کی کہ اگر تو مجھپر غالب ہوجاوے تو مین البتہ تجھے جانون اور ضرور مین تجھپر ایمان لاؤن اور گواہی دون کہ تو برحق ہے اور فرعون ان دونون کی طرف دیکھ رہا تھا اسی واسطے اُسنے یہان یہ بات بہتان لگانے کا موقع پایا کہ تم نے شہر مین مکر گانٹھا تھا تاکہ شہر والون کو یہان سے نکال دو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جانوگے کہ تمھارا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ اسنے تہدید مجمل کی تھی اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مفصل کہنے لگا لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ البتہ کٹواؤنگا مین تمھارے ہاتھ و پانون خلاف سے یعنے ہر ایک کا دایان ہاتھ اور بایان پانون کٹواؤنگا پھر البتہ تم سب کو سولی دیدونگا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دایان ہاتھ اور بایان پانون جسنے سب سے پہلے کاٹا اور جسنے سب سے پہلے سولی دی وہ فرعون ہے۔ یعنے اسطرح سزا کو اُسی نے پہلے ایجاد کیا پھر اللہ تعالےٰ نے شرع مین اسکو راہزنون کی سزا مقرر فرمایا کذا فسرہ فی السراج۔ لطائف سے اس مقام پر یہ ہے کہ اوتعالےٰ نے ان ساحرون کو دنیا مین انکے لوث سحر سے پاک کرکے اٹھا لیا اور اب رحمت کا اسمے کہ اگر کوئی بندہ مسلمان ہوجاوے تو چاہے کچھ گناہ کرتا رہا ہو وہ اسلام لانے سے عفو ہوجاوینگے پھر بعد اسلام کے جو گناہ کریگا انہین ماخوذ ہوگا اور شرع مین سزا لے ساحر یہی مقرر ہے اور بعض نے کہا کہ قتل کیا جاوے اور سورہ بقرہ پارہ اول مین تحقیق و تفصیل گذری ہے پس ساحرون کے واسطے افضل عبادت بعد ایمان کے یہی تھی کہ فرعون کے ظلم پر ثابت رہے

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ

بولے ہمکو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے اور تو ہم سے یہی بیر کرتا ہے کہ انین ہم نے اپنے رب کی نشانیان جب ہم تک پہونچین اے رب

اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝

دہانہ کھولدے ہمپر صبر کے اور ہمکو مار مسلمان

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ۔ بولے کہ ہم ضرور اپنے پروردگار کی طرف پھر جانے والے ہین بعد موت کے خواہ کسیطرح موت ہو۔ یہ فرعون کو اُسکے دھمکانے کا جواب دیا اور نصیحت آمیز کلمات سے کہا۔ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اور نہین انکار کرتا ہے تو اے فرعون ہم سے یعنے نہین ہمپر عیب لگاتا ہے تو اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اپنے پروردگار کی آیات پر جبکہ آیات ہمارے پاس آئین۔ حاصل آنکہ یہ بات جسپر تو ہمکو دھمکاتا ہے اور عذاب کیا چاہتا ہے یہی ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان لے آئے حالانکہ یہ بات اکرام و بزرگی کے قابل تھی نہ آنکہ عذاب و دشمنی کے قابل۔ پھر وہ لوگ اپنے پروردگار کی جناب مین گڑگڑائے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا اے پروردگار ہمارے بہادے ہمپر صبر کو یعنے اسوقت کہ جب وہ فعل واقع ہو جس سے فرعون نے ہمکو وعید کی ہے یعنے جسوقت ہمارے ہاتھ پانون کاٹے جاوین اور سولی دیجاوے اسوقت ہمپر صبر بہادے تاکہ ہم صابر رہین اور کافر نہوجاوین۔ وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ۔ اور وفات دے ہمکو اس حال مین کہ ہم مسلمان ہون۔ بعض نے کہا کہ فرعون انکے قتل پر قادر نہین ہوا لقولہ تعالےٰ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغٰلِبُوْنَ۔ اور طیبی رح نے کہا کہ فرعون نے انکو جیسا کہا تھا اُسی عذاب سے شہید کیا اور یہی صحیح ہے اور حضرت ابن عباس وغیرہ سے جو مروی ہوا کہ دن کی ابتدا ر

مین جادو کرتے تھے اور آخر دن مین شہید مرے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ قال فی السراج اس آیت مین چند فوائد ہین۔ اول آنکہ افرغ علینا صبرا بہ نسبت۔ انزل علینا کے زیادہ بلیغ ہے اسواسطے کہ افراغ یہ ہے کہ جو کچھ برتن مین ہو سب بہا دیا جاوے پس گویا انھون نے پورا صبر مانگا۔ دوم صبرا بصیغہ تنکیر مین کمال درجہ کا صبر مقصود ہے اے صبرًا کاملا۔ سوم صبر کا فعل انکی جانب سے ہے اور انھین کا عمل ہے مگر انھون نے اسکو اللہ تعالے سے مانگا تو صریح دلالت ہے کہ بندہ کا فعل اسکو حاصل نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالے اسکے قصد پر پیدا فرما دیتا ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔ چہارم آنکہ بیضاویؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے کیونکہ انھون نے اولًا آمنا بآیات ربنا۔ کہا پھر ثانیا کہا کہ توفنا مسلمین پس وہ ایمان یہی اسلام ہے۔ قال المترجم یہی قول ابوحنیفہؒ ہے اور فرق کرنا نزاع لفظی ہے فافہم۔ ف و فی العرائس فی قصۃ موسیٰ۔ قولہ تعالے حکایۃ عن کلیمہ موسی علیہ السلام حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق۔ جب حجت موسی علیہ السلام غالب ہوئی تو انبساط کے مرتبہ مین گفتگو کی اور ربیت کا لفظ کہا اور حقیت کا دعوی کیا کیونکہ وہ مقام قرب و مشاہدہ مین تھے پس آگاہ کیا کہ مین حق بات سے حق کیے واسطے حق مین حق کے ساتھ کلام کرتا ہون کیونکہ کلام حق تھا جو زبان موسی علیہ السلام سے صادر تھا کیونکہ صدور افعال اہل حق کا بقوت الٰہیہ ہے اور کوئی کلام نہین کیا مگر وہی جو سزاوار بجناب حق عزوجل ہوا اور جو شخص کہ مقام حقیقت مین پہونچا اس سے حق کے واسطے حق کا ظہور ہوتا ہے پس اسکی حرکت و سکون و بات چیت و خاموشی قائم بحق بوصف مشاہدہ ہے نہ بوصف غیبت۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ جسکا تحقق بحق ہوا وہ حق تعالے کی شان مین نہین کہتا مگر وہی جو لائق بحق ہو۔ خرازؒ نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف واصل ہونے والون کی راہ یہ ہے کہ بات نہین کرتا مگر بحق اور نہین سنتا مگر از حق۔ اور نطق نہین کرتا مگر بحق کیونکہ حقایق حق جب متحققین پر مستولی ہوتے ہین تو ماسوائے حق کے سب ان لوگون سے ساقط کر دیتے ہین اور ان درجات مین سے کوئی کسی درجہ کو نہین پہونچتا یہانتک کہ حق اسکے تمام اوقات کو مستوفی ہو وے پس وہ اس حال سے باقی رہجاتا ہے کہ اسکے واسطے خود کوئی وقت نہین اور ایسے حال مین کوئی حال نہین ہوتا واللہ اعلم۔ استادؒ نے کہا کہ جو شخص ایسا ہو کہ نہین صحیح ہے اس سے یہ کہ حق تعا کی شان مین کچھ کہے سوائے حق کے اور وہ موجود ازلی مین محو ہے تو حقائق جمع مین پھر کونسے آثار تفرقہ مین کوئی اثر باقی رہا قال تعا فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین۔ صفات فعل سے ظہور آثار آئی ہوا اس عصا پر اور بعد اسکے قلب کے اسکو (یعنے بدل جانے کے ۱۲) لباس عظمت پہنایا اسواسطے کہ کفار خوفناک ہون اور ساحر بھاگ جاوین اور انکے خیالات مین فساد ڈالنے والی باتون کو کھا جاوے اور نور صفت کے ساتھ دست موسیٰ سے ظہور ہوا تاکہ یقین و ایمان کی آنکھین اسکے انوار صفت سے کھلین جس وقت کہ برہان ظاہر ہو کیونکہ جمادات محل تصرف فعل عام کے از راہ اس امر کے ہین جو انمین قائم ہے اور حیوانات محل تصرف فعل خاص ہین جو قائم بصفت ہے کیونکہ وہ معدن ارواح طباعیہ ہین اور انسان محل تصرف صفت ہین جو قائم بذات ازلی ہے کیونکہ وہ عرش سے تحت الثری تک جملہ مواضع اور محال مین سے افضل و اشرف ہے اسلیے کہ وہ محل عقل قدسی و قلب ملکوتی اور روح قدسیہ ہے پس عصا سے ظہور بفعل ہوا واسطے عموم کے اور موسیٰ سے ظہور بصفت ہوا بسبب خصوص کے اور او تعالے کی قدرت مین ظہور معجزہ موسی علیہ السلام ہوا کیونکہ عصا کا انقلاب بسوے اژدر یعنے اژدہا ہو جانا بغیر اختیار موسی علیہ السلام ہوا اور دست نورانی یعنے ید بیضاء کا اخراج بھی یون ہی بغیر اختیار ہوا اور یہ امر انکے معجزے مین زیادہ تر صدق کے واسطے داعی تھا کہ انمین سے کسی بات مین انکو اختیار نہ تھا۔ قولہ تعالے وانکم لمن المقربین۔ اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کو اعداء کا لباس پہنایا تھا اسمین انکا خود امتحان تھا اور غیرون کا بھی امتحان تھا پس قہر کے ساتھ انکو لطف کی طرف ارشاد فرمایا اسواسطے کہ اصل انمین وہ اصطفائیت تھی جو ازل مین انکے واسطے سابق ہو چکی تھی مگر وہ لوگ بسبب پردہ قہر کے میدان امتحان مین دیدار لطف سے محجوب تھے پھر جب سحر کے ارادہ مین فرعون سے تقرب چاہنے آئے

بمقتضائے طبیعت آور حال یہ کہ ازل مین دیدار حق سے انکا تقرب مقدر ہوچکا تھا تو اللہ تعالےٰ نے دشمن کی زبان سے انکے واسطے جو سابق انعام مقدر تھا وہ نکلوایا یعنے بقولہ نعم وانکم لمن المقربین۔ اس خبر کا صادر فرانے والا اور پیدا کرنے والا ہے زبان فرعون مردود درحقیقت اللہ تعالےٰ ہے اگرچہ انکو مقام خطاب سے اسوقت کچھ معرفت نہ تھی ولیکن موافق عنایت ازلی کے انپر خبر غیب جاری ہوئی اور فرعون تو درمیان مین اس خبر کا فقط واسطہ تھا اور حقیقی خطاب از جانب حق تعالےٰ شانہ تھا بعض مشائخ نے کہا کہ فرعون نے ساحرون کو اپنے تقرب کی دعوت کی اور ازل مین انکے واسطے جناب حق عز وجل سے قرب جاری ہوچکا تھا فرعون نے کہا کہ البتہ تم میرے مقربین سے ہو۔ اور عنایت ازلی نے اُن کو بندگان ابرار و اخیار کی نزدیکی سے سرفراز کیا اور بدبخت و اشقیار کے قرب سے دور رکھا۔ قولہ تعالےٰ فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون سحر حقیقی تو عالم فعل سے بواسطہ کسب بشری ہوتا ہے اور معجزہ عالم قدرت قدیمہ سے ہے لہذا جب ظہور صفت ہوا اور اسکا آفتاب نکلا تو معالم اکتساب پارہ پارہ ہوگئے اور تاثیر فعلیت سب نابود ہوگئی سوسیؒ نے فرمایا کہ حق عز وجل نے ایک لطیفہ اپنی صنعت کا ایک لکڑی مین ظاہر فرمایا جس سے تمام ساحر عاجز ہوگئے اور وہی انکے نجات کا واسطہ کر دیا۔ نقال وقع الحق یعنے ایک جماد مین ظہور قدرت حق ہوا۔ وبطل ما کانوا یعملون فعل سحر و اباطیل سب نابود ہوے۔ اور جب قہر قدم بلباس عظمت عصائے موسی علیہ السلام سے ظاہر ہوا تو اسکی عظمت کے حضور مین نہ ٹھہرے اور اسکے سطوات سے اُلٹے پاؤن بھاگے۔ کاش اگر ٹھہرتے اور لباس عظمت مین جلال کا مشاہدہ کرتے جیسے عصا سے تجلی ظاہر تھی حتی کہ انکا حال بھی ساحرون کے مانند ہوجاتا لیکن کہان ٹھہر سکتے تھے کہ قبولیت سے محروم تھے اضلال ازل کے سمندر مین ڈوب گئے اور چہرہ جلال قدم سے کشف نور سے جو توفیق ساحرون کو نصیب ہوئی اس سے یہ لوگ فرعونی محروم رہے حالانکہ ساحرون نے بلا حجاب دیکھا اور اسکے عشق و محبت مین بصد یقین و شوق گر پڑے کہ مشاہدہ نصیب ہوا اور جو ہوا اسکا شکریہ ہے چنانچہ او تعالےٰ عز وجل نے آگاہ فرمایا بقولہ فغلبوا ہنالک وانقلبوا صاغرین یعنے مردودین ازلی فرعونیہ کا یہ حال ہوا اور۔ والقی السحرۃ ساجدین ہم نے تصدیق کرلی جو ہمکو زبان موسیٰ و ہارون سے خبر پہونچی اور بالمشاہدہ ہم نے اسکو معائنہ کیا حتی کہ اب ہمارے نفوس کو بمقتضائے طبیعت انسانیہ و خطرات شیطانیہ کوئی معارضہ نہین رہا۔ واسطیؒ نے کہا کہ سابق ازل مین جو سعادت انکے لیے مقدر ہوئی تھی وہ انکو پہونچی اور ہاتھ پکڑ لیا پس انھون نے سجود ظاہر کیا جعفرؒ نے فرمایا کہ ہوائے عنایت قدیمہ سے خوشبو پائی پس شکریہ سجدہ سے التجا کی اور کہا کہ آمنا برب العالمین۔ ابو سعید قرشیؒ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ اُسکی طول عمر تک منازعہ کیا حالانکہ او تعالےٰ نے مقدر فرمایا تھا کہ وہ مسلمانون مین سے نہین ہے لیکن منازعت مذکورہ ساحرون کی نجات کا باعث ہوئی کہ بولے آمنا برب العالمین رب موسی وہارون۔ پھر فرعون نے انکو تہدید کی۔ کما حکاہ اللہ تعالےٰ لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاوصلبنکم اجمعین۔ اور فرعون نے یہ نجانا کہ جس پاک پروردگار نے انکو امتحان مین ڈالا اسی کے دیدار جمال مین وہ غرق ہورہے ہین اور یہ نہوتا تو کبھی نہ کہتے کہ لن نؤثرک علی ما جاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض شیخ سمنونؒ نے کہا کہ جسم کا یہ حال ہے کہ مشاہدہ کی حالت مین وہ ایسی بلاؤن و مشقتون کو اُٹھا لیتا ہے جنکو حالت غیبت مین جسم برداشت نہین کرسکتا۔ کیا تو نہین دیکھتا کہ فرعون نے ساحرون کو بعد انکے مومن پاکیزہ ہوجانے کے کتنی تہدید کی مگر انھون نے کچھ پروا نہ فرمائی اور یون کہا کہ۔ انا الی ربنا منقلبون۔ یعنے فرعون کو جواب دیا کہ ہم لوگ شوق و محبت کے ساتھ اپنے پروردگار کے مشاہدہ کو جاتے ہین ہم دنیا بھر کی بلاؤن سے نہین ڈرتے ہین کیونکہ جسنے اسکو معائنہ کیا اُسمین بلاؤن کا دکھ کچھ اثر نہین کرتا اور جسے بلا مین ڈالا ہے اُسے دیدار سے محجوب نہین کرتا ہے قلت الاتری الے الذین جاہدوا فی اللہ واحتملوا من الجراحات مالا یحتملہا غیرہم پھر واضح ہو کہ فرعون نے بعد اس واقعہ کے حضرت موسی علیہ السلام سے کچھ تعرض نہین کیا کیونکہ وہ جب موسی علیہ السلام کو دیکھتا تو اسپر سخت

خوف غالب ہوتا تھا اگر اسکی قوم کو یہ بات نہین معلوم تھی لہذا انھون نے مطالبہ کیا۔ کما حکی اللہ تعالے

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ط

اور بولے سردار قوم فرعون کے کیون چھوڑتا ہے موسیٰ کو اور اسکی قوم کو کہ دھوم اٹھادین ملک مین اور موقوف کرے تجھکو اور تیرے بتون کو

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝

بولا اب ہم مارینگے انکے بیٹے اور جیتی رکھینگے انکی عورتین اور انپر ہم زبردست ہین

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ۔ یعنے اور کہا قوم فرعون کے اشراف لوگون نے فرعون سے۔ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اسکی قوم کو یعنے بنی اسرائیل کو تاکہ فساد کرین زمین مین یعنے ملک مصر مین۔ مراد ان بدبختون کی فساد سے یہ تھی کہ بنی اسرائیل لوگون کو بت پرستی سے منع کرتے تھے چنانچہ کہا کہ۔ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ اور چھوڑے تجھکو اور تیرے آلہہ کو۔ واضح ہو کہ فرعون خود الوہیت کا مدعی تھا کما حکاہ اللہ تعالے ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ یعنے اپنے سوا سے مین تمھارا کوئی الٰہ نہین جانتا ہون۔ اور قولہ انا ربکم الاعلیٰ مین ہی تمھارا بڑا خدا ہون۔ پھر یہان آلہتک کے کیا معنے ہین تو بعض نے کہا کہ آلہتک ای عبادتک۔ اور واو حالیہ ہے یعنے اتذرہ وقومہ لیفسدون فی الارض وقد ترک عبادتک۔ اور یہی اُبی بن کعبؓ کی قراءۃ سے ظاہر ہے کہ پڑھا وقد ترکوک ان یعبدوا آلہتک۔ اسکو ابن جریرؒ نے حکایت کیا۔ اور ابن عباسؓ ومجاہدؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ انھون نے آلاہتک پڑھا یعنے تیری عبادت کو۔ اور بعض نے واو عاطفہ قرار دیا اور یذرک عطف ہے لیفسدوا۔ پر اور نصب ہے اور یہی قراءۃ جمہور ہے اور تاویل یا تو وہی ہے جو مذکور ہوئی اور عطف تفسیری ہے اور زجاج وغیرہ نے کہا کہ فرعون کے آلہہ اس معنے کر نہین کہ وہ خود انکی عبادت کرتا تھا بلکہ باین معنے کہ اسنے قوم کے واسطے مقرر کردیے تھے پس فرعون کی طرف تقرب کے واسطے قوم والے انکو پوجتے تھے اور اسیواسطے اسنے اپنے آپ کو بڑا خدا کہا تھا یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور سدیؒ نے کہا کہ باوجود دعوی الوہیت کے فرعون کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی خوبصورت گاے دیکھتا تو لوگون کو اسکی پرستش کا حکم دیتا تھا اور سراج مین نقل کیا ہے کہ خود فرعون کی بھی ایک خوبصورت گاے تھی جسکی پرستش کرتا تھا اور اس قول کو ابن عباسؓ کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ سدیؒ نے فرمایا کہ قوم کے واسطے اُسنے بُت بنوائے تھے جنکی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ اقرب یہ ہے کہ فرعون دہریہ تھا صانع قدیم کے وجود سے منکر تھا اور اس عالم سفلی کا مدبر ستارون کو قرار دیتا تھا اور انھین کی صورت پر بت بنالئے تھے جنکی عبادت کراتا تھا اور اپنے دل مین کہتا تھا کہ زمین مین مخدوم ومطاع مین ہون اسیواسطے قوم سے کہتا کہ مین تمھارا بڑا خدا ہون وذکرہ الخطیب فی السراج وقال اور یہ اسوجہ سے ہے کہ قول فرعون کے یہ معنے لینا بعید ہین کہ وہ اپنے آپ کو آسمان وزمین کا خالق سمجھتا تھا کیونکہ ذرا بھی عقل ہو تو وہ ایسا نہین سمجھیگا پس وہ انھین چھوٹے بتون کی نسبت کرکے اپنے آپ کو بڑا خدا کہتا تھا اور اپنے آپ سے بڑھکر اس عالم سفلی مین کسی کو نہین مانتا تھا اور آسمان وغیرہ کا مدبر اور کسی کو مانتا ہوگا کیونکہ دہریہ تو صانع کے وجود سے منکر ہین اور بخت واتفاق کے قائل ہین۔ بالجملہ دو قول یہان اقرب ہین اول آنکہ آلہتک کے معنے یہ کہ تیری عبادت کو۔ اور دوم آنکہ تیرے بنائے ہوئے معنے مقرر کیے ہوے بتون کو چھوڑے۔ اور استفہام انکاری ہے حاصل معنے یہ کہ تو موسیٰ واسکی قوم کو مت چھوڑ کہ ملک مصر مین تیرے خلاف لوگون کو بہکاوین اور فساد کرین اور تجھکو آلہہ سمجھنے سے اور تیری عبادت سے مُنھ موڑین یا تجھکو اور تیرے مقرر کیے ہوے آلہہ کو چھوڑین۔ قَالَ سَنُقَتِّلُ۔ بتشدید تا اکثر کی قراءۃ ہے اور ثلاثی مجرد سے ابن کثیر ونافع کی قراءۃ ہے۔ یعنے فرعون نے قوم والون کی درخواست قبول کی اور کہا کہ عنقریب ہم قتل کرینگے یا پارہ پارہ کرینگے۔ أَبْنَاءَهُمْ۔ انکے لڑکون کو جو پیدا ہون۔ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ اور جناب مین رکھینگے یعنی زندہ باقی رکھینگے انکی عورتون کو

خواہ بڑی ہوں یا بچہ ہوں یا پیدا ہوں جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کرتے تھے ۔ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۔ اور ہم اُنسے فوق وبالا منزلت قاہر و غالب ہین یعنے ہم اُنپر غالب اور وہ ہر طرح مغلوب ہین چنانچہ ہم جو چاہین وہ کرین جیسے پہلے کرتے تھے ۔ بدبخت نے یہ نہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہ چھوڑونگا کیونکہ سخت خوفناک تھا اور جانتا تھا کہ مین اسپر قابو نہ پاؤنگا اور تاکہ لوگون کو وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وہی لڑکا ہے جسکی نجومیون و کاہنون نے خبر دی تھی کہ پیدا ہوکر تیرے ملک و سلطنت کی بربادی کا باعث ہوگا اور تاکہ بنی اسرائیل مین جماعت زیادہ ہونے پائے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کرین اور چونکہ اس مدت تک سلطنت پر رہا تو شاید اگر وہ لڑکا کوئی اور ہو تو زندہ نہ رہنے پاوے اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کا اثر لوگون کے دلون سے دور ہو اور یہ نجانا کہ اب عنقریب غضب الٰہی مین گرفتار ہوا چاہتا ہے بالجملہ اسنے بنی اسرائیل کے ساتھ پھر یہی کرنا شروع کیا کہ لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیان چھوڑ دیتا پس بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط

کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ مدد مانگو اللہ تعالے سے اور ثابت رہو زمین ہے اللہ تعالیٰ کی اسکا وارث کرے جسکو چاہے اپنے بندون مین سے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ط قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

اور آخر بھلا ہے ڈر والون کا بولے ہمپر تکلیف رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو ہم مین آچکا کہا نزدیک ہے کہ ہمارا

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۵

کھپاوے تمھارے دشمن کو اور نائب کرے تمکو ملک مین پھر دیکھے تم کیسا کام کرتے ہو

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ ۔ کہا موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے ۔ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۔ استعانت مانگو اللہ تعالے سے ۔ فرعون واسکی قوم پر اس بلا مین جو تمپر نازل ہوئی کہ اللہ تعالے ہی تمھارا کافی ہے اور صبر کرو اس مصیبت پر جو تم کو پہونچی کہ تمھارے فرزند قتل ہوتے ہین اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۔ البتہ ملک اللہ تعالے ہی کا ہے یا ملک مصر کیونکہ اسی کے حاکم سے یہ اذیت پہونچی ۔ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وارث کرتا ہے زمین کا جسکو چاہتا ہے اپنے بندون مین سے ۔ اس مین انکو تسلی دی اور ثابت قدمی دلائی اور اللہ تعالے سے استعانت پر آمادہ کیا ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ اور عاقبت متقیون کے لیے ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ انجام کار وہی عاقبت ہے وہ تو سب کے لیے ہوتی ہے ۔ جواب یہ کہ عاقبت نیک مراد ہے یعنے نیک انجام پرہیزگارون کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالے نے انکے واسطے بھلائی کا وعدہ دیا اور آخرت مین بھی نیک وعدہ ہے اور اسمین بنو اسرائیل کو وہ وعدہ یاد دلایا کہ جو اُنسے کیا تھا کہ قبطی ہلاک ہونگے اور بنو اسرائیل کو اللہ تعالے ملک مصر وغیرہ کا وارث کریگا ۔ قَالُوْٓا بنو اسرائیل نے کہا کہ ۔ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا ۔ ہم کو ایذا دیگئی پہلے اُس سے کہ تو ہمارے پاس آوے ۔ وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۔ اور بعد اسکے کہ تو ہمارے پاس آگیا ۔ یعنے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آنے کے بعد ہم کو دونون وقت ایذا پہونچی ۔ معالم وغیرہ مین ہے کہ قبل حضرت موسیٰ کے فرعون بنو اسرائیل سے جزیہ لیتا اور دوپہر تک سخت کام لیتا اور لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیان چھوڑتا اور رفاہ و تنعم سے مانع ہوتا پھر جب موسیٰ آئے اور ماجرائے مذکور گزرا تو پھر اُسنے زیادہ تشدد کیا اور بغیر مزدوری کے دن بھر محنت لیتا پس یہی بنو اسرائیل نے شکایت کی ۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر کلام سے وہم ہوتا ہے کہ انکو موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے کراہیت ہوئی اور یہ کفر ہے تو جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ بات یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے انکو مشقت زائل ہونے بلکہ بادشاہت ہونے کا وعدہ دیا تھا پس وہ سمجھے کہ فی الفور ایسا ہوگا ۔ پھر جب مشقت بڑھ گئی تو اُنھون نے پوچھا کہ یہ کب ہوگا اور حق یہ ہے کہ بدون کراہت کے فقط بامید ۔ خلاص یہ

معاملہ بیان کیا چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے انکو جواب دیا اور آگاہ کیا کہ قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ
کہا موسی علیہ السلام نے کہ قریب امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کرے یعنے فرعون و اسکی قوم کو اور تمکو زمین میں خلیفہ کرے۔
قال البیضاوی اسمین مصرح کردیا جو پہلے بطور کنایہ کے بیان کیا تھا بقولہ والعاقبۃ للمتقین۔ کیونکہ دیکھا کہ بنواسرائیل نے وعدہ کنایہ پر
تسلی نہین پائی ہے۔ شاید لفظ عسی جو طمع و امید کے واسطے ہے اسواسطے بیان کیا کہ ایک تو ادب ہے اور دوسرے یقین نہین کہ خاصکر یہی موجودہ
لوگ حاکم ہونگے یا انکی اولاد وارث ہوگی۔ اور مروی ہے کہ مصر کا مالک بنواسرائیل نے زمانہ داؤد علیہ السلام مین فتح کیا ہے۔ فَیَنْظُرَ کَیْفَ
تَعْمَلُوْنَ۔ پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ اسمین انکو سطوات الٰہی سے دھمکایا اور معنے یہ ہین کہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرے جو امتحان لینے
والا کرتا ہے حالانکہ اوتعالے علم قدیم مین جانتا ہے کہ جو کچھ تم کروگے۔ ولیکن عادت الٰہی عزوجل جسطرح جاری ہے تمہارے ساتھ یون معاملہ ہوگا
تاکہ تمپر حجت قائم ہوجاوے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید مین ایک حالت معانی کی ظاہر ہے اور بہت سے اشارات و دلالات مبطون ہین کہ علماء راسخین
اور اہل کمال انسے بتوفیق الٰہی واقف ہوتے ہین اور محققین نے اتفاق کیا ہے کہ قولہ لارطب ولایابس الافی کتاب مبین۔ بلا تاویل ہے اور جملہ علوم
اعجاز تمام اس قرآن مجید مین موجود ہین مگر ہر شخص اسیقدر پر واقف ہوتا ہے جتنا ظاہر ہے اور علماء راسخین دیگر اسرار سے آگاہ ہوجاتے ہین
اور منجملہ ان اسرار کے ایک عجیب وہ ہے جو یہان ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا کہ ہمین اہلبیت پر شروع ہوا اور ہمین پر خاتمہ ہوگا اور ضرور ہے
کہ بنوہاشم کی سلطنت و دولت واقع ہو پس دیکھتے رہو کہ بنی ہاشم مین سے کن لوگون مین ہوتی ہے اور انھین کے حق مین نازل ہوا ہے قولہ عسی ربکم
ان یہلک عدوکم ویستخلف من بعدہ الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اسکی اسناد سے آگاہی نہین ہے اور یہ اشکال کہ موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل
سے کہا ہے پھر بنی ہاشم کے حق مین کیونکر نازل ہوئی اسکے دفع کی طرف مترجم نے اشارہ کردیا کہ مراد بطریق دلالت و اشارت ہے نہ بطریق
صراحت فافہم اور مویداس روایت کی ہے جو سراج مین لایا کہ منصور جو خلفاء عباسیہ مین سے ہے اسکے خلیفہ ہونے سے پہلے عمرو بن عبید رحمہ اللہ
اسکے پاس گئے تو منصور کے دسترخوان پر ایک روٹی یا دو روٹیان تھین پس اُسنے تلاش کیا کہ عمرو کے واسطے کچھ اور بھی مل سکتی ہے مگر گھر مین نہ نکلی پس
عمرو بن عبید نے یہی آیت پڑھی عسی ربکم ان یہلک الآیۃ۔ پھر جب وہ خلیفہ ہوچکا تو ایک روز اسکے پاس گئے پس منصور نے بر سبیل تذکرہ انکا آیت کا
پڑھنا یاد دلایا تو عمرو بن عبیدؒ نے فرمایا کہ ان ولیکن یہ باقی رہا کہ فینظر کیف تعملون۔ یعنے اب تمہارے اعمال دیکھے جاوین کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔
اور روے زمین مین عدل کرتے ہو یا جور و ظلم کرتے ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قال موسی لقومہ استعینوا باللہ واصبروا۔ اے بندہ خدا تو
اس آیت مین حضرت موسی علیہ السلام کے معاملہ ادب کو دیکھ کہ راہ الٰہی مین کس ادب کے ساتھ اپنی مجبوری ظاہر کی۔ اور قوم کو اللہ تعالے کی
جناب مین التجا کرنے اور اسی پاک پروردگار سے استعانت چاہنے و اسی سے فریاد کرنے کا حکم دیا اور صبر کی مشقت اٹھانے اور بلا مین رضامندی حاصل
کرنے کی تاکید کی اور انکو آگاہ کیا کہ جو شخص اللہ تعالے کے معاملہ مین صبر اُٹھاتا ہے وہ تمام مراد پر مظفر و منصور ہوتا ہے اور زمین پر اسکا خلیفہ ہوتا
ہے۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ جو شخص اپنے معاملات مین اللہ تعالے سے استعانت چاہتا ہے اور جو راہ استعانت مین لاحق ہو اسپر صبر کرتا ہی تو اللہ تعالے
کی طرف سے اسکو کشود کار حاصل ہوتی ہے چنانچہ موسی علیہ السلام نے حکایت فرمایا کہ استعینوا باللہ واصبروا سہلؒ نے کہا کہ امر الٰہی مین اللہ تعالے
ہی سے استغاثہ کرنے کا حکم دیے گئے۔ اور ادب یہ ہے کہ صبر کرین۔ پھر جب صبر و استعانت کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے دشمنون کی اذیت سے
شکوہ کیا بقولہ قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا تب موسی علیہ السلام نے انکو جواب دیا بقولہ قال عسی ربکم ان یہلک عدوکم و
یستخلفکم فی الارض۔ اشارہ ہے کہ اگر نفوس کی مخالفت پر صبر کرے اور شہوات کو دفع کرتا ہے اور دنیاوی حظوظ کو چھوڑدے تو اللہ تعالے

تمہارے دلون سے غبار ہواجس نفسانیہ کو دور کر کے مشاہدہ کے واسطے پاک فرماویگا اور اپنے ملک وزمین مین تمکو خلیفہ بناویگا - بعض نے کہا کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے پس اگر استعانت اور صبر کرے تو قریب ہے کہ اللہ تعالے اسکے ہواجس کو تجھ سے دفع کرے اور اس کی بیہودہ خواہشین دور رکھے اور تجھکو اپنے جوارح پر قابو دیدے اور تیرے قلب کو انپر امیر و حاکم کردے پس تیرے نفس کو مع اسکی مقتضیات کے مقہور کرے اور تجھکو غالب کرے پھر دیکھے کہ تو کیسے عمل کرتا ہے اور جو تجھپر نعمتین فرمائین اسکا شکر تو کیونکر ادا کرتا ہے - قال المترجم تمام قصہ آگے ہے اسمین یون غور کرو پھر اللہ عزوجل نے قوم فرعون و انکی بہادی ہلاکت کو شروع فرمایا - بقولہ

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ○ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ

اور ہمنے پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور میوون کے نقصان مین شاید وہ دھیان کرین پھر جب پہونچی انکو

الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ

بھلائی بولے یہ ہے ہمارے واسطے اور اگر پہونچی انکو کوئی برائی تو نحوست بتاتے موسے کو اور اُسکے ساتھ والون کو سن لو شومی انکی اللہ تعالے ہی پاس ہے

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○

ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے ہین

وَلَقَدْ أَخَذْنَا - لام قسم مع حرف قد ہے اور قریب ہے کہ بدون قد کے مستعمل نہ پایا جاوے اے واللہ لقد اخذنا - اور لام قسم سے جملہ کا مصدر ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ اس بیان پر توجہ ضروری ہے اور معنے یہ کہ البتہ ہم نے امتحان مین ڈالا اور مبتلا کیا - آلَ فِرْعَوْنَ یعنے فرعون و اسکی قوم کو - بِالسِّنِينَ - قحطون مین سنین جمع سنہ اور وہ اہل لغت کے نزدیک قحط کے معنے مین معروف ہے اور ہر چند عام بمعنے سال تھا - ولیکن غالب استعمال اسکا سال قحط کے واسطے ہوگیا بسبب آنکہ کثرت سے اسکا مذکور ہوتا ہے اور مورخین لکھتے ہین پھر اس سے اشتقاق بھی آیا چنانچہ بولتے ہین کہ اسنت القوم یعنے قحط مین مبتلا ہوے اور سنین اے سنۃ بعد سنۃ یعنے سال کے بعد سال پے در پے کر کے قحط مین مبتلا کیا کما فی الحدیث اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسفؑ - یعنے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پے در پے قحط پڑا تھا سات برس تک ویسے ہی قریش پر پڑے - حاصل آنکہ ہم نے آل فرعون کو پے در پے کئی سال تک قحط مین مبتلا کیا - اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سنین بمعنے جوع یعنے بھوک ہے اور مجاہدؒ سے روایت ہے سنین بمعنے جوائح ہے جمع جائحہ بمعنے شدت فقر و محتاجی - اور مراد سب اقوال مین وہی قحط ہے - حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جب آل فرعون کو سنین مین مبتلا کیا تو انکی جو چیز زراعت و نبات سے تھی وہ خشک ہوگئی اور انکے مواشی مرگئے اور وہ کھا گئے یہانتک کہ دریاے نیل بھی خشک ہوگیا اور قبطی لوگ جمع ہوکر فرعون پاس آئے اور کہا کہ اگر تو ہی رب ہے جیسا کہ وہ زعم کرتا تھا تو ہمارے واسطے دریاے نیل مین پانی جاری کردے تو کہنے لگا کہ صبح کو اسمین پانی آجائیگا پھر جب لوگ اسکے پاس سے چلے گئے تو دل مین کہنے لگا کہ اگر مین نے انکے واسطے یہ نہ کیا تو پھر کیا کیا کہ مین دریاے نیل مین پانی جاری کرنے پر قادر نہ ٹھہرا اور اگر صبح اسمین پانی جاری نہوا تو میری تکذیب کرینگے پس جب آدھی رات ہوئی تو نہا کر بالون کی کملی اوڑھکر دریاے نیل پر گیا اور کہا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ مین یہ جانتا ہون کہ تو دریاے نیل مین پانی جاری کرسکتا ہے اور مین نہین جاری کرسکتا ہون تو اسکو پانی سے بھر دے پس اسوقت خبردار ہوا کہ پانی کی رو اسکے قریب پہونچی پس نکلکر چلا آیا او رنیل مین زور سے دھار اروان تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اللہ تعالے نے انکے ہلاک کرنے کی مشیت رکھی تھی قال المترجم یہ روایت مولف فتح البیان نے نقل کی ہے اور عادت کے موافق یہ نشان نہ دیا کہ اسنے کہان سے لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ

ابن عباسؓ سے صحیح نہین ہے تو یہ نہین دیکھتا کہ اگر درواقع یہی بات تھی کہ فرعون کے دل مین تمام قدرت الٰہی ومعرفت موجود تھی تو پھر اسکے کفر کرنے کیا معنے ہین۔ اور ایسے قصص سے جنکا ثبوت نہو نہ لکھنا بہتر ہے اور تفسیر کلام ربانی مین انکی کچھ حاجت نہین ہان جو ثابت ہو یا جسکی ضرورت ہو یا جس سے نفع ہو اسکے لکھنے مین مضائقہ نہین ہے۔ بالجملہ یہان اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آل فرعون کو سالہاے قحط مین گرفتار کیا۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ۔ اور پھلون یا پیداوار کی کمی مین گرفتار کیا جو بسبب مینھ نہ برسنے اور کثرت سے آفات پہونچنے کے تباہ ہوگئے قتادہؒ نے کہا کہ سنین تو دیہات والون کے واسطے تھے کہ وہان کچھ کھیتی نہین پیدا ہوتی تھی اور نقص ثمرات شہر والون کے واسطے تھا ابواسحاق نے رجاء بن حیوۃؒ سے روایت کی کہ درختون کی یہ کیفیت تھی کہ ایک پھل آگیا اور کچھ نہ آیا کعبؒ سے روایت ہے کہ لوگون پر ایسا ایک زمانہ آویگا کہ خرما کے درخت مین فقط ایک ہی چھوارا پھلیگا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ۔ یعنے قحط وخشک سالی اور پھلون کی کمی مین اسواسطے گرفتار کیا کہ شاید وہ تذکر کرین یعنے تاکہ متنبہ ہوجاوین کہ یہ بلا انپر انکے کفر کی شومی اور گناہون کی بدبختی سے ہے پس نصیحت پذیر ہوکر ایمان لاوین یا یہ معنے ہین کہ ان شدائد وتکالیف کو برداشت کرنے سے نرم دل ہون اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لاوین اور اوتعالےٰ سے خیر وبرکت کے طالب ہون کیونکہ ایسی حالت مین انسان اپنے رب کی طرف رجوع لاتا ہے چنانچہ فرمایا واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ الآیۃ۔ اور قولہ واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض الآیۃ۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ فرعون نے (۴۰۰) برس تک اپنے نفس کے واسطے کوئی امر مکروہ نہ دیکھا اور اگر اس مدت مین اسکو درد یا بھوک یا بخار کی کوئی تکلیف پہونچتی تو اپنی ذات کے واسطے ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔ حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ ہم نے آل فرعون کو قحط ونقص ثمرات مین کئی سال مبتلا کیا تاکہ متنبہ ہوکر رجوع کرین وایمان لاوین۔ پھر آگاہ فرمایا کہ یہ بدبخت لوگ ان بلاؤن کے نازل ہونے کے وقت اور زیادہ کفر ومعصیت پر اقدام کرتے ہے چنانچہ فرمایا۔ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ پھر جب آتی اُن کے پاس بھلائی یعنے مانند فراخ سالی وتوانگری وعافیت وسلامتی کے۔ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ کہتے کہ ہمارے ہی واسطے ہے یہ۔ یعنے ہم ہی اسکے مستحق ہین پس اسکو اپنے استحقاق سے سمجھتے اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے نہین جانتے اور کچھ بھی شکر ادا نہ کرتے۔ قال فی السراج یعنے بنابر عادت کے کہ ہمارے واسطے نعمت کثیرہ اور وسعت رزق رہی ہے ہمین اسکے مستحق ہین وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ۔ اور اگر انکو کوئی برائی ومکروہ چیز پہونچتی مانند قحط وبیماری وغیرہ کے۔ يَطَّيَّرُوا۔ یتطیروا۔ تطیر کیا اور شوم رکھا اسکو۔ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ۔ بوجہ موسیٰ واسکے ساتھ والے مومنون کے۔ یعنے کہنے لگے کہ یہ مکروہ ہمکو بسبب موسیٰ واسکے ساتھ والے لوگون ہی کے پہونچا ہے۔ یہ مبالغہ ہے ان لوگون کی غباوت وجہالت وسخت دلی کے بیان مین کیونکہ سختیون سے دل نرم ہوجاتے ہین اور طبیعتین سرکشی سے عاجزی کی طرف مائل ہوجاتی ہین اور آلخناد دور ہوجاتا ہے خصوصاً جبکہ آیات مشاہدہ کرلی ہون اور ان باتون نے ان لوگون مین کچھ اثر نہ کیا بلکہ غباوت وجہالت اور زیادہ ہوگئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور حسنہ کو اسواسطے معرف باللام بیان فرمایا اور آداۃ التحقیق کے ساتھ ذکر کیا کہ وقوع اس کا کثرت سے ہے اور بحسب الذات اس کا ہی دینا منظور ہے اور سیئۃ کو نکرہ بیان فرمایا اور اس کو حرف شک کیساتھ ذکر کیا بوجہ اس کے کہ نادر ہے اور قصد اسکا بالذات نہین بلکہ بالتبع ہے کذا ذکرہ البیضاوی یعنے اوتعالےٰ بندون کو دراصل بھلائیان ہی دیتا ہے ہان ان کی سرکشی وکفر وغیرہ دور کرنے کو تبعاً کچھ برائی پہونچاتا ہے اور حق یہ ہے کہ بھلائی وبرائی اوتعالےٰ کے اختیار مین ہے جسکو جسطرح چاہتا ہی پہونچاتا ہے لیکن یہان الحسنۃ معرف باللام سے اشارہ ہی کہ انکو بھلائیان تحقیقاً کھلی کھلی پہونچین اور برائی توشاذ ونادر اس غرض سے پہونچائی گئی کہ نرم ہوکر ایمان لاوین ولیکن بجاے اسکے ان لوگون نے اس سے ایک کفر یہ اعتقاد اور پیغمبر خدا کے حق مین بہتان باندھا ہے یعنے اس برائی کو حضرت

موسی علیہ السلام واسکے ساتھی مومنون کے شوم سے سمجھنے لگے اوران سب پاک بندون کو شوم ٹھہرایا پس حضرت حق تعالے عزوجل نے اسکو رد فرمایا بقولہ۔ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ۔ خبردار ہو کہ شوم انکا اللہ تعالے کے پاس ہے وہ انکو پہونچا تا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طائرہم یعنے مصائبہم۔ ہے یعنے انکی مصیبتین۔ عند اللہ ہین اور ابن جریج نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عند اللہ اسے من قبل اللہ۔ یعنے اللہ تعالے کی جانب سے ہین۔ حاصل آنکہ خبردار ہو کہ ان لوگون کو جو مصیبتین پہونچی ہین وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہین وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ولیکن اکثر انمین کے نہین جانتے ہین۔ یعنے نہین جانتے کہ جو کچھ انکو مصیبت پہونچتی ہے وہ اللہ تعالے کی جانب سے ہے یا یہ معنے کہ نہین جانتے کہ وہ اعمال کے شوم سے ہے۔ یعنے انکے اعمال کی جزا رفی الجملہ انکو دنیا مین بھی دیدی گئی ہے۔ واضح ہے کہ شوم کچھ چیز نہین ہے اور عوام بداعتقاد لوگ جو بعض چیز کو شوم جانتے ہین یہ محض جہالت ہے اور حدیث مسلم وغیرہ مین ہے کہ اگر شوم کسی چیز مین ہوتا تو گھر اور عورت اور گھوڑے مین ہوتا یعنے کسی چیز مین نہین لیکن اگر فرض کیا جاوے تو یہ چیزین اسکے واسطے بہ نسبت اور چیزون کے مقدم ہین۔ جو لوگ کسی چیز مین شوم تصور کرتے ہین وہ اسکی جانب سے تاثیرات بد کے قائل ہین جیسے قوم فرعون تھی اور یہ کفر ہے اور تمام اہلسنت متفق ہین کہ تاثیر کرنے والا سوائے اللہ تعالے عزوجل کے اور کوئی نہین ہے اور مسلمان آدمی اگر کہتا ہے کہ مینھ نے کھیتی اگائی تو اسپر کفر کا فتوی نیک گمان کر کے نہین دیتے ہین یعنے نظر اسکی اس کہنے کے وقت اللہ تعالے پر تھی اور زبان سے یون نکالا یعنے اللہ تعالے نے مینھ کے ظاہر سبب سے کھیتی اگادی۔ پس اگر کوئی مسلمان ایسا ہو کہ درحقیقت اسکی نظر اللہ تعالے پر نہین تھی تو اُس شخص سے بڑا افسوس ہے پس اگر اہل اسلام اپنے افعال مین نظر رکھین تو اس زمانہ کے اہل علم ایسے ملینگے کہ واقعی انکی نظر ان باتون مین اللہ تعالے پر نہین ہوتی ہے پس متنبہ رہنا چاہیئے اور اس زمانہ مین بعضے بڑے لکھے ایسے ہین کہ اکثر چیزون مین شوم ثابت کرتے ہین اور یہ کفر پھیلانے کی جڑ ہے اللھم اہدنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر آدمی ایسے ہین کہ دنیا مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین انکو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرتے ہین حتی کہ قضاء الٰہی سے قطع نظر کرتے ہین اور حق یہ ہے کہ سب جو کچھ پیدا ہو وہ اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے کیونکہ ہر چیز جو موجود ہے یعنے اُسپر موجود کا لفظ صادق ہے دو حال سے خالی نہین یا اپنی ذات مین واجب ہوگی یا ممکن ہوگی پھر واجب لذاتہ۔ تو فقط ایک ذات پاک وحدہ لاشریک ہے تو باقی سب اپنی ذات سے ممکن ہین اور جو ممکن لذاتہ ہے وہ بدون واجب لذاتہ کے پیدا نہین ہوسکتا پس سوائے حق تعالے جو کچھ موجود ہو وہ حق تعالے کی ایجاد سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات وہ ہین جنکو اہلسنت نے قطعاً اعتقاد کیا ہے حتی کہ آدمی کے جملہ افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہین آدمی خود کسی چیز کا خالق نہین ہے ان کا سب ہے پس جسقدر اسکے کسب سے متعلق ہے اسی پر عذاب وثواب ہے پس کسی چیز کی نسبت سوائے اللہ تعالے عزوجل کے کسی غیر کیطرف کرنا حضرت او تعالے عزوجل کے اوپر یقین نہین ہے اور ایسا شخص جاہل ہے پس بعد اسلام وایمان کے ایسا اعتقاد کرنا بہت افسوس ہے۔ اللھم اہدنا فیمن ہدیت وعافنا فیمن عافیت وارحمنا وانت ارحم الراحمین۔ قوم فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کی طرف سے شوم جاننے پر کفایت نہ کی بلکہ صریح کہا جیسا کہ او تعالے نے حکایت فرمایا۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کہنے لگے کہ جو تو لاویگا ہم پاس کوئی نشانی کہ ہمکو اُس سے جادو کرے سو ہم تجکو کبھی نہ مانینگے

وَقَالُوْا۔ اور قوم فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ جو کہ لاتا ہے تو اسکو آیت سے ہمارے پاس لِّتَسْحَرَنَا

پھر تا کہ ہم کو اُس سے سحر مین ڈالے۔ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ پس ہم ہرگز کبھی تجھپر ایمان لانے والے نہیں ہین ف مہما مین اختلاف ہے خلیل وبصریون کے نزدیک دراصل ما ما تھا پہلا ما شرطیہ ہے اور دوسرا ما زائدہ ہے جو اسکے ساتھ لا دیا گیا بغرض تاکید جزا کے پھر دو حرف متجانس کا اجتماع ثقیل سمجھکر اول کا الف بدلکر ہا کر دیا گیا پس مہما ہو گیا اور اس بنا پر ما تاتنا جو دراصل ما تاتینا تھا بسبب جزم ما شرطیہ کے ما تاتنا ہوا اور بہ کی ضمیر ما کی طرف راجع ہے اور من آیۃ اسکا بیان ہے اور بہا کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے۔ پس اول ضمیر مذکر اسکی طرف باعتبار لفظ کے راجع ہے اور دوم ضمیر مونث باعتبار معنے کے راجع ہے کیونکہ مراد اس سے آیت ہے اور اول کی تذکیر اسوجہ سے کہ من آیۃ کا بیان ضمیر سے موخر ہے اور دوسری ضمیر مونث بعد بیان مذکور کے ہے۔ پھر جزا محذوف ہے یعنے مہما تاتنا بہ من آیۃ لتسحرنا بہا فائتنا بہ یعنے جو کوئی آیت تو ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے وہ لا۔ اسواسطے جزا حذف ہوئی کہ قولہ فما نحن لک بمومنین اسپر دلالت کرتا ہے اور ان خبیثون نے جملہ انکار کو سخت تاکید سے بیان کیا اول تو جملہ اسمیہ دوم ضمیر سوم تاکید چہارم خبر پر با موکدہ وغیرہ ذلک اور اللہ تعالےٰ جل جلالہ نے بھی انکو بحر ضلالت مین غرق فرمایا کسائیؒ وغیرہ کے نزدیک مہما مرکب ہے مہ و ما سے اور مہ وہ لفظ ہے جو کسی کام سے منع کرنے والا کہتا ہے بمعنے الکف فرض گویا ان لوگون نے کہا کہ ٹھہر و باز رہ کیا تو یہ آیات لاتا ہے ہمارے پاس تا کہ ہمکو اس سے سحر مین پھنسا دے ہم تجھپر کبھی ایمان نہیں لاوینگے یہ سب بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ذکر کیا اور سراج مین کہا کہ معتمد وہ ہے جو ابن ہشام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ یہ لفظ بسیط ہی کیونکہ مرکب ہونے کے دعوی پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے اور وزن اسکا فعلی ہے اور الف اسمین الحاق یا تانیث کا ہی کشاف مین کہا کہ یہ کلمہ بھی ان کلمات کے شمار مین ہے جنکو زبان نہ جاننے والا التحریف کر ڈالتا ہے اور بے موقع لاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ متی ما کے معنے مین ہے اور یون بولنے لگتا ہے کہ مہما جئتنی اعطیتک یعنے جسوقت تو میرے پاس آویگا مین تجھے روپیہ دونگا حالانکہ اس معنے مین متی ما صحیح ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ واضح رہے کہ فرعونیون نے آیۃ لانے کو تحقیق طور پر نہیں کہا بلکہ آیت اسکو باعتبار تسخر کے کہا چنانچہ قولہ لتسحرنا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے یا آیت بمعنی لغوی لیا یعنے ایسی چیز جو ایک نشانی سمجھی جاوے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب فرعون واسکی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ جو کچھ تو آیات سے ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے لا۔ مگر ہم تجھپر ایمان لانے والے نہیں ہین اور ہمارے نزدیک یہ سب تیرا جادو ہے اور حضرت موسی مرد غصہ ور تھے یہ سنکر بد دعا فرمائی اور اللہ تعالےٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر انپر متواتر عذاب بھیجا۔ کما قال۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا

پھر بھیجا ہمنے اُن لوگون پر غرقاب اور ٹیڑی اور چچڑی اور مینڈک اور لوہو کتنی نشانیان جدی جدی پھر تکبر کرتے رہے

وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝

اور تھے وہ لوگ گنہگار قوم

سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ جب ساحر لوگ ایمان لائے اور فرعون مغلوب ہوکر واپس آیا اور کفر وطغیان پر جما رہا اور اسی پر ہٹ کی اور یون انکار کیا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے تو پہلے اللہ تعالےٰ نے انکو سنین قحط مین گرفتار کیا اور ثمرات مین نقصان دیدیا اور پہلے معجزات عصا و ید بیضا دکھلا دیے تھے مگر وہ ایمان نہ لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے بد دعا کی کہ اے پروردگار تیرے بندہ فرعون نے ملک مین سر اُٹھایا ہے اور لوگون پر ظلم و خونریزی کرتا ہے اور عہد توڑا ہے اور ایمان و نیک چال چلنے والے اسکے ظلم مین پڑے ہین پس تو اسکو عذاب مین گرفتار کر جو سیری قوم کے واسطے نصیحت ہو اور آیندہ آنے والون کے لیے عبرت ہو پس اللہ تعالےٰ نے انپر پے درپے عذاب آمیز آیات بھیجنی شروع فرمائین

چنانچہ فرمایا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمُ الطُّوْفَانَ۔ ابن عباس سے اکثر روایات مین ہے کہ سخت بارش تھی جس سے تمام چیزین ڈوب گئی تھین اور کھیتیان و پھل تلف ہوگئے تھے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ وہ موت کی کثرت تھی اور یہی عطاءؒ کا قول ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ وہ پانی کی کثرت اور موت کی کثرت تھی۔ اور ابن جریرؒ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ طوفان موت ہے۔ وقد رواہ ابن مردویہ ایضاً اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ بھی تصریح نہین کہ اسی طوفان کی موت سے تفسیر فرمائی۔ اور ایک روایت مین ابن عباس و مجاہد سے ہے کہ وہ ایک امر آلٰہی تھا۔ بالجملہ اکثر مفسرین نے قول اول اختیار کیا ہے اور یہی مفسرؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور کیفیت اسکی آیندہ آویگی پس ایک طوفان پانی کا تھا وہ ایک ہفتہ رہا۔ وَالْجَرَادَ اور دوسرا عذاب جراد تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وہ جانور معروف ہے یعنے ٹیڑی اور اسکا کھانا جائز ہے جیسا کہ صحیحین کی روایت مین عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کے کئی سفر کیئے درحالیکہ ہم ٹیڑیان کھاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس کو خود نہین کھایا کما فی روایۃ ابی داؤد عن سلمانؓ اور ابن عساکرؒ نے جو رسالہ اس بارہ مین جمع کیا اسمین ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ٹیڑی و گردے اور ضب نہین کھاتے تھے بغیر اسکے کہ ان چیزون کو حرام کرین پس جراد اسوجہ سے کہ وہ عذاب ہے اور کلیتان (گردے ۱۲) اسوجہ سے کہ بول سے قریب ہین اور ضب اسوجہ سے کہ فرمایا مجھے خوف ہے کہ وہ مسخ شدہ نہو۔ قال ہذا حدیث غریب اور اوزاعیؒ سے روایت ہے کہ مین جنگل کو گیا تو ناگاہ مجھکو ایک دل (گروہ ۱۲) ٹیڑیون کا آسمان مین نظر پڑا اور اسمین مین نے دیکھا کہ ایک شخص ہتھیار باندھے ہوئے ایک ٹیڑی پر سوار ہے اور جدھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اسی طرف ٹیڑیان جھک جاتی ہین اور وہ کہتا ہے کہ دنیا سب باطل ہے اور جو کچھ اس مین ہے سب باطل ہے برابر یہی کہتا جاتا ہے۔ رواہ ابن عساکر۔ اور انس و جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب ٹیڑیون کے حق مین بددعا کرتے تو یون کہتے اللہم اہلک کبارہ واقتل صغارہ وافسد بیضہ واقطع دابرہ وخذ بافواہہ عن معاشنا وارزاقنا انک سمیع الدعاء الحدیث رواہ ابن ماجہ وغیرہ۔ پس ایک ہفتہ انپر ٹیڑیون کا عذاب رہا۔ سوم عذاب۔ وَالْقُمَّلَ مفسرؒ نے کہا کہ وہ سوس ہے یعنے گھن یا قراد (چیچڑی ۱۲) کی قسم ہے۔ اور حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قمل وہ سوس ہے جو گیہون مین پیدا ہوتا ہے اور ایک روایت مین ہے کہ وہ دبا ہے اور وہ چھوٹی ٹیڑی ہوتی ہے جسکے پر نہین ہوتے ہین اور یہی مجاہد و عکرمہ و قتادہ کا قول ہے اور حسن بصری و سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ چھوٹے چھوٹے سیاہ کیڑے ہوتے ہین اور عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ وہ براغیث ہین یعنے پسو۔ اور ابن جریرؒ نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر اور اُسنے نہ مانا تو اللہ تعالےٰ نے انپر طوفان بھیجا اور وہ مینھ کا پانی اس کثرت سے تھا کہ انھون نے غرق ہوجانے کا خوف کیا پس موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ یہ شدت مینھ کی موقوف فرمادے تو ہم آپ پر ایمان لاکر بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کردینگے پس موسیٰ نے دعا فرمائی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو بھیجا پھر اس سال انکے یہان اسقدر کثرت سے پیداوار ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہوئی تھی تب کہنے لگے کہ یہی ہم تمنا کرتے تھے پس موسیٰ کا اس مین دخل نہین ہے پس اللہ تعالےٰ نے ٹیڑیان بھیجین جنھون نے تمام گھاس چاٹ لی تو جب ان لوگون نے یہ حال دیکھا تو موسیٰ سے دعا چاہی کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اگر ٹیڑیان جاتی رہین تو ہم ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کردینگے پس موسیٰ کی دعا سے ٹیڑیان جاتی رہین مگر ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو نہ بھیجا اور تمام کھیتی کاٹ کر اپنے گھرون مین بھر لی اور کہنے لگے کہ اب ہم فارغ ہین پس اللہ تعالےٰ نے انپر قمل بھیجے اور قمل وہ کیڑے ہین جنکو سوس کہتے ہین اور وہ اناج

مین پیدا ہو جاتے ہین پس یہ حال ہو گیا کہ آدمی دس جریب کے گیہون چکی مین ڈالتا مگر اسمین سے تین قفیز بھی آٹا نہ نکلتا تب پھر موسی علیہ السلام سے خواستگار ہوئے کہ دعا فرماؤ کہ یہ عذاب دور ہو تو ہم ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردین پس موسیٰ نے دعا فرمائی اور یہ عذاب دور ہو مگر ایمان نہ لائے اور بنو اسرائیل کو ساتھ بھیجنے سے انکار کیا پس فرعون کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے مین مینڈک کی آواز سُنی جو کہ چوتھا عذاب اللہ تعالے نے فرمایا ہے بقولہ۔ وَالضَّفَادِعَ جمع ضفدع بمعنے مینڈک پس فرعون سے کہنے لگے کہ تجھکو و تیری قوم کو اس جانور سے کیا پہونچیگا تو بولا کہ اسی ساحر کا مکر معلوم ہوتا ہے پس یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہے اس حال مین کہ مینڈک اسکے ٹھوڑی تک ہین پس اُسنے بولنا چاہا کہ مینڈک اُسکے مُنھ مین پہونچا پس موسی علیہ السلام سے فریاد کی کہ دعا کرو کہ اگر یہ عذاب دور ہو تو ہم ضرور ایمان لاکر بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کرینگے مگر پھر ایمان نہ لائے تب پانچوان عذاب نازل ہوا جو اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَالدَّمَ۔ یعنے خون۔ پس یہ حال ہوا کہ کنوؤن اور نہرون سے پانی بھرتے وہ خون تھا اور جو انکے برتنون مین تھا وہ سب خون تھا پس فرعون سے شکایت کی کہ ہم خون کی مصیبت مین پھنسے ہین اور ہمارے پینے کو کچھ نہین ہے وہ بولا کہ موسی نے تم پر جادو کیا ہے تب ان احمقون نے جواب دیا کہ اسنے جادو کہان سے کیا ہے ہم تو اپنے کسی برتن مین نہین پاتے مگر خون ہی خون پھر سبھون نے آکر موسی علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ یہ خون ہم سے دور ہو ہم ضرور ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمہارے ساتھ کرینگے پس حضرت موسیٰ نے دعا کی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بھیجا۔ قال الحافظ۔ اور اسی کے مانند حضرت ابن عباس و سدی و قتادہ و بہت سے علماے سلف سے مروی ہے۔ اور حافظ رحمہ اللہ و امام بغوی وغیرہ نے یہان متعدد علماء سلف سے اسی کے مانند تھوڑے تھوڑے اختلاف سے روایات نقل کی ہین اور ہر آیت کے بعد چونکہ اللہ تعالے کو اس قوم خبیث ظالم تبہ کار کا ہلاک منظور تھا ایک ایسی صورت ظاہر کردی جس سے وہ لوگ سمجھے کہ اس بات مین یہ بھید تھا مثلاً بعد کثرت بارش و طوفان پانی کے جب دعاے موسی علیہ السلام سے کھلا اور ہوا چلکر خشک ہوا تو نہایت کثرت سے پیداوار ہوئی پس سمجھے کہ یہ پانی کچھ طوفان نہ تھا بلکہ ہمارے حق مین نہایت بہتری تھی۔ اور ان آثار مین مذکور ہے کہ ہر عذاب انپر ایک ہفتہ تک رہا اور ایک مہینہ بیچ کرکے دوسرا عذاب آیا۔ اور ضفادع کی نسبت لکھا ہی کہ گھر و کھانا و پانی بھر گیا اور آٹے مین کو دپڑتے اور جلتی ہانڈی مین اچک کر گرتے اور تنور مین گر پڑتے آگ بجھا دیتے کھانے نے وقت نوالہ سے پہلے اُسکے مُنھ مین گھُس جاتے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان جانورون نے حکم الٰہی کی تعمیل مین اپنی جانون پر یہ صدمات اُٹھائے تھے پس بعوض انکے خشکی کے ٹھکانے کے اللہ تعالے نے انکو سمندرون و دریاؤن مین مسکن عطا فرمایا۔ اور خون کے عذاب مین سخت عاجز ہوئے حتی کہ درخت سے جو نچوڑتے وہ خون ہو جاتا تھا اور ایک ہفتہ یہی انکے پینے مین آیا۔ اور چونکہ محقق بیضاویؒ نے ان آثار سے جو ثابت ہے اسکو عمدہ طور سے تلخیص فرمایا ہے لہذا مین اسی کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون۔ قال رحمہ اللہ قمل سے بعض نے کہا کہ قراد بالضم یعنے کلنہ مراد ہین اور بعض نے کہا کہ ٹیڑیون کے بچے جب تک انکے پر نہ جمے ہون اور ضفادع و دم معروف ہین اور مروی ہے کہ انپر آٹھ روز تک گھٹا ٹوپ اندھیرا رہا اور پانی برستا رہا حتی کہ اس سخت اندھیرے مین کوئی اپنے گھر سے باہر نہین نکل سکتا تھا اور پانی کی یہ کثرت ہوئی کہ اُنکے گھرون کے اندر بھر گیا حتی کہ کھڑے رہے اور پانی انکی گردن تک چڑھا تھا اور بنی اسرائیل کے گھر انکے گھرون سے ملے ہوے مانند جال کے خانون کے تھے مگر حسن قدرت الٰہی ہے کہ بنی اسرائیل مین سے کسی کے گھر مین ایک قطرہ پانی کا داخل نہین ہوا اور قبطیون پر یہ نوبت تھی اور قبطیون کی کھیتی و باغون مین بہا آگئی تمام دلدل ہو گئی کوئی کام اسمین نہین ہو سکتا تھا اور ایک ہفتہ برابر یہی کیفیت تھی تب موسیٰ سے کہا کہ آپ دعا کرین کہ آپ کا پروردگار ہم سے اسکو دور کرے تو ہم آپ پر ایمان لاکر بنو اسرائیل کو آپ کے ساتھ کردینگے پس موسیٰ نے دعا کی اور وہ دور ہوا اور ہوا بھیجی گئی جسنے تمام پانی خشک کیا

اور قبطیون کی زمینون و باغون مین اناج و میوہ و گھاس اس کثرت سے پیدا ہوئی کہ اسکے مثل پہلے کبھی نہ ہوئی تھی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے پس اللہ تعالےٰ نے انپر ٹیڑی بھیجی جسنے انکی کھیتیون و پھلون کو کھالیا پھر دروازے و چھتین و کپڑے چاٹنے شروع کر دیے پس گھبراکر آخر موسیٰ علیہ السلام سے رجوع لائے پس جنگل کو جاکر موسیٰؑ نے مشرق و مغرب کی جانب اشارہ کیا تو جہان سے آئی تھی وہین چلی گئین اور یہ فعل دعا کے بعد تھا اور بنی اسرائیل کے گھر بار اس عذاب سے بھی محفوظ تھے پھر قبطی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالےٰ نے انپر قمل کو مسلط کیا تو ٹیڑیون نے جو کچھ چھوڑا تھا وہ قمل کھانے لگے اور انکے کھانون مین گرتے اور کپڑون مین گھستے اور بدن مین چپٹکر انکے خون چوستے آخر سونا بیٹھنا حرام کر دیا ناچار موسیٰؑ سے رجوع لائے اور وہ رفع ہوا تو کہنے لگے کہ ہمکو تحقیق ہوا کہ ضرور یہ شخص بڑا جادوگر ہے کہ ایک ریگ کے ٹیلہ مین عصا مارکر اسقدر جوئین پیدا کر دین پھر اللہ تعالےٰ نے انپر ضفادع بھیجے کہ کوئی برتن و کھانا و کپڑا نہین کھولتے مگر اسمین مینڈک نظر آتا اور گھر و بستر انکے اس سے بھرے ہوے تھے اور پکتی ہانڈی مین کود پڑتے اور جلتے تنور مین گھس جاتے اور بات کرنے مین انکے منھ مین اُچکتے ان لوگون کی زندگی حرام کر دی آخر گھبراکر حضرت موسیٰؑ سے زاری کی پس انسے عہد و پیمان لیکر دعا کی اور اللہ تعالےٰ نے اسکو دفع کیا پھر قبطیون نے عہد توڑا تو اللہ تعالےٰ نے انپر خون روان کر دیا پس انکے سب پانی خون ہو گئے اور فرعون خبیث نے ایک برتن مین اسرائیلی و قبطی کو جمع کیا پس اسرائیلی کے ہاتھ مین طعام آتا اور قبطی کے ہاتھ مین خون ہو جاتا حتی کہ اسرائیلی کی کلی اپنے منھ مین لیتا وہ قبطی کے منھ مین خون ہو جاتی اور ہر جگہ نہایت سُرخ تازہ خون نظر آتا تھا یہ نہایت کھلی ہوئی آیات تھین چنانچہ فرمایا۔ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ نصب اسکو بنابر آنکہ حال ہے یعنے ہم نے قبطیون پر طوفان و جراد و قمل و ضفادع و خون کو بھیجا درحالیکہ یہ آیات مفصلات ہین کسی عاقل پر اس مین ذرا بھی شبہہ نہ تھا کہ یہ آیات الٰہی ہین اور ان لوگون پر عذاب ہین یا مفصل کے معنے منفصل ہین یعنے جدا جدا کرکے بھیجین تاکہ انکے احوال کا امتحان ہو جاوے ہر ایک آیت انمین سے ایک ہفتہ رہی اور ہر دو آیت کے بیچ مین ایک مہینہ کا وقفہ دیا گیا تھا اور مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بعد فرعون کے مغلوب ہونے کے انمین بیسؔ سال تک رہے اور مہلت کے ساتھ انمین یہ آیات دکھلاتے رہے۔ فَاسْتَكْبَرُوْا۔ مگر قبطیون نے ان آیات پر ایمان لانے سے سرکشی کی اور ایمان نہ لائے وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۔ اور یہ قوم مجرم تھی۔ بسراج مین کہا کہ اگر پوچھا جاوے کہ اللہ تعالےٰ کو ان لوگون کا حال معلوم تھا کہ ایمان نہین لاوینگے تو اس کثرت سے آیات پے درپے بھیجنے مین کیا حکمت تھی جواب دیا جاوے کہ او تعالےٰ عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہے وہ کرے اس کی جناب مین اس سوال کو گنجائش نہین ہے لایُسئل عما یفعل وہم یُسئلون۔ اور یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو منظور ہوتا ہی وہ حکم دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سوال مذکور کی دو راہ ہین۔ اول آنکہ اصل حکمت اسمین کیا ہے تو اسکا جواب یہی ہے کہ علم و حکمت الٰہی بندہ کی طاقت و وسعت سے باہر ہے وہ بڑا سخت جاہل اور بیوقوف ہے جو اسکا ارادہ کرے کہ مین حکمت الٰہی دریافت کرونگا اور یہ بہت کھلی بات ہے شاید اسی شخص کی سمجھ مین نہ آوے جو ازلی مردود اور مثل شیطان کے مطرود ہے کیونکہ شیطان نے بھی اسی دریافت مین جہالت کی اور ملعون ہوا۔ اور دوم آنکہ اشارات سے بطور فوائد کے کیا بات ظاہر ہوتی ہے تو بسا اوقات سوائے اصلی حکمت کے فوائد کا ظہور ہو جاتا ہے پس اس مقام پر واضح ہو کہ اول آنکہ بنو اسرائیل پر اسنے سخت مشقت ڈالی تھی اور اللہ تعالےٰ سے ان خبیثون کو ان بلاؤن مین مبتلا کیا۔ دوم ضفدع جانور مطیع و فرمانبردار ہو کر مستحق انعام ہوا سوم دعائے موسیٰؑ کا اثر ظاہر ہو کر بنی اسرائیل کو مفت اس درجہ تکمیل الیقین کا باعث ہوا۔ چہارم قیامت مین لوگ پسینے مین بقدر اپنے اعمال کے غرق ہونگے جیسے یہان بنی اسرائیل کے گھر بالکل صاف رہے اور قبطی گلے تک ڈوبے کھڑے تھے پنجم ہر جانور مسخر و مطیع حکم الٰہی ہے ششم ہر چیز جو ظاہر مین اسباب پر مربوط معلوم ہوتی ہے وہ بالکل وہم و خیال ہے ہر ایک بتاثیر الٰہی ہے حتی کہ ہر افسردہ درخت خون ہو جاتا تھا

ہفتم اختلاط طعام کے باوجود قبطی کو خون تھا اور اسرائیل کو مزہ کا کھانا تھا۔ ہشتم ایجاد الٰہی فی الحال سے زیادہ سریع ہے جو چاہا وہ ہوگیا۔ نہم افعال وصنائع الٰہی ایسے حال سے ہیں کہ ہر ایک میں اگر شیطانی نظر سے غور کرنے لگا تو مکر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا جیسے قبطیوں نے ہر آیت مفصل میں یونہی غور کیا۔ دہم پیداوار موقوف باسباب نہیں بلکہ بہ برکت وخلق الٰہی ہے کہ باوجود اسقدر جزالی کے کثرت سے پیدا ہوا۔ یازدہم ٹیڑی اور مینڈک ان جانوروں سے ہے جنسے عذاب کیا گیا اگرچہ وہ فی نفسہٖ مطیع ومحبوب ہیں اور حدیثیں جو انکے حق میں بددعا آئی ہے وہ محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ انسے عذاب اٹھا دے۔ دوازدہم آنکہ عہد توڑنا زیادہ موجب ہلاکت و عدم قبول توبہ ہے وفیہا سوی ذلک من اللطائف الا ختصارا لبیان واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم بدبخت کے اوپر حجت پوری فرما کر ہلاکت کا حال فرمایا

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ

اور جب پڑا انپر عذاب بولے اے موسیٰ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا اسکو اس نے کہا ہے تجھکو اگر تو نے اٹھایا ہم سے یہ عذاب

لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

تو بیشک تجھکو مانینگے اور رخصت کرینگے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اٹھا لیا انسے عذاب ایک مدت تک کہ انکو وہاں پہنچنا تھا

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝

تب ہی وہ لوگ منکر ہو جاتے

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ ۔ اور جب واقع ہوا انپر رجز یعنے جب نازل ہوا انپر عذاب۔ فی السراج یہ عذاب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے طوفان ومابعد کو ذکر فرمایا ہے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ رجز وہ عذاب طاعون ہے یعنے کثرت سے موت پھیل جانا۔ اور اس قول پر پانچ آیات مذکورہ کے بعد یہ چھٹا عذاب ہے اور سعیدؒ نے کہا کہ قبطیوں پر طاعون واقع ہوا حتی کہ ایک روز میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجز طاعون ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم بنی اسرائیل پر اور جو تم سے پہلے گذرے ہیں انپر بھیجا تھا پھر جب تم کسی زمین میں اسکو سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر ایسی زمین میں واقع ہو جہاں تم موجود ہو تو بھاگنے کی نیت سے وہاں سے مت نکلو رواہ الشیخان۔ رازیؒ نے کبیر میں کہا کہ رجز سے مراد عذابہائے مذکورہ یعنے آیات مفصلات ہونا اولی ہے کیونکہ لفظ رجز محلی باللام ہے پس معہود سابق کی طرف منصرف ہوگا اور یہاں معہود سابق وہی پانچوں انواع مذکورہ ہیں اور ما سوائے انکے چھٹا مراد لینا تو اسمیں احتمال ہے کہ شاید چھٹا مراد ہو پس جو معلوم ہے اسپر محمول کرنا بہ نسبت محتمل کے اولی ہے۔ حاصل آنکہ جب قبطیوں پر کوئی عذاب منجملہ مذکورہ بالا کے واقع ونازل ہوا تو۔ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۔ کہنے لگے کہ اے موسیٰ دعا کر ہمارے لیے اپنے پروردگار سے ساتھ اس چیز کے جو تیرے پاس تیرے پروردگار نے عہد کیا ہے۔ یعنے یہ کہ اگر ہم لوگ ایمان لاویں تو عذاب دور کیا جائیگا کذا قال المفسر اور سراج وغیرہ میں کہا کہ عہد سے عہد نبوت ورسالت مراد ہے اور عہد اسکو اسواسطے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو کرم فرماوے یا ان لوگوں کی یہ مراد تھی کہ ایسی چیز کے ساتھ دعا کر جو تمہارے پاس معہود رکھی ہے کہ اگر اس سے دعا کریگا تو قبول ہوگی۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ ۔ جملہ قسمیہ ہے یعنے قسم ہے کہ اگر تو دور کریگا ہم سے رجز کو تو ضرور ہم تجھپر ایمان لاوینگے۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ اور ضرور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجینگے یعنے تو انکو ملک شام وغیرہ جہاں چاہے لیجاوے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ ۔ پھر جب بدعائے موسیٰ علیہ السلام ہم نے ان لوگوں سے عذاب کو دور کیا ایک ایسی مدت تک

کہ وہ اس تک پہونچنے والے ہین۔ یعنے زمانہ کی ایک حد تک کے لیے جسکو وہ خواہ مخواہ پہونچکر عذاب ہلاک مین گرفتار ہونے والے ہین اس عذاب کو دور کردیا۔ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ۔ تو ناگاہ یعنے بلا توقف وتامل کے اسیوقت لگے عہد توڑنے۔ اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ پھر جب ہم نے انسے عذاب دور کردیا ایک مدت تک جو انھون نے اپنے ایمان لانے کے واسطے مقرر کی ہے تو عہد توڑنے لگے اور اس مدت پر ایمان نہ لائے۔ اسی واسطے فرمایا بقولہ

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا

پھر ہم نے بدلا لیا انسے سو ڈبو دیا انکو گہرے پانی مین اس سبب سے کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور کر رہے انسے تغافل اور وارث کردیا ہم نے

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

جو لوگ کہ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کی مشرق کے اور مغرب کے جسمین برکت رکھی ہے ہمنے اور پورا ہوا نیکی کا وعدہ

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا

تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اس بات پر کہ وہ ٹھہرے صبر کیے ہوے اور خراب کیا ہم نے جو بنایا تھا فرعون اور اسکی قوم نے اور جو

كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

انکو سرچڑھاتے تھے چھتریون پر

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ پھر انتقام لیا ہم نے اس قوم سے۔ یعنے انتقام لینے اور انکے کردار کی سزا کو پہونچانے کا ہم نے ارادہ کیا۔ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ پس غرق کردیا ہم نے انکو یم مین۔ مفسر نے کہا کہ وہ شور پانی کا بحر ہے یعنے بحر شور کو یم کہتے ہین۔ ازہریؒ نے کہا کہ یم کا لفظ شور پانی اور شیرین پانی دونون پر اطلاق ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی ان کو جو حکم ہوا کہ موسیٰ کو دریا مین ڈالدے تو فرمایا۔ فاقذفیہ فی الیم۔ ڈالدے اسکو یم مین حالانکہ دریاے نیل مین ڈالدینے کا حکم ہوا تھا اور اسکا پانی شیرین ہے۔ کذا فی السراج۔ بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ فی الیم یعنے ایسے سمندر مین جسکی تھاہ نہین لگتی۔ اور بعض نے کہا کہ لجۃ البحر۔ مراد ہے۔ بہر حال اب کلام اسمین ہے کہ یہ کون سمندر تھا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وہی سمندر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے جدا کیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اس سے پار ہوگئے تھے اس بیان سے تو کچھ معلوم نہوا اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ قال الازہری الیم معروف لفظۃ سریانیۃ عربتہا العرب ویقع علی البحر الملح والعذب والمراد بہ نیل مصر وہو عذب انتہی کلامہ۔ اور یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اسنے سراج کی عبارت تلخیص کرنے مین یہ دھوکا اٹھایا اور ازہریؒ وغیرہ نے یہ نہین کہا کہ نیل مصر مراد ہے بلکہ قولہ فاقذفیہ فی الیم مین اسنے کہا کہ اس یم سے دریاے نیل مراد ہے جو شیرین ہے پس یم کا اطلاق دریاے شیرین پر بھی ہوتا ہے اور یہ مطلب نہین ہے کہ اس مقام پر یم سے دریاے نیل مراد ہے اور البتہ بہت سے اہل تفسیر اس مقام پر بلا تحقیق لکھ گئے ہین کہ مراد نیل مصر ہے اور محققین نے کہا کہ وہ بحر قلزم کا اوپر کا سرا ہے جو اس زمانہ مین آبناے سویز سے بحیرہ روم سے مل گیا ہے اور خطیب رحمہ اللہ نے ابتداے سورۂ بقر مین اسپر تنصیص کردی ہے جیسا کہ وہان نقل ہوچکا حاصل یہ ہوا کہ قولہ فاغرقناہم فی الیم۔ یعنے ہم نے انکو سمندر مین غرق کیا۔ وہ بحر قلزم ہے۔ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ بار سببیہ ہے یعنے بسبب اسکے کہ ان لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ۔ اور تھے ان آیات سے غفلت رکھنے والے۔ یعنے ان آیات مین تدبر اور فکر نہین کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عنہا کی ضمیر نقمۃ کی طرف راجع ہے جو فانتقمنا سے مفہوم ہے مگر قول اول صحیح ہے۔ اگر کہا جاوے کہ غفلت تو فعل انسان نہین اور اسکے

اختیار سے حاصل نہین ہوا پس غفلت پر وعید کیونکر وارد ہوئی جواب دیا گیا کہ غفلت سے یہان اعراض کرنا مراد ہے اور آیات کی طرف التفات نہ کرنا اور اُسمین فکر نہ کرنا حتی کہ بمانند غافلون کے ہوگئے گویا آیات سے غافل تھے پس یہ مبالغہ ہے انکے اعراض اور بے پروائی کرنے مین ۔ اگر کہا جاوے کہ جھٹلانے و غفلت کرنے کے ساتھ ان لوگون نے اور بہت سے افعال ذمیمہ ظلم وجور نہین کئے تھے جنکی تعداد کثیر ہے پھر انتقام انھین تکذیب و غفلت دو باتون سے کیونکر ہوا تو جواب دیا گیا کہ دو باتون کے ذکر کرنے سے اور باتون کی نفی نہین نکلتی ہے پس بڑی بڑی دو باتین ذکر فرمائی گئی ہین ۔ امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت مین دلالت ہے کہ آیات الٰہی مین نظر کرنا واجب ہے اسیواسطے قوم قبط پر مذمت وارد ہوئی کہ وہ لوگ ان آیات سے غافل رہے اور اسمین دلالت ہے کہ محض تقلید کرنا مذموم ہے کذا فی السراج پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نابکار کا غرق بیان فرمایا تو بعد اسکے مومنین پر احسان ذکر فرمایا کہ ہم نے انکو روے زمین کا وارث کیا بقولہ ۔ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ ۔ اور وارث کیا ہم نے اس قوم کو جو مستضعف بنائی جاتی تھی یعنے ضعیف خوار بنائے جاتے تھے باین طور کہ تکبر کرنے والے آل فرعون انکو غلامی مین پکڑ کر ذلیل و سخت محنت کے کام لیتے تھے اور وہ بنی اسرائیل ہین انکو وارث فرمایا ۔ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا مشارق و مغارب اس زمین کو جسمین ہم نے برکت دی ہے یعنے خوشگوار پانی سے اور درختان میوہ دار و دیگر اشجار سے اپنی برکت سے سرسبز کیا ہے اور وہ ملک شام ہے جسکی تعریف احادیث صحیح مین بھی آئی ہے اور اسپر ستر ہزار فرشتے سایہ کیے رہتے ہین اور حسن رح و قتادہ رح سے ارض مذکور کی یہی تفسیر مروی ہے اور مشارق و مغارب بصیغہ جمع سے مراد یہ کہ جمیع جہات ملک شام کا وارث کیا اور بیضاوی رح نے کہا کہ فراعنہ و عمالقہ کے بعد بنو اسرائیل ملک شام کے وارث ہوئے ہین ۔ قال الخطیب وہ دریاے فرات سے بحر سرف تک ہے جہان سے موسیٰ علیہ السلام و بنو اسرائیل نے عبور کیا تھا اور فرعون مع لشکر اسمین ڈوب گیا تھا اور یہی بقاعی رح نے تفسیر سورۂ مائدہ مین توریت سے نقل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تمام روے زمین مراد ہے کیونکہ بنی اسرائیل ہین سے داؤدؑ و سلیمانؑ ہوئے جو اس طرح زمین کے مالک ہوے و قال المترجم ۔ اور یہ صحیح نہین کیونکہ قولہ التی بارکنا صفۃ الارض ہے پس خاص اس صفت کی زمین ہوئی نہ تمام زمین اور نیز حضرت داؤد و سلیمان تمام زمین کے بالکلیہ بادشاہ نہین ہوے ہین ہان بادشاہت جن و انسان پر ایک خاص طور سے تھی جو اور کسیکو نصیب نہین ہوئی اور قولہ تعالیٰ غدوہا شہر و رواحہا شہر کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا ۔ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وامت الکلمۃ یعنے پورا و ستمر ہوا جیسے عرب بولتے ہین تم علیہم الامر یہ امر انپر تمام ہوا یعنے پورا جاری و ثابت ہوا اور مراد کلمہ سے وہ قولہ و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمۃ و نجعلہم الوارثین الآیہ ہے اور یہی مجاہد رح نے فرمایا اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے یا قولہ عسی ربکم ان یہلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض الآیہ مراد ہے اور دونون کی مراد ایک ہی ہے لیکن ثانی اقرب ہے مگر آنکہ اول کا نزول پہلے ہوا ہو حسنیٰ تانیث احسن ہے اور یہ کلمہ کی صفت واقع ہے اور بنی اسرائیل پر اس کلمہ حسنیٰ کے تمام ہونے سے مراد بطریق مجاز آنکہ جو وعدہ انکو دیا گیا تھا کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کرکے تمکو زمین مین خلیفہ کیا جائیگا وہ وعدہ پورا کیا گیا اور انجاز وعدہ کو مجازاً تمام الکلام اس لئے کہتے ہین کہ وہ وعدہ گویا معلق لٹکا رہتا ہے پھر جب اس چیز کا وعدہ ہے حاصل ہوگئی تو وعدہ تمام ہوگیا اور کلمہ کے تا کو یہان رسم الخط مین کشیدہ لکھتے ہین اور بما صبروا کی با سببیہ ہے اور مترجم کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ با مقابلہ و عوض ہو یعنے بمقابلہ انکے صبر کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ثابت رہنے کے ۔ اور یہ مالک کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت و مشیت ہے کما قال ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ ۔ اور یہ کوئی بزرگی کمالی نہین الا آنکہ اس سے عاقبت کا تقوی حاصل ہو اور اسمین آمادگی ہے کہ صبر و ثابت قدمی کرنے اور نفس سے مخالفت کرنے مین بڑا درجہ

ملتا ہے۔ یعنی اور تیرے رب کا کلمہ نیک سچی بنی اسرائیل پر پورا ہوا بمقابلہ ان لوگوں کے صبر کے جو انھوں نے دین توحید پر ثابت قدمی کرنے
اور فرعونیوں کے قتل و اذیت میں اٹھایا تھا۔ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ۔ تدمیر یعنے ڈھا دینا
اور ہلاک کر دینا اور ما یصنع سے مراد عمارت و مکانات۔ یعرشون یعنے اونچے ایوان اور محلوں میں جو عمارتیں بلند کرتے تھے کذا روی عن ابن عباس
و مجاہد۔ اور حسن نے کہا کہ جو باغ انگور وغیرہ کے ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے و منہ قولہ وہو الذی انشأ جنات معروشات الآیہ۔ اور اولی یہ ہے کہ ہلاک کرنا
و ڈھا دینا بطور عموم مجاز کے ہو جیسے بولتے ہیں کہ فلاں کا غرور ڈھایا اور یہ محاورہ عرب کا بھی موافق ہے پس جسنے عموم مجاز کو اختیار کیا اسکے
نزدیک فرعون و اسکی قوم کی وہ سب چیزیں جو اپنے تجمل اور تکبر کی تھیں اللہ تعالی نے ڈھا دیں۔ یعنی اور ڈھا دیا ہم نے وہ کہ جسکو فرعون
بناتا تھا اور اسکی قوم اور وہ جو وہ بلند کرتے تھے۔ الحاصل فرعون و اسکی قوم سرکش کافر ظالم کا یہ انجام ہوا اور بنو اسرائیل مطیع ایماندار
مظلوم صابروں کو یہ حوصلہ ملا کہ بجائے ان لوگوں کے حاکم ہوئے۔ ف فی العرائس قولہ تعالی ولما وقع علیہم الرجز الآیۃ۔ اللہ تعالی نے
مفسدوں کے عہد توڑنے کی خبر دی۔ یعنی وہ بھی داخل ہیں جنھوں نے واضح آیات و ظاہر معجزات اور روشن کرامات دیکھکر عہد توڑا
اور بلاؤں میں عذاب چکھنے کے بعد جان بوجھکر انکار کیا حالانکہ رسالت و نبوت و ولایت کو پہچان لیا تھا پس فرعونیوں کا یہ حال تھا کہ
جب ورطہ ہلاکت میں پڑے تو نبی اللہ موسی علیہ السلام سے التجا کی حالانکہ پہلے جفا کر چکے تھے مگر اس التجا و توبہ نے کچھ نفع نہ دیا اور کیونکر نفع دیتی
کہ علم ازل میں انکے حق میں شقاوت جاری ہو چکی تھی پس تیر نحوست انکی نجات میں بسبب انجام کار کارگر ہوا ایسی حال ان لوگوں کا ہے جو مشائخ کے
حق میں رعونت اور بے ادبی سے جفا کرتے ہیں پس عوام سے انکی استعانت کچھ مفید نہ ہوگی۔ قاسم نے کہا کہ جو لوگ اوقات سلامت میں
اسرار اولیاء کی رعایت نہیں رکھتے تو انکو مصیبت کے وقتوں میں اولیاء کی طرف التجا بھی مفید نہ ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ فرعونیوں کو نزول
عذاب کے وقت التجا کرنا کچھ مفید نہوا جبکہ انھوں نے موسی سے مخالفت کی تھی حتی کہ وہ ہوا جو اللہ عز و جل نے فرمایا بقولہ فانتقمنا منہم فاغرقناہم
فی الیم الآیۃ۔ یعنے عذاب و نقمت الہی میں گرفتار ہو کر غرق ہو گئے۔ قولہ تعالی وتمت کلمۃ ربک الحسنی الآیۃ۔ موارد حکمت میں آیت کے معنے سے
اشارہ لیا جاتا ہے کہ کلمہ صفت ازلی ہے اور یہ یوں ہے کہ اوتعالی عز و جل نے انکو سابق علم میں یاد فرمایا کہ عبادت خالصہ کی انکو توفیق ہوگی
اور معرض امتحان میں مقبول ہونگے اور بلا و محنت میں صابر رہینگے اور یہ محض عطاء و رحمت ہے کیونکہ وقوع فعل و جزاء اور صبر و رضا کی
انکے حق میں اوتعالی سے نعمت انکو مل چکی تھی پس وہ انکے وجود سے پہلے محض انعام و فضل سے انپر پوری ہو چکی تھی پس توفیق طاعت و
عطاء معرفت سے یہ کلمہ پورا ہو گیا اور عنایت الہی ازلی کچھ انکے صبر و احتمال ظلم پر معلق نہ تھی بلکہ کلمۃ الحسنی کی بشارت میں سے یہ بات ہے کہ ان
لوگوں سے ایسے افعال صادر ہوئے اگر یہ نہوتا تو وہ کبھی صبر نہ کرتے۔ تو نہیں دیکھتا کہ حق تعالی نے فرمایا۔ وما صبرک الا باللہ۔ پس تمت کلمۃ ربک
الحسنی کے یہ معنے ہیں کہ بدون علت اکتساب کے ان لوگوں پر عنایت ازلی پوری ہوگئی اور اوتعالی کی صفات ازلی کسی علت حدوث کی
محتاج نہیں کیونکہ حادث کو اللہ تعالی کے برگزیدہ کرنے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ قال الجنید رحمہ اللہ طالبوا تمام الکلمۃ بوجود النعمۃ والمواظبۃ
علی الصبر فاستشعروا التثبت بحبائل الوفاء عند من الابلاء لیتم علیہم کلمۃ الحسنی بجمیل الثناء علی الصبر الذی ضمن لہم اتمامہا بالوفاء۔ اور ابو سعید
الخراز نے فرمایا کہ صبر پر مواظبت کرنے سے انھوں نے تمام نعمت کو طلب کیا اور شعور حاصل پایا کہ جس وعدہ کے اتمام کا انسے وعدہ فرمایا ہے
وہ اسوقت تمام ہوگا جبکہ شرائط صبر کو بجا لاویں ان بلاؤں میں جو انپر لازم ہوئی ہیں اسواسطے حق تعالی نے فرمایا کہ کلمہ حسنی انپر انکے بلا میں
صبر کرنے سے تمام ہوا اور انکو میراث ملک دنیا و عقبی عطا ہوئی۔ انتہی ما فی العرائس مترجم کہتا ہے کہ یہاں تک اللہ تعالی نے فرعونیوں کی

تکذیب وبدانجام کو بیان فرماکر بنی اسرائیل کے اخبار بیان فرمائے کہ انھون نے ناشکری سے بعد نجات کے اور اتمام نعمت کے کیا کیا باتین احداث کین اور کیونکر تادیب وسزا پائی فقال تعالے

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ

اور پار اُتارا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہونچے ایک لوگون پر کہ پوجنے مین لگ رہے تھے اپنے بتون کے بولے اے موسیٰ بنادے ہمکو بھی

اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا

ایک بت جیسے اِنکے بت ہین کہا تم لوگ جہل کرتے ہو یہ لوگ جو ہین تباہ ہونا ہے جس کام مین لگے ہین اور غلط ہے جو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

کر رہے ہین

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ اور تجاوز کرادیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے۔ یعنے فرعون مع قوم کو ڈبانے سے پہلے ہمنے بنو اسرائیل کو سمندر سے پار اُتار دیا جیسا کہ پارہ اول مین بیان ہوچکا اور یہان عطف قصہ اتمام کلمہ حسنیٰ کا بنی اسرائیل پر ہے۔ مروی ہے کہ سمندر سے عاشوراء کے روز تجاوز فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکر کا روزہ رکھا تھا حضرت محمد صلعم نے رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا اور حکم دیا ہے بلکہ کہا گیا کہ واجب تھا وثبت بما اخرجہ البخاری وہو من ثلاثیاتہ خطیب نے کہا کہ بنی اسرائیل پر وعدہ پورا ہوا اور اسمین قید تھی کہ فینظر کیف تعملون۔ یعنے تمکو خلیفہ کرکے دیکھے کہ کیسے عمل کرتے ہو۔ مگر بنی اسرائیل نے پہلے ہی سے رعایت نعمت چھوڑنی شروع کی چنانچہ ذکر فرمایا۔ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ اے فمروا علی قوم کانوا مقیمین علی عبادۃ اصنام لہم پس گذرے ایک ایسی قوم پر جو اپنے بتون کی عبادت پر مقیم تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ گائے کی صورت کے بت بنے ہوئے تھے اور یہین سے بنی اسرائیل کے دلون مین ان بتون کی صورت جمی تھی حتی کہ جب سامری نے گوسالہ بنایا تو اسکے فتنہ مین پڑ گئے بعض نے کہا کہ یہ قوم جسکا بیان ہے قوم لخم سے تھے اور سمندر کنارے بستے تھے اور بعض مفسرین نے کہا کہ کنعانی لوگ تھے جنپر جہاد کرنے کا موسیٰ کو حکم تھا۔ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ بنو اسرائیل بولے کہ اے موسیٰ ہمارے واسطے الٰہ بنادے جیسے ان لوگون کے آلہہ ہین۔ بنو اسرائیل سے بعضے مراد ہین سب نہین کیونکہ حضرت موسیٰ کے ساتھ وہ ستر آدمی بھی تھے جنکو مناجات کو جانے کے وقت چھانٹا گیا اور ایسے صالحین بھی تھے کہ انکی شان بالیقین ایسے سوال کی نہین تھی۔ اور لفظ یا موسیٰ سے خطاب کرنے مین انکی جفا وسخت دلی کا اظہار ہے کہ بت بنادینے کی درخواست کے مقابلہ مین اسکا کیا ذکر ہے کہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر دلیلین وآیات معجزات دفرعونیون پر متواتر طوفان وغیرہ کے نشانات دیکھ لیے اور فرعون کے عدم توحید پر غرق ہونے کو جان لینے کے باوجود انتہا درجہ کی جہالت سے یہ سمجھے کہ اللہ تعالے کے سوائے غیر کی عبادت بھی جائز ہے جبکہ الٰہ مقرر کیا جاوے اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام کا جواب نقل فرمایا کہ۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون کو جواب دیا کہ تم ایسی قوم ہو کہ جہالت کرتے ہو۔ یعنے نئی نئی جہالت نکالتے ہو۔ اور تجہلون کا مفعول محذوف ہے یعنی نعمت الٰہی جو تمپر ہوئی اسکے مقابلہ مین جہالت سے غیر خدا کی عبادت مانگی بعض مفسرین نے لکھا کہ مفعول محذوف کرنے مین جہل مطلق کی تعریض ہے کیونکہ جہالت کے واسطے کوئی بات خاص نہین فرمائی۔ اور جملہ بحرف اِنَّ جو واسطے تحقیق کے ہے یہ انکی جہالت کی تاکید ہے کیونکہ بعد معائنہ ومشاہدہ ان آیات کثیرہ کے جو گذر چکی تھین پھر ایسا سوال کرنا سخت بعید تھا اور بہت شنیع تھا۔ فی السراج اسمین حضرت محمد صلعم کو تسلی ہے

کہ مدینہ کی قوم یہود سے جو جاہلانہ قابل تعجب باتین سائنہ کرتے تھے انکو انکے باپ دادون پر قیاس کرنا چاہیے قال المترجم شاید خطیب کا مقصود یہ ہے کہ بعد نزول ان آیات کے مدینہ مین یہ آیتین آپ کیلیے یہود کا حال دیکھنے کے وقت تسلی ہوگئی ہین ورنہ سورہ مکیہ ہے کما عرفت فافہم پھر حضرت موسیٰ کی نصیحت بیان فرمائی کہ جہان بنی اسرائیل کو سمجھایا۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ تبار بمعنے ہلاک اور جو شکستہ برتن ہوگیا ہے۔ ان حرف تحقیق داخل ہے جملہ اسمیہ پر اور ہؤلا مبتدا اور متبر اسم فیہ یعنے ہلاک ہے وہ چیز جسمین وہ پڑے ہین یہ جملہ خبر مبتدا ہے۔ حاصل ترجمہ یہ ہوا کہ البتہ یہ لوگ اس حال مین پڑے ہین کہ جس چیز مین وہ گھسے ہوے ہین وہ متبر ہے۔ فی البیضاوی رح یعنے اللہ تعالے ڈھادیگا انکے اس دین کو جسپر وہ جمے ہین اور انکے بتون کو ریزہ ریزہ کردیگا۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور باطل و مضمحل ہے جو یہ لوگ عمل کرتے ہین کہ ان بتون کی عبادت کرتے ہین اگرچہ اس سے انکی مراد یہی ہو کہ اللہ تعالے سے تقرب حاصل کرین کیونکہ اللہ تعالے کے سواے غیر کی عبادت مین مشغول ہوا تو اُسنے اپنے قلب سے معرفت الٓہی کو زائل کردیا حالانکہ عبادت سے مقصود یہی تھا کہ معرفت حاصل ہو یہین سے کہا گیا کہ جس چیز سے دل پر ہو وہی تیرا معبود ہے لہذا سواے حضرت باری تعالے کے کسی تصور کو اسطرح رکھنا وانہین ہے اور یہ بڑی سخت بلا ہے اسیواسطے اس کلام کو نہایت سخت تاکیدات سے بیان فرمایا۔ فی البیضاوی۔ اس کلام مین بنی اسرائیل کو اس چیز سے جو انھون نے مانگی تھی کمال نفرت دلانے اور تحذیر کرنے کے واسطے یہ تمام مبالغہ کیا کہ ہؤلاء اسم اشارہ کو اَنّ کا اسم کیا اور جسمین وہ پڑے ہین اسکو متبر فرماکر خبر دی اور انکے افعال کے باطل ہونے کی خبر دی اور دونون جملہ جو اِنّ کی خبر واقع ہین انمین خبر کو مقدم فرمایا یعنے ما ہم فیہ متبر مین خبر مقدم فرمائی اور باطل ما کانو العملون مین بھی ایساہی ہے پس تنبیہ ہے کہ اس حال کو ہلاکت ضرور لاحق ہے اور انکے اعمال کو سولے بطلان و نیستی کے کچھ نہین ہے تمام کلام کا حاصل یہ ہے جو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بنو اسرائیل کے جاہلون نے واقعہ فرعون و قبط مین بڑی بڑی آیات و معجزات دیکھنے کے بعد سمندر سے اُتر کر نجات پاکر جہالت سے ایک قوم کو بت پوجتے دیکھکر موسی علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ایساہی بُت بنادیجئے جیسے ان لوگون کے بت ہین۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ تم لوگ عظمت و جلال الٓہی سے جاہل قوم ہو۔ اے نادانو یہ لوگ جس حال مین پڑے ہین یہ خواہ مخواہ ہلاک شدہ ہے اور جن اعمال مین پڑے ہین خواہ مخواہ حبط و نیست ہین امام احمدؒ نے ابو واقد اللیثی سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کو نکلے راہ مین سدرہ پر ہوکر گذرے تو ہین نے کہا کہ یارسول اللہ ہمارے واسطے بھی ایساہی ذات انواط بنادیجئے جیسے کافرون کا یہ ذات انواط ہے اور کافرون کا قاعدہ تھا کہ ایک سدرہ سے اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اسکے گرد اعتکاف کرتے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویساہی سوال ہے جیسا بنو اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٓہا کما لہم آلہۃ تم بھی اپنے اگلون کی راہ پر چلوگے وقد رواہ ابن ابی شیبۃ والنسائی وابن المنذر وابن مردویہ وابو الشیخ والطبرانی وابن ابی حاتم والترمذی وقال حدیث صحیح

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

کہا کیا اللہ کے سواے لادون تمکو کوئی معبود اور اُسنے تمکو بزرگی دی سب جہان پر اور وہ وقت یاد کرو جب بچا نکالا ہمنے تمکو فرعون والون سے دیتے تھے تم کو بُری

الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

مار مار ڈالتے تمھارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمھاری عورتین اور اسمین احسان ہے تمھارے رب کا بڑا

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا۔ اے قال لہم موسی علیہ السلام مجیبا علی وجہ التعجب والانکار اغیر اللہ ابغی لکم الٓہا۔ یعنے موسی علیہ السلام نے

ان لوگون کو انکے اس قول کا کہ ہمارے واسطے ایک آلہ بنا دے یہ جواب بطور تعجب کے انکار کرتے ہوئے دیا کہ کیا اللہ تعالے کے سوائے تلاش کردون مین کوئی آلہ کیونکر بنا دیتا یہ تو تمہاری جہالت ہے مین تلاش بھی ہرگز نہین کر سکتا اور حال یہ ہے کہ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اسنے تمکو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ حاصل آنکہ آلہ کوئی ایسی چیز نہین کہ طلب و تلاش کیجاوے اور بنا لیجاوے بلکہ آلہ تو وہی ایک حضرت رب العزة خالق عز و جل ہے جو ہر بات پر قادر ہے اور ایجاد کرکے زندگی دی ہے اور تمام نعمتین عطا فرمائین اور تمکو تمام عالمین پر فضیلت دی پس وہی اللہ تعالے آلہ معبود ہے جسکی عبادت تمام مخلوق پر واجب ہے پس اسکی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف عدول کیونکر روا ہے۔ اسمین تنبیہ ہے کہ ان لوگون نے نعمت کے شکر کے مقابلہ مین بہت بیہودہ بات زبان سے نکالی کیونکہ اللہ تعالے نے انکو محض فضل سے بدون استحقاق کے انکے ہمسر و ہم مثل لوگون پر تخصیص دی اور ان لوگون نے قصد کیا کہ اللہ تعالے کی مخلوقات مین سے ایک نہایت خسیس چیز سے اسکی جناب مین شرک کرین۔ ذکرہ البیضاوی پھر واضح ہو کہ عالمین پر جو انکی تفضیل نکلتی ہے اُسکے معنے مین دو قول ہین اول آنکہ اللہ تعالے نے انکو انکے زمانہ کے عالمون پر فضیلت دی تھی سوا ایسے اہل علم کے جو از راہ عقل مخصوص ہون مانند انبیاء علیہم السلام کے۔ قول دوم آنکہ اللہ تعالے نے ان آیات و معجزات کے ساتھ انکو مخصوص فرمایا تھا پس مثل اسکے عالمین مین سے اور کسی کو حاصل نہین ہوئین اگرچہ اور لوگون کو ان آیات کے سوائے اور آیات اُنسے بہت بڑھکر حاصل ہوئی ہون مثلاً زید کو عمرو سے علم حساب خوب زیادہ معلوم ہے تو اس خاص فن مین اسکو فضیلت ہے اگرچہ عمرو اسکی بہ نسبت علم اقلیدس و علم مثلث و علم منطق و علوم عربیہ وغیرہ بہت سے علمون مین سے زید سے افضل ہو۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے قول اول اختیار کیا اور یہ فضیلت ان کے زمانہ کے عالمین پر ان امور مین انعام کی وجہ سے قرار دی جو مابعد مین مذکور ہین بقولہ۔ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ اے واذکروا اذ انجیناکم۔ اور ابن عامر کی قرارۃ مین۔ اذ انجاکم۔ ہے یعنے اور یاد کرو اُسوقت کو کہ نجات دی ہم نے تمکو۔ یا نجات دی اُسنے یعنے اللہ تعالے نے تمکو آل فرعون سے درحالیکہ۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تکلیف دیتے تھے اور چکھاتے تھے تم کو بہت سخت عذاب اور وہ یہ ہے کہ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ تقتیل سے یا قتل سے دونون قرارۃ سبعہ مین سے ہین۔ پارہ پارہ کرتے یا قتل کرتے تمہارے لڑکون کو۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ اور زندہ باقی رکھتے تھے تمہاری عورتون کو۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس نجات دینے یا عذاب ہونے مین۔ بَلَآءٌ انعام ہے یا امتحان ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑا۔ بلا بمعنے انعام بھی آیا اور امتحان بھی ہے لہذا یہان دو تفسیر کی طرف اشارہ کیا اور عظیم صفت بلا ہے اور من ربکم اے کائن من ربکم۔ پس ایک تفسیر یہ کہ اس نجات دینے مین انعام بڑا تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ دوم آنکہ اس عذاب مین امتحان بڑا تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ انجیناکم حکایت بزبان موسیٰ ہے اور وہ وقت نجات دینے کا یاد دلاکر بصیغہ تکلم جناب باری تعالے کی طرف توجہ دلائی۔ حاصل آنکہ یہ نعمتین یاد کرکے نصیحت و عبرت نہین لیتے کہ ایسی بات کہی اس سے باز رہو۔ قصہ مین سب کو تنبیہ ہے۔ پھر جو تفسیر مذکور ہوئی یہی موجودہ تفاسیر مین ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور فتح البیان کے مؤلف نے جو لکھا کہ یہ تفسیر اس بنا پر کہ کلام حکایت از موسیٰ ہو۔ اور اگر محمد صلعم کے عصر کے موجودہ یہود کو خطاب قرار دیا جاوے تو یہ معنے کہ اذکروا اذ انجینا اسلافکم یعنے اے موجودہ یہود تم یاد کرو وہ وقت کہ ہم نے تمہارے اسلاف کو نجات دی الخ۔ تو اس تفسیر مین تامل ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور یہود مدینہ مین تھے اور مستثنیات مین یہ آیت مذکور نہین ہے فافہم۔ فی العرائس قال اغیر اللہ ابغیکم الٰہا وہو فضلکم علی العالمین اللہ تعالے نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنو اسرائیل کے جاہلون کا قول رد کر دیا جو انھون نے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ یعنے

تم لوگ انسانیت کے درجہ پر رہو اور عقل کا شرف باقی رکھو اور حیوانیت کے درجہ پر مت جاؤ اس قوم بت پرست کے مانند حالانکہ تم کو اللہ تعالےٰ نے فضل دیا ہے اور توحید و شریعت کو تمھارے لیے پسند فرمایا ہے حاصل آنکہ تم غیر کو معبود بنانے کے لیے ڈھونڈھتے ہو محض خلاف مقتضائے عقل کرتے ہو حالانکہ اوتعالےٰ نے اپنے کرم و رحمت سے عقل دی ہے جو اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی غیر کی بندگی کو قبول نہیں کرتی ہے کیونکہ وہی عقل ملکی ہے کہ قدیم کو حادث سے فرد اور اکیلا بتوفیق الٰہی اعتقاد کرتی ہے اور اس عقل کا وہی خالق ہے جسکی عبادت کرنی چاہتی ہے اور اُسی نے تم کو ایسی عمدہ صورت دی ہے کہ اگر تم اس سے عبرت حاصل کرو تو یقین جان لو کہ اسکا پیدا کرنے و بنانے والا وہی اکیلا پاک پروردگار ہے کوئی اسکا شریک و ضد و ہمتا کچھ بھی نہیں ہے تم کو اسنے یہ فضیلت دی تمام عالمون پر کہ مجھے تم مین رسول کر کے بھیجا ہے اور مین تم پر اللہ تعالےٰ کی نعمتین جو تمھارے مقدر مین پوری کر دونگا شیخ ابو عثمانؒ نے کہا کہ معنے آنکہ بھلا اللہ تعالےٰ کے سوائے تو غیر کو طلب کرتا ہے حالانکہ اسی نے تجھکو تیرے سوائے تمام مخلوقات پر فضیلت دی پس سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر کی طرف خضوع و بندگی کر کے ذلیل ہوتا ہے حالانکہ اوتعالےٰ نے اپنے انعام سے تجھکو اس غیر پر سرفراز کیا ہے پس تو چاہتا ہے کہ ذلیل کے سامنے بندہ بنکر اس سے بھی زیادہ ذلیل و بدتر ہو جاوے اور غضب مین پڑے انتہیٰ۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی موسیٰؑ کو کتاب توریت دینے کا حال ذکر فرمایا جس سے انکو معلوم ہو جاوے کہ کیا کہنا و کرنا و اعتقاد رکھنا چاہیئے اور کیا نہین چاہیئے اور مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے مصر مین وعدہ کیا تھا کہ فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالےٰ تمکو کتاب پاک دیگا پس اب اسکے عطا کو بیان فرمایا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى

اور وعدہ ٹھہرایا ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا اور پورا کیا انکو دس سے تب پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات اور کہا موسیٰؑ نے

لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اپنے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ رہ میری قوم مین اور سنوار اور نہ چل بگاڑنے والون کی راہ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى۔ واعدنا از مواعدت تو اکثر قرا کی قراءۃ ہے اور وعدنا سے بدون الف کے ابو عمرو کی قراءۃ ہے۔ ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً تکلمہ عند انتہاءہا بان یصومہا۔ المعنی وعدہ دیا ہم نے موسیٰؑ کو تیس رات کا کہ ہم کلام کرینگے اس مدت کے پورے ہونے پر باین طور کہ روزے کے ساتھ اس مدت کو پورا کرے پس اگر شرط پوری کی تو ہم کلام کرینگے اور یہ مہینہ ذوالقعدہ کا تھا اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے جسمین سے مجاہدؒ و مسروق و ابن جریج ہین اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت مین دن کو روزے رکھے اور رات مین عبادت کی پھر جب مدت پوری ہونے کو تھی کہ موسیٰؑ علیہ السلام نے روزے کی وجہ سے جو منھ مین ایک قسم کی خلوف ہو جاتی ہے جسکو لوگ اپنے حواس و خیال سے بدبو سمجھتے ہین موسیٰ علیہ السلام نے بھی بمقتضائے بشریت اسکو برا سمجھ کر جس جنگل کے غار مین گوشہ نشین ہو کر عبادت مین تھے وہین ایک درخت کے ریشہ سے مسواک لیکر اس سے مسواک کر لی پس ملائکہ نے کہا کہ ہم آپ کے منھ سے مشک کی خوشبو پاتے تھے اور اُس کو آپ نے بگاڑ دیا اور مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ تو نے نہین جانا کہ روزہ دار کے منھ کے خلوف تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اور دس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تاکہ مع خلوف دہن کے کلام کرنے کو حاضر ہو جیسا کہ اوتعالےٰ نے فرمایا۔ وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے اس مدت کو دس راتون سے۔ اور یہ دس راتین ذی الحجہ کی تھین پس اس قول پر دسوین تاریخ ذی الحجہ کو کلام نصیب ہوا اور اسی روز اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے واسطے دین پورا کیا۔ کما قال تعالےٰ

اليوم اكملت لكم دينكم الآية جیساکہ اسکی تفسیر مین گذرا کہ عرفات مین جمعہ کے روز اسکا نزول ہوا ہے۔ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً
میقات موسیٰ سے کلام کرنے کا وقت وعدہ۔ پس میقات اور وقت مین فرق یہ ہے کہ میقات وہ وقت جسمین کوئی کام مقدر ہوا اور وقت
الشی جو اس کے واسطے ہو عام اس سے کہ کوئی مقدار مقرر ہو یا نہو اور اربعین کو نصب بنا بر آنکہ حال ہے اور لیلۃً اسکی تمیز ہے ای تم بالغا ہذہ
العدۃ۔ اور یہ چالیس یعنے پہلی تیس راتین اور یہ دس راتین ملکر ہوئین اگر کہا جاوے کہ یہ تو ہر شخص جانتا ہے اسکے بیان مین کیا حکمت ہے جواب آنکہ
اتمام بعشر مین ابہام تھا کہ تیس راتین ہی دس سے تمم ہون یا بین طور کہ اول دو دہائی ہون پھر تیسری دہائی سے تمیم ہوئی لہذا چالیس سے
تصریح کرنے مین ابہام دور ہوا۔ ہکذا ذکرہ المفسرون ولم یرض بہ المترجم حق رضا فانہ قلیل الجدوی علی انہ لو قیل بعشر سوا بالزوال الوہم المذکور
فافہم بلکہ اس مین اعلام ہے میقات الرب تبارک وتعالیٰ چالیس ہے اور بعض اہل تحقیق نے ذکر کیا ہے کہ عدد چالیس کے واسطے مقامات
خاص مین ایک تکمیل خاص ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس برس پر نبوت ہوتی ہے اور نظائر اور بھی ہین فصلہ فی المواہب۔ معنے
آنکہ پھر پوری ہوگئی میقات یعنے پورا ہوا موسیٰ سے اسکے پروردگار کا کلام کرنے کا وقت وعدہ درحالیکہ پہونچا چالیس رات تک۔ سورۂ بقرہ مین
ان چالیس کو مجمل ذکر فرمایا ہے اور یہان تفصیل کردی ہے۔ پھر جب میقات پوری ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کو جانے کا قصد کیا
تب اپنے بھائی کو وصیت کی کما قال تعالیٰ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي۔ اخلفنی یعنے کن خلیفتی۔ تو میرا خلیفہ ہوکر رہ
وَأَصْلِحْ امرہم۔ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ تو میرا خلیفہ ہوکر رہ میری قوم مین اور اصلاح کر انکے کام کی۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ
الْمُفْسِدِينَ۔ اور مت پیروی کر مفسدون کے راہ کی۔ اگر کہا جاوے کہ ہارون علیہ السلام بھی نبی بزرگ تھے انکی شان سے نہ تھا کہ
مفسدون کی راہ چلین اور وہ خود اصلاح کرتے اور خود نبی تھے انکو خلیفہ کیا مقرر فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ راہ مفسدین کی پیروی سے یہ
مراد ہے کہ کسی مفسد کی بات مین اسکی موافقت نکرین اور مقصود اس سے تاکید ہے اور ہارون اگرچہ نبی بزرگ تھے مگر اس رسالت مین
موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور انکے مددگار اور وزیر تھے۔ کما حکی اللہ تعالیٰ واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی الآیۃ۔ اور وزیر اصل
نہین ہوتا بلکہ کار سلطنت مین بطور نیابت انجام دیتا ہے تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ انت منی
بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ یعنے تو میرا بھائی رشتہ دار میرا نائب اس کام مین ایسا ہے جیسے حضرت موسیٰ کے نائب ہارون انکے بھائی تھے
پھر بعض مفسرین نے لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات کو کوہ طور کے دامن مین تمام کرنے کے لیے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ کیا تھا چنانچہ
ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھسے تیس راتون کے بعد وعدہ دیا ہے کہ مین ملون اور تمپر مین ہارون کو
خلیفہ کرتا ہون پھر جب موسیٰ روانہ ہوگئے تو وہان میقات مین اللہ تعالیٰ نے دس راتین اور بڑھا دین پس بنی اسرائیل جو سامری کے فتنہ
مین مبتلا ہوے وہ انھین دس راتون کے اندر مبتلا ہوے تھے کما سیاتی القصۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ موسیٰ علیہ السلام وصیت کرکے روانہ
ہوے ف فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ الآیۃ۔ سنت الٰہی عزوجل مین سے یہ بات ہے کہ جب کسی بندے کو کسی
مقام مین مشرف کرنا چاہا جو اسکو حاصل نہ تھا اور قربت ومناجات دینی چاہی اور ملک وملکوت کے عجائب اسپر ظاہر کرنے چاہے تو
اسکو ہر کدورت سے صاف اور ہر قصد وہمت سے خالص فرماتا ہے اور طرح طرح کے مجاہدے سے اسکو مرتاض فرماتا ہے اور اسکے پیٹ کو
کھانے پانی سے خالی رہنے کا حکم دیتا ہے الا اسقدر کہ جس سے اسکی پشت قائم رہے تاکہ غواشی قلب بسبب اسکی شدت گرسنگی کے سوختہ ہوجاوین
اور اسکے قلب سے مقام نظر پاکیزہ ہوا اور آب ریاضت ومجاہدہ سے اسکے جوارح کو طاہر وپاک فرماتا ہے اور زاویہ خلوت مین لطائف

مناجات ومشاہدہ کا مشتاق فرماتا ہے اور اوتعالے عزوجل کی راہ مین اولیاء کے گوش دل کھلتے اور چشم ارواح کشادہ ہونے کے اوقات خاص ہین تاکہ انکو اپنا کلام سُنا دے اور اپنا جلال وجمال دکھلا دے اور ان اوقات مین نسیم مشاہدہ انکے خلوات ومناجات مین انکو پہونچتی ہے اور اسکو وہی لوگ پاتے ہین جو مراقبہ وریاضت مین قائم ہین اور اسی طرف اشارہ ہے فیما یروی بقولہ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا النفحات اللہ اور یہین سے چالیس رات کا چلہ ابتداء حال مین اولیاء اللہ کے حق مین خالص نیت سے خلوت وریاضت وحصول حکمت ازلی واسرار عجیبہ و مکاشفہ غریبہ کے واسطے سنت مقرر ہوگیا ہے کیونکہ انوار وحکمت الٰہی کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہوتا ہے جو اللہ تعالے کے واسطے جملہ اغیار سے حتی کہ اپنے نفس کی پرداخت سے بھی منفرد ہو جاوے ومن ہہنا یروی ان من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔ یعنے چالیس راتین جو شخص خلوص نیت سے اللہ تعالے کی جناب مین عبادت پر قائم رہے اسکے قلب سے حکمت کے چشمہ اس کی زبان پر روان ہوتے ہین۔ پھر جب تیس راتین پوری ہوئین تو لذیذ خطاب سے اور لطف جمال سے وقت پورا نہوا یعنے اسقدر مین تکمیل نہوئی تو اور درخواست کی پس دس راتین اور زائد عطا ہوئین اور یہ انکے غلبہ شوق وعشق ومحبت کا نتیجہ تھا اور یہی فرمایا کہ اتممناہا بعشر پس یہ شہود عین کا تتمہ تھا چنانچہ پوری میقات کو فرمایا کہ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔ اور اربعین سے مراد تواتر حالات اور استقامت بواردات ہے تاکہ اسکے بعد حملہ کشف کا متحمل ہو سکے اور انوار قدم کے ظہور پر مستقیم رہے۔ اور رات کا ذکر اس معنے کر ہے کہ اغیار کی نظر سے اسرار مخفی رہین اور مواصلت صافی ہو پس سبحان اللہ کیا شان ہے رات کی کہ کیا کیا پاکیزہ خطاب سنتی ہے اور کیا کیا لطائف وعجائب دیکھتی ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے وعدے مین ایک میقات اسواسطے مقرر فرمادی کہ شوق وخوف وہیجان ومحبت کا غلبہ ہو۔ ابوبکر بن طاہرؒ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ موسی علیہ السلام جب پروردگار تعالے کی مناجات مین جاتے تھے تو بھوک نہ لگی اور جب خضر علیہ السلام کی ملاقات کو جاتے تھے تو آدھے دن مین بھوکے ہوگئے کما فی قولہ آتنا غداءنا لقد لقینا الآیۃ تو جواب دیا کہ مناجات الٰہی کی ہیبت نے اسکو کھانا پانی سب بھلا دیا اور قصہ خضر کے سفر مین بلا پر بلا زیادہ ہوئی کیونکہ وہ سفر تادیب تھا بخلاف مناجات کے کہ وہ سفر کرامت تھا۔ پھر جب مناجات کے سفر کا قصد کیا تو ہارون کو قوم پر خلیفہ کردیا اور یہ غیرت لسماع اسرار ازل ہے وہو قولہ تعالے وقال موسی لاخیہ ہارون اخلفنی فی قومی الآیۃ۔ ہارون کو شریعت پر خلیفہ کیا اور مقام حقیقت مین خود منفرد ہوگئے کیونکہ حقیقت مین غیر کی گنجائش درمیان مین نہین ہے عشق مین شرکت نہین ہوتی ہے کیونکہ عشق کو عاشق کے وجود پر غیرت ہے صرف معشوق کا باقی ہونا مقتضائے عشق ہے پھر غیر کی کہان گنجائش ہے پس ہارون علیہ السلام نے جو نبی صالح تھے بلا گفتگو اس خلافت کو قبول کرلیا اور کوئی درخواست نہین کی اگرچہ انکے دل مین درگاہ مناجات تک ساتھ حاضر ہونے کا اشتیاق ہوا۔ استادؒ نے کہا کہ فرعون کی طرف بھیجے جانے کے وقت موسیٰ نے خود درخواست کی کہ واشرکہ فی امری الآیۃ۔ اور جب خطاب ومناجات کی طرف قصد کیا تو ہارون سے کہا کہ اخلفنی فی قومی الآیۃ۔ اور یہ علم ورضائے ہارون علیہ السلام پر دلیل ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ ونجیب و نقیب ہوتے ہین مگر انکی یہی علامت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر قدم بقدم چلتے ہین اور انھین کے اُسوہ اور طریقہ کی پیروی کرتے ہین اور آخر انکے طفیل مین صدق ارادت کی وجہ سے درجات پاتے ہین۔ شیخ محمد بن حامدؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ اور انکے خلیفہ کے خلیفہ اسیطرح برابر چلے آتے ہین جو ایک دوسرے کے بعد اُمت مین بسنت اصحاب خلافت کرتے ہین اور طریقہ انکا وہی ہوتا ہے جو اصحابؓ کا طریقہ تھا پس ہر ایک اپنے مطاع کے بعد چونکہ اسی کے طریقہ پر ہوتا ہے اور وہ طریقہ نبوت ہے لہذا سب بسنت نبی علیہ السلام ہوتے ہین اور اُمت والے جس سنت کو ضائع کرنا چاہتے ہین اسکی یہ لوگ حفاظت کرتے ہین اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سب سے اول اس مقام پر حضرت سید المرسلین

صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوئے تھے اور اگر اسطرح خلافت مین اولی بسنت قائم نہوتا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت کی حفاظت اپنے طریقہ پر نہوتی کیونکہ حفظ کسی چیز کا اسکے طریقہ پر منوط ہے اور وہ بعد الہام و علم ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوا چنانچہ مرتدون کے قتال پر آمادہ ہوئے اور مانند اسکے امور صریح ہین۔ **قال المترجم** حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ پہلے ہم لوگون نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کہ مرتد لوگون سے جہاد کیا جاوے مکروہ جانا تھا اور آخرکار جب انجام معلوم ہوا تو ہم نے بہت تعریف کی اور اللہ تعالے کی حمد و ثنا ادا کی۔ **قال الشیخ** پھر جب موسی علیہ السلام کدورات بشریت سے پاک اور شوق و مشاہدہ مین مستقیم ہوئے اور میقات پوری ہوئی تو تعلقات خلائق سے منقطع ہونے کے بعد مقام مناجات آلہی کے واسطے حاضر ہوئے کما قال تعالے

وَلَمَّا جَاۤءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ

اور جب آپہونچا موسی ہمارے وقت پر اور کلام کیا اس سے اسکے رب نے بولا اے رب تو مجکو دکھا کہ مین تجکو دیکھون کہا تو مجکو ہرگز نہ دیکھیگا لیکن

انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ

دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف جو وہ ٹھہرا اپنی جاگہ تو آگے دیکھیگا مجکو پھر جب نمودار ہوا رب اسکا پہاڑ کی طرف کیا اسکو ڈھا کر برابر اور

خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

گر پڑا موسی بیہوش پھر جب چونکا بولا تیری ذات پاک ہے مین نے توبہ کی تیرے پاس اور مین سب سے پہلے یقین لایا

وَلَمَّا جَاۤءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا۔ اے للوقت الذی وعدناہ بالکلام فیہ۔ اور جب آیا موسی ہماری میقات پر یعنے ایسے وقت پر جسمین ہم نے اس سے کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ اور کلام کیا اس سے اسکے پروردگار نے۔ اگر کہا جاوے کہ اوپر کے سیاق سے ظاہر یون تھا وکلمناہ۔ اور ہم نے اس سے کلام کیا۔ تو جواب یہ کہ اسمین صنعت التفات ہے اور تصریح و تاکید ہے کہ کلام اسکے پروردگار ہی نے کیا بدون واسطہ کے اور کلام اسمین آتا ہے۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ اے قال رب ارنی نفسک انظر الیک۔ یعنے کہا کہ اے پروردگار میرے دکھلادے مجھے اپنی ذات کو مین تیری طرف نظر کرون۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ اے لا تقدر علی رویتی۔ فرمایا کہ تو مجھے نہین دیکھیگا یعنے تو مجھے دیکھنے پر قدرت و طاقت نہین رکھتا ہے۔ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ جو تجھسے زیادہ قوی ہے فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ۔ پس اگر پہاڑ اپنی جگہہ پر ٹھہرا رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ تو البتہ تو مجھے دیکھ لیگا ورنہ تجھے طاقت نہین ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ پھر جب تجلی فرمائی اسکے پروردگار نے پہاڑ کے لیے جَعَلَہٗ دَکًّا تو کر دیا پہاڑ کو مدکوک زمین کے برابر۔ حمزہ و کسائی کی قراءۃ مین۔ دکاء بمد ہمزہ ہے اور باقیون کی قراءۃ بالقصر ہے۔ وَّخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا۔ اور گرا موسٰی صعق ہو کر یعنے غشی مین ہو کر فَلَمَّاۤ اَفَاقَ پھر جب افاقہ پایا۔ یعنے غشی سے اور بعض نے جو کہا کہ صعقا بمعنے مردہ ہو کر ہے تو وہ ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ پھر جب اسنے افاقہ پایا۔ قَالَ سُبْحٰنَکَ بولا اے پروردگار تنزیہا لک۔ تُبْتُ اِلَیْکَ مین نے تیری جناب مین توبہ کی ایسی بات کا سوال کرنے سے جسکے مانگنے کا مجھے حکم نہین ہوا تھا۔ یہ اگرچہ گناہ نہ تھا کیونکہ گناہگار کا ایسے مقام پر کیا کام ہے ولیکن بدون اجازت ملنے کے سوال کر بیٹھنا انبیاء کی شان سے خوب لائق نہین ہے اسواسطے توبہ کی کیونکہ حسنات الابرار سیات المقربین ہوتی ہین۔ **قال القرطبی** اُمت کا اجماع ہے کہ یہ توبہ کسی گناہ سے نہ تھی۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور مین مومنون مین سے اول ہون اپنے زمانہ مین کیونکہ ہر پیغمبر اپنے زمانہ مین ایمان مین اول ہے۔ ابن عباسؓ و مجاہدؒ نے کہا کہ مراد آنکہ بنی اسرائیل سے اول ہون ورنہ پہلے حضرت نوحؑ و ہودؑ و صالحؑ علیہم السلام وغیرہ انبیاء گذرے ہین اور ابو العالیہ نے کہا کہ قبل موسٰیؑ کے اور مومن تھے

ولیکن مراد یہ ہے کہ مین اول ایمان لایا ہون کہ قیامت تک تجھکو کوئی نہین دیکھ سکتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول عمدہ وموجہ ہے۔ وقال المترجم
اسکے معنے یہ لیے جاوین کہ اس حالت سے معائنہ کرکے ایمان لانا سب سے اول میرا ہی واقع ہوا ہے تو البتہ موجہ ہے ورنہ دیگر انبیاء علیہم السلام
بھی ضرور ایمان رکھتے ہونگے کہ قیامت تک بالمعائنہ کوئی اللہ تعالے کو نہین دیکھ سکتا ہے فتامل۔ ف واضح ہو کہ آیت کریمہ مین دو مقام ہین
کہ باوجود ظہور کے اہل بدعت ورائے نے اپنی ہوا وہوس سے بیجا تاویلین نکالین اور اعتقاد برحق جسپر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم
اور صلحاء امت قائم تھے اسمین رخنہ ڈالا پس بتوفیق الٰہی یہان دونون مقام مذکور ہوتے ہین الاول فی قولہ وکلمہ ربہ کلام باری تعالے۔ اس
آیت کریمہ سے صریح ثابت ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ کلام کیا موسیٰ سے اسکے پروردگار نے۔ قال المفسرؒ اے کلمہ ربہ بلا واسطۃ کلاما سمعہ من کل جہتہ
یعنے کلام کیا پروردگار نے بلا واسطہ موسیٰ سے ایسا کلام کہ اسکو ہر طرف سے سُنا یعنے اسکے واسطے کوئی جہت خاص نہ تھی۔ زبان عرب مین
تکلیم بلا واسطہ کلام کرنے کو کہتے ہین لہذا مفسرین نے بلا واسطہ کلام کرنے پر قطع کیا ہے۔ یعنے اپنا کلام بدون واسطہ اور بدون کسی کیفیت کے
موسیٰ علیہ السلام کو سنایا اور موسیٰ اور اپنے کلام کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیا پس اسکو موسیٰ علیہ السلام نے سُن لیا اور یہ مراد نہین ہے کہ
موسیٰ کے واسطے اپنا کلام پیدا کیا جسکو موسیٰ نے سُنا کیونکہ اللہ تعالے کا کلام قدیم ہے۔ قال الزمخشری فی الکشاف اللہ تعالے نے
موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا جیسے فرشتون سے کلام کرتا ہے لیکن تکلیم اسطرح کہ بولتا ہوا کلام بعض اجرام مین پیدا کر دیا جیسے مخطوط کلام یعنے لکھا ہوا
کلام لوح محفوظ مین پیدا کر دیا ہے اور یہان ایک شجر مین پیدا کر دیا تھا جس سے موسیٰ نے سُن لیا انتہی اور یہی فرقہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ابن کثیرؒ
نے فرمایا کہ یہ نہایت ہی ضعیف قول ہے اور خطیب ورازی وغیرہ نے کہا بلکہ باطل وخطا ہے اسکے باطل ہونے مین کچھ شک نہین کہ خلاف نص
کتاب وسنت وخلاف اجماع سلف بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام ہے اور نیز درخت وغیرہ کسی جرم کو نہین ہو سکتا کہ یون کہے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا
انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری جیسا کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت مین آیا ہے پس ثابت ہوا کہ معتزلہ کا قول تو باطل ہے اور بعضے حنابلہ وحشویہ نے کہا
کہ اللہ تعالے کا کلام حروف واصوات منقطعہ ہین اور وہ قدیم ہے۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ قول بھی قابل التفات نہین ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ اگر مراد حنابلہ کی یہ ہے کہ حروف واصوات منقطعہ سے یہی معنے ہین جو مفہوم ہوتے ہین مع کیفیت کے تو امام رازی کا قول
صحیح ہے کہ قابل التفات نہین ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکی کیفیت سے آگاہی نہین تو حروف واصوات کی تفصیل بیفائدہ ہے اور بعض نے کہا کہ
حنابلہ کے قول کے یہ معنے کہ حروف واصوات قدیمہ قائم بذاتہ تعالے کو سنا بایں طور کہ موسیٰ علیہ السلام مین ایک ادراک پیدا کر دیا ہے اس سے
موسیٰ نے سُن لیا۔ اور یہ معنے باوجود اسکے کہ حنابلہ سے ثابت نہین ہوئے اسمین خلل ظاہر ہے کیونکہ حروف واصوات کا ذات باری تعالے کے
ساتھ قائم ہونا متصور نہین اور اگر کیفیت سے قطع نظر مراد ہے یعنے ہمکو کیفیت نہین معلوم تو پھر صفت کی طرف رجوع ہے لہذا حروف واصوات
کا بیان بیفائدہ ہے علاوہ برین کوئی ادراک جدید پیدا کر دینا خلاف منصوص ہے اور مسقط کمال ہے کیونکہ بعد اس وقت کے وہ ادراک
باقی نہین رہا فافہم اور مدارک مین لایا کہ امام الہدیٰ شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سُنی جو کلام الٰہی پر دلالت
کرتی تھی اور موسیٰ کا اختصاص اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے اسکو ایسی آواز جسکو خود پیدا کیا ہے سنا دی بدون اسکے کہ یہ آواز مخلوق مین سے
کسی کی مکتسبہ ہو اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ مآل اسکا یہ ہے کہ موسیٰ نے درحقیقت کلام الٰہی نہین سنا علاوہ برین کلام بواسطہ ہوا اور تکلیم
بلا واسطہ ہے پس معتزلہ کے قول کے مانند ہے حتی کہ جو معتزلہ پر وارد ہے وہی اسپر بھی وارد ہے۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر علماء متکلمین واہلسنت کا
قول یہ ہے کہ کلام الٰہی ایک صفت ہے جو ان حروف واصوات کی مغائر ہے اور اللہ تعالے سے یہ صفت حقیقیہ ازلیہ سمعی وادراک کی

باین طور کہ اللہ تعالےٰ نے حجاب کو دور کر دیا اور جیسے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کا دیدار ہونا جائز و صحیح ہے حالانکہ وہ جسم نہین اور نہ عرض ہی اسیطرح
اسکی صفت کا دیدار اور کلام کا سماع جائز و صحیح ہے اگرچہ وہ حروف و اصوات نہین ہے اور یہ جو مروی ہوا کہ موسیٰ اس کلام کو ہر جہت سے سنتے
تھے اسمین تنبیہ ہے کہ اوتعالےٰ کا کلام قدیم ہے اور وہ مخلوق مین سے کسی کے کلام کے مانند نہین ہے۔ قال المترجم یہ قول جید و قوی ہی اور
مآل اُسکا یہ ہے کہ کلام آلہی ایک صفت قدیم قائم بذاتہ تعالےٰ ہے پس اسکا سماع حاصل ہوا اور کیفیت اسکی بالکل معلوم نہین جیسے اللہ تعہ کی
دیگر صفات و ذات کی کیفیت معلوم نہین ہے۔ اور صاحب مواقفؒ نے کہا کہ علماء اشعریہ نے جو یہ سمجھا کہ صفت قائم بذاتہ تعالےٰ فقط معنے ہین
اور وہی فقط صفت قدیم ہین اور رہی عبارات تو وہ مجازاً کلام ہین درحقیقت نہین ہین تو یہ سمجھنا صحیح نہین ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مصحف مین
جو لکھا ہے اگرچہ وہ نقوش و خط حادث ہین لیکن جسکو حفظ ہے وہ درحقیقت کلام اللہ تعالےٰ کا حافظ ہے حتی کہ جو پڑھا جاتا ہے اگر کوئی انکار
کرے کہ یہ کلام آلہی نہین تو وہ کافر ہے اور شیخ اشعریؒ نے جو کہا کہ کلام نفسی وہ معنے نفسی ہین تو مراد یہ ہے کہ امر قائم بذات باری تعالےٰ ہین
اور یہ لفظ و معنے دونون کو شامل ہین اگرچہ تلفظ کرنے مین بسبب اسکے کہ جو قوت ہم مین ہے وہ مساعد نہین خواہ مخواہ اس سے تقدیم و تاخیر
واقع ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ جس صفت سے کہ وہ قائم بذات باری تعالےٰ ہے کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہے اور یہی محمد بن عبد الکریم الشہرستانی
نے نہایۃ الاقدام مین اختیار کیا ہے پس محصل یہ ظاہر ہوا کہ کلام آلہی ایک صفت قدیم ہے اور وہ قائم بذاتہ تعالےٰ ہے اور وہ الفاظ و معنے
دونون کو شامل ہے اور جیسے ہم لوگون کے تلفظ مین تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اس سے وہ پاک و بری ہے پس اسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا
باین طور کہ اوتعالےٰ نے حجاب مرتفع کر دیا اور بلا کیفیت اور بدون جہت سنا ہے اور ایک جماعت سلف و خلف نے صفت کلام آلہی کی تاویل
مین خوض نہین کیا اور کہا کہ اوتعالےٰ متکلم ایسے کلام قدیم سے ہے جو اُسکی ذات پاک کے لائق ہے اور وہ کلام مخلوق سے مشابہ نہین ہے جیسے
اسکی ذات پاک و صفات پاک کسی چیز سے مشابہ نہین ہین اور انبیاء علیہم السلام سے متواتر ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ متکلم بکلام ہے پس ہم اسپر ایمان
لاتے ہین اور اسکی کیفیت مین بحث نہین کرتے کیونکہ اوتعالےٰ اعلیٰ و اجل ہے اس سے کہ کوئی اسکی ذات و صفات کی کیفیت ادراک کرسکے پس
معنے قولہ تعالےٰ فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ پھر جب آیا موسیٰ ہمارے وعدہ کلام کے وقت مقررہ پر اور بلا واسطہ کلام کیا اس سے اس کے
پروردگار نے ایسا کلام جو مخلوق کے کلام کے مانند حرف و آواز نہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے حجاب مرتفع کیا کہ اپنے صفت قدیم قائم بذات آلہی
عزوجل سے سنا۔ پھر واضح ہو کہ یہ سماع کلام فقط موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا کیونکہ کلمہ ربہ مین موسیٰؑ کی تخصیص و تشریف ہے اور تخصیص بذکر
دلالت کرتی ہے نفی ماعدا پر جیسا کہ اپنے موقع پر متقرر ہو چکا ہے۔ اور خطیب نے لکھا کہ قاضی نے کہا کہ نہین بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان ستر
بیضاوی ۱۲
آدمیون نے بھی سُنا جو قولہ تعالےٰ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا الآیۃ سے ساتھ معلوم ہوئے ہین کیونکہ انکے حاضر لانے سے غرض یہی تھی
کہ قوم کو یہان کے ماجرے کی خبر دیوین۔ و قال المترجم ظاہر یہ ہے کہ مواقیت متعدد تھے اور یہان اول میقات کا ذکر ہے پس کوئی ساتھ نہ تھا
جیسا کہ بعض کا قول ہے اور شاید کلام قاضی اس بنا پر ہے کہ ایک ہی میقات واقع ہوئی ہے جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔ بالجملہ
علماء نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام پروردگار کو سُنا تو غایت حلاوت سے بدون اجازت کے دیدار کا سوال کیا کما قال تعالےٰ
قال رب ارنی انظر الیک۔ اور اس مین دلالت ہے کہ دیدار باری تعالےٰ جائز ہے اور یہی مقام دوم ہے اس مسئلہ مین اسلام کے فرقون
مین سے سوائے اہل السنۃ کے سب گمراہ و منکر ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ کا دیدار محال ہے اور یہ لوگ مخالف سنت بلکہ مخالف انبیاء علیہم السلام
ہین کہ جو انھون نے خبر دی اس سے بیجا تاویل کرکے انکار کرتے ہین اور اپنی ناقص عقل و رائے کی پابندی مین پڑکر سنت سے منکر ہوتے ہین اور

منشا اس گمراہی کا جاہل ومقائیس ہین جو شیطان کا اصل مادہ فساد تھا حالانکہ بدلائل قطعیہ منصوصہ دیدار باری تعالے ثابت ہے چنانچہ مترجم کا اسمین ایک رسالہ مستقل ہے ولیکن یہان مختصر طور پر وہ دلائل جو اس مقام سے متعلق ہین لاتا ہے۔ اول آنکہ اس سوال موسی علیہ السلام مین دیدار باری تعالے جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اگر دیدار محال ہوتا تو موسیٰ اسکو طلب نہ کرتے کیونکہ وہ نبی تھے اور انبیا علیہم السلام سے محال بات کا طلب کرنا محال ہے خصوص ایسی چیز مین جو اللہ تعالے کے ساتھ جہالت کو مقتضی ہو یعنے اگر دیدار محال ہونا تو لازم آتا ہے کہ موسیٰ کو بدیہی معرفت الٰہی سے جہالت تھی کہ ایسی بات طلب کی جو اسکی شان مین محال ہے پس ثابت ہوا کہ دیدار باری تعالے ممکن ہے اگر کہا جاوے کہ ممکن تھا تو حاصل کیون نہوا جواب یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی نظر مین یہ استعداد نہین ہے کہ دیکھ سکے پس آخرت مین اللہ تعالے کے وعدہ پر دیکھینگے جیسا کہ قولہ تعالے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ سے ثابت ہے اور بہت سی صحیح احادیث جو بدرجہ تواتر پہونچی ہین انمین مصرح ہے کہ مومنین قیامت مین اپنے پروردگار تعالے کو بلا حجاب دیکھینگے جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر مین انشاراللہ تعالے مذکور ہونگی اور سلف صالحین سب کا اس امر پر اجماع تھا جیسا کہ وہین انشاراللہ تعالے بیان ہوگا۔ قال النسفی والبغوی ہذا السوال دلیل لاہل السنۃ علی جواز الرویۃ فان موسیٰ اعتقد ان اللہ تعالے مرئی حتی سالہا واعتقاد جواز مالایجوز علی اللہ تعالے کفر فثبت انہ جائز انتہی۔ فان قیل کانت وقوعہا مستحیلا فیلزم ما الزم۔ قلت ان ارید انہ مستحیل مطلقا فممنوع لما عرفت من الجواز وان ارید انہ مستحیل من جہۃ انہ لم یحصل اسباب الرویۃ او من جہۃ انہ تعالے وعدہا فی الآخرۃ فمسلم ولکن لا یلزم اعتقاد جواز مالا یجوز وہذا ظاہر۔ واجاب فی المعالم انہ سالہ ظنا منہ انہ یجوز ان یری فی الدنیا ایضاً۔ اور کشاف مین زمخشری معتزلی نے بربنا مذہب اعتزال کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ دیدار باری تعالے محال ہے لیکن یہ سوال انکا اپنی قوم کو چپ کرنے وسمجھانے کے واسطے تھا جو کہتے تھے کہ ارنا اللہ جہرۃ یعنی ہم کو اللہ تعالے کو عیانا دکھلا دے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ یہ خطا ہے اسواسطے کہ اگر رویت مستحیل تھی تو واجب تھا کہ انکی تجہیل کرتے جیسے جب انھون نے بت مانگا تھا تو انکو قوم جاہل کہا تھا اور انکا شبہہ دور کیا تھا نسفی نے کہا کہ جو چیز اللہ تعالے پر محال ہے اسکی تقریر کرنا بھی کفر ہے حالانکہ موسیٰ نے سوال مین اسکے تقریر کی پس ثابت ہوا کہ محال نہین ہے۔ معتزلہ مین سے کعبی واصم نے جب دیکھا کہ قوم کو سمجھانے کی تاویل نہین بنتی ہے تو کہا کہ سوال کے معنے یہ ہین کہ رب ارنی آیۃ منک اعلمک بہا بالضرورۃ کانی انظر الیک۔ یعنے اے رب تو مجھے اپنی طرف سے ایک آیت دکھلا دے جس سے بالضرورۃ مین تجھے جان جاؤن گویا کہ مین تیری طرف دیکھتا ہون۔ اور رد کر دیا گیا کہ حضرت موسیٰ نبی اولوالعزم تھے کیا انکو یقین نہ تھا اور پھر انھون نے مستحیل طور پر جو جائز نہین ہے یہ کلام کہا حالانکہ اگر کفر نہین تو حرام ہے جو انبیا پر روا نہین ہے علاوہ برین یہ معنے خلاف نظم ہین جو تحریف ہوتی ہے پس وہ رد انہین ہے لہذا صحیح ہوا کہ سوال امر جائز کا تھا اور دیدار باری تعالے دنیا مین جائز ہے اور قیامت مین واقع ہوگا۔ کشاف مین کہا کہ جواب اسکا استحالہ پر دلالت کرتا ہے یعنے قولہ تعالے لن ترٰنی بیضاویؒ نے جواب دیا کہ جواب سے محال ہونے پر دلیل لانا نہایت سخت غلطی ہے اسواسطے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ تو مجھے نہ دیکھیگا۔ پس یہ تو اس بات پر بھی دلالت نہین کرتا کہ کبھی نہ دیکھیگا یا کوئی اور سولے تیرے نہ دیکھیگا پھر محال ہونا تو اس سے بڑھی ہوئی بات ہے اور یہ کہنا کہ بالضرورۃ یہ محال ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ پوری جہالت ہے یا خواہ مخواہ انکار ومکابرہ ہے نسفیؒ نے کہا کہ استحالہ کیسا یہ تو خود جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے یہ نہین فرمایا کہ لن اُرٰی مین دیکھا نہین جاتا ہون بلکہ یون فرمایا کہ تو نہین دیکھیگا اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو دکھا دیتا پس اگر اللہ تعالے کا دیدار جائز نہوتا تو فرماتا کہ مین مرئی نہین ہون اسواسطے کہ یہان بیان کی حاجت ہے اور اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ کو نہ مایوس کیا اور نہ عتاب کیا اور اگر محال ہوتا تو عتاب فرماتا جیسے نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کی بابت

عتاب کیا تھا کیونکہ وہ بالفعل ممنوع تھا اگرچہ امکان ذاتی ہو۔ معالم میں کہا کہ لن ترانی کے معنے یہ ہیں کہ دنیا میں چشم فانی سے کوئی بشر مجھ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ آخرت میں چشم باقی سے دیدار نصیب ہوگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ دنیا کا کوئی جاندار مجھکو نہیں دیکھیگا مگر آنکہ مر جائیگا اور کوئی تر نہیں دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا۔ قلت اسکو ابونعیم نے حلیہ میں کئی طرق سے آثار میں روایت کیا ہے۔ لالکائی نے سنہ میں ابن عمر و ابوہریرہ سے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ انکم لن ترون ربکم حتی تموتوا۔ تم اپنے پروردگار کو نہ دیکھو گے یہانتک کہ مر جاؤ۔ یعنے بعد مرنے کے اگر مومن ہو تو دیکھو گے پس نہ دیکھنے کی انتہا موت ہے۔ منکروں نے کہا کہ حرف لن واسطے نفی تابیدی کے ہے یعنے ابد تک کبھی نہ دیکھیگا اور اسمیں نفی کی تاکید ہے پس جب اسکی نفی ہوئی تو عدم جواز ثابت ہوا اور نہیں تو عدم وقوع لازم ہوا جواب دیا امام واحدی نے کہ لن کے یہ معنے کہ نفی تابیدی ہے محض جھوٹ ہے اہل لغت میں کسی نے نہیں لکھا اور نہ اسپر کوئی کتاب معتبر شاہد ہے اور نہ کوئی نقل صحیح پائی جاتی ہے منکروں نے اپنے باطل اعتقاد کے واسطے یہ افترا باندھا ہے بلکہ کتاب الٰہی شاہد ہے کہ لن برائے نفی تابیدی نہیں۔ امام بغوی نے کہا کہ لن نفی تابید کے واسطے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے حق میں کہا کہ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت الآیۃ یعنے موت کی تمنا نہ کرینگے پھر قیامت میں انکے حال کی خبر دی کہ تمنا کرینگے۔ کما قال تعالیٰ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک الآیۃ۔ اور فرمایا کہ تمنا کرینگے یا لیتہا کانت القاضیۃ الآیۃ پس ثابت ہوا کہ لن میں نفی تابیدی نہیں الا بدلیل خارجی کما فی قولہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ کہ وہاں دوسری دلیل سے ثابت ہوا کہ بت کبھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکینگے۔ فان قلت ابدا فی قولہ ولن یتمنوہ ابدا تاکید معنوی قلت التاسیس اولی من التاکید۔ فالمصار الی الترجیح مع امکان الحمل علی الراجح وبہذا بطل ان یاولوا الآیۃ بتخصیصہا بغیر الیہود۔ فان قلت الابد من التخصیص اذ لن مع قولہ ابدا یخرجہم بالضرورۃ والا لوقع التناقض قلت الابد یضاف الی القدر الممکن للمضاف الیہ کما فی قولہ یا موسیٰ انا لن ندخلہا ابدا ما داموا فیہا الآیۃ۔ فالمراد انہم لا یتمنون الموت ما وسعہم فانہم بعد الموت الموقت لایسعون لتمنی الموت لانقطاع القدرۃ علی الافعال فافہم۔ خلاصہ یہ کہ لن ترانی سے استحالہ نہیں نکلتا پس معنے یہ کہ لن ترانی فی الدنیا۔ یا لن ترانی بعین فانیۃ۔ یا لن ترانی انت بقدرتک یعنے تو اپنی طاقت سے نہیں دیکھ سکتا اور قیامت میں باکرام الٰہی دیکھ سکیگا۔ یا لن ترانی بالسوال۔ یا لن ترانی الی وقت موتک۔ پس ان امور کے ساتھ کیونکہ دوسری آیت سے تناقض ہوگا جسمیں قیامت میں دیدار حاصل ہونا صریح ہے۔ اور محال کیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے استقرار پر دیدار حاصل ہونا مشروط کیا بقولہ ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ اسمیں صریح دلیل ہے کہ دیدار باری تعالیٰ ممکن ہے اور تقریر اسکی علامہ نسفی و امام بغوی نے لکھی کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار کو پہاڑ کے مستقر رہنے پر معلق کیا اور پہاڑ کا مستقر رہنا ممکن ہے پس دیدار بھی ممکن ہے کیونکہ جو چیز کسی ممکن چیز پر مشروط ہو وہ اسکے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے اگر کوئی چیز کسی امر محال پر معلق ہو تو اپنے محال ہونے پر دلالت کرتی ہے اور پہاڑ کا استقرار ممکن ہونا اس دلیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے اسکو مدکوک کر دیا اور اگر نہ کرتا تو نہوتا اور اللہ تعالیٰ نے جو امر ایجاد کیا وہ اگر نہ ایجاد کرے تو نہوا اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو ایجاد نکرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر اور مختار ہے جو چاہے کرے یا نہ کرے پس ممکن تھا کہ نہ مدکوک کرتا کیونکہ مختار ہے پس دیدار جو اس ممکن پر معلق ہے وہ بھی ممکن ہوا۔ علاوہ بریں تجلی کے وقت پہاڑ کا ٹھہر رہنا ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پہاڑ میں ایسی قوت پیدا کر دے کہ وہ ٹھہر رہے پس ممکن پر جو معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے پس دیدار محال نہوا۔ توضیح اسکی وہ ہے جو امام رازی نے بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے فان استقر مکانہ فسوف ترانی میں دیدار کو مشروط کیا پہاڑ کے استقرار پر یعنے اگر پہاڑ مستقر رہے تو تجھکو دیدار حاصل ہوگا پس پہاڑ مستقر رہتا تو دیدار

واقع ہوتا اور مستقر نہ رہا تو دو حال سے خالی نہین یا تو مستقر رہنا محال تھا تو دیدار بھی محال ہوگا یعنے ہو ہی نہین سکتا۔ اور اگر مستقر رہنا ممکن تھا تو دیدار ہوسکتا ہے اگرچہ واقع ہوا۔ پس ہم کہتے ہین کہ پہاڑ کا استقرار محال نہین بلکہ ممکن ہی اسلیے کہ پہاڑ کا استقرار تین حال سے خالی نہین یا تو واجب ہے یا ممتنع ہے یا ممکن ہے اول و دوم دونون شق باطل ہین تو تیسری شق صحیح ہے بطلان اول اسلیے کہ واجب ہوتا تو زائل نہوتا کیونکہ واجب وہ ہے جو کسی حال مین کبھی زائل نہو چنانچہ حضرت حق تعالے عزوجل کے سوائے کوئی چیز واجب نہین ہے۔ ممتنع بھی نہین کیونکہ ممتنع وہ ہے جو کبھی کسی حال مین نہ پائی جاوے حالانکہ پہاڑ پہلے مستقر تھا پس تیسری شق ضرور باقی رہی وہی صحیح ہے۔ اعتراض کیا گیا کہ جس حال مین پہاڑ مستقر نہ تھا تب شرط ہوا پس شرط محال ہے تو مشروط بھی محال ہے بدین دلیل کہ شرط ہونے کے حال مین وہ پہاڑ متحرک تھا یا ساکن تھا اگر ساکن تھا تو مشروط پایا جانا چاہیے اور جب نہ پایا گیا تو وہ ضرور متحرک تھا وقت شرط کے۔ امام رازیؒ نے جواب دیا کہ کلام اسکے وقوع مین نہین بلکہ امکان مین ہے باعتبار اسکی ذات بدون لحاظ کسی امر کے حیث قال والجواب ان الکلام فی استقرارہ من حیث ہو ہو فان اعتبار حالۃ الشئ من حیث ہو مغائر لاعتبار حالہ بشرط کذا فان الشئ علی شرط الوجود واجب وعلی شرط عدمہ ممتنع ومن دونہما من حیث ہو ممکن فلک استقرار الجبل فی نفسہ ممکن۔ وقال العلامۃ التفتازانی وایضا لانم امتناع استقرار الجبل حال الحرکۃ لان توارداحدہما علی الآخر ممکن فیمکن ان یستقر ولایتحرک وانما المحال وجودہما معا وہو غیر لازم فاذا ثبت بطلان الامتناع ثبت انہ فی نفسہ ممکن فاذا کان ممکنا وہو شرط للرویۃ صار المشروط اے الرویۃ ممکنا فبطلت الاستحالۃ۔ اور جب استحالہ باطل ہوا بلکہ ثابت ہوا کہ دیدار حاصل ہونا ممکن ہی تو امام رازیؒ نے کہا کہ بعد اسکے یقین کرنا واجب ہے کہ مومنین کو قیامت مین حاصل ہوگا کیونکہ اُمت اسلامیہ مین دو ہی قول والے ہین ایک وہ کہ دنیا و آخرت دونون جگہہ محال کہتے ہین۔ دوم وہ کہ دنیا مین جائز اور آخرت مین واقع کہتے ہین پس جب محال ہونا باطل ٹھہرا تو دوسرے قول پر اجماع ہوا کیونکہ تیسرا قول کسی کا نہین پس تیسرا قول کوئی نکالے تو باطل ہوگا۔ وقال المترجم الاولی فی استدلال الوقوع ان یقال اذا ثبت ان الاستحالۃ باطلۃ وجب القول بالوقوع بدلیل قولہ تعالے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ الآیۃ۔ فان ہذہ الآیۃ تدل علی الوقوع بالنص اذ حاجۃ التاویل عند المأولین انما ہی دلیل الاستحالۃ الذی قرن بالمرجوح فاذا بطلت الاستحالۃ وجب المصیر الی المعنے الراجح الذی ہو وقوع رویۃ اللہ تعالے اذ القول بالمرجوح مع الامکان بالراجح غیر جائز فثبت وقوعہا بالنص ہذا ہو المقصود فللہ الحمد والمنۃ وبسط الکلام فی رسالۃ المترجم۔ پھر واضح ہو کہ قولہ فلما تجلی ربہ للجبل۔ کی تفسیر مین امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسقدر نور سے تجلی فرمائی آپ نے اپنی چھنگلیا کا اوپر کا ذرا سا کنارہ بتلایا۔ وقد رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والحاکم وقال علی شرط مسلم ورواہ الطبرانی ایضا وقال المفسر اسنادہ جید وقد رواہ الحاکم لہ شاہد عن ابن عباس۔ علامہ نسفیؒ نے لکھا کہ شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے فرمایا کہ جبل کے واسطے تجلی کرنے کے معنے وہ ہین جو شیخ اشعریؒ نے بیان فرمائے ہین کہ اللہ تعالے نے پہاڑ مین قوت دیدار و علم پیدا فرما دی تھی یہانتک کہ اُسنے رب تعالے کی تجلی کو دیکھا او رتاب نلاکر مدکوک کیا گیا اور اسمین صریح تنصیص ہے کہ او تعالے شانہ کا دیدار ہوگا انتہی کلامہ۔ معالم مین کہا کہ سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالے نے ستر ہزار پردون سے درم کے برابر نور ظاہر فرمایا پس پہاڑ کو مدکوک کر دیا یعنے با خاک برابر کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ پہاڑ کے حق مین قوت دیدار پیدا کرنے کی تاویل بلا ضرورت ہے کیونکہ مفسرین سلف مین سے ایک بڑا گروہ اسطرف گیا ہے کہ پہاڑ وغیرہ چیزین اللہ تعالے کی معرفت رکھتی و توحید۔ و تسبیح و تحمید کرتی ہین اور سابق مین یہ تحقیق گذر چکی ہے یہان اعادہ نہین کیا جاتا پھر پہاڑ یہ کوہ طور ہے اور ثبیر وغیرہ نہین ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث صعقۃ الطور سے جو اس آیت کی تفسیر مین ہی معلوم ہوتا ہے ف

ثانیہ۔ فی العرائس قولہ تعالے ولما جاء موسی لمیقاتنا میقات کی وہان کیا گنجائش ہے وہان شام وصبح کہان ہے ازل اسکا ابد ہے اور ابد اسکا ازل ہے مراد آنکہ اپنی ہر مراد سے منفرد ہو کر اپنی پوری تربیت پر پہونچا تا کہ اسکو دریاے قدم کی روانی مین اور ازل کے دھارے مین کھڑے ہونے کی گنجائش حاصل ہو اور عظمت کے سامنے استعداد بقار ہو اور اگر او تعالے اسکو اپنے انوار قرب سے لباس نہ پہناتا تو اپنے رب کی میقات مین پگھل جاتا۔ اسکو اپنی مراد پانے کے واسطے ایک وقت مین بتلایا اور یہ علت بقار بشریت ہے ورنہ ہر نفس کو اسکا ایک وقت اور کشف ہے۔ جاء لمیقاتنا مین احتجاب از میقات ہے اور اگر جاء لنا ہوتا تو احتجاب بالکل نہوتا پردہ شب مین اپنے حبیب علیہ السلام کو معاینہ ملکوت کے واسطے لیا اور کچھ میقات نہ تھی۔ اور اسری بعبدہ مین اسکو اپنی طرف لیا حتی کہ اسکے حق مین زمانہ ومکان کچھ نہ تھا کیونکہ وہ بحر قدم کے دیدار مین مستغرق اور بلا سوال واصل ہوا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان نہ کچھ حرکت تھی اور نہ اشارہ اور نہ عبارت حتی کہ اسکے اور پروردگار کے درمیان کوئی وقت وزمانہ ومکان نہ تھا اور جو کچھ اپنی طرف سے تھا فرمائی اس سے دکھلایا اور لپنے دیے کانون سے سنایا۔ نبی کلیم اللہ کو ازل مین اپنے خطاب کے واسطے خاص فرمایا۔ کما قال تعالے وکلمہ ربہ جبکہ کلیم علیہ السلام کے مسامع اسرار مین حدیث نفس ووسواس باقی نہ رہے تو اسکے سمع کو قوت ازلی کا لباس دیا اور اپنا کلام سنا دیا اور اگر یہ بات نہوتی تو کیونکر کلام قدیم سن سکتے تھے حالانکہ حدوث کے کان تھے۔ کلمہ ربہ مین اپنے فضل کا اشارہ ہے کہ جب موسی بصفت شوق وہیمان وعشق وہیجان آیا تو او تعالے جل جلالہ کی طرف سے یہ فضل ہوا کہ پروردگار نے کلام فرمایا اور موسی اپنی خودی سے فانی ہوے اور موقف فنا مین حضرت عظمت وقدم وبقار مین متحیر فانی کھڑے ہوئے کچھ نہ جانا کہ مین کون ہون اور کیا ہون اور کیا چاہتا ہون اور کہان جاتا ہون نہ مکان ہے نہ زمان بجز او تعالے کے علم مین وہ ذہاب الذہاب کے مرتبہ مین مقر رہا اور بالبداہتہ اس سے او تعالے عزوجل نے کلام فرمایا پس سر موسی ہوا رہویت مین پرواز کر گیا اور روح موسی آسمان بقار ودوام مین اڑی اور عقل موسی میدان ناپیدا کنار احدیت مین اور قلب موسی انوار وحدانیت مین پرواز کر گیا اور مانند معدوم کے ہو گیا۔ پہلا کلام تعظیم وہیبت ہے اور دوسرا کلام لطف وبسط ہے پس کلام اول مین فنا ہوئے اور دوسرے مین باقی ہوے اور اگر لطف وکرم الٰہی شامل حال نہوتا تو اول ہی خطاب مین نیست ونابود ہو جاتے ولیکن لطف سے اپنے بندہ برگزیدہ کلیم کو اپنے عجائب کلام سے سنایا تا کہ اسکو معرفت تمام عطا کرے کیونکہ کلام اسکا مفتاح خزائن صفات وذات ہے۔ اور اگر ازلی لطف بحال موسی ع نہوتا اور تمام عمر کلام روحی والہام مین رہے تھے اور ہر دم اسی مین گذرا تھا تو بداہتہ خطاب کے وقت نابود ہو جاتے اور کوئی اثر باقی نہ رہتا اور لذت وحلاوت کلام سے اثر نہ رہتا۔ کاش اگر مجھے زبان ازلی ملے تو مین اس لذت خطاب کا وصف بیان کرون اسکو کون سمجھیگا جسنے کبھی اسکا مزہ نہین پایا۔ پھر جب موسیٰ کا وقت اس لذت خطاب سے پاکیزہ ہوا اور بحر وصال سے غرق شوق ہوئے تو مزید قرب وکشف مشاہدہ کی درخواست مین بیخود ہو گئے اور بسط وانبساط مین قدم اٹھائے اور چہرہ محبت سے نقاب حیا دور کر کے جرأت کے میدان مین قدم رکھا حتی کہ یہ حال ہوا جو او تعالے نے ذکر فرمایا۔ قال رب ارنی انظر الیک مواجید وصال کا اسپر غلبہ ہوا اور رسم کے پردہ سے نکلکر مقام عشق وبیہوشی مین رسوم ادب سے جرأت کی اس بیہوشی سے مقام دنو الدنو اور شہود عین العین کے خواستگار ہوے کیونکہ نسیم مشاہدہ سے خنکی وصال پا کر قرار نرہا اور کب بیقرار عشق کو تاب رہتی ہے جب فنا ہوے وابرح مایکون الشوق یوما + اذا دنت الخیام من الخیام بیتابی شوق پوچھیے کیا + خیمہ سے ملا ہوا ہے خیما + واللہ اگر موسی علیہ السلام نے کشوف غیب پردۂ التباس صفات مین نہ دیکھا ہوتا اور ہر ذرہ سے مرآۃ وجود کو تجلی التباسی مین نہ پایا ہوتا تو مشاہدہ صرف کی طرف راہ نہ پاتا اور واللہ اگر دیدار حق ابصار بنظر معرفت نہوتا تو موسے ع

اس چیز کی درخواست نہ کرتا جو چشم مخلوق سے خفیہ ہے ؎ فلولا رجاء الوصل ماعشت ساعۃ + ولولا مکان الطیف لم اتہجع + اسکو کرامت وصال نہیں ملتی جو اسکے واسطے غیر کی آرزو رکھتا ہے ؎ لہ مناۤئی من الدنیا لقاؤک مرۃ + فان نلتہا استوفیت کل منایا + سلبت فوادی کی تکون مکانہ + فکن لی اوفاردد علی فوادیا + جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ حق عز و جل نے اپنے بندہ موسیٰ کو پہلے زبان رحمت سے کلام سُنایا پھر زبان جود و کرم سے سنایا اور دونوں اسی کی طرف راجع ہیں۔ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ غیرت الٰہی سے یہ بات ہے کہ نہیں کلام کیا موسیٰ سے مگر درمیان شب ہیں اور ہر ذی حس سے اسکو غائب کر دیا تاکہ سوائے موسیٰ کے کوئی اسکے ساتھ حاضر نہو اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا یہی دستور ہے۔ قریشی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اسی کی مقدار پر کلام کیا اور اگر حد عظمت پر کلام کیا ہوتا تو پگھل کر نابود ہو جاتا۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشریت سے باہر ہوکر کلام الٰہی سُنا اور کلام کی اُسکی طرف اضافت کی اور کلام اس سے بنسبت موسیٰ و عبودیت کے کیا پس موسیٰ علیہ السلام اپنے نفس سے غائب ہوا اور اپنی صفات سے فنا ہوا اور پروردگار عز و جل نے حقائق معانی سے کلام کیا پس موسیٰ نے صفت موسیٰ کو اپنے رب سے سنا۔ اور محمد صلعم نے صفت رب کو رب سے سنا پس پروردگار کے نزدیک یہ احمد المحمودین ہوئے اور اسی وجہ سے مقام محمد صلعم کا منتہی مقام ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کا مقام طور ہوا جب اوتعالیٰ نے موسیٰ سے طور پر کلام کیا تب سے اسکی صفات فنا کر دین پس اسپر ثبات کا ظہور نہوا اور کسی کو اسپر قابو نہوا۔ حسین رحمہ اللہ نے اس آیت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے توقیف و ترتیب زائل کر دی اور اللہ تعالیٰ کیواسطے اللہ تعالیٰ کی طرف آیا اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بلایا اور پیدا کرنے والے نے اسکے واسطے چاہا اور اسی سے پیدا کیا اور بذل جہد و طاقات و صعوبت مشقات کے ساتھ اسپر ظاہر کیا پھر جب اسپر کچھ بقیہ نرہا جو ممتنع ہو تو مقام مواجہہ و مخاطبہ میں کھڑا کیا گیا اور اطلاق کیا مضغہ لسان مراجعت و مطالبہ کو۔ کیا تو نے قبل اسکے موسیٰ کا قول نہیں سُنا جب اسکے حال ربوبیت کا اسکو مطالعہ کرایا اور مقام الوہیت کا مکاشفہ تو سوال کیا کہ یعنی زبان کی گرہ کو ۱۲ احلل عقدۃ من لسانی تاکہ جب وقت آوے تو نطق و بیان کا مالک ہو وے۔ بعض نے کہا کہ جب اپنے مالک سے شرح صدر کی درخواست کی پھر اپنے لائق تر احوال کو دیکھا کہ اسکا کام آسان کر دیا گیا ہے پس اسکو پورا پورا مانگا تاکہ اس سے بہت بلند مقام پر ترقی کرے اور وہ آنجناب حق تعالیٰ کی تجلی تعالیٰ ہے کیونکہ جان لیا کہ جو اس تک واصل ہوا اسکو کوئی روکنے والا نہیں رہتا ایسی حالت میں لائق ہوا کہ اکیلا اُس پاک ذات کی طرف حاضر ہو وہاں شریک و نظیر نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے مواقیت کو پورے طور پر وفا کیا احوال اس سے سب غائب تھے اسکا کچھ نشان نہ دیکھا اور اپنے غیب و ظہور سے اور ماسوا سے انکے اور امور سے غائب ہوا سوائے اس چیز کے جو حق تعالیٰ کے واسطے اس سے یا اسکے ساتھ تھی یہانتک کہ محقق ہوا قولہ ولقد اوتیت سؤلک یا موسیٰ ولقد مننا علیک مرۃ اخریٰ۔ پس یہ آمد کا حال ہے اور یہی معنے قولہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا کے ہیں۔ پھر قولہ وکلمہ ربہ۔ کے معنے یہ ہیں کہ مشرف ہوا اسکے کلام کے ساتھ کیونکہ قبل اسکے بواسطہ سر باطن و ملائکہ و وسائط کے کلام کیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے اسکو مقام جلی میں لایا اور حال اعظم اسکو محقق کر دیا تو کشف پر کلام کرتے ہوئے خطاب فرمایا اور اسکو ہر ایسی چیز سے جو بیننده و دیدہ شده ہوا اور ہر صورت ملکوت اللہ ۱۲ مکونہ و منشیہ سے غائب کیا مگر وہی کہ کلام کنندہ و کلام کردہ شدہ سے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نزدیک شرف اعظم سے سفر کیا پس ایسا خطاب سُنا جو مخاطبات مخلوق کے مانند نہ تھا پس ہیجان شوق سے اس سے اور اسکے واسطے طلب چاہی مگر نہ ایسی طلب جو مخلوق میں ہوتی ہے اور اللہ عز و جل سے ایسا سوال کیا جو پہلے نہیں کرتا تھا پس اوتعالیٰ کی طرف نظر کرنے کا سوال کیا جبکہ اپنی

حقیقت کی طرف رجوع لایا تو اللہ تعالے کو ہر منظور و مقصود میں دیکھا پھر جب اسکے واسطے یہ احوال محقق ہوئے تو کہا کہ رب ارنی انظر الیک
کیونکہ ہر مرئی تیری طرف راجع ہے جو کچھ تو دکھلا دے میں تیرے سوائے کچھ نہیں دیکھتا ہوں ۔ تو نہیں دیکھتا خطاب و جواب قال الشیخ
قال المرید لک علی ذلک خطابہ و رجعتہ الیہ اذ ذاک جوابہ ارنی فالیک انظر واحضر ارنی ما شئت قلت غیرک احضر بعد ان تحققت
منک بحال یوجب لی منک ذاک و حق لمن تحقق بھذا او تمکن فیہ ان ینفرد بسوال لا یشارک فیہ بالحقیقۃ ۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسیٰ سماع
خطاب کی حالت میں عین سکر میں ہو کر سوال کرنے لگے جو مذکور ہوا اور بیہوش کسی امر میں ماخوذ نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کہ کتاب مجید میں
مجنون کے فعل پر ایک حرف بھی عتاب نہیں ہے ۔ بعضے کہتے ہیں کہ عزت سماع نے اسکو پکڑا پس زبان اپنی قابو سے باہر ہو گئی اور بہ تقاضا
انبساط اس کلام سے درخواست و سوال پر جاری ہوئی قصص میں لکھا گیا ہے کہ جاتے وقت اپنی قوم و اہل معرفت سے کہہ گئے تھے کہ
تمہارا کچھ مطلب ہے کوئی کام ہے میں اللہ تعالے کی جناب میں مناجات کو جاتا ہوں پھر جب خطاب سُنا تو کچھ یاد نہ رہا اور وقت کے موافق
دیدار کی درخواست کی بعض نے کہا کہ جتنا زیادہ قریب اتنا ہی زیادہ مشتاق ہوتا ہے اور عین مناجات میں اپنی خودی سے خارج ہو کر
درخواست کی بیخود نہ تھے بلکہ جتنا پیا اسیقدر پیاس زیادہ ہوئی کیونکہ کمال و تمام کوئی راہ وصال نہیں ہے ۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام
نے مقام تفرقہ میں رویت طلب کی پس لن ترانی سے جواب لا یعنی الجمع اتم از عین التفرقہ ہے پس موسیٰ کو چھوڑ دے کہ جا وہیں بیہوش ہو کر
اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوے پھر بعد بیہوشی کے قالب میں حقائق احدیت کے مکاشفہ پاویگے اور سالم موسیٰ کے محو کرنے کے بعد حق عز و جل کا
موسیٰ کے واسطے زندگی دینے والا ہونا موسیٰ کے واسطے ہونا موسیٰ کا اپنے واسطے ہونے سے بہتر ہے اور واضح ہو کہ حق عز و جل سے حق تعالے کا
شہود بنا بر تحقیق کے خلق کا خلق کے ساتھ باقی ہونے سے زیادہ پورا ہے ۔ مجھے یہاں ایک لطیف علم حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ قولہ رب ارنی
انظر الیک میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالے عز و جل کا دیدار اللہ تعالے کی طرف مضاف کیا یعنی تو اے پالنے والے پروردگار مجھے دکھلا دے کیونکہ
تو دکھلا دیگا تو مجھے قوت حاصل ہو گی کہ تجھے دیکھ سکوں ورنہ نہیں کیونکہ موسیٰ آگاہ تھے کہ مجھے چشم حادث حاصل ہے اور اس سے دیدار قدم
ممکن نہیں ہے پس اللہ تعالے کی طرف سے ایسی آنکھ مانگی جس سے دیدار حاصل ہو اور عین العین کو دیکھ سکے اور کنز الکنز اور قدم
القدم اور سر الذات اور حقیقۃ الحقیقۃ سے انکشاف پاوے اور یہ نہیں کہ دیکھا نہیں اسواسطے کہ جمیع ذرات سے جمال الٰہی ظاہر ہے پس
جب موسیٰ نے غلبہ سکر میں ہو کر دیدار کا سوال کیا تو جواب پایا کہ لن ترانی ۔ یعنی دیدار صرف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ تو حدوث میں
پڑا ہوا ہے اگرچہ تجھے میری طرف سے چشم ازلی اور ابصار ابدی عطا ہوئی ہے اسیواسطے موسیٰ علیہ السلام کو واسطہ پر حوالہ کیا بقولہ ولکن
انظر الی الجبل ۔ اور لن ترانی میں امکان دیدار بلکہ وقوع دیدار کی نفی نہیں بلکہ نفی موسیٰ و غیرہ مؤمنین سے نہیں ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ تو اپنی قوت
سے مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے بلکہ میری قدرت سے دیکھیگا ۔ قال المترجم فی حدیث البیہقی ۔ وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الا رداء
الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن ۔ یعنے قوم اور دیدار باری تعالے کے درمیان جنت عدن میں یہی حائل ہوگا کہ حجاب کبریائی سے نظر
نہیں اٹھا سکینگے بیہقی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ آنکھوں کو بسبب حجاب کبریائی کے دیکھنے کی خود طاقت نہوگی ہاں جب
اللہ تعالے چاہیگا تو ہر ایک سے اسکی منزلت کے موافق پردہ اٹھیگا پس دیکھنا نصیب ہوگا ۔ قال الشیخ کیونکہ چشم حدوث کو مجال دیدار
ہے اگر حق عز و جل کے دیدار سے دیکھے تو اسکو دیکھیگا اور دیدار الٰہی بلا واسطہ یعنے دیدار حق بحق اعلیٰ و اجل ہے اس سے کہ دیدار موسیٰ برائے موسیٰ ہو
اور نیز لن ترانی یعنے جب تک تو خود ہے نہیں دیکھیگا کیونکہ حدوث کو سطوات عظمت و کبریا کو بصفت قدم و لقاء تحمل کرنے کی مجال نہیں ہے

پس جو حادث ہونے مین تیرے مثل ہے یعنے پہاڑ اسکو دیکھ کیونکہ بسبب علت حدوث کے بواسطہ حدوث البتہ دیکھ سکتا ہے پس اوتعالے نے پہاڑ کو اپنے فعل کا آئینہ بنایا پھر اپنے فعل کے واسطے اپنی صفت خاصہ سے تجلی فرمائی پھر اُس سے پہاڑ کو تجلی نصیب ہوئی پھر موسی علیہ السلام نے پہاڑ کے آئینہ مین جمال قدیم کو دیکھا کہ بیہوش ہو کر گرے کیونکہ اپنے حال کے اندازہ پر اپنے مقصود کو پہونچ گئے اور اگر موسیٰ کے واسطہ تجلی صرف ہوتی تو موسی علیہ السلام نابود ہو جاتے باین معنے کہ ظاہری وجود سے بھی نیست ہو جاتے اور اگر پہاڑ کے لیے بھی تجلی صرف یعنے خالص ہوتی بدون پردہ و واسطہ کے تو اسکا پتہ بھی نہ چلتا کیونکہ پہاڑ کو عظمت قدم وسبحات ازل کی تجلی ہوئی تھی آنحضرت صلعم نے فرمایا حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ یعنے حجاب الٰہی عزوجل نور ہے اگر اسکو کشف فرماوے تو جلاوین اسکی وجہ پاک کے سبحات جہان تک مخلوق سے نظر منتہی ہو۔ قال المترجم وجہ ایک صفت باری تعالے ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ مخلوق کے چہرے کے مانند ہے کیونکہ اللہ تعالے عزوجل سے کوئی مخلوق کسی طرح کسی کیفیت مین مشابہ و مانند نہین ہے جیسا کہ بارہا بیان ہو چکا اور یہ حدیث ایک ٹکڑا صحیح مسلم کی حدیث کا ہے اور طبرانیؒ نے اسکو سند جید سے روایت کیا ہے قال الشیخ مروی ہے کہ جب حق تعالے کسی چیز کے واسطے تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اسکے واسطے خاضع یعنے پست وحقیر اور اپنے آپ کو ناچیز سمجھنے لگتی ہے۔ وہبؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ اسکے عرش کو ساتوین آسمان کے فرشتے اُٹھاوین و فرمایا کہ اسکو دکھلاوین جب نور عرش ظاہر ہوا تو کشادہ ہوا پہاڑ بسبب عظمت نور عرش کے جو اللہ تعالے عزوجل کے نور پر نشانی ہے پس ایکبارگی آسمانون کے فرشتون نے اللہ تعالی کی پاکی و عظمت و وحدانیت کی تسبیح پڑھی پس پہاڑ کو بھالاڈولا آیا اور پارہ پارہ ہو گیا اور وہ درختون سمیت جل گیا اور بندہ ضعیف موسی علیہ السلام سجدہ مین بیہوش گر پڑا ساتھ روح نہ رہی پس اللہ عزوجل نے وہ پتھر جسپر موسیٰ تھے قبہ کے مانند کر دیا تھا کہ تپش عشق سے جلکر نیست نہو جاوے پس اوتعالے کے سلطان کبریائی و عظمت وجلال کی تجلی مین اس دنیا سے فانی کی فانی چیزین نیست ہین ان عالم باقی مین ببقاء حق تعالے قابل ہونگی اور وہ محض فضل الٰہی ہے لہذا یہان فرمایا ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تیرے لیے مین نور عظمت سے پہاڑ پر تجلی فرماتا ہون وہ تجھسے بہت بڑا جسم اور سخت اجزا رکھتا ہے اگر وہ نہ اُٹھا سکے تو تیرا ضعیف ونحیف جسم کیونکر میرے نور عظمت کی تجلی برداشت کریگا قال المترجم یہ صریح ہے کہ اس آنکھ وحواس و جسم مین بہ نسبت چشم دل کے تباین ہے اور یہ مت سمجھو کہ آخرت مین جسم دیگر ہوگا بلکہ قطعاً ویقیناً ننگے پانون بے ختنہ کیے ہوئے جیسے اول پیدا ہوے تھے اسی طرح محشور ہونگے مگر آنکہ اہل جنت سب موتی کے مانند پاکیزہ بے داڑھی موچھ کے ایک صورت خاص پر داخل ہونگے وہی باقی ہین اور وہی دیکھ سکینگے اور انھین پر فضل عظیم ہے۔ فافہم ولا یذہبنک اوہام الی مہلکۃ الشیاطین ثم قال الشیخ تیری مراد اگر یہ ہے کہ مجھے یہان دیکھے تو چشم روح وقلب سے دیکھ کہ مین دونون پر تجلی کرتا ہون قلب اسکو برداشت کرتا ہے کیونکہ نور ملکوت و جبروت سے مخلوق ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مین آیا کہ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔ قلت قد روی بعبارات ونقدہ اہل التنقید فوضعہ البعض وضعفہ آخرون ولہ شواہد بالمعنی فاحفظہ شیخ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے دیدار بچشم ظاہری طلب کیا حالانکہ چشم قلبی و چشم ظاہری مین وہان حجاب تھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ حجاب نہ تھا چنانچہ چشم دل و چشم ظاہر سے دیکھا کما قال تعالے ما کذب الفواد ما رای بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ اسکے فواد نے جھوٹ نہ کہا جو اُس کی آنکھ نے دیکھا یعنے شب معراج مین اور تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ وہان آویگی مترجم کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اختلاف آئمین تھا کہ آنحضرت صلعم نے دیکھا یا نہین پس جمہور کے نزدیک دیکھا اور یہ ابن عباسؓ سے منصوص ہے اور حدیث صحیح مسلم مین ہے کہ نورانی اراہ۔ اسی پر دلالت کرتی ہے اور انکار عائشہؓ اس مین مضر نہین کیونکہ یہ

کمال متعلق منصب نبوت ہے اور عورتون کی تکمیل اس جہت مین ناقص ہے اگرچہ اور جہت سے کامل ہوجاوے لہذا کوئی عورت نبی نہین ہوئی اور تحقیق سورۂ نجم مین انشاء اللہ تعالے آویگی یہان غرض یہ ہے کہ آثار مین دیدار بفواد منصوص ہے اور شیخ نے آنکھ سے بیان کیا ظاہر استخراج اسی دلیل سے ہے جو بیان کی کہ یہان دل وآنکھ کے درمیان سے حجاب مرفوع تھا مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین واللہ اعلم کہ چشم دل کا انکشاف وانفتاح اس درجہ کمال پر تھا کہ چشم ظاہر کی احتیاج نہ تھی غیر از نیکہ حسن ظاہری اور قبل نبوت مین مفید تھی اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ تنام عیناى ولاینام قلبى یعنے میری آنکھین خواب کرتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے یعنے راحت تن اُس سے حاصل ہوتی ہر اسیواسطے آپ سوتے وجاگتے مین یکسان دیکھتے بلکہ نماز مین جو لوگ مقتدی ہوتے اُنکی حرکات کو دیکھا کرتے اور مصرح فرمادیا اور عین نماز مین دوزخ وبہشت دیکھتے اور جنون وشیاطین کو دیکھتے فافہم مترجم نے تنبیہ کردی اگر اللہ تعالے ہدایت فرماوے تو اس سے بہت کچھ سمجھ حاصل ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ قال الشیخ جسکے قلب ملکوتی کا دخل آنکھ مین ہوا وہ کشف تجلی جمال وجلال کو بلاحجاب برملا دیکھتا ہے اللہ تعالے کے بندے ایسے پڑے ہین جنکے قلوب کو نور جمال کا لباس دیا ہے اور نور ملکوت وجبروت کا انکی آنکھون مین سرمہ ہے پس اُنکے دل بنور غیب انکی آنکھون مین سماجاتے ہین وہ کوئی چیز نہین دیکھتے مگر انکو اسمین جمال الٰہی نظر آتا ہے کما قیل ما رایت شیئا الا ورایت اللہ فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول مکرر گذرا اور تحقیق اسکی واللہ اعلم یہ ہے کہ موجود مصنوع فی ذاتہ اگر مستقل منظور ہو تو خفی شرک ہے اور اگر منظر فعل خاص ہو تو اسپر تجلی صفت ایجاد ہے اور وہ تجلی ذات جلت عظمتہ وکبریاءہ کے موجب ہے پھر تجلی صفت ایجاد مین منظر فعل کی راہ سے تفاوت ہے اگرچہ ادنی مخلوق لنفس امر مذکور مین مانند اعلی کے ہے الا ظہور مین تفاوت ہے حتی کہ خلقت انسانی آئینہ اکبر ہے اور وجہ ظہور مین دوسرے انسان سے خود اپنا وجود ہر انسان کو اظہر ہے اور یہی عموم سے خصوص کی طرف ترقی ہے فی قولہ تعالے سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق ۔ اور انہ ہو الحق نہین فرمایا کیونکہ مرتبہ ہو ہو حاصل نہین ہوسکتا اور یہی معنے ہین قولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے اس بیان کو اہل ایمان کے مانند دیکھنا چاہئیے کہ انشاء اللہ تعالے بہت مفید ہے واللہ الموفق ۔ قال الشیخ حضرت موسیٰ شہود صفات پاک مین ایسے غرق تھے کہ اپنی خبر نتھی اور گمان کیا کہ مین غائب از مشاہدہ ہون پس دیدار کا سوال کیا پس انظر الی الجبل سے پہاڑ کی طرف متوجہ کرکے ہوشیار کیا کہ تو کہان ہے تاکہ ایک دم محروم ہوکر قدر وصال سمجھے اور وہین سے تجلی خاص پھر شاہد کرلیا ۔ فافہم ۔

قولہ تعالے فلما تجلی ربہ للجبل پہاڑ نے پہچانا کہ اسکے لیے تجلی عاریت ہے اور وہان حجاب امتناع احدیت ہے پس حسرت سے دکڈک ہوگیا ۔ جب موسیٰ نے تجلی بالواسطہ دیکھی تو پہچانا کہ مقام اتحاد سے بسبب علت سوال کے واسطہ کی طرف ڈالے گئے پس حسرت سے بیہوش ہوئے کما قال تعالے جعلہ دکا وخر موسی صعقا پس لطف باری تعالے نے انعام مشاہدہ سے اُسکو زندہ کیا ۔ قال تعالے فلما افاق ۔ یعنے بیدار ہوکر جانا کہ مقام کی معرفت سے قاصر رہے پس عذر سے زبان کھولی ۔ قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین ۔ اور نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام بلغت ازلی مشاہدۂ صفات مین غرق تھے پس اس فنا رستہ انکے سر باطن نے ادراک حقیقت ذات کو چاہا پس غیرت عظمت نے اسکو مقام عروج سے گراکر بصفت بشریت بمقام ابتدا کردیا حتی کہ نظر تجلی سے حصول تفکر ہوکر واصل ہو پس اس بیداری مین وہ خطا کھل گئی جو حالت سکر مین سرزد ہوئی تھی کہ کنہ قدم پر اطلاع چاہی پس تو سبحانک ۔ پاک ہے تو اے رب العزت جل جلالہ اس بات سے کہ حدوث کو تیری جناب قدم رسائی ہو اسطرح کہ دریافت کرلے ۔ قولہ تبت الیک ۔ مین نے توبہ کی تیری جناب مین اس چیز سے جو مین نے چاہی تھی ۔ قولہ وانا اول المؤمنین مین پہلا مقر ہون کہ حدوث کے پانون کبھی اس راہ مین نہین ٹھہر سکتے کہ کنہ ازل دریافت کرین اور اس چکنے پتھر کی چٹان پر روح اپنی سر کے

بل چسپلتی ہے۔ اس توبہ کے بعد آپ پھرے کہ لا احصی ثنائر علیک انت کما اثنیت علی نفسک سبحان اللہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے اول شہود عین الکل مین یہی ثنا رو تسبیح پڑھی اور موسی علیہ السلام کو یہ مقام بعد فنا روامتحان کے معلوم ہوا۔ یہ فضل الٰہی ہے جسکو عطا فرما وے۔ اس مقام پر موسی علیہ السلام نے ایک بار توبہ کی یعنے رجوع ہوے اور حضرت سید حبیب صلعم نے ستر بار توبہ فرمائی ہے۔ کمافی الحدیث انہ لیغان علے قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مسلم مین ہے اور مکرر گذر چکی ہے۔ قال الشیخ معرفت کے مقابل مین حیرت قدم مین پڑے تھے پس معرفت مین تقصیر ظاہر ہونے پر موسی علیہ السلام نے اقرار کیا پس رب العزت عز وجل نے عفو تقصیر سے تلافی فرمائی بقولہ فیما بعد انی اصطفیتک علی الناس الآیہ۔ اور نیز توبہ مین اشارت ہے کہ مقام عشق مین تلوین سرزد ہوئی حتی کہ انظر الی الجبل سے وسائط کی طرف حوالہ کیے گئے پس توبہ کی اِن معنے کہ دعوی محبت مین مجھے توبہ کرنا چاہیے لہذا آپ سے رجوع کیا۔ اول مقام سکر مین زبان انبساط کے ساتھ سوال کیا پھر لن ترانی سنکر ہوشیار ہوئے اور زبان کو بارا کلام انبساط پھیر نہ پایا اور پہاڑ کی طرف دیکھنے مین حکم کی فوراً تعمیل کی اور جبتک مقام سکر مین تھے سوال جرأت مین ماخوذ نہ ہوے جب حقیقت سے شریعت کی طرف پھیرے گئے تو پہاڑ کی طرف جرم نظر مین عفو تقصیر کے خواستگار ہوے۔ اور نیز قولہ سبحانک یعنے پاکی ہے تجھکو کہ تیری عطا۔ و نوال مین اکتساب کو دخل ہو کیونکہ پہلے تو رب ارنی کہا تھا پھر انظر الیک مین اپنی طرف فعل کی اسناد کی پس اس سے توبہ ضروری ہوئی کیونکہ حدوث کو درگاہ قدم مین یہ کہان مجال ہے۔ بہت دقیق اشارہ اس توبہ مین یہ ہے کہ باشارہ نفس یہ سوال کیا تھا کہ دیدار دکھلا دے مین کون ہون کہ تجھکو دیکھون مین اب توبہ کرتا ہون مین تجھکو تیری رحمت سے دیکھ سکتا ہون نہ اپنی خواہش سے بلکہ خودی و خواہش سے فنا ہوجاؤن تو ارحم الراحمین کا کرم و فضل پاؤنگا من و تو میرا و تیرا ذکر درمیان سے اٹھا دے تو کون ہے کہ درمیان مین بولتا ہے فافہم اور اسی واسطے ملائکہ نے اسپر غیرت کی جب کہ وہ مصعوق و بیہوش ہو گیا علی نبینا و علیہ السلام بعض کتابون مین روایت ہے کہ جب موسی علیہ السلام بیہوش پڑے تھے اسوقت آسمان کے فرشتے آئے اور اپنے پیرون سے ٹھکرانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اے آدمی زادہ جو عورت کے حیض سے پیدا ہوا تو نے رب العزت جل جلالہ کے دیکھنے کا قصد کیا۔ ملائکہ معذور تھے کیونکہ وہ قرب سے بسبب تازیانہ خوف عظمت کے ممنوع ہو رہے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ یہ واقعہ ایسے بندے کے ساتھ ہوا جو ازل سے عشق و محبت مین برگزیدہ قرار پایا ہے اور اسی وجہ سے اسنے انبساط مین فرط محبت سے وہ سوال کیا جسکی مقربین کروبیون کو مجال نہین ہے اور یہ بھی نجانا کہ اس سوال و جواب و بیہوشی و غیبت و سکر مین دریاے ازل و ابد مین ڈوب کر اپنی مراد پائی حالانکہ ملائکہ نے مقام شریعت سے آگے جانے پر اجازت نہین پائی اور اگر کنار وصال مین سے ایک ذرہ حضرات ملائکہ کو پہونچتا تو بیہوش کیا بلکہ جل جاتے۔ قال المترجم شیخ پر اللہ تعالے رحمت کرے یات شاید یہ ہوئی کہ ملائکہ کی تشنیع کا قصہ بعض کتابون خصوص معتزلہ کی کتابون مین مذکور ہے اور وہ دلالت کرتا ہے کہ موسی علیہ السلام کو کچھ حاصل نہوا تو شیخ نے توجیہ کر دی کہ ملائکہ عالم شریعت مین محصور ہین انکو عالم عشق و محبت سے نصیب نہین رکھا گیا ہے لہذا بنظر ظاہر حال کے ان سے تشنیع واقع ہوئی اور اس سے زیادہ کی انکو خبر نہین ہے کیونکہ قولہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات الآیہ سے اور قولہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ الآیہ سے تخصیص آدم للعلم والامانت ہے انہی سے اور سب محروم ہین پس ملائکہ اس تشنیع مین بسبب لاعلمی کے معذور ہین مترجم کہتا ہے کہ اس توجیہ کی کچھ حاجت نہین ہے صحیح یہ ہے کہ معتزلہ کی روایت ایسے قصص کی محض دروغ ہے اسکا ثبوت ہی نہین ہے جیسا کہ علماے محدثین و اہل تنقید نے بیان کیا ہے اور ایسا ہی وہ اثر طویل جو محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے اس قصہ مین عجائب و غرائب احوال کے ساتھ جسیم و مہیب فرشتون کا آنا وغیرہ روایت کیا ہی پس یہ محمد بن اسحاق کا دروغ تو نہین لیکن وہ بنی اسرائیل کے روایات یہود سے ماخوذ ہے جیسا کہ حافظ الحدیث

شیخ عماد ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے پس اس قصہ سے کوئی اعتراض لازم ہی نہیں آتا اگرچہ تفسیر معالم وغیرہ مین نقل کیا گیا ہے لیکن چونکہ توجیہ شیخ متضمن فوائد ہے مترجم نے باستیفاء الکلام ترجمہ کر دیا واللہ اعلم بالصواب۔ قال الشیخ مجھپر یہان ایک اور نکتہ منکشف ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حلاوت خطاب ازل پائی اور یہ حلاوت انکی روح و سر باطن کو بہت خوشگوار آئی تو اُسکی مزید کے طلب مین دیدار کا سوال کیا پس صعقہ بسبب غیرت ازل ہے کہ اس سے اس حلاوت کی طرف بشائبہ نفس رجوع کیا لہذا جب افاقہ ہوا تو تسبیح بیان کی کہ سبحانک تبت الیک۔ یعنے تو پاک ہے اس سے کہ کوئی اپنی حلاوت کے ساتھ انانیت کی جہت سے طلب کرے اور توبہ کی کہ مین اپنی خودی سے طلب نہین کر سکتا سوا اسکے کہ فرد واحد بوحدت و انفراد حقیقی جو تصور و گمان سے باہر ہے وہ اُسی کی وحدانیت و تفرد سے مطلوب ہے نہ شائبہ غیریت سے کہان کہ تمام غیر ہو کیونکہ حلاوت حجاب مشاہدہ ہے۔ ثم ذکرہ الشیخ عن بعضھم تفسیر انحو ما ذکرہ الشیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ فی قولہ ولکن انظر الی الجبل۔ کما مر ثم قال۔ اوتعالے کے مشاہدہ کا برداشت کرنے والا پہاڑ وغیرہ نہین ہو سکتا بلکہ وہی قلوب ہین جو عرفان سے معمور و انواع کرامات سے مقدس اور تنویر الٰہی عزوجل سے منور اور اسی کے لطف و رحمت سے اس قابل مقدر ہین اور حامل مشاہدہ درحقیقت خود مشاہدہ ہے یعنے خود بخود حامل اس منظر کے حق مین کرامت ہے بدون حلول وغیرہ کے اور پاک ہے اللہ تعالے ہر وہم و گمان سے پس حق عزوجل کا مشاہدہ کرنے والا سوائے حق عزوجل کے کوئی اور نہین ہے اور جو مستقیم و عارف و صالح مقدر ہین انکے حق مین فنا کے بعد بقاء کے اس مشاہدہ مین کرامت ہے ولہ المثل الاعلیٰ والحمد للہ تعالے اولا و آخرا۔ شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ پہلے موسیٰ کو پہاڑ کی طرف مشغول کر کے تجلی فرمائی اگر یہ نہوتا تو مر جاتے حسین رح نے کہا کہ اگر قولہ لن ترانی پر اقتصار ہوتا تو بشدت تحمل شوق مین پارہ پارہ ہو جاتے لہذا بجرم فرمایا کہ ولکن انظر الی الجبل۔ واسطی رح نے کہا حرف لن ایک وقت معلوم تک ہے اور ابد تک کے واسطے نفی نہین ہے حضرت جعفر الصادق علیہ السلام سے مانند قول ابن عطار کے مروی ہے۔ واسطی رح نے قولہ جعلہ دکا مین کہا کہ پہاڑ کو نابود کر دیا گویا کچھ نہ تھا اور جو ہیبت پہاڑ پر آمد تجلی سے طاری ہوئی پہاڑ کے حق مین حتیٰ کہ آسمان و زمین کے حق مین یون ہی ہے۔ ابو سعید قرشی رح نے کہا کہ جمال و کرم دونون باقی رہتے ہین اور ہیبت و اجلال فنا ہو جاتے ہین یعنے انکے آثار کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ نفس موثر مین زوال ہے نعوذ باللہ منہ کیونکہ وہ صفات باری تعالے قدیم ہین اسمین اہل ایمان مین اختلاف نہین۔ ثم قال القرشی دیکھو پہاڑ مدکوک ہوا اور موسیٰ بیہوش ہوئے حالانکہ آخر اپنی بیوی کے پاس گئے تو کسی کو تاب انکے چہرہ کی طرف دیکھنے کی نہوئی۔ واسطی رح نے کہا کہ مخلوق کو اسکے صفات و نعوت سے ہر ایک کو اُسکی مقدار کے اندازہ پر ملتا ہے کلیہ صفات سے کسیکو نصیب نہین جیسے تجلی کہ بکلیہ ذات نہین ہے۔ اور نیز واسطی رح نے کہا کہ مجھسے لوگ کہتے ہین کہ آپ تجلی کی نفی کرتے ہین یعنے مریدون و معتقدون نے شیخ واسطی رح سے استفسار کیا کہ آپ کیونکر یہ بات فرماتے ہین کہ تجلی نہین ہوا کرتی حالانکہ اوتعالے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ فلما تجلی للجبل۔ اور خبر مین آیا ہے کہ اذا تجلی لشئی خضع لہ مین نے جواب دیا کہ اے اہل ایمان و صلاحیت تم میری بات سمجھو مین نے یہ کہا کہ تجلی سے ہر شخص کو اسکی طاقت و تقدیر کے موافق فیض ہوتا ہے حالانکہ بحکم قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض۔ الی قولہ نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء الآیۃ تجلی کا ظہور ہے بھلا تمھارے نزدیک عقل سے یہ محال نہین کہ ہوا نے ایک خاص ذرہ کے واسطے تجلی کی۔ اوتعالے پاک برتر ہے اس بات سے کہ پوشیدہ ہو یا پردہ مین ہو اور پاک برتر ہے اس سے کہ کسی وقت و میعاد پر دکھلائی دے اور تجلی فرماوے۔ وہ پاک برتر ہے اس سے کہ قوت لحاظ اسپر واقع ہو اور تحت زمان بیان ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ نے واللہ اعلم یہ فرمایا کہ اوتعالے عزوجل اپنے نشان پاک و برتر کے ساتھ ہر حال و ہر وقت مین یکسان ہے اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے اور نیز احادیث شریفہ مین آیا ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے حجاب ہے اور نور اسکا حجاب ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بندون کی بینائیون پر تاریکی سے

لیکن نور تک کے ہزارون پردے پڑے ہین حتی کہ کافر لوگ بالکل تاریکی کے پردون مین اندھے ہو رہے ہین انکو نور بھی نظر نہین آتا ہے اور مومنون کو نور نظر آتا ہے حتی کہ جسقدر ایمان مین ترقی ہوتی ہے اسیقدر بحکم قولہ نور علی نور کے ایک نور سے دوسرے نور کیطرف عنایت و فضل آلہی سے رسائی ہوتی ہے حتی کہ جو مقرب بندے ہین انہین کمتر پردے نور کے انکی بینائیون پر رہتے ہین اور دنیا مین وہ اس فانی بقار و حیات کی مقدار تک مرتفع نہونگے ہان آخرت مین جب بخشے جاوینگے تو یہ بھی مرتفع ہوجاوینگے پس دنیا مین ہر شخص کے واسطے جسکے لیے تجلی ہونا ثابت ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ اسکی نظر و بینائی سے حجاب دور ہوا اور یہ معنے نہین کہ نعوذ باللہ تعالے وہ حجاب اللہ تعالے کی وجہ جلال و عظمت پر ہے کیونکہ پردہ وغیرہ کوئی چیز نور ہو یا اور کچھ ہو اس حضرت پاک پروردگار سبحانہ و تعالے کے واسطے کیونکر حاجب ہو سکتا ہے سب اسکے زیر قدرت و تحت فرمان ہین وللہ المثل الاعلی۔ پس شیخ واسطیؒ کے قول کا یہ مطلب ہے اور تجلی سے انکار نہین ہے بلکہ اس سمجھ سے انکار ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اوتعالے عز و جل نے نعوذ باللہ کسی حجاب سے تجلی فرمائی تاکہ حجاب اسکا حاجب ہو بلکہ یہ مطلب کہ اس بندہ کی بینائی سے حجاب دور فرمایا مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطیؒ رحمہ اللہ نے بہت پاکیزہ بات بیان فرمائی اور یہی صحیح اور اسی پر اعتقاد ہے اور شیخ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے سنن مین بعد روایت حدیث قولہ وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنے جنت عدن مین اہل جنت کے اور اپنے پروردگار کو دیکھنے کے درمیان کچھ حائل نہوگا سوائے چادر کبریائی وجہ پاک کے۔ پس بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کی وجہ پاک پر چادر حجاب ہوگی نعوذ باللہ من ذلک بلکہ یہ معنے ہین کہ وہان بندون اہل جنت عدن کی نظرون پر کوئی حجاب نور کا جیسے دنیا مین یا دیگر اہل جنت پر ہوگا ان اہل جنت عدن پر نہوگا سوائے ایک حجاب کبریائی کے یعنے بوجہ حجاب کبریائی کے اس جنت والون کو مجال خود بخود بلا اجازت نظر اٹھانے کی نہوگی اور چونکہ کبریائی مخصوص بجناب باری تعالے ہے لہذا حضرت رب العزۃ ذو الجلال کی طرف نسبت کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ کبریائی سے اہل قوم کو کچھ نصیبہ ہوگا کیونکہ یہ کفر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے جو شیخ واسطی و شیخ بیہقی رحمہما اللہ تعالے نے بیان فرمائے ہین یہی یاد رکھنا چاہیئے اور یہی صحیح اور یہی اعتقاد اور اسی پر سلف صالحین و ائمہ اسلام ہین اور بعضے لوگون نے جو زعم کیا کہ ہم اللہ تعالے کو ہر نقص و عیب سے اور ہر وہم و گمان سے پاک و برتر جانتے ہین اور ردا ر الکبریائی کی کیفیت ہمکو نہین معلوم ہے تو اگرچہ اس قول مین کوئی خرابی نہین لازم آتی ہے لیکن خواہ مخواہ جاہل بنکر عمدہ معرفت سے محرومی ہے۔ فافہم واحفظ والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ واسطیؒ نے کہا کہ شیخ عارف جنیدؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا تو شیخ نے چیخکر بلند آواز سے کہا کہ تجلی سے نہین بلکہ جہالت سے دکوک ہوا کیونکہ اسپر آثار تجلی واقع ہوتی تو کیفیت سے فنا ہوجاتا۔ ہمارے شیخ محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ قولہ فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ کے وارد ہونے کے بعد کہا سبحانک تبت الیک۔ جو تیری طرف سے آوے اسکی تصدیق مجھپر واجب ہے علامات طلب کرنے سے مین توبہ کرتا ہون پس جب کہ لن ترانی نے کفایت نہ کی یہانتک کہ پہاڑ کی طرف نظر کی تو اس سے توبہ کی۔ بعضؒ نے کہا کہ مین نے توبہ کی اس بات سے کہ خطاب کا سوال کرون تجھے کوئی چیز احاطہ نہین کر سکتی اور سوائے تیرے خود تیرا کوئی شاہد نہین ہو سکتا۔ واسطیؒ نے کہا کہ برابر مقصود ممتنع رہا استغراق سے تو نہین دیکھا کہ موسی علیہ السلام نے کہا سبحانک تبت الیک۔ بعض نے کہا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ لن ترانی بالسوال۔ یعنے سوال و دعا سے تو مجھے نہین دیکھ سکتا بلکہ عطا ر نوال سے دیدار یادیگا کیونکہ روا نہین کہ بندہ کے فعل دعا کی جزا او تعالے جل جلالہ ہووے۔ بعض نے کہا کہ نور سے ایک برق چمکی پس پہاڑ چیخا اور پارہ پارہ ہو کر سمندر مین جا پڑا اور آگ بجھ گئی اور آفتاب کو کسوف ہوا اور موسیٰؑ بیہوش ہوگئے پھر کیونکر موسیٰ ثابت رہ سکتے تھے جبکہ مضبوط پہاڑ نہ ٹھہر ا اور یہ تو ایک برق نور تھی۔ پھر حضرت انسؓ کی روایت مرفوع ذکر فرمائی جو بروایت طبرانی و ترمذی وغیرہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ ابو سعید خرازؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے کشف حجاب سے تجلی نہین فرمائی اسکے

واسطے کون ٹھہرتا یہاں تو تجلی نوری سے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے۔ اور اولیاء پر نظر رحمت انپر پردہ دیکر ہے اور جب رحمت و محبت سے اقبال فرمایا تو وہاں انکو علم و فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن جعفر الصادق علیہم السلام جب اوتعالےٰ عزوجل نے اپنے بندہ کلیم سے کلام فرمایا اور موسیٰ نے سنا تو زبان عجز سے دیدار کا سوال کیا پس جواب پایا کہ بے وقت تو نہیں دیکھ سکتا ہاں میری برہان و شواہد سے اسوقت دیکھ یعنی پردۂ التباس سے مشاہدہ حاصل کر کیونکہ تو اسوقت نور جلال کا متحمل نہیں ہو سکتا ولیکن پہاڑ پر نظر کر کے عجائب قدرت کا تماشا کر پس جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسکو مدکوک کر کے چار ٹکڑے کر دیا پس قلب موسیٰ کے چار ٹکڑے ہوے ایک ٹکڑا دریاے ہیبت میں دوسرا باغ محبت میں تیسرا دیدار منت میں اور چوتھا دیدار قدرت میں جا پڑا پھر شدت سے افاقہ پا کر بنظر حیا ر توبہ کی کہ بیوقت سوال کیا حسین بن منصور سے پوچھا گیا کہ موسیٰ نے کیوں سوال کیا تو کہا کہ وہ حق تعالےٰ کے واسطے منفرد ہوا پس حق عزوجل اُس کے واسطے جمیع معانی سے منفرد نظر آیا اور بہر منظور و مقابل سے مواجہہ فرمایا سوائے محظور کے بطریق کشف ظاہر کے نہ بطریق تغیب کے پس اسی بات اسکو دیدار کے سوال پر آمادہ کیا۔ قال المترجم جملہ امور مذکور بطریق اشارت ہیں جزوی فوائد مندرج ہیں اور تحقیق علم مقصود نہیں اور نہ وہ منصوص ہے لہذا اپنی اپنی معرفت سے سبیل ادب حاصل کریں۔ پھر جب دیدار سے محروم رکھے گئے تو اوتعالےٰ عزوجل نے تسلی فرمانے کیواسطے دیگر اکرام سے سرفراز فرمایا چنانچہ فرمایا

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجکو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجکو دیا اور رہ

الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

شاکر رہ اور لکھدی ہمنے اسکو تختون پر ہر چیز میں سے سمجھونی اور بیان ہر چیز کا سو پکڑ انکو زور سے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور کہہ اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں اُسکی بہتر باتیں اب میں تمکو دکھلاؤنگا گھر حکم لوگوں کا

قال فرمایا اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے۔ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ اے موسیٰ میں نے تجھکو برگزیدہ کیا لوگوں پر بِرِسٰلٰتِىْ۔ اپنے رسالت کے ساتھ جمع رسالت اکثر قرار کی قرارت ہے اور برسالتی مفرد ابن کثیر و نافع کی قرارت ہے۔ وَبِكَلَامِىْ۔ اور اپنے کلام کے ساتھ۔ اگر کہا جاوے کہ آیت سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سب لوگون سے برگزیدہ ہیں کیونکہ الناس معرف باللام جمع مستغرق ہے تو جواب یہ کہ الف لام عہد کا ہے اور اسی زمانہ کے لوگ مراد ہیں کیونکہ اصطفار علی الناس ہے نہ من الناس اور خصوص اصطفائیت برسالت و بکلام ہے اور یہ انھیں لوگون کے اوپر موسیٰ جنپر وہ رسول تھے لہذا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اوتعالےٰ نے موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ میں نے تجھکو تیرے زمانہ والون پر رسالات یعنے انواع رسالت اعتقادات و عبادات و معاملات کے احکام سے اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور اسمیں شک نہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اولاد آدم میں اولین و آخرین سب کے سردار ہیں اسیواسطے اوتعالےٰ نے محمد صلعم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کیا کہ تا قیامت آپ کی شریعت باقی ہے اور آپکے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا مرتبہ ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ ہے اور قولہ بکلامی کی تفسیر میں شیخ جلالؒ نے کہا اے تکلیمی ایاک یعنے یوں برگزیدہ کیا کہ میں نے تجھسے کلام کیا اور یہی بیضاوی و معالم وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور شاید کلام سے توریت مراد ہو یعنے تجھکو رسالت و کتاب سے برگزیدہ کیا اور علی ہذا قولہ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ کے معنے یہ ہولے

کہ جو مین نے تجھے دیا وہ لے یعنے رسالت وکتاب کو لے اور مفسرین رحمہم اللہ نے کہا کہ یعنے لے جو مین نے تجھے فضل دیا اور اپنی حد سے زیادہ مت طلب کر۔ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ اور شکر کرنے والون مین سے ہو۔ یعنے میری نعمتون کا شکر ادا کر۔ قال البیضاوی رح مروی ہے کہ موسیٰ نے دیدار کا سوال بروز عرفہ کیا یعنے ذی الحجہ کی نوین تاریخ کو اور انکو دسوین ذی الحجہ یوم قربانی کے دن توریت ملی مترجم کہتا ہی کہ یہ مرجح ہے کہ کلام سے مراد مناجات کے علاوہ توریت ہے اور زیادہ مربوط ہے اس سے قولہ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ اور لکھدی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے الواح مین۔ یعنے الواح توریت مین۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ ہر چیز سے۔ یعنے ضرورت دین و دنیا کی ہر چیز سے جیسا کہ عقل اسپر دلیل ہے۔ مَّوْعِظَةً نصیحت و پند۔ وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ اور تبیین واسطے ہر چیز کے۔ یہ پہلے جار مجرور سے بدل واقع ہے حاصل آنکہ ہم نے الواح توریت مین موسیٰ کو اس کی قوم کے دین و دنیا کی ضرورت کی ہر چیز مفصل لکھدی۔ الواح جمع لوح اور یہ نام اسوجہ سے کہ اس سے معانی لایح ہوتے ہین اور کتبنا سے اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب لکھنے کی نسبت فرمائی یہ اس کتاب کی تشریف و بزرگی کا اظہار ہے۔ مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ یہ الواح بحکم آلہی لکھی گئین اور بعض نے کہا کہ اس کتابت کو اللہ تعالیٰ نے الواح مین پیدا کر دیا اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور درخت طوبیٰ اپنے ہاتھ سے لگایا رواہ الدارمی وابن النجار وغیرہ اور اسکا راوی ابو معشر ایک مرد مومن ہے لیکن اسکے حفظ و توثیق مین کلام ہے اور دارمی نے میسرہ رح سے اسیکے مانند روایت کیا مترجم کہتا ہے یہ امور متفرق احادیث صحاح مین ثابت ہین اور صحیحین مین قصہ آدم و موسیٰ علیہما السلام مین ہے کہ آدم نے کہا کہ تو موسیٰ ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے تیرے لیے الواح لکھین مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مزید اختصاص کے ساتھ دست قدرت سے پیدا کین اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ایک صفت باری تعالیٰ ہے جو صفت ایجاد سے زیادہ خاص ہے بہرحال یہان ہاتھ سے یہ عضو ہرگز مراد نہین ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو ایسا ہی عضو ہونا کہتے ہین اور یہ لوگ ملحد ہین ہم جناب باری تعالیٰ مین ایسے عقیدے سے پناہ مانگتے ہین۔ پھر سدی رح سے مروی ہی کہ جملہ امر و نہی ان الواح مین لکھے تھے اور یہی مجاہد رح سے مروی ہی۔ بیضاوی نے کہا کہ مواعظ و تفصیل احکام سے ہر چیز لکھی تھی۔ پھر اسمین اقوال مختلفہ ہین کہ یہ الواح کتنے عدد تھین اور کیا طول و عرض تھا اور کس چیز کی تھین اور انمین توریت تھی یا اور کتابت تھی۔ قال ابن کثیر رح بعض نے کہا کہ یہ الواح جوہر کی تھین اور مفسر رح نے کہا کہ جنت کے درخت کنار سے یا زمرد سے یا زبرجد سے سات یا دس تھین بیضاوی نے زیادہ کیا کہ یا سرخ یاقوت کی تھین یا پتھر کی تھین جسکو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لیے نرم کیا تھا۔ وفی المعالم۔ لوح کی لنبائی بارہ ہاتھ کی تھی۔ اور ابن جریج سے مروی ہے کہ جبرئیل نے اسکو اس قلم سے لکھا جس سے ذکر لکھا تھا اور وہب رح سے مروی ہے کہ دسون کلمات کی تحریر مین آواز قلم کو موسیٰ نے سُنا تھا اور یہ ذیقعدہ کا پہلا دن تھا اور بعض نے کہا کہ دسوین تاریخ ذی الحجہ تھی۔ اور بعض نے کہا کہ موسیٰ کے قد کی لنبائی پر دس الواح تھین اور بعض نے کہا کہ نو تھین اور بعض نے کہا کہ سات تھین اور ربیع بن انس نے کہا کہ توریت نازل ہوئی تو ستر بوجھ اونٹ کے تھے اس کو سوائے چار شخص یعنے موسیٰ و یوشع و عزیر و عیسیٰ کے کسی نے نہین پڑھا یعنے حفظ نہین کیا یا تہ دل سے انہین چار نے پڑھا۔ فی تفسیر الحافظ۔ بعض نے کہا کہ توریت سے پہلے موسیٰ کو الواح ملی ہین۔ واللہ اعلم تحقیق یہ ہے کہ سلف صالحین ان امور کو یہود سے پوچھتے تھے اور مانند کعب احبار کے جو اپنی خوشی سے ایمان لائے تھے سچے و صالح لوگ تھے اور بہت کثرت سے جو یہودی طریقہ پر تھے بہت جھوٹے اور بہتان باندھنے والے اور نڈر لوگ تھے ولیکن افسوس یہ تھا کہ جو جھوٹے اور اپنی کتاب کے تحریف کرنے والے اور بیباک تھے انھون نے تو سچ نہین

مبتلا ہوا ہوگا اور جو صالح تھے اُنکے قول پر بھی اعتماد نہین ہے اسواسطے کہ وہ عمداً جھوٹ نہین بولتے تھے بلکہ انکی کتابین اسطرح تاریخ و قصص کی کتابون
کے مانند خراب حالت مین ملتی تھین لہذا جو انمین لکھا تھا وہ بیان کردیتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصرح روایت ہے کہ
کعب احبار مرد صالح ہے ولیکن ہم لوگ فرقہ صحابہ اسکی بات کا اعتبار نہین کرتے بسبب اسکے کہ بات اسکی جھوٹ نکلتی ہے اور مواہب وغیرہ مین
مصرح ہے کہ یہ معنے نہین کہ وہ جھوٹ بولتا ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ وہ اپنی کتابون سے جو مثل تواریخ و قصہ کے مانند ہین بات بیان کرتا ہو جو درحقیقت
سچی نہین ہوتی ہے پس یہان جو امور مختلف مذکور ہوئے اسکا باعث یہی ہے کہ یہ اقوال یہودیون و بنی اسرائیل سے لیے ہوئے ہین اسیواسطے
امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین فرمایا کہ لفظ آیت کریمہ مین کچھ ایسی بات نہین ہے جو دلالت کرے کہ یہ الواح کسقدر اور کتنی اور کس چیز کی
تھین اور انکی کتابت کی کیا کیفیت تھی پس اگر ایسی تفصیل کسی دلیل قوی سے ثابت ہو تو وہی قول کہنا واجب ہے ورنہ ایسی تفصیل بیان کرنے سے
سکوت واجب ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ امام رحمہ اللہ نے بہت صحیح بات کہی درحقیقت ایسی تفصیل بیان کرنا جو علی العموم تفسیرون مین پائی جاتی ہے
بدون اسکے کہ اسپر کچھ کلام کیا جاوے بلا اصل صحیح ہے پس واجب ہے کہ تفسیر آیت مین فقط اسقدر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام کو
الواح عطا فرمائین اور وہ دست قدرت سے لکھی ہوئی تھین۔ اور اسقدر قطعی ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کی تھین جو پھینک دینے سے ٹوٹ جاتی ہے اور
یہ نہین معلوم کہ اسمین توریت تھی یا اور کوئی بات لیکن موعظت ضروری مفصل تھی اور یہ محتمل ہے کہ دس خصال ہون جنپر مدار دین ہے اور وہ
قولہ تعالے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات مین گذر چکے ہین اور ان خصال کو یہود نے اور نصاری نے لکھا ہے اور یہان سے ہوشیار رہنا
چاہیئے کہ جیسے نصاری کے پاس اصل انجیل نہین ہے صرف اسکے ترجمے اپنی طور پر حواریون کے اقوال سے جمع کیے ہین اور کثرت سے انمین تحریف و تبدیل
ہی کہ تینتیس ہزار سے زیادہ جگہ تحریف موجود ہے اسیطرح یہود کے پاس بھی اصل توریت ندارد ہے اگرچہ فی الجملہ عبرانی کا کچھ اثر توریت مین ہے اور عرب کے یہود نے بہت کتابین ہاتھ سے
لکھکر اسکو توریت بتلا دیا وہ عربی مین ترجمہ مشہور ہے یہ سب محض بے بنیاد ہین لہذا مسلمانون پر حکم ہے کہ برخلاف قرآن مجید کے یہود و نصاری کا جو
قول ہے وہ تحریف کیا ہوا ہے اور جو بات کہ توریت یا انجیل سے ایسی بیان کرین جسکا ذکر کلام مجید مین نہین ہے اسکو نہ سچ کہین اور نہ جھوٹ کہین
پس اہل اسلام و ایمان متنبہ رہین۔ فَخُذْهَا۔ اے فقلنالہ خذہا عطف ہے کتبنا پر باضمار قول یا بدل ہے قولہ فخذ ما آتیتک۔ سے اور ہا راجع
بالواح ہے یا کل شئی جو بمعنے اشیاء ہے یا برسالات۔ پس بنا بر قول اول کے معنے یہ ہوے پھر ہم نے موسیٰ سے کہا کہ لے ان الواح کو۔ بِقُوَّةٍ یعنی بجد و اجتہاد
کوشش و اجتہاد کے ساتھ۔ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا۔ اور حکم دے اپنی قوم کو کہ اختیار کرین اسکے احسن کو۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر بجانب
الواح ہے تو قوم کے احسن الالواح اختیار کرنے کے کیا معنے ہین جواب آنکہ باحسنہا بمعنے باحسن ما فیہا ہے یعنے جو الواح مین ہے انمین سے احسن کو
اختیار کرین اور بنا بر آنکہ فخذہا کی ضمیر بجانب اشیاء راجع ہو تو بات ظاہر ہے۔ اگر کہا جاوے ظاہر اسکا دلالت کرتا ہے کہ انمین بعض وہ بھی ہے جو
احسن نہین ہے اور قوم کو اسکا اختیار کرنا جائز نہین ہے اور یہ تناقض ہے تو جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ ان تکالیف مین بعض حسن اور
بعض احسن ہین جیسے اوسط بات اور اقتصاد و عفو کرنا اور صبر پس معنے آنکہ قوم کو حکم دے کہ اپنے نفس کو ہر شخص ایسی بات پر آمادہ کرے جو بھلائی مین
زیادہ ہو اور ثواب اسکا بہت ہو بمانند قولہ تعالے واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم الآیہ اور بمانند قولہ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ الآیہ۔
یہ جواب کشاف مین مذکور ہے اور بیضاوی و امام رازی نے اسی کی پیروی کی ہے ولیکن محقق تفتازانی نے کہا کہ اس جواب کو منافات ہے اس بات سے
جو مقرر ہو چکی کہ بنی اسرائیل پر قصاص ہی واجب کیا گیا تھا اور عفو نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ جواب ہو سکتا ہے کہ عفو اگرچہ قصاص سے فی نفسہ احسن
ہے لیکن چونکہ الواح مین بابت قصاص کے صرف قصاص ہی کا حکم تھا اور عفو مذکور نہ تھا لہذا اُنکے حق مین یہی احسن ہوا کیونکہ احسن ما فیہا کی پیروی کا

حکم تھا اور مطلقاً احسن کی پیروی پر مامور نہ تھے علاوہ بریں احسن تو بہ نسبت دیگر ہے پس انھیں چیزوں میں جاری ہوگا جنمیں دو حکم مذکور ہوں۔ فافہم اور نیز اس جواب پر اعتراض کیا گیا کہ اس تقدیر پر حسن کو اختیار کرنے سے منع لازم آتا ہے اور یہ اسکے حسن ہونے کا منافی ہے جواب آنکہ احسن کو لے لینا بطریق مندوب ہے پس حسن کو لینے سے منافی نہیں ہے۔ دوم آنکہ حسن کے تحت میں واجب و مندوب و مباح سب داخل ہیں اور واجب ان سب میں احسن ہے۔ سوم آنکہ احسن سے مراد وہ کہ حسن میں کامل ہو مطلقاً نہ باضافت جیسے عرب بولتے ہیں کہ الصیف احر من الشتار۔ گرما حارتر است از سرما یعنی سرما کی سردی سے گرما کی گرمی بہت بڑھی ہوئی ہے ایسے ہی یہاں جس چیز کا حکم دیا گیا وہ ممنوع کی قباحت سے بہتری میں بڑھی ہوئی ہے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے قول ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں چنانچہ فرمایا یعنے جو امین حلال کیا گیا اسکو حلال رکھیں یعنے حلال جانیں اور اسی کے موافق عمل میں لاویں اور جو حرام کیا گیا اسکو حرام رکھیں اور اس کے امثال کو فکر سے بنظر عبرت دیکھیں اور جو امین متشابہ ہیں وہاں توقف کریں اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے زیادہ عابد تھے پس انکو وہ حکم دیا گیا جو قوم کو نہیں دیا گیا تھا۔ سَاُورِیکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ عنقریب تمکو دکھلاؤنگا میں دارالفاسقین۔ یعنے دار فرعون و اسکی اتباع کو اور وہ ملک مصر ہے تاکہ تم انسے عبرت حاصل کرو اور یہی عطیۃ العوفی کا قول ہے اور اراءۃ کے معنے یہاں داخل کرنا بطور ارث کے اور اسی پر دلالت کرتی ہے قراءۃ سا ورثکم بثا مثلثہ جیسا کہ بعض سے مروی ہے اور اگر یہ مؤید تفسیر لیجاوے تو حسن و عطاؒ سے جو مروی ہوا کہ دارالفاسقین سے مراد جہنم ہے وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا اور سدیؒ نے کہا کہ دیار جبابرہ و عمالقہ مراد ہیں اور قتادہؒ نے کہا کہ ملک شام ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ انجام کار آخرت میں جائے بازگشت مراد ہے ابن جریرؒ نے کہا کہ قولہ ساریکم دارالفاسقین بطور تہدید و وعید کے ہے جیسے کہنے والا اپنے مخاطب سے کہتا ہے کہ میں تجھے دو روز میں دکھلادونگا کہ مخالفت کرکے کس بربادی کے گھر بستے ہیں۔ پھر یہی معنے حضرت مجاہد و حسن بصری نے نقل کیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی معنے اولے ہیں کیونکہ یہ حکم بعد انفصال موسےٰ و بنی اسرائیل کے ملک مصر سے تھا اور یہ تیہ میں بنی اسرائیل کے پھنسنے سے پہلے کا حکم تھا اور قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے لوگ شام کو جانے سے لوٹ کر مصر میں آکر ملک فرعون و قبطیون کے مال و متاع کے وارث ہوئے اور یہی حسنؒ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ مصر میں نہیں لوٹے۔ حاصل آنکہ جن لوگوں کے نزدیک بنی اسرائیل بجانب مصر کے نہیں لوٹے انکے قول پر شام کا ملک مراد ہونا مختار ہوگا ورنہ مصر مراد ہوگا فلیتامل ف عرائس میں ہے کہ قولہ تعالےٰ قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس الآیۃ میں نے تیرے واسطے ازل میں اپنے برگزیدہ کرنے کو جو سفارس ازعلت حدوث ہے اپنی رسالت کے ساتھ سابق کردیا یعنے تو میرے اولیا و بندوں کی طرف میرا رسول اور انپر سردار ہے اور یہ رسالت شامل ہے تمام ان مراتب کو جسکو اولین و آخرین چاہتے ہیں یعنے مقام دنو الدنو و قرب اور قرب القرب اور وصال و کشف جمال کیونکہ وہ مقام استقامت کا اور جملہ مرادات پانے کا ہے اور نیز یہ معنے کہ تیرے واسطے اصطفائیت اسطرح سابق ہوچکی تھی کہ تو مجھسے بلا واسطہ کلام کو سنیگا اور میرے اسرار ملک و ملکوت کے جان لیگا میں نے تجھکو لپنے فعل سے لباس رسالت پہنایا اور اپنے انوار کلام و صفت سے لباس ربوبیت پہنایا پس میرے برگزیدہ کرنے پر تو میری صفت سے موصوف ہوا پس تو پہلے میرے فعل کے نور میں پڑا پھر میری صفت کے نور میں پڑا حتی کہ معنے اتصاف میں تو میری ذات پاک کا مشاہدہ کنندہ ہوا اور کوئی رویاں تیرے بدن کا نہیں جسمیں میری قدرت سے آنکھ نہو پس تو ان آنکھوں سے مجھکو مشاہدہ کرتا ہے پھر تو سوال ارنی سے اور کیا چیز طلب کرتا ہے یہ مراتب رفیعہ اور منازل سنیہ جو میں نے تجھے عطا فرمائیں تو انکا شکر گزار ہو اور باوجود اپنی ذاتی قلت ادراک کے میرے کنہ قدم و ازل کے ہم و غم میں مست سرگرداں ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اصطفائیت ازلیہ سے تکلیم و کلام کا مرتبہ حاصل ہوا اور یہ نہیں ہے کہ تکلیم سے اصطفائیت حاصل ہوئی ہو اور بعض نے کہا کہ قولہ خذما آتیتک یعنے جو میں نے

تجھے عطا کر دیا اسکو لیکر شکر گزارون مین سے ہوجا اور دعوی کرنے والون مین سے مت ہو میرا تجھے برگزیدہ کرنا تیرے واسطے خود اپنے نفس کے لیے
پسند کرنے سے بہت زائد ہے بعض نے فرمایا کہ اصطفائیت سے تو خلق پر سردار ہوا اور یہ میرا فضل محض ہے کہ مین نے سابقہ تقدیر مین تجھے ایسا کیا تو ایسا
ہوا اور یہ نہین کہ تیری لیاقت میری درگاہ مین تھی جس سے تو مستحق اصطفائیت ہوا۔ قولہ کن من الشاکرین۔ یعنے اپنے شکور کا عارف ہو کیونکہ شکور کی
معرفت حاصل کرنا ہی شکر ہے اور بس۔ اور استادؒ نے کہا کہ اس کلام مین لطیف اشارہ ہے کہ تمام نعمت سے شاکر ہو اور شکایت کرنے والا نہو یعنے اگر
مین نے تجھے تیرے سوال سے جسمین شائبہ نفس ہے منع کیا اور محروم رکھا تو تجھے شکایت نہو۔ پھر واضح ہو کہ اوتعالے نے اپنے کلیم موسیٰ پر مزید نعمت کو ذکر
فرمایا کیونکہ اسکو مواضع حقائق علوم غیبیہ اور اسرار عجیبہ واخبار ازلیہ غریبہ کی معرفت عطا فرمائی۔ بقولہ تعالے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئ موعظۃ
الآیۃ۔ اسمین ایک لطیف اشارہ ہے کہ ہم نے اسرار لطیفہ کو اسی کے واسطے لکھا کیونکہ وہی انکا عارف ہے اور باقی لوگ تو مقلد ہین کیونکہ اسرار خطاب
اشارات ازلیت اسوسے ابدیت ہین اور انکو وہی پہچانتا ہے جو مصطفے ہو اسیواسطے ایک مقام پر فرمایا۔ اصطفیتک لنفسی۔ اور یہان فرمایا۔
اصطفیتک علی الناس برسالاتی پھر قولہ فی الالواح من کل شئ مین اشارہ ہے کہ الواح قلب پر ذات وصفات سے تلویح علوم فرمائی۔ اور قولہ
کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ مین یہی معنے ہین حاصل آنکہ ہم نے اسکو اپنے علوم ازلیہ سے مخصوص فرمایا اور اسکے الواح قلب کے انوار مین نقوش
حروف اسرار وحدانیت لکھے یعنے قلب کے انوار سے اسرار وحدانیت لائح فرمائے اور من کل شئ سے اشارہ ہے کہ علوم ذات وصفات و
افعال سے اسکو عطا ہوئے قال المترجم یہ بنابر انکا اوتعالے پر اطلاق لفظ شئ آیا ہے اور شیخ مفسرؒ نے اسکے جواز پر تنصیص کی ہے۔ حاصل آنکہ
ہم نے اسکو علم گذشتہ وآیندہ سے تعلیم فرمایا اور یہ موعظت اسکی زبان سے عارفون وعاشقون ومشتاقون کو ہے جو ہمارے وصال کی راہین
پہچاننا چاہتے ہین اور قولہ وتفصیلا لکل شئ۔ یعنے اشیاء کے اسرار باطنہ کی تبیین یعنے واضح بیان اور ایسے ہی اشارات اسرار ازلیہ کی تفسیر یعنے بیان
فرمائی۔ پھر جب موسیٰ نے اسکی قدر ومعرفت کو پہچانا اور شکر کا موقع جانا تو موسیٰ کو حکم دیا کہ اقبال کرے اسکی طرف اسی کے ساتھ سوائے اپنے نفس کے
اور عمل کرے اسی کے ساتھ بدون اپنے نفس کے لہذا فرمایا فخذہا بقوۃ یعنے یہ ربوبیت کا بار گران ہے اسکو بقوت ازلیہ برداشت کر بایں طور کہ اپنے
نفس واغیار سے فرار کرکے میری طرف مشغول ہوکر مجھسے استعانت لے اور مجھی سے قوت ونصرت حاصل کر پھر اس قوت آلہیہ سے اسکو برداشت کر
اور اپنے نفس کی قوت سے اُٹھانے کا ارادہ مت کر کیونکہ تیرے نفس کی قوت تو حادث ہے وہ ہرگز اس بار ربوبیت کو برداشت نہین کر سکتی ہے اِن
اسی طور پر کہ قوت آلہیہ تیری مدد فرماوے اور تیری دستگیری کرکے راہ سے پار لگاوے پھر جب تو اس بار عظیم امانت کی سواری ہوجاوے تو قوم کو حکم کر
کہ اسمین سے احسن کو لیوین یعنے جو اوامر ونواہی انپر آسان ہون وہ اختیار کرین کیونکہ اسمین سے جو حقائق ہین وہ سوائے تیرے مانند کے اورون کی
لیاقت سے برداشت نہین ہوسکتے ہین نیز قولہ باحسنہا۔ سے یہ معنے کہ جو احکام اسمین سے انکو خوب واضح معلوم ہون اُنکو لیوین یعنے آیات محکمات کو
لیوین کہ وہی موجب ہین اور رہے آیات متشابہات جو صفات آلہیہ کا وصف ہین تو اُنکو حسن اعتقاد سے لیوین یعنے تسلیم کرین کیونکہ صفات
حضرت باری تعالے عزوجل کے اسی طور پر ہین لیکن اوتعالے عزوجل جملہ مخلوق مین سے کسی کے مانند نہین ہے پس اسکی کیفیت کو اوتعالے خود
خوب جانتا ہے اور ہم اسیقدر جانتے ہین کہ اوتعالے عزوجل مین سب خوبیان اپنے انتہائی کمال پر ہین اور جو چیز کسی نقص کو موجب ہو اس سے
اللہ تعالے کے فضل سے عقل نورانی کے اقتضاء سے ہم اسکو پاک برتر جانتے ہین۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ حقائق آیات متشابہات کی ادراک بشری
سے باہر ہین ہان علماء ربانی اسکے اسرار مین سے کچھ پاتے ہین بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ بندون کے پاس عموماً اور خاص بندون کے پاس
خصوصاً جو اللہ تعالے کے اسرار ہین انکو بندون مین سے فقط وہی پاتے ہین جو بدن وقلب سے زیادہ قوی ہون تو نہین دیکھتا کہ اپنے کلیم علیہ السلام

سے فرمایا کہ خذ بالقوۃ۔ اور قوت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسا و اعتماد بہت قوی و مضبوط ہو۔ قال المترجم یہین سے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ موسیٰؑ
پر جو انکی ذات کے واسطے احکام سخت تھے ویسے انکی قوم کے واسطے نہ تھے اور یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ قولہ و امر قومک یاخذوا باحسنہا مین احسن
سے مراد سہل ہے بمقابلہ خذ بالقوۃ کے اور قولہ یاخذوا جواب امر ہے ای ان یاخذوا۔ اور اسمین اس تقدیر پر ایک بڑا مسئلہ نکلتا ہے وہ یون کہ
قوم بلکہ ہر فرد امت مامور ہے کہ شرع مین سے جہانتک جواز ہے اپنے واسطے اسہل و آسان کو اختیار کرین اور اسمین جو بھید و اسرار ہین انکے بیان کا
یہان موقع نہین ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت پاکیزہ حنیفیہ سہولت سے موصوف ہے اور کثرت سے علماء تابعین
رحمہم اللہ سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت آیا ہے کہ بہت کم تکلیف اور بہت آسان طریقہ والے اور ایسے لوگ تھے اور یہین سے
محققین علماء نے جیسے شیخ ابن الہمام کہی مین تتبع رخص کو جائز کیا ہے اور شیخ روزبہان نے اہل حقیقت کے لیے ابتدائے حال مین
تتبع رخص سے اجتناب کا اور انتہاء حال مین التزام کا اشارہ کیا ہے اور یہ امر اہل علم کے نزدیک مجملہ مہمات کے ہے بنظر آنکہ وہ لوگ مطاع ہین
اور انکو حکمت الٰہیہ سے نصیب عطا ہوا ہے پس کہانتک انکو رائے معرفت مین حسن تدبیر سے لیجائے اور اسی سہل طریقہ مین فرعون نفس و اسکے اعوان
و انصار کو غرق کر لیتے ہین۔ فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ عطایائے الٰہی کو اسی کے عطایا یعنے باربرداریان اٹھاسکتے ہین بعض نے قولہ فخذ بالقوۃ
مین کہا کہ اسکو میری قدرت سے برداشت کر اور اپنے نفس سے برداشت مت کر پس قوی وہ ہے کہ اپنے واسطے کچھ حول و قوت نہ ثابت کرے بلکہ
اسکے حول و قوت وہی ہو جو خالق القوی والقدر سے اعتقاد کرے قال المترجم نماز بڑا رکن ہے اسکی اذان مین حی علی الصلوٰۃ کے وقت
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم کہنا مسنون ہے اور معنے یہ ہین کہ نماز ادا کرنے کو آنا میری قوت مین نہین بلکہ مجھے کچھ بھی حول و قوت نہین
مگر برحمت الٰہی جو زبردست حکمت والا ہے شیخؒ نے لکھا کہ میرے اُستادؒ نے فرمایا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا اور جو انکی قوم کو حکم دینے کا
حکم دیا گیا ان دونون مین فرق ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا لینا تو حق عزوجل سے بروجہ تحقیق قربت اور تاکید وصلت ہے اور قوم کا لینا از راہ التزام
طاعت ہے۔ اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہے۔ پھر جو لوگ کہ کفران نعمت کرکے درگاہ کبریائی و عظمت کی پھٹکار سے اپنی کچھ قدر و قیمت سمجھتے
انکے محروم و مردود ہونے کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا

مین پھیر دونگا اپنی آیتوں سے انکو جو بڑائی ڈھونڈتے ہین ملک مین ناحق اور اگر دیکھین ساری نشانیان یقین نہ کرین

بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ

انکو اور اگر دیکھین راہ سنوار کی تو نہ ٹھہراوین اُسے راہ اور اگر دیکھین راہ اُلٹی اُسکو ٹھہراوین راہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

یہ اسواسطے کہ انھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور رہے اُنسے بیخبر اور جنھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور آخرت کی ملاقات

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ضائع ہوئین انکی محنتین وہی بدلا پاوینگے جو کچھ عمل کرتے تھے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ۔ آیات سے مراد وہ چیزین ہین جو اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین اسکی قدرت پر دلالت کرتی ہین اور نیز وہ آیات بھی
اسمین شامل ہین جو اسرار شریعت و احکام پر دلالت کرتی ہین۔ اَلَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ معنے یہ ہین کہ جو لوگ زمین مین

اور وہ تکبر کرتے ہیں جو کہ سراسر ناحق ہوا کرتا ہے انکو میں اپنی آیات کے سمجھنے سے محروم کر دونگا بایں طور کہ انکو خوار کر دونگا پھر اسمیں فکر کرنے کی راہ نہ پاوینگے۔ قال الحافظ آیات سے سرکشی کا نتیجہ جہالت حاصل ہوئی۔ قال البیضاویؒ جرم تکبر سے انکے دلوں پر مہر ہوئی کہ ان آیات سے کوئی عبرت و پند و نصیحت نہیں پاتے جیسے قوم فرعون آخر ہلاک ہوئی۔ قال الحافظ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ اور بعض علماء نے کہا کہ شرم کرنے والا و مغرور کبھی علم نہیں پاتا۔ بعض نے فرمایا کہ علم حاصل کرنے میں اگر ایک دم ذلت سمجھا تو تا ابد جاہل رہا۔ سفیان بن عیینہؒ نے کہا کہ قرآن کی سمجھ انسے نکال لونگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ حکم کچھ بنی اسرائیل سے خاص نہیں ہے بلکہ ہر امت میں جسنے آیات الٰہی سے تکبر کیا وہ جاہل مردود رہا۔ مترجم کہتا ہے کہ تکبر کا انجام شرک ہے اور اسکی مذمت احادیث صحاح میں تو وارد ہی ہے علی العموم لوگوں کی زبان پر جاری ہے بغیر الحق۔ توضیح ہے کیونکہ تکبر کبھی برحق نہیں ہوتا و ہذا کقولہ ویقتلون النبیین بغیر الحق۔ اور سراج میں لایا کہ یہ قید ہے کیونکہ تکبر کبھی برحق ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کہ حق پر ہے وہ باطل مذہب والے پر تکبر کر سکتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام شاید بطور مجاز ہوگا ورنہ تکبر کچھ بھی جائز نہیں ہے اور صحیح وہ جو کہا لیکن میں کہتا کہ تکبر برحق کسی کے لیے نہیں سوائے اللہ عز و جل کے اور بیضاویؒ نے یہاں کہا کہ تکبر کرتے ہیں اپنی چیز کے ساتھ جو حق نہیں باطل ہے اور علی ہذا بلاغت مزید ہے یعنے تشنیع دو وجہ سے ایک تو تکبر کرتے ہیں اور اسپر زیادہ تشنیع یہ کہ باطل پر تکبر کرتے ہیں اور واضح ہے کہ باطل کے مقابلہ میں ذلت ظاہر نہ کرنا تکبر نہیں ہے حتی کہ دنیا اور اہل دنیا کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت سے اپنے کو ذلیل نہ کرنا احسن ہے۔ فافہم۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا۔ یعنے اگر آیات میں سے ہر آیت دیکھ لیں تو بھی ایمان نہ لاوینگے جنپر حکم ازل مقدر ہو چکا وہ کافر ہی رہینگے حتی کہ فرعون نے بارہا قصد کیا مگر ہامان کا ذرا سا وسوسہ اسکو بحکم تقدیر موثر ہوا اور آیات و معجزات سے متاثر نہ ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انکی حالت بیان فرمائی۔ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا۔ اور اگر راہ ہدایت کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام لائے ہیں یہ لوگ دیکھتے ہیں تو اس کو اپنی راہ نہیں بناتے کہ اس راہ ہدایت پر چلیں تاکہ یہ چند روزہ دنیا بسر کر کے رضوان الٰہی پاویں لیکن اس راہ نہیں چلتے بلکہ۔ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا۔ اور اگر دیکھتے ہیں راہ ضلالت کو تو اسکو راہ بنا لیتے ہیں تاکہ چند روزہ زندگی میں چین کر کے مریں تو ناپاک خبیث دوزخ کے کندے غضب الٰہی میں پڑیں۔ ذٰلِكَ۔ یہ پھیر دینا۔ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ۔ بسبب اسکے کہ ان لوگوں نے جھٹلایا آیات الٰہی کو اور اس سے غافل رہے کچھ بھی اسمیں توجہ نہ کی بلکہ جو نفس و شیطان کہتا گیا اسی کو بے تردد مانتے رہے ف فی العرائس قولہ ساصرف عن آیاتی الذین الخ۔ اسمیں وہ مدعی بھی شامل ہیں جو اپنی شان کو اچھا سمجھتے ہیں یعنے کمال کے دعوی کرنے والے جنکو اپنی شان بھلی معلوم ہوتی ہے اور مجازی بے تحقیق باتیں کر کے مغرور ہیں وہ ان جھوٹے دعووں کے سبب سے حقائق خطاب کی معرفت اور معانی کلام کی سمجھ سے محروم ہوئے کیونکہ وہ کرامات اولیاء اور آیات اصفیاء سے منکر ہیں حتی کہ بدتر حال انکا یہ ہے کہ وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بہا۔ پھر مزید برآں یہ کہ درگاہ قبول سے مردود و مطرود ہیں کما قال تعالےٰ وان یروا سبیل الرشد الآیۃ۔ اگر انکو اللہ تعالےٰ کی طرف ہزار راہیں کشادہ ہوں تو محرومی ازلی سے کبھی انکی پیروی نہ کرینگے اور منافقانہ اگر چند سے چلے بھی تو کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر گمراہی اور باطل دعوی کی ایک راہ بھی انپر ظاہر ہوئی اور شہوات کے پیچھے چلنا انہیں نصیب ہے تو اسکی پیروی کرنے لگے اور اسکو راہ حق قرار دیا کیونکہ انکی جبلت ٹیڑھی واقع ہوئی ہے پس راہ راست کو کج اور کج کو راست سمجھتا ہے اور تکبر کرنے والا اگر تکبر کہ جو کبریاء حق کی شان پاک ہے پہچانتا تو کبھی تکبر کا اپنے یا کسی مخلوق کی طرف خیال بھی نہ کرتا پس مخلوق میں جہاں کہیں تکبر ہے وہ کبریاء حق سے جہالت کی وجہ سے ہے اور جہاں کہیں سطوت عظمت حضرت کبریا عز و جل ظاہر ہوتی ہے وہاں ہر شئے پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور سوائے تکبر حق عز و جل کے جو تکبر ہو وہ باطل ہے ہاں جس بندے کو اللہ تعالےٰ اپنے نور عظمت و ہیبت سے لباس عطا فرما وے

وہ حق کے ساتھ کلام کرنا اور حق کے ساتھ اسکا ہر کام ہے اور حق عزوجل کی صفت اس سے بوصف کبریائی ظاہر ہوتی ہے اور ہر مخلوق جو مطیع الٰہی ہو اسکے حضور مین بازو جھکاتی ہے اور وہ اپنی تمام جان وتن کو جناب کبریائی مین فنا کیے ہوئے ہے اور یہی معنے ہین اس قول کے کہ من خضع للہ خضع لہ کل شئی جسنے اللہ تعالےٰ کی جناب کبریائی کے واسطے خضوع کیا اسکے لیے ہر چیز خضوع کرتی ہے۔ قال المترجم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریف مین سے ہے کہ جسنے دور سے دیکھا وہ ہیبت ناک ہوجاتا اور جو پاس بیٹھا وہ بہت مانوس ہوکر اُٹھنے کا نام نہ لیتا۔ اور مشہور و معروف ہے کہ اونٹ و جانور وغیرہ سجدے کرتے تھے ؎ ہیبت حق است این از خلق نیست ۞ ہیبت این مرد صاحب دلق نیست ۞ بعض نے کہا کہ تکبر دو قسم کا ہے ایک تکبر بحق اور دوسرا تکبر ناحق پس تکبر بحق تو فقیرون کا تونگرون پر ہے کہ جو تونگرون کے پاس ہے اُس سے فقرا کو استغنا رہتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو لیکر وہ تمام نعمہاے فانی سے مستغنی ہوتے ہین اور تکبر ناحق وہ تونگرون کا فقیرون پر ہے کہ انکی مفلسی و محتاجی سے انکی حقارت کرتے ہین۔ واسطیؒ نے کہا کہ تکبر برحق تو یہ کہ تونگرون و فاسقون پر اور کافرون و بدعتیون پر ہو کیونکہ اثر مین مروی ہے کہ خدا تعالےٰ کی نافرمانی کرنے والون سے ایسے چہرہ سے ملو کہ وہ حقیر ہون۔ اور سہلؒ نے کہا کہ قولہ ساصرف عن آیاتی الذین الخ یہ پھیرنا اس طرح ہے کہ وہ قرآن مجید کی فہم سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا پانے سے محروم کیے جاوینگے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اوتعالےٰ جل جلالہ نے یہ فرمایا کہ انکے قلوب و اسرار و ارواح کو عالم قدس کی سیر سے محروم کیا جائیگا۔ شیخ ذوالنونؒ نے فرمایا کہ اوتعالےٰ عزوجل نے باطل اعتقاد و اعمال والون کو قرآن مجید کے حقایق و حکمت عطا فرمانے سے انکار فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ۔ اور ملاقات آخرت کو یعنے قیامت مین بعث و حشر ہونے وغیرہ کو تو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ نیست ہوگئے انکے اعمال یعنے دنیا مین مانند صدقہ و ناتے دارون کے ساتھ سلوک وغیرہ کے جو بھلے کام کیے تھے انکا کچھ ثواب نہ پاوینگے کیونکہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا جو ثواب پانے کی شرط تھی وہ نہین ہے۔ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے اے ما یجزون جزاءً الا جزاء ما کانوا یعملون من التکذیب والمعاصی۔ یعنے نہین جزا پاوینگے کچھ بدلا سواے جزا اس فعل کے جو کرتے تھے یعنے آیتون کو جھٹلانا اور گناہ و شرک وغیرہ کرنا پس انھین کامون کی جزا پاوینگے اور انکی جزا سخت عذاب دردناک ہے اور کبھی کافرون کو اپنے نیک کامون کی جزا دنیا مین مل جاتی ہے اگر مشیت مین مقدر ہو۔ اسمین تنبیہ ہے کہ آیات الٰہی مین نظر و تامل کرنا واجب ہے ورنہ برکت وحی الٰہی جو قرآن مجید کی آیات سے ہے دلون سے جاتی رہیگی فضیل بن عیاض سے روایت ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت والے دنیا کی چیزون کی عظمت کرینگے تو اُن لوگون سے ہیبت اسلام جاتی رہیگی اور جب آپس مین ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے انپر محرومی چھا جائیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے مین پناہ مانگتا ہون کیونکہ اب اُس سے زیادہ بڑھا ہوا مرتبہ نظر آتا ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کے دشمن ہین اللہم اعز الاسلام وارحم اہلہ انک انت التواب الرحیم پس درمیان قصہ مین یہ کلام تنبیہ ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل نے آیات کو مشاہدہ کرکے غفلت کی تو انکا انجام ہلاکت ہوگیا اگر رحمت الٰہی نہوتی تو ہلاک ہوجاتے

کما قال تعالےٰ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اور بنالیا موسےٰ کی قوم نے اسکے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا ایک دھڑ اسمین گائے کی آواز یہ نہ دیکھا کہ وہ اُنسے بات نہین کرتا

وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ

اور نہ دکھاوے راہ اُسکو ٹھہرالیا اور وہ تھے بے انصاف اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم

ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

بہکے کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہم کو ہمارا رب اور نہ بخشے تو بیشک ہم خراب ہونگے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی۔ اور بنا لیا قوم موسیٰ نے مِنْۢ بَعْدِهٖ بعد موسیٰ کے یعنے بعد جانے موسیٰ کے کوہ طور پر مناجات کے لیے جبکہ اللہ تعالے نے تیس راتوں کا وقت مقرر فرمایا اور دس روز بڑھا دیے تھے اور انھیں مزید دس راتوں کے زمانہ مین قوم موسیٰ نے انکے پیچھے بنا لیا مِنْ حُلِیِّهِمْ اپنے زیوروں سے عِجْلًا جَسَدًا ایک بچھڑے کو کہ جسد تھا اور جو کہ لَّهٗ خُوَارٌ۔ اسکے واسطے خوار تھی یعنے گاے کی آواز تھی کذا فسرہ ابن عباس والحسن وقتادۃ واختارہ جمہور المفسرین۔ یقال خار یخور دیخار خوارا۔ یعنے گاے کا آواز کرنا اور قولہ جسد الخ خوار سے یہ توضیح وتحقیق ہے کہ وہ فقط بچھڑے کی صورت نہ تھا بلکہ منقلب ہو کر جسد ہو گیا یعنے خول دار جسم ہو گیا کہ گاے کی طرح آواز کرتا تھا اور بعض نے کہا کہ فقط سونے کا جسم تھا خالی از روح۔ مگر قول اول اصح ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا اور دوسرے مقام پر کہ موسیٰ علیہ السلام کا اسکو جلا کر خاک کر کے دریا مین پھینکنا جو مذکور ہوا اس سے زیادہ مناسب ہے اور قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک مہینہ کی میعاد جو بنی اسرائیل سے بیان کی تھی بسبب دس راتین بڑھائی جانے کے دیر کی تو بنی اسرائیل فتنہ مین پڑے اور سامری نے جو بعض علوم سے آگاہ اور اس قوم مین باآبرو تھا موقع پاکر بنواسرائیل سے وہ زیور جمع کرایا جو اُنھوں نے مصر مین بھاگنے سے پہلے قبطیوں سے اپنے یہان خوشی کی آرائش کے واسطے مانگ لیا تھا اور وہ انھین کے پاس رہگیا اور مصر سے بھاگنے کا حکم ہو گیا پھر قبطی مع فرعون کے ہلاک ہو گئے پس یہ زیور جمع کرا کے اس سے ایک بچھڑا بنایا اور اسمین وہ خاک ڈالدی جو جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے لی تھی چنانچہ دوسرے مقام پر مقولہ سامری حکایت ہے کہ بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول الآیۃ۔ اور اس خاک کا اثر حیات تھا پس وہ منقلب ہو کر خون وروح کا جسد ہو کر آواز کرنے لگا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمھارا و موسیٰ کا الٰہ ہے پس سمندر سے پار ہونے کے بعد ایک قوم کو گاے کی شکل کے بُت پوجتے دیکھ کر بنی اسرائیل کے جاہل اثر پذیر ہو چکے تھے یہان تصدیق کر لی۔ اور اِلٰہ بنا لیا۔ پس حاصل تقدیر کلام یون ہے کہ واتخذ قوم موسیٰ عجلا الٰھا۔ یعنے بنا لیا قوم نے موسیٰ کے بعد ایک بچھڑے کو معبود پس الٰھا مفعول دوم محذوف ہے بعض نے کہا کہ وہ بچھڑا فقط ایک مرتبہ بولا تھا اور بعض نے کہا کہ بہت بار حتی کہ جب بولتا تو سجدہ مین گر پڑتے جب چپ ہوتا تو سر اُٹھاتے۔ وہب سے روایت ہے کہ آواز کرتا بدون حرکت کے سدی سے ہے کہ چلتا بھی تھا واللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زیور مستعار بیان ہوا حالانکہ اللہ تعالے نے مِنْ حُلِیِّهِمْ فرمایا تو جواب دیا گیا کہ اضافت بایں معنے کہ انکے پاس تھا اس لیے کہ نیز ہلاک قوم قبط کے یہ مالک ہو گئے تھے کذا ذکرہ البیضاوی اعتراض ہوا کہ مستعار چیز بعد فوت ہو جانے مالک کے مستعیر کی ملک نہین ہوتی جواب دیا گیا کہ ہان ولیکن قوم فرعون کا مال وال اللہ تعالے نے بنواسرائیل کو حلال کیا تھا بدلیل قولہ تعالے کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فاکھین کذالک واورثنا ہا قوما آخرین حلی بالضم اول وتشدید یا تبع علی الفتح اول وسکون ثانی وتخفیف مانند ثدی وثدی۔ قراءۃ حمزہ وکسائی بکسر اول بالاتباع ہے اور یعقوب نے مفرد پڑھا۔ اگر کہا جاوے کہ اتخاذ تو فقط سامری کا تھا پھر اتخذ قوم موسیٰ کیونکر فرمایا۔ جواب آنکہ قوم والے اس فعل پر راضی تھے اور اولی یہ کہ سامری کا اتخاذ بمعنے ساختن ہے اور قوم کا اتخاذ بمعنے معبود بنا لینا۔ ابوالسماک وعلی کی قراءۃ مین جوار بجیم آیا اور یعنے آواز سخت مگر معروف قراءۃ بخا معجمہ ہے۔ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا۔ استفہام توبیخ وجھڑکی وملامت ہے ان جاہلوں کو کہ اتنی آیات توحید دیکھنے کے بعد یہ حرکت کی۔ معنے یہ کہ اُن جاہلوں نے اسکو اِلٰہ بناتے وقت یہ نہ دیکھا کہ نہ اسکو باتین کرنے پر قدرت ہے اور نہ راستہ بتلا دینے پر قدرت ہے جیسے ادنی آدمی کو ہوا کرتی

پھر کیونکر اُسکو آدمیون وزمین وآسمان کا پیدا کرنے والا مان لیا یہ چشم ضلالت کا اثر تھا کہ سورتون کی محبت چھائی حضرت ابو الدرداءرض سے
روایت ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کسی چیز کو محبوب رکھنا اندھا وبہرا کر دیتا ہے۔ رواہ احمد وابو داؤد۔ اِتَّخَذُوْہُ
وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۔ مگر مذمت کرنے اور ملامت کرنے کو اتخذوہ فرمایا یعنے بنا لیا ان لوگون نے اس جانور کو اپنا معبود اور تھے یہ لوگ ظالم یعنے
ہر چیز کو بےموقع رکھنے والے تھے اسی جہت سے ان لوگون نے عبادت کو اس جانور کے سامنے رکھا اور اُلوہیت کو اُس چیز مین تصور کیا
پس اسکو معبود بنانا ان لوگون کی طرف سے نئی بات نہ تھی۔ آیت مین تمام ان لوگون کو تنبیہ ہے جو الوہیت کو کسی مخلوق مین تصور کرتے ہین اور
عقل ونظر سے بالکل اندھے بن جاتے ہین اور ذرا نہین سمجھتے کہ شان اُلوہیت کسی عاجز مخلوق مین کیونکر ہو سکتی ہے۔ فی السراج اس مین
اختلاف ہے کہ کل قوم نے بچھڑا پوجا تھا یا بعض نے پس حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ سوائے ہارون علیہ السلام کے سب نے پوجا بدلیل عموم اس
آیت کے اور بدلیل دعاء موسی علیہ السلام کہ اپنی ذات اور اپنے بھائی کے واسطے استغفار کو مخصوص فرمایا اور دیگر علماء نے کہا کہ بعض قوم نے
ایسا کیا تھا بدلیل آنکہ قوم مین اہل ارشاد وہدایت بھی موجود تھے جنکی شان سے یہ امر بعید تھا۔ قال تعالےٰ ومن قوم موسی امۃ یھدون بالحق الآیۃ
اور یہی ظاہر کلام شیخ ابن کثیرؒ ہے وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ یعنے موسی علیہ السلام کے میقات سے واپس ہونے کے بعد جب یہ لوگ
نادم ہوئے۔ قال الواحدی مفسرین واہل لغت کے اقوال سے ظاہر ہوا کہ سقط فی یدہ بمعنے نادم ہوا مستعمل ہے اور یہ نادم کی صفت مین
آتا ہے اور اسکی اصل مین کوئی کلام پسندیدہ مین نے نہین دیکھا۔ قال البیضاوی یہ کنایہ ہے یعنے جب سخت نادم ہوئے کیونکہ جو آدمی
سخت ندامت وحسرت اپنے فعل پر اُٹھاتا ہے وہ غم سے اپنا ہاتھ کاٹتا ہے پس اسکا ہاتھ سقوط فیہا ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے ہاتھ مین اس کے دانت
پڑتے ہین اور بعض قراۃ مین سقط بروزن معروف ہے اے سقط العض فی ایدیھم۔ یعنے چبانا انکے ہاتھون مین واقع ہوا اور مراد یہی ہے کہ سخت
نادم ہوئے اور ازہری وزجاج ونحاس وغیرہ نے کہا کہ قولہ لما سقط فی ایدیھم۔ یعنے انکے دلون مین ندامت واقع ہوئی بطریق تشبیہ کے کیونکہ
اکثر کام آدمی اپنے ہاتھون کرتا ہے اور ایسے ہی قولہ یوم یعض الظالم علی یدیہ کنایہ از حسرت وغم ہے۔ حاصل آنکہ جب وہ لوگ اپنے فعل پر
سخت نادم ہوئے۔ وَرَاَوْا اَنَّھُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۔ اور یقین جان لیا کہ وہ ضرور گمراہ ہوئے۔ یعنے بچھڑا پوجنے مین گمراہ تھے اور یہ علم انکو حضرت
موسی علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ہوا جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین مذکور ہے لیکن یہان انکے فعل مذموم اور قول توبہ کو ایک جگہ بیان کر دیا۔ قَالُوْا
لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا ۔ بولے کہ اگر نہ رحم کریگا ہمارا پروردگار۔ یہ اکثر کی قراۃ ہے اور ترحمنا بصیغہ خطاب قراۃ حمزہؒ ہے پس ربنا منصوب
بنابر آنکہ منادی ہے یعنے اگر نہ رحم کریگا تو اے ہمارے پروردگار۔ وَیَغْفِرْ لَنَا ۔ اور ہماری مغفرت نہ کریگا تو لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ البتہ
ہم ہو جاوینگے خاسرین مین سے۔ اس کلام مین انکی طرف سے اقرار ہے کہ جو ہم سے صادر ہوا وہ بڑا گناہ ہے اسپر نادم ہو کر اللہ تعالےٰ کی طرف
رجوع ورغبت ہے کہ اس خطا کو معاف فرماوے پھر توبہ انکے گردن جھکا کر مقتول ہونے سے ہوئی ف فی العرائس قولہ واتخذ قوم موسی من بعدہ
الآیۃ۔ قوم مذکور طالب حق تھی اور جس جہت سے بعض روائح قرب انکے ناک مین پہونچی انکی طبیعت کی رعونت غالب ہو گئی اور قلب مین
حلاوت پہونچی اور غالب صفات انسانیت ابھی فنا نہین ہوئی تھین کہ اس حلاوت سے بیہوشیات مختلط ہو گئین اور حلاوت قرب غائب
ہو گئی اور انسانیت کا عشق جوش مین آیا پس حوادث مین سے خیالات کی صورت انکے دلون کو مطلوب ہوئی کیونکہ غلبہ خیالات سے صورت
توحید وافراد قدم از حدوث جاتی رہی اور خیال کے طلب مین رہگئے اور ہر متحرک کو اپنے تصور سے معبودیت کے لیے قبول کرنے لگے پس
حق تعالےٰ نے عجل مذکور کو قہر ربوبیت کا لباس دیدیا کہ قوم مذکور اسکی عبادت وتعظیم کرنے لگے اور قہر وامتحان سے محجوب ہوئے اور اگر متنبہ

ہوجاتے تو مانند موسیٰ علیہ السلام کے خود ہی پہلے اسکو جلا کر خاک کر دیتے ایسا ہی جو شخص کہ درجۂ توحید کو نہ پہونچا اور عشق کی رعونت مین پڑا اسکا انجام یہہ ہوتا ہے کہ توحید کی غیرت سے راہ معرفت مین اُسکا قتل واجب ہوتا ہے اسی سے ان لوگون کی توبہ بھی قتل نفس سے تھی اور جو توحید مین مشرک ہوا اسکا یہی انجام ہے سہل رح نے کہا کہ ہر انسان کا گوسالہ وہ ہے جسپر وہ متوجہ ہوا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے بوجہ اس کے اعراض کیا خواہ جورو لڑکے ہون یا کوئی اور چیز ہوا اور اس سے خلاصی نہین پاتا مگر جبھی کہ تمام اسباب حظوظ سے چھوٹ جاوے جیسے بُت پوجنے والے نہ چھوٹے یہانتک کہ مقتول ہوئے شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ ابتدا مین وہ لوگ توہّم و ظنون سے پاک نہ تھے اور حقائق توحید سے بے خبر تھے پس ان توہمات مین انکے قدم پھسل گئے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جن قومون نے بچھڑے کو پوجا بھلا انکے دلون نے توحید کی خوشبو پائی تھی نہین پھر گز نہین ہرگز نہین اور جن کسی نے جبرئیل یا میکائیل یا عرش یا کرسی یا مخلوق مین سے کسی کی طرف لحاظ کیا یہی حال اسکا ہے کہ اس نے توحید کی خوشبو بالکل نہین پائی ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِى مِنۢ بَعْدِىٓ ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ

اور جب پھر آیا موسیٰ اپنی قوم مین غصے بھرا اور افسوس بولا کیا بُری جگہ رکھی تم نے میری میرے بعد کیون جلدی کی اپنے

رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى ٱلْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ٱبْنَ أُمَّ إِنَّ ٱلْقَوْمَ ٱسْتَضْعَفُونِى

رب کے حکم سے اور ڈال دین وہ تختیان اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچتے اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری مان کے جائے لوگون نے مجھے بودا سمجھا

وَكَادُوا۟ يَقْتُلُونَنِى فَلَا تُشْمِتْ بِىَ ٱلْأَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِى مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى

اور نزدیک تھے کہ مجھکو مار ڈالین سو مت ہنسا مجھ پر دشمنون کو اور نہ ملا مجھکو گنہگار لوگون مین بولا اے رب معاف کر مجھکو

وَلِأَخِى وَأَدْخِلْنَا فِى رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ۝

اور میرے بھائی کو اور ہمکو داخل کر اپنی رحمت مین اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ اور جب لوٹا موسیٰ یعنے کوہ طور سے اپنی قوم کی طرف غضب مین بھرا ہوا۔ یعنے قوم کی طرف سے غضبناک کیونکہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو کوہ طور پر آگاہ فرمایا تھا کہ تیری قوم فتنہ مین پڑی لہذا غضبان آئے۔ آسِفًا نہایت محزون۔ یہ قول ابن عباس رض کا ہے اور ابو الدرداء رض نے کہا کہ اسف ایک مرتبہ غضب سے زیادہ شدید ہے ذکرہ الحافظ۔ اور واحدی رح نے کہا کہ دونون قول قریب قریب ہین اسلیے کہ حزن سے غضب ہوتا ہے اور غضب سے حزن ہوتا ہے پس اگر کم مرتبہ والے سے مکروہ بات نظر آئی تو غضب آگیا اور اگر اونچے مرتبہ والے سے ظاہر ہوئی تو حزن ہوا پس اولیٰ اس مقام پر شدت حزن سے تفسیر ہے۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِى مِنۢ بَعْدِىٓ۔ اے قال لہم موسیٰ بئس خلافۃ خلفتمونیہا من بعدی خلافتکم ہذہ حیث اشرکتم۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون کو مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ بُری خلافت جو تم میرے بعد بجا لائے یہ تمہارا خلافت کرنا ہے کیونکہ تم نے شرک کیا۔ رسم الخط مین اس مقام پر بئسما متصل لکھنے پر اتفاق ہے اور ما سے مراد خلافت ہے اور قولہ خلفتمونی صفت ہے اور خلافتکم ہذہ مخصوص بالذم ہے اور حیث تعلیلیہ ہے۔ پھر اگر یہ خطاب بچھڑا پوجنے والون کو ہے تو معنے یہہ ہین کہ تم نے میرے بعد بُرا فعل کیا اور اگر ہارون و مومنین کو ہے تو معنے یہہ ہین کہ بُری طرح تم نے میری قائم مقامی کی۔ اور اول ظاہر ہے۔ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ۔ عجلہ کسی چیز کے وقت سے پہلے اسکے ساتھ تقدم کرنا اسیواسطے مذموم ہے۔ کما فی الحدیث عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور سرعت کے معنے یہہ ہین کہ کسی چیز کو اُسکے وقت کے اول مین ادا کرنا اور وہ مذموم نہین ہے اور حدیث مین جو آیا کہ تانّی از جانب حق تعالےٰ ہے

وہ اس سرعت کو شامل ہے لہذا نماز اول وقت ادا کرنا عجلت نہیں بلکہ سرعت ہے فافہم ظ۔ مروی ہے کہ سامری نے جب اُنکے لیے بچھڑا ایکالا تو کہا تھا کہ یہ تمھارا اور موسیٰ کا پروردگار ہے اور موسیٰ اب لوٹ کر نہ آوینگے کیونکہ انکا انتقال ہوگیا۔ لہذا قولہ اعجلتم امر ربکم کے معنے ہین بیضاوی نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ مین جو اُسنے مجھسے چالیس راتون کا کیا تھا سبقت کی اور تم نے میری موت کو مقدر کیا اور میرے بعد دین کو متغیر کردیا جیسا اور اُمتون نے اپنے انبیاء کے بعد کیا۔ یا عجلت متضمن معنے سبقت ہے لہذا بانتضمن سبقت کے بلا واسطہ متعدی ہوا اور بولتے ہین کہ عجل عن الامر جبکہ اس کام کو ادھورا چھوڑ دیا ہو لہذا یہ معنے ہونگے کہ تم نے امر الٰہی کو ناتمام چھوڑا۔ اور یہ جملہ بھی ملامت وانکار مین شامل ہے وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ۔ اور ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو یعنے الواح توریت کو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جمہور مفسرین سلف وخلف کے نزدیک یہ فعل حضرت موسیٰؑ کا اپنی قوم پر غضب کی وجہ سے تھا اور مفسرؒ نے کہا کہ قوم پر یہ غضب خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے تھا پس جب الواح کو ڈالدیا تو وہ ٹوٹ گئین۔ ایسا ہی ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ الواح ٹوٹ گئین پس سوائے چھٹے حصہ کے باقی سب اُٹھا لیا گیا اور ابو الشیخؒ نے روایت کیا کہ چھ ساتوین حصے اُٹھا لیے گیے اور ایک ساتوان حصہ رہگیا۔ اور معنے اسکے واللہ اعلم یہ ہین کہ توریت کے الواح مین جو کچھ لکھا تھا اس مین سے ایک ساتوان حصہ رہگیا باقی مٹ گیا کیونکہ آگے فرماتا ہے فلما سکت عن موسى الغضب اخذ الالواح۔ اور یہ دلیل ہے کہ خود الواح باقی تھین اور اسی پر دلیل ہے جو مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب موسیٰؑ نے الواح کو ڈالا تو ان مین سے تفصیل یعنے غیب کی خبرین جاتی رہین اور ہُدیٰ یعنے مواعظ واحکام باقی رہے اور بعض نے کہا کہ ڈال دینے کے معنے کہ الواح کو ایک مقام پر رکھدیا تھا پھر قوم کو ملامت کرکے اُنکو وہان سے اُٹھایا۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر مین کہا کہ قرآن مجید مین۔ مذکور نہین کہ موسیٰؑ نے الواح کو ڈال دیا اسطرح کہ وہ ٹوٹ گئین بلکہ صرف القا مذکور ہے اور یہ غضب کی حالت مین رکھدینے کے معنے مین ہوسکتا ہے پس اسطرح پھینک دینا کہ ٹوٹ جاوین یہ بڑی سخت جرأت ہے کتاب الٰہی پر جو کہ شان انبیاء کے لائق نہین ہے اور حاصل آنکہ جب تک بدلیل قوی یہ بات ثابت نہو کہ ایسا ہوا تب تک اسکو نہین کہنا چاہیئے اور ظاہر ایسا ثبوت نہین ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ معنے یہ ہین کہ موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو رکھدیا۔ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ۔ دوسرے مقام پر داڑھی کا لفظ بھی ہے لہذا مفسرؒ نے کہا کہ داہنے ہاتھ سے سر کو یعنے سر کے بالون کو پکڑا اور بائین ہاتھ سے داڑھی کو پکڑا اس حال سے کہ اپنی طرف اسکو کھینچتا تھا بدین گمان کہ ہارون نے اس شرک وکفر کے روکنے مین کوتاہی کی۔ ہارون حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی اور تین سال بڑے تھے اور نہایت حلیم تھے اسیواسطے بنی اسرائیل کو وہ زیادہ محبوب تھے۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ۔ ہر چند کہ ماں وباپ سے حقیقی بھائی تھے ولیکن زیادہ مہربان کرنے کے لیے ماں کا ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ ماں مومنہ تھین اور بعض نے کہا کہ ماں کی طرف سے بھائی تھے ابن عامر وحمزہ وکسائی نے یہان وسورۂ طٰہٰ مین ابن ام بکسر میم پڑھا اور اصل اسکی یا ابن امی ہے پس یا کو بغرض تخفیف کے کسرہ پر اکتفا کرکے حذف کیا جیسے منادی مضاف الی الیاء مین حکم ہوتا ہے اور باقیون نے ابن ام بفتح میم پڑھا بغرض مزید تخفیف کیونکہ طویل ہے یا بوجہ تشبیہ بخمسۃ عشر کے بہر حال معنے یہ ہین کہ ہارونؑ نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے تو میری داڑھی اور بال مت پکڑ۔ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ۔ قوم نے مجھے کمزور بنایا۔ اسمین ہارونؑ اپنی جانب سے کوتاہی کرنے کا وہم دفع کیا۔ حاصل آنکہ مین نے ان لوگون کے روکنے مین اپنی وسعت صرف کی یہانتک کہ انھون نے مجھکو مقہور کرلیا وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ۔ اور قریب ہوئے کہ مجھکو قتل کرین۔ پس میری طرف سے کوتاہی نہین ہوئی۔ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ۔ پس مت خوش کر میرے ساتھ دشمنوں کو بایں طور کہ تو میری اہانت کرے یعنے میرے ساتھ ایسا فعل مت کر وا اہانت کا جس سے دشمن خوش ہون۔ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور مت کر مجھکو بھی مواخذہ مین ان لوگون کے ساتھ جنھون نے بچھڑا پوجکر اپنی جانون پر ظلم کیا ہے۔ یعنے شرک وکفر

کیا ہے یعنے مین ان مشرکون مین نہین ہون اور نہ مین نے انکے روکنے و فہمایش کرنے مین قصور کیا ہے۔ شماتۃ۔ دراصل دشمن کے بُری بات مین
مبتلا ہونے پر خوش ہونے کو کہتے ہین وہ مصدر راز باب سلم السلیم ہو۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا مین آیا۔ اللّٰھم انی اعوذ بک
من سوء القضاء و درک الشقاء و جھد البلاء و شماتۃ الاعداء۔ پھر جب حضرت ہارون ؑ نے یہ اعتذار و شماتت اعداء کو ذکر کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے
دعا مانگی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي۔ اے قال موسیٰ داعیا الی اللہ تعالیٰ یارب اغفر لی ما صنعت باخی واغفر لاخی۔ کہا موسیٰ نے کہ اے
میرے پروردگار مجھے بخش دے اس کام مین جو مین نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور بخش دے میرے بھائی کو۔ قال المفسر اپنے بھائی کو اس دعا
مین شریک کر لیا ایک تو بھائی کو راضی کرنے کے واسطے اور دوم اس لیے کہ دشمنون کی شماتت نہ رہے کیونکہ اس دعا کی بڑی وقعت ہے
وقال غیرہ بھائی کے واسطے بھی مغفرت کی دعا کی تاکہ شاید انکی فہمایش ورد کنا کامل طور پر درجہ قبولیت کو نہ پہونچا ہو تو اللہ تعالیٰ عفو فرمائے
اور اسپر مزید یہ کہ۔ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ اور داخل کر دے ہم دونون کو اپنی رحمت مین یعنے پھر اپنی رحمت سے مزید انعام فرما اگرچہ بخشنا بھی
تیری رحمت ہے۔ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اور تو ارحم الراحمین ہے کیونکہ ہم اپنی عیالون پر جسقدر رحم کرتے ہین اس سے تیرا رحم بہت زیادہ
ہے اور بھید یہ ہے کہ ہم اپنے نفس پر ظاہری راہ سے رحمت کا قصد کرتے ہین حالانکہ اسکی واقعی کیفیت و انجام کار سے غافل ہوتے ہین اور تو
پاک پروردگار خالق علیم حکیم ہے تیرا رحم اسپر تحقیق راہ سے ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ اس قصہ مین ثابت ہے کہ فتنہ بنی اسرائیل کی خبر اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دی تھی حالانکہ موسیٰ ؑ وہان سے الواح لیتے آئے تو جواب اسکا وہ ہے جو حدیث ابن عباس رضہ مین ثابت ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ ؑ پر رحم فرماوے جو چیز معاینہ ہو وہ خبر دی ہوئی کے مانند نہین موسیٰ ؑ کو اللہ تعالیٰ نے
آگاہ فرمایا تھا کہ موسیٰ ؑ کے بعد اسکی قوم فتنہ مین پڑی مگر موسیٰ ؑ نے الواح کو نہ ڈالا پھر جب انکو دیکھا اور معاینہ کیا تو الواح کو ڈال دیا۔ رواہ
ابن ابی حاتم من حدیث الحسن بن محمد الصباح عن عفان عن ابی عوانہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عنہ وہذا کما تراہ اسنادہ لا باس بہ واللہ اعلم
و معنے حدیث مین یہ وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی خبر فرمانے مین تصدیق کامل نہوئی تھی حتیٰ کہ معاینہ کیا کیونکہ موسیٰ ؑ وہان سے سخت
غضبناک آئے تھے بسبب یقین امر مذکور کے بلکہ معنے یہ ہین کہ تغیر حالت مزاج بعد آنکھون دیکھنے کے زیادہ ہو گیا جیسے کسی امر خوش کی اگر دوسرے کو خبر
دیجاوے تو بنسبت اسوقت کے تغیر کے اگر آنکھون سے دیکھے تو زیادہ متغیر ہوتا ہے اور بھید یہ ہے کہ مزاج از کیفیات جسم ہے اور دیکھنا وغیرہ اسی
جسم کے حواس ہین اور تصدیق کرنا فعل عقل ہے فافہم ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا۔ موسیٰ علیہ السلام کو
کمال انبساط مین لن ترانی سے صدمہ پہونچا اور اسپر رجوع مین صدمہ فراق ہوا کہ وصول الوصول فوت ہو کر درد فراق آیا اور اس حالت مین
شریعت عبودیت لیکر قوم کی طرف واپس ہو کر گوسالہ پوجنے والون کو دیکھکر شیر گرسنہ کے مانند اپنے بھائی و قوم پر غضبناک ہوئے کیونکہ حضرت کلیم
علیہ السلام اس حال مین درگاہ ازل سے واپس آتے تھے جہان دونون جہان ایک ذرہ سے کہین حقیر ہین اور قلب انسان اس نور ازل کا محل
اور اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے پس قوم کی نہایت کمینہ حرکت دیکھکر کہ ایک حقیر ہاتھون کا بیل بنائے ہوئے کو پڑے پوج رہے ہین سخت
غضبناک ہو گئے۔ یہ عقل و فہم و علم و انسانیت کہان چلی گئی یعقل کہان اس بات کو قبول کرتی ہے کہ جس چیز مین تغیر ہوتا ہو آواز مین کرتا ہو
بمباتا ہو جسم و خون و غلیظ چیزین رکھتا ہو اسمین الوہیت ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ان بیوقوفون کو کیا ہوا کہ اتنا نہین سمجھتے کہ الوہیت تو
کامل صفات و پاک و منزہ از وہم و خیال ہے یہ شکلین اور یہ چیزین کیسی۔ ان ناقص و ناپاک چیزون کو وہان کیا دخل ہے۔ یہ بچھڑا تو گوشت پوست
خون کا بمباتا تھا۔ تو نہین سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی عاجزی کی وجہ سے انسے باتین بھی نہین کر سکتا تھا وہ انکو راہ بھی نہین بتلا سکتا تھا

توسیدھی راہ نجات کیسی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مقصود یہ نہین کہ جو بات کرسکے وہ آلہ ہے اور جو راہ بتلاوے وہ آلہ ہے۔ بلکہ یہ تشنیع وملامت ہے کہ گدہا بھی اس بیل کو اپنا خدا نہین بناتا پس یہ آدمی گدھے سے بدتر ہین اور تنبیہ ہے کہ کلام ازلی ایسے بنانے وحروف وآواز وتلفظ وسانس سے پاک ہے اسکے ساتھ کوئی چیز مشابہت نہین رکھتی ہر دہان قیاس ووہم وگمان کو دخل نہین ہے بعض مشائخ نے کہا کہ اسف انکو یہ تھا کہ حق عزوجل سے خطاب کا وقت گیا اور ایسے لوگون سے باتین باقی رہین جنکی کچھ قدر نہین ہے۔ اور قریب اسکے بعض نے کہا کہ غضب اسوجہ تھا کہ حق عزوجل سے مکالمہ جاتا رہا اور اسف اسوجہ سے کہ مشاہدہ جاتا رہا۔ قلت ثم ذکر الشیخ ہہنا من وجہ کسر الالواح غیرتہ علی النبی صلعم لما راے من ذکر قربہ فیہا والیضا کونہا مفضیۃ الی الکلام بالواسطۃ ووجہ جر راس الاخ اشتغالہ بالشرع عن تلک المواقف القدسیۃ وقد ترکنا الترجم زعما منا ان ہذا مع کونہ قلیل الجدوی لشبہ بمقدمات الشعر ویتضمن مفاسد۔ فنامل شیخ ابوسعید قرشیؒ نے کہا کہ حق تعالے کے واسطے جسکی غیرت جوش مین آوے تو اللہ تعالے اسکو حدود شرع پر نگاہ رکہتا ہے تا کسی امر مذموم کی طرف نہ چلا جاوے چنانچہ موسی علیہ السلام نے قوم کو بچھڑا پوجتے دیکھکر الواح کو ڈال دیا اور ہارون کے ساتھ وہ کیا جو مذکور ہوا اگر اللہ تعالے نے اسپر کچھ عتاب نہین فرمایا اور اگر کوئی اور شخص سوائے غیرت حق کے ایسا کرتا تو او تعالے کی طرف سے اسپر بہت ملامت ہوتی اور موسی علیہ السلام کی حرکت مذکور فقط اللہ تعالے کی شان پر غیرت سے تھی اسمین ان کے نفس کا کچھ حظ نہ تھا کیونکہ خودی سے خارج تھے پس آنحضرت علیہ السلام کو اس سے قرب ہی زیادہ ہوا۔ قلت ہذا علی تقدیر ان الالواح قد انکسرت وسیاتی ما فیہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ

البتہ جنھون نے بچھڑا بنالیا انکو پہونچیگا غضب انکے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی مین اور یہی

نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ

سزا دیتے ہین ہم جھوٹھ باندھنے والون کو اور جنھون نے کیے برے کام پھر اسکے بعد توبہ کی اور یقین لائے تیرا رب

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اسکے پیچھے بخشتا ہے مہربان

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا اللہ تعالے نے فرمایا کہ جن لوگون نے بنالیا۔ الْعِجْلَ۔ گوسالہ کو اپنا معبود۔ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ عنقریب پہونچیگا انکو غضب یعنے عذاب انکے پروردگار کی طرف سے۔ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ اور ذلت حیات دنیا مین۔ یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا انکو آیندہ زمانہ مین عنقریب پروردگار کی طرف سے عذاب اور دنیاوی زندگی مین ذلت پہونچیگی۔ قال المفسرؒ چنانچہ بعد اسکے ان لوگون کی توبہ یون قبول ہوئی کہ اپنے آپکو قتل کرین پس یہ عذاب تھا اور ذلت یہ کہ تا قیامت ان پر ذلیل پن کا ٹھپا کردیا گیا جیسا کہ ابتدائے سورہ بقرہ مین بیان ہوچکا ہے۔ قال البیضاویؒ ذلت یہ کہ اپنے دیار سے نکالے گئے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد جزیہ ہے کیونکہ وہ ذلیل ہے لقولہ تعالے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ مترجم کہتا ہے کہ گوسالہ پوجنے والے ایک قول کے موافق بعض لوگ تھے اور دوسرے قول پر سب تھے پس بعض مقتول ہوکر باقیون کو عفو کیا گیا اور بنابر قول اول کے بعض مین سے بھی شاید بعض مقتول ہوکر باقی کی توبہ بدون قتل کے بدعاء موسی وہارون علیہما السلام قبول ہوئی ہو اور انکے حق مین ذلت حیات دنیاوی ہو اور ذلت کا ٹھپا تا قیامت بسبب قتل انبیاء رہا ہو اور نیز دیار سے نکالا جانا اور جزیہ مقرر ہونا بھی سوائے خاص گوسالہ پوجنے

والون کے اورون پر ہوا ہے لہذا تفسیر مین اشکال ہے مگر آنکہ غضب یہ قرار دیا جاوے کہ توبہ بدون قتل کرانے اپنی جان کے قبول نہوئی اور ذلت وہ تسلیم برائے قتل ہو کما قال الخطیب رحمہ اللہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین دو طریق رکھے ہین ایک یہ کہ الذین اتخذوا العجل سے حقیقت مراد ہے اور دوم آنکہ مجاز مراد ہے پس اگر حقیقت مراد ہے تو یہ وہی لوگ ہین جنھون نے درحقیقت گوسالہ پوجا تھا پس انپر غضب یہی تھا کہ اپنی جان کو قتل کراوین کیونکہ توبہ قبول ہوگی پس نفس قتل تو غضب تھا اور اپنی گردن جھکا واسطے قتل کیے جانے کے یہ ذلت تھی یا اپنی جان پر گمراہی وضلالت کا اقرار کرنا ذلت تھا۔ قال المترجم یہ اقرار تو عین ایمان تھا یہ ذلت نہین ہے بلکہ اسلام ہوسکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ سینالہم مین سین استقبال کا ہے تو ماضی کے واسطے کیونکر ہوگا جواب دیا گیا کہ موسی علیہ السلام کو جس وقت اللہ تعالے نے قوم کے فتنہ مین پڑنے کی خبر دی تھی اسوقت یہ بھی فرمایا تھا کہ سینالہم غضب الآیۃ پس اسمین اسکا اختیار ہے پس وقوع قتل وذلت سے یہ کلام سابق تھا مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالے واذ قال موسی لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم الآیۃ سے واضح ہے کہ قتل نفس مین ذلت نہ تھی بلکہ انکے واسطے یہ بات کرنا پروردگار تعالے کے نزدیک بہتر تھا اور بعض احادیث مین بھی بطور مدح آیا ہے کہ ان لوگون نے تحقیق ایمان سے اپنے کو قتل کرنا منظور کیا۔ اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ بدون قتل کے توبہ منظور نہونا تو غضب ہی اور اس تسلیم سے اپنے آپ کو قتل کرانا ذلت ہے اگرچہ نتیجہ اسکا بہتر ہو جیسے محصن زناکار اگر خود اقرار سے سنگسار ہونے کا عار اٹھاوے تو عقبی الدار اسکو سزاوار ہے۔ طریق دوم آنکہ الذین اتخذوا العجل سے وہ لوگ مراد ہین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اور گوسالہ کو معبود بنانا اگرچہ انکے باپ دادون کا فعل تھا لیکن یہ انکی ذریات تھی اور اپنے باپ دادون پر فخر کرتے اور راضی تھے اور عرب کا دستور ہے کہ باپ دادون کے بدافعال سے اولاد کو عار دلاتے ہین جیسے انکے نیک افعال سے انکے حق مین تعریف بھی لاتے ہین چنانچہ یہان کے عرف مین بھی کہا کرتے ہین کہ یہ قوم تو ایسی ایسی ہین حالانکہ یہ صفت انکے باپ دادون کی تھی اور اس تقدیر مین آیت کے معنے یہ ہوئے کہ یہود جو اس زمانہ مین شرک ونافرمانی پر اڑے ہوئے رسول اللہ صلعم کے برخلاف ہین انکو عنقریب آخرت مین غضب الٰہی پہونچیگا اور زندگی دنیاوی مین ذلت پہونچیگی کہ قتل وخوار وشہر و دیار سے باہر کیے جاوینگے اور انپر جزیہ باندھا جاویگا اور بحمد اللہ تعالے ایسا ہی انکے حق مین واقع ہوا اگر کہا جاوے کہ سورہ مکیہ ہے تو جواب ہوسکتا ہے کہ یہ خطاب نہین بلکہ خبر غیب ہے پس نزول کے وقت یہود و مدینہ مین ہونا کچھ مضر نہین ہے اور یہی تفسیر دوم حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کیجاتی ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ کی تفسیر مین اشکال ہے کما لا یخفی پس حاصل تفسیر یہ ہے کہ جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا اور درحقیقت اسکو پوجا انکو غضب الٰہی عنقریب پہونچیگا کہ بدون قتل نفس کے انکی توبہ قبول نہوگی اور زندگی دنیاوی مین ذلت بایں طور کہ اپنی گمراہی کے معترف ہوکر قتل کے واسطے گردن جھکاوینگے۔ یا یہ معنے کہ جن لوگون کی یہ صفت ہے کہ اپنے باپ دادون کی گوسالہ پرستی پر راضی ہوکر گویا خود گوسالہ پرست اور حکم رسالت سے برخلاف چلتے ہین انکو عنقریب بعد موت کے غضب الٰہی وعذاب پہونچیگا اور دنیاوی زندگی مین قتل وخوار بجزیہ وشہر و دیار سے بدر اور دائمی مضروب الذلۃ والمسکنۃ ہونگے وَكَذٰلِكَ۔ ایسے کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ نجزی الذین یفترون علی اللہ بالاشراک وغیرہ۔ یعنے جیسے ہم نے ان گوسالہ پرستون کو یہ عذاب وذلت کا بدلا قرار دیا ایسے ہی ہم بدلا دیتے ہین ان لوگون کو جو اللہ تعالے پر شرک لگانے وغیرہ کا افترا باندھتے ہین پس عرب کے مشرکون کو بھی تہدید ہے جو احکام بحیرہ وسائبہ ومردار وبت پرستی و ننگے طواف کرنے وغیرہ سے افترا باندھتے تھے کہ اللہ تعالے نے ہم کو یہ حکم دیا ہی۔ اور اس تہدید مین اسلام کے بدعتی بھی شامل ہین کیونکہ وہ لوگ عقاید واعمال مین جو قول وفعل نکالتے ہین وہ افترا ہے قال الخطیب امام مالک بن انس

نے فرمایا کہ کوئی بدعتی نہیں مگر آنکہ ضرور اپنے سر پر ذلت پاویگا اگرچہ شعور نہو پھر یہی آیت پڑھی کیونکہ بدعت نکالنے والا دین الٰہی مین افترا پرداز ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ اسواسطے کہ بدعت کی ذلت اور رسول اللہ صلعم سے مخالفت اسکے قلب سے جدا ہوکر اسکے دونون شانون کے بیچ مین قائم ہوتی ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بدعت کی ذلت انکے مونڈھون پر ہوگی اگرچہ وہ گھوڑون پر سوار پھرین اور ایسا ہی ایوبؒ نے ابو قلابہؒ سے روایت کیا کہ انھون نے یہ آیت پڑھکر کہا کہ واللہ یہ حکم قیامت تک ہر مبتدع مفتری کے واسطے ہے۔ اور سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ ہر بدعت والا ذلیل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بندون کو تنبیہ کی اور راہ بتائی کہ غضب و ذلت سے بچنے کے واسطے یہ راہ راست ہے کہ توبہ کرلین اور اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے بندون کی توبہ کو خواہ کسی گناہ سے ہو کفر سے یا شرک سے یا نفاق سے یا بدعت سے یا اور کسی وجہ سے اسکو قبول فرماتا ہے۔ کما قال تعالےٰ۔ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اور جن لوگون نے کیے گناہ۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا پھر رجوع کیا ان گناہون سے بعد انکے عمل مین لانے کے۔ وَاٰمَنُوْٓا۔ اور ایمان لائے اللہ تعالےٰ پر۔ یعنے تصدیق کی کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے اور وہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول فرماتا اور گناہون کو کیسے ہی بڑے ہون بخشتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ۔ تو البتہ تیرا پروردگار اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا تیرا پروردگار اے توبہ کرنے والے آدمی مِنْۢ بَعْدِهَا۔ بعد توبہ کے۔ لَغَفُوْرٌ۔ البتہ غفور ہے یعنے انکا پردہ ڈھکنے والا اور انکے بدفعل کو میٹ دینے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ۔ انپر رحم کرنے والا ہے کہ انکو جنت بطور انعام عطا فرما دے۔ اس آیت مین دلیل ہے کہ گناہ خواہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون توبہ سے مغفور ہونے مین برابر ہین اور السیئات جمع معرف باللام مفید استغراق ہے یعنے جسنے جملہ گناہ کیے پھر اللہ تعالےٰ کی طرف خلوص دل سے رجوع لایا اور مغفرت مانگی تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحمت سے بخشتا ہے پس اسمین توبہ کرنے والون کو بڑی خوشی و بشارت ہے کذا فی السراج۔ یہان کسی نے مفسرین مین سے یہ تعرض نہین کیا کہ بعد توبہ کے ایمان لانے کو بیان فرمایا اسمین کیا حکمت ہے اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اسمین اعلام ہے کہ آیت کا حکم مومنین کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ جو شخص توبہ کرے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان ہو پس توبہ کرکے ایمان لاوے تو مغفرت و رحمت پاویگا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اسلام لانے سے اگلے سب گناہ مٹ جاتے ہین اور بندہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا پس اگر مومن گناہ سے توبہ کرے تو آیندہ اسکا ایمان یہ ہے کہ تقویٰ و صلاحیت پر قائم رہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان الذین اتخذوا العجل سینالہم الآیۃ۔ جب ان لوگون نے راہ حق کی طلب مین خطا کی اور ایسے شخص کی پیروی اختیار کی جو راہ حق کو نہین پہچانتا تھا تو اللہ تعالےٰ نے انکو گوسالہ کی محبت کی ہوس مین چھوڑ دیا اور موحدون و عارفون کے بیچ مین وہ ذلیل ہوگئے اور یہی حال ہر ایسے شخص کا ہے جو راہ سے بھٹکا ہوا امر باطل کا پیرو ہوا اور قولہ کذلک نجزی المفترین اسپر دلیل ہے پس جو لوگ کہ ان مقامات و احوال کے مدعی ہین جو انکو حاصل نہین ہوئے ہین وہ مفتری ہین پس وہ اس سے باز آوین تو بہتر ہوگا۔ اور گوسالہ پرستون کو اپنے فضل سے موقع خطا پر آگاہ کردیا چنانچہ قولہ تعالےٰ ولما سقط فی ایدیہم الآیۃ سے ظاہر ہے یعنے وہ لوگ اپنی تقصیر پر سخت نادم ہوئے اور یقین کیا کہ راہ معرفت مین ہم سے خطا سرزد ہوئی۔ قالوا لئن لم یرحمنا ربنا۔ یعنے ہم کو توحید کی شرکت مین قتل فرماوے تاکہ ہم درجہ شہادت پاوین او یغفر لنا یعنے غیر کے دیکھنے سے نکالکر اپنے دیدار کی معرفت عطا فرماوے کیونکہ اگر ایسا نہ فرمایا تو لنکونن من الخاسرین ہم ضرور ان لوگون مین سے ہوجاوینگے جو تیرا مشاہدہ چھوڑکر تیرے غیر کیطرف متوجہ ہوگئے ہین شیخ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اسکو راحت قرب و قبول مبارک ہو۔ اور جسنے اوتعالےٰ سے منہ موڑا اسکو باوجود عذاب آخرت کے دنیا مین قہر و ذلت و خواری نصیب ہے شیخ حسین بن الفضلؒ نے فرمایا کہ تو کسی مبتدع کو نہین دیکھیگا مگر آنکہ وہ ذلیل و خوار ہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکذلک نجزی المفترین۔ یعنے اوتعالےٰ نے

حکم بتلادیا کہ ہم ان لوگون کو جو افترا کرتے ہین ایسے ہی عذاب و ذلت کی سزا دیتے ہین اور بدعتی مفتری ہے پس ثابت ہوا کہ بدعتی کو بھی ایسے ہی عذاب و ذلت کی سزا ہے چنانچہ ذلت تو دنیا ہی مین ظاہر ہوگی۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ

اور جب چپ ہوا موسےٰ سے غصہ اُٹھائین تختیان اور اُنکی نقل جو لکھی اُسمین راہ کی سوجھ ہے اور مہر اُنکے واسطے جو اپنے

لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

رب سے ڈرتے ہین اور چنے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد لانے کو ہمارے وعدہ کے وقت پھر جب اُنکو لرزے نے پکڑا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا

بولا اے رب اگر تو چاہتا پہلے ہی ہلاک کرتا اُنکو اور مجکو کیا ہمکو ہلاک کریگا ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقون نے یہ سب تیرا

فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ

آزمانا ہے بچلاوے اسمین جسکو چاہے اور راہ دے جسکو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہمکو اور مہر کر ہم پر اور تو سب سے بہتر

الْغَافِرِينَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ

بخشنے والا ہے اور لکھدے ہمارے واسطے اس دنیا مین نیکی اور آخرت مین ہم رجوع ہوئے تیری طرف فرمایا میرا عذاب جو ہے سو ڈالتا ہون

بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ

جسپر چاہون اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو سو وہ لکھدونگا جو ڈر رکھتے ہین اور دیتے ہین زکوٰۃ اور جو

هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝

ہماری باتین یقین کرتے ہین

وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ۔ اصل سکوت بمعنے سکون ہے۔ یقال جری الوادی ثلاثا ثم سکت تین روز نالہ چلتا رہا پھر ساکت ہوا۔ یعنے ساکن ہوا لہذا سکت بمعنے سکن ہے چنانچہ ایک قراءۃ مین سکن بھی آیا۔ بمعنے آنکہ اور جب ساکن ہوا موسیٰ سے غضب۔ یعنے بسبب ہارون علیہ السلام کے عذر کرنے اور قوم کی توبہ کرنے کے غصہ تھما اور یہی وقت تھا کہ اُنھون نے رب اغفرلی ولاخی الآیۃ سے دعا کی تھی۔ قال البیضاوی رح اس کلام مین مبالغہ و بلاغت ہے کیونکہ غضب جسنے کہ انکو اپنے بھائی کے ساتھ بال پکڑ کر کھینچنے وغیرہ و الواح ڈال دینے پر آمادہ کیا اسکو مانند حکم دہندہ اور آمادہ کنندہ کے قرار دیا اور اسکے سکون کو سکوت سے تعبیر کیا۔ قال الخطیب رح پس اس کلام مین دو استعارہ ہین ایک استعارہ بالکنایہ کہ غضب کو شخص ناطق سے تشبیہ دیا گیا اور دوم استعارہ تصریحیہ یا تخئیلیہ جو سکوت مین ہے کہ غضب موسیٰ کے سکون کو ثابت کیا گیا۔ حاصل آنکہ غضب جو حضرت موسیٰ کو ان امور مذکورہ پر آمادہ کرتا تھا وہ خاموش ہوا بعض اکابر رح نے کہا کہ اسمین قلب ہے اصل یہ ہے کہ سکت موسی عن الغضب۔ یعنے موسی علیہ السلام غضب سے ساکن ہوئے پس اسکو قلب کردیا جیسے بولتے ہین کہ ادخلت القلنسوۃ فی راسی یعنے سر مین ٹوپی دی حالانکہ اصل یہ ہے کہ ادخلت راسی فی القلنسوۃ و لیکن ابلغ اول ہے جیسا کہ بیان ہوا بہر حال معنے یہین کہ جب موسی علیہ السلام کا غضب فرو ہوا تو۔ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ لے لین وہ الواح جنکو ڈال دیا تھا۔ قال الحافظ اور بہت سے مفسرین نے ذکر کیا کہ وہ ڈال دینے سے ٹوٹ گئی تھین پھر اُنکو جمع کرکے لے لیا اور ان لوگون نے کہا کہ وہ جواہر کی تختیان تھین اور انکی ٹوٹن بادشاہان بنی اسرائیل

کے خزانہ میں تا زمانہ دولت اسلامیہ موجود رہی ولیکن انکے اس قول کی صحت کا حال خدایتعالے کو معلوم ہوگا مگر انکے قول پر کوئی دلیل قطعی نہیں کہ وہ جواہر کی تختیاں تھیں اور ڈال دینے سے ٹوٹ گئیں حالانکہ وتعالے فرماتا ہے کہ موسیٰ نے بعد سکون غضب کے ان الواح کو اُٹھالیا۔ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ اور الواح کے نسخہ میں ہدایت ورحمت تھی۔ قال البیضاوی وغیرہ نسخہ بروزن فعلہ بمعنے مفعول ہے جیسے خطبہ بمعنے مخطوبہ۔ اور نسخ عبارت ہے نقل وتحویل سے پس اگر کسی کتاب کو حرفا بحرف اُتارا تو اسکو نسخ کر لیا اور یہ الواح بھی لوح محفوظ ہی سے نسخ کی گئی تھیں۔ اور مراد یہاں وہ چیز ہے جو اسمیں منسوخ کی گئی یعنے لکھی ہوئی تھی پس اسمیں گمراہی سے ہدایت تھی اور عذاب سے رحمت تھی اور بعض نے جو کہا کہ الواح ٹوٹ گئی تھیں تو یہاں کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسمیں ہدایت ورحمت پائی اور باقی تفصیل جاتی رہی اور بعض نے کہا کہ اس شکست سے نقل لی گئی اور بعض نے کہا کہ بعد اسکے چالیس روز موسیٰ نے روزے رکھے پس دو لوح پائیں اور امام رازی رح نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ الواح میں سے کچھ ٹوٹا نہیں اور کچھ باطل نہیں ہوا۔ اور اسی طرف کلام حافظ ابن کثیر رح مائل ہے اور یہی اظہر ومعتمد ہے اور حاصل معنے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد سکون غضب کے الواح کو اُٹھالیا اور الواح کی تحریر میں راہ حق کی ہدایت اور خیر وصلاح کی طرف ارشاد تھا۔ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ۔ واسطے ان لوگوں کے جو اپنے پروردگار سے خوف کرتے ہیں یا ان لوگوں کے واسطے جو اپنے پروردگار ہی کے واسطے خوف رکھتے ہیں پس اول معنے پر تقدیر کلام یوں ہے کہ للذین ہم یرہبون ربہم۔ پس لربہم کے لام کو کسائی نے کہا کہ زائد ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ رہبۃ متضمن بمعنے خضوع ہے لیے یخضعون لربہم۔ پس لام صلہ ہے اور مفسر رح نے کہا کہ مفعول پر لام اسواسطے داخل ہوا کہ وہ مقدم ہے۔ قال البیضاوی یعنے مفعول کے مقدم ہونے سے فعل کا عمل ضعیف ہوا لہذا لام سے تقویت دی گئی معنے ثانی پر مفعول یرہبون محذوف ہے اور لربہم میں لام تعلیل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے یرہبون معاصی اللہ تعالے لربہم یعنے اللہ تعالے ہی کے واسطے اسکی معصیت کرنے سے خوف کرتے ہیں اور ہدایت ورحمت ہونے کی تخصیص انھیں لوگوں کے ساتھ اسواسطے ہے کہ یہی لوگ اس سے انتفاع پاتے ہیں۔ قال الحافظ ابن کثیر رح قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے الواح میں دیکھا تو کہا کہ اے پروردگار میں الواح میں پاتا ہوں ایک اُمت کہ بہترین اُمت ہوگی جو معروف کا حکم کرینگے اور ممنوع سے منع کرینگے سو انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ عرض کیا کہ میں الواح میں ایک اُمت پاتا ہوں کہ پچھلے ہونگے اور سب سے سبقت کرنے والے ہونگے یعنے سب سے آخر میں پیدا ہونگے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے سو انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہے عرض کیا کہ میں الواح میں پاتا ہوں کہ ایک اُمت ہوگی جسکی انجیلیں اسکے سینوں میں ہونگی اسکو پڑھا کرینگے اور انسے پہلے لوگ اپنی کتاب کو دیکھ دیکھکر پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب کتاب اُٹھا لیتے تو اس سے کچھ حفظ نہیں رکھتے اور نہ جانتے اور اے اُمت تمکو اللہ تعالے نے حفظ میں سے اسقدر حصہ دیا جو اور اُمتوں میں سے کسی کو نہیں دیا گیا موسیٰ نے عرض کیا کہ اے رب انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ میں الواح میں ایک اُمت پاتا ہوں کہ اگلی کتابوں اور اپنی کتاب پر ایمان لاوینگے گمراہوں سے جہاد کرینگے اور کانے دجال سے قتال کرینگے میں انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ میں الواح میں ایسی اُمت پاتا ہوں کہ اپنے صدقات اپنے پیٹوں میں کھاوینگے اور اسپر ثواب پاوینگے اگلی اُمتوں کا حال تھا کہ جب انھوں نے صدقہ دیا اور وہ قبول ہوا تو آسمان سے آگ اُترتی اور اسکو کھا جاتی اور اگر قبول نہوا اور وہ رد کیا گیا تو اسی طرح پڑا رہا اسکو درندے جانور وپرند کھاتے تھے اور اللہ تعالے تم لوگوں میں یہ رحمت فرماتا ہے کہ تمھارے تونگر کو فقیر کو صدقہ دینے کا حکم دیا موسیٰ نے عرض کیا کہ ایسی اُمت میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ میں الواح میں پاتا ہوں کہ

ایک اُمت ہے کہ جب انمین کوئی شخص کسی نیکی کا قصد کریگا اور اسکو نہ کریگا تو ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر کرلی تو دس نیکیون سے لیکر سات سو تک لکھی جاوینگی۔ پروردگار انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایسی اُمت پاتا ہون کہ شفاعت کرنے والے ہونگے اور جنکی شفاعت کرینگے وہ بخشے جاوینگے سو انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی اللہ تعالےٰ موسی علیہ السلام نے الواح کو لیا اور کہا کہ اے پروردگار مجھکو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کردے۔ وکذا ذکرت الروایۃ فی المعالم وغیرہ بنحو ما ذکرت ہہنا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ واُنکی قوم کا واقعہ بیان فرمایا بقولہ۔ وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا۔ اور چھانٹے موسیٰ نے اپنی قوم مین سے ستر مرد ہماری میقات کے واسطے۔ زمخشریؒ اسطرف گیا کہ یہ میقات وہی میقات اعطاء توراۃ ہے۔ اور معالم مین سدیؒ سے نقل کیا کہ یہ میقات دیگر ہے جو گوسالہ پرستی سے عذر کرنے کے واسطے مقرر ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ستر مرد اپنی قوم سے چھانٹ کر ساتھ لاوے جو اپنے لوگون کے گوسالہ پوجنے سے عذر کرین اور یہ ستر آدمی وہ ہون جنھون نے گوسالہ نہین پوجا ہے اور ابو الشیخ نے ابن عباسؓ سے بطریق قتادہؒ روایت کی کہ یہ لوگ اپنی قوم سے بروقت گوسالہ پوجنے کے الگ نہین ہوئے تھے بلکہ انکے ساتھ مجتمع رہے تھے اور قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع بھی نہین کیا تھا اور یہی مجاہد وقتادہ وابن جریج سے مروی ہے۔ اور قولہ واختار موسیٰ قومہ۔ کی تقدیر یہ ہے۔ واختار موسیٰ من قومہ۔ پس حرف من حذف کرکے بدون حرف کے فعل کا اثر پہونچایا گیا اور یہ خلاف قیاس مسموع ہے چنانچہ معدودے چند مین سنا گیا اور وہ اختار۔ امر۔ سمّی۔ کنّی۔ زوج۔ استغفر۔ صدق۔ دعا۔ حدث۔ انبأ۔ افعال ہین۔ اور امام رازیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک آئمین ایک وجہ دیگر بھی ہے یعنے تقدیر یہ ہے کہ واختار موسیٰ قومہ لمیقاتنا۔ اور مراد قوم سے یہی لوگ ہین جنکو مختار کیا بطریق اطلاق اسم خیر بر آنکہ مقصود ہے اور سبعین رجلا اسکا عطف بیان ہے اور اس توجیہ پر کوئی تکلف نہین ہے۔ میقات وہ وقت جو اللہ تعؐ نے اعتذار کے واسطے مقرر کردیا تھا اور یہ بحکم الٰہی تھا حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی بنی اسرائیل مین سے چھانٹ کر میقات کو لے گئے تاکہ وہان اپنی قوم کی طرف سے جنھون نے بچھڑا پوجا تھا عذر کرین پس وہ لیکر روانہ ہوئے اور وہان پہونچے۔ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ۔ پھر جب انکو زلزلہ شدید نے پکڑ لیا تو موسیٰ بولا کہ اے رب اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا انکو پہلے سے اور مجھکو۔ سدیؒ نے کہا کہ جب یہ لوگ اس مقام پر پہونچے جہان اعتذار کی میقات مقرر تھی تو موسیٰ سے کہنے لگے کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ ہم تجھپر ایمان نہین لاوینگے جب تک ہم اللہ تعالےٰ کو عیانا نہ دیکھ لین۔ تو نے اس سے باتین کرلین ہمکو دکھلا دے پس یہ عذاب کا باعث ہوا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ جن ستر آدمیون نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالےٰ کو دکھلا دے وہ اور تھے انکو صاعقہ نے پکڑا تھا کما فی قولہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون۔ اور یہ ستر آدمی جنکو چھانٹ کرلے گئے یہ اور ہین انھون نے قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع نہین کیا اور خود وہین مجتمع رہے الگ نہین ہوئے تھے اسی بات پر انکو رجفہ یعنے سخت زلزلہ نے پکڑا تھا۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قتادہؒ ومجاہدؒ سے مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ موسیٰ ستر آدمی چھانٹ کرلیگئے تاکہ اپنے پروردگار سے دعا کرین پس انکی دعا مین سے یہ بھی تھا کہ اے پروردگار ہمارے ہمکو وہ کچھ دے کہ نہ تو نے ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو اور نہ ہمارے بعد ویسا کسی کو دے پس اللہ عز وجل نے اس دعا کو مکروہ قرار دیا پس انکو رجفہ نے پکڑا۔ تو موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انکو پہلے سے مفسرؒ نے کہا یعنی میرے انکو یہان لانے سے پہلے ہلاک کردیتا تاکہ بنو اسرائیل انکو اپنی آنکھون معائنہ کرتے اور مجھکو متہم نہ رکھتے۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر رونا شروع کیا اور پروردگار

عرض کیا کہ اے پروردگار تونے بنی اسرائیل میں سے اچھوں کو ہلاک کردیا میں بنی اسرائیل سے ملکر انکو کیا جواب دونگا اور اگر تو چاہتا تو اُن کو پہلے ہی سے ہلاک کرتا اور مجھکو۔ قال البیضاویؒ۔ ان کو گوں کے ہلاک کے ساتھ اپنے ہلاک کی تمنا شاید اس معنے کرکے کہ یہ دن آنکھوں نہ دیکھے اور شاید یہ مراد ہو کہ پہلے تونے رحم کرکے فرعون وسمندر کے مہلکہ سے نجات دی اگر اب بھی رحم فرماوے تو تعمیم احسان سے بعید نہیں ہے۔ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ موسی علیہ السلام نے بارہ سبط میں ہر ایک سے چھ چھ آدمی لیے تب دو بڑھ گئے ولیکن جس سے کہا گیا کہ نہ جاوے اس نے جھگڑا کیا موسیٰ نے فرمایا کہ جو نجاوے اسکو وہی ثواب ملیگا جو جانے والے کو ملیگا پس یوشع بن نون وکالب بن یوقنا ٹھہر گئے۔ اور محمد بن اسحاقؒ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے بنو اسرائیل میں سب سے بہتر لیا پھر اسکے بعد جو بہتر تھا اسی طرح درجہ بدرجہ ستر آدمی لیکر انکو حکم دیا کہ پاک ہو کر پاک کپڑے پہنکر روزے رکھو اور چل کر پروردگار تعالے سے توبہ کرو اور اپنی قوم کے واسطے مغفرت مانگو اور بدون حکم واجازت الٰہی عزوجل کے کوہ طور سینا پر نہیں جاتے تھے پس ان لوگوں کو لیکر میقات موعود پر روانہ ہوئے اور ان لوگوں نے درخواست کی تھی کہ ہمارے واسطے بھی آپ اجازت لیجئے کہ ہم بھی پروردگار تعالے کا کلام سنیں موسیٰ نے کہا کہ اچھا اجازت مانگونگا پھر جب موسیٰ پہاڑ سے قریب ہوے تو ایک عمود ابر آیا حتی کہ اُسنے تمام پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور موسیٰ قریب ہو کر اسمیں داخل ہوگئے اور موسیٰ جسوقت اللہ تعالے سے کلام کرتے تو چہرہ شریف موسیٰ سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا کہ بنی آدم میں سے کسی کو انکی طرف نظر کرنے کی مجال نہیں ہوتی تھی پس اپنے درمیان پردہ کرلیا تھا اور قوم کے لوگ قریب ہو کر غمام میں داخل ہوتے ہی سجدے میں گر پڑے اور سُنا کہ اللہ تعالے عزوجل موسیٰ کو امر ونہی فرماتا ہے پھر جب موسیٰ ؑ اس حال سے فارغ ہوگئے اور ابر کھل گیا تو موسیٰ ؑ انکی طرف متوجہ ہوئے پس ان لوگوں نے کہا کہ یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ پس انکو رجفہ نے پکڑ لیا اور یہی صاعقہ ہے پس انکی روحیں لے لیں اور سب کے سب مردہ رہگئے پھر موسی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر جناب باری تعالے کی عظمت وجلال کے سامنے گریہ وزاری کرکے رغبت ورہبت سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار تو چاہتا تو انکو پہلے سے ہلاک فرماتا اور مجھکو۔ قال المترجم ارجح الاقوال وہی ہے جو ابن عباس وقتادہ ومجاہد وغیرہ سے مذکور ہوا کہ رجفہ وزلزلہ شدیدہ ان لوگوں کو اسی بات پر پہونچا تھا کہ قوم کو انکی حرکت سے نہ روکا اور نہ انکا ساتھ چھوڑا اور اسی سے زیادہ مربوط ومناسب ہے جو موسی علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ۔ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا۔ کیا تو ہلاک کریگا ہم بندوں کو بجرم اسکے جو ہم میں سے سفیہ لوگوں نے کیا ہے۔ یہ استفہام استعطاف یعنے عطوفت ورحمت کی درخواست ہے بایں معنے کہ ہم میں سے بیوقوفوں نے جو گوسالہ پوجا انکے جرم میں اپنی رحمت سے ہمکو مت ماخوذ فرما۔ ف امر معروف ونہی از منکر واجب ہے ورنہ مجرموں کے ساتھ ماخوذ ہوگا الا آنکہ اللہ تعالے رحمت سے عفو فرماوے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ای ہذہ الفتنۃ التی وقعت فیہا السفہاء الا فتنتک نہیں یہ فتنہ جسمیں ہمارے بیوقوف لوگ پڑ گئے مگر تیرا فتنہ۔ یعنے یہ تیرا ہی امتحان ہے۔ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ۔ گمراہ کرے تو اس فتنہ سے جسکو چاہے یعنے جسکا گمراہ کرنا چاہے۔ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ اور ہدایت کرے تو جسکو چاہے یعنے جسکی ہدایت کرنا چاہے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا۔ متولی امورنا۔ تو ہی ہم بندوں کے امور کا متولی ہے۔ فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ۔ تو ہم کو بخشدے یعنے جو ہمنے گناہ کیے وہ بخشدے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی سب سے بھلا بخشنے والا ہے کہ گناہ بخشتا اور اسکو بھلائی سے بدل دیتا ہے۔ وَاكْتُبْ لَنَا۔ اور لکھدے ہمارے واسطے یعنے واجب کردے یا ثابت کردے ہمارے لیے جبتک تو ہمکو زندہ رکھے۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا۔ اس دنیا میں جو سامنے حاضر ہے حَسَنَةً بھلائی سے زندگی اور طاعت کی توفیق کو۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے اور لکھدے ہمارے لیے حیات آخرۃ میں حسنہ جو کہ جنت ہے۔ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ۔ ہم نے توبہ کی تیری طرف ہر ایسی چیز سے جو تیری

جناب کے لائق نہین ہے۔ اصل ہود بالفتح بمعنے نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ ہائد بمعنے تائب اے توبہ کرنے والا جمع آن ہُود بالضم بعض نے کہا کہ اسی سے یہودیون کا نام ہُود ہوا اور انکی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے انکے واسطے مدح کا نام تھا اور بعد نسخ شریعت کے مذمت کا نام ہوگیا۔ یعنے پہلے تو بُری چیز سے رجوع کرنے والا طرف اچھی چیز کے صادق تھا اور جب حضرت عیسیٰؑ اور پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور اپنی شرع سے جو اللہ تعالے نے مقرر فرمائی تھی مُنھ موڑا تو بھلی چیز سے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع کرنے والا انپر صادق آیا پس مذموم ہوا کذا ظہر للمترجم واللہ اعلم۔ اس دعاء مذکور کا جواب ملا۔ قَالَ۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ عَذَابِیٓ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ میرا عذاب اختیاری ہے دیتا ہون اس سے جسکو عذاب دینا چاہتا ہون یعنے اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہون عذاب دون حتی کہ اگر گنہگار نہو اسکو بھی چاہون تو عذاب دون لیکن کرم و رحمت ہے کہ بیگناہون کو عذاب نہین فرماتا اور اس سے یہ لازم نہین کہ او تعالے مختار نہین ہے نعوذ باللہ تعالے بلکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور جو کچھ وہ بندون کے حق مین کرے وہ اپنے ملک مخلوق مین واقع ہوگا پس کچھ بھی ظلم نہوگا اور اللہ تعالے پر کسی کا اعتراض نہین چل سکتا۔ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ۔ اور میری رحمت عموماً شامل ہے ہر چیز کو یعنے دنیا مین میری رحمت سے ہر مخلوق بار احسان لادے ہوئے ہے اور پہلی رحمت تو یہ کہ اسکو معدوم سے موجود کر دیا اور اسمین کسی مسلمان و کافر و مطیع و عاصی کی تخصیص نہین ہے۔ ہیچ پوچ دنیا و اسکی نعمتین جو آنکھون مین سمائی ہین بمقابلہ نعمہائے آخرت کے ایسی ہین جیسے تخت گاہ شاہی اور گوہ ڈالنے کا گھورا و لیکن چونکہ آخرت کی نعمتین نہین دیکھی ہین لہذا فرق نہین کھلتا اگر انھین لوگون پر جو صادق الایمان ہین لہذا دنیا مین بھی عموم رحمت سے اہل ایمان جو اعمال خیر و توفیق ثواب پاتے ہین وہ نعمتین کہین بڑھکر کافرون و عاصیون کی نعمتا ہے ہین لیکن عموم رحمت ہر کس و ناکس کو ہے اور یہی معنے ہین حدیث ابوہریرہؓ کی جو صحیحین مین ہے کہ رحمتی سبقت و فی روایۃ غلبت غضبی۔ یعنے او تعالے کی رحمت سبقت لیگئی اسکے غضب پر۔ قتادہؒ سے روایت ہے کہ جب نازل ہوا قولہ ورحمتی وسعت کل شئی۔ تو ابلیس نے کہا کہ مین بھی کل شئی مین سے ہون تو دنیا مین وہ بھی کل شئی مین سے ہے پھر آخرت کی رحمت سے نکلا بقولہ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ پس مین اسکو عنقریب لکھدونگا یعنے مخصوص نازل کرونگا انھین لوگون کے واسطے دار آخرت مین جو یہان تقوی کرتے ہین اللہ تعالے سے وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ اور زکوۃ دیتے ہین۔ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ اور وہی لوگ کہ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہین۔ اس کلام سے ابلیس کو آخرت کی رحمت سے مایوسی ہوگئی پس جو لوگ کہ ابلیس کے پیرو ہون وہ بھی مایوس ہونگے۔ اسمین زکوۃ کو خاصکر ذکر فرمایا کیونکہ تقوی تو اپنی ذات کے واسطے بندہ کرتا ہے اور زکوۃ سے دوسرون کو نفع پہونچتا ہے اور اسلیئے کہ ان لوگون پر زکوۃ بسبب حرص مال کے زیادہ گران تھی۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض مفسرین نے جو وہم کیا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوۃ مدینہ مین فرض ہوئی ہے یہ وہم بے وجہ ہے اسواسطے کہ آیت جواب دعا موسیٰ ہے اگرچہ دعا و موعظت کا حکم عام ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ زکوۃ سے معنے اعم مراد لیے جاوین جو زکوۃ جان و زکوۃ مال دونون کو شامل ہون پس زکوۃ جان یہ کہ اسکو گناہون و نافرمانی سے پاک رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فسا کتبہا بمعنے او جبہا ہے یعنے واجب و ثابت کردونگا اور ایسے ہی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ یعنے او تعالے نے اپنی ذات پاک پر رحمت لکھدی یعنے واجب و ثابت کردی پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور اللہ تعالے پر واجب ہین تو جواب یہ کہ اللہ تعالے پر کوئی امر واجب نہین معنے آنکہ او تعالے اسکے سوا اور نہین کرسکتا کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور یہان یہ معنے ہین کہ رحمت و احسان سے اُسنے یہ واجب کر دیا ہے کہ متقیون کو جنت عطا فرماوینگا۔ پھر اللہ عزوجل نے اُن لوگون کو جنکے یہ صفات

ہونگے آگے کی آیت مین بیان فرمادیا بقولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الآیۃ پس یہود ونصاری جو زعم کرتے تھے کہ ہم بھی تقوی کرتے اور زکوۃ دیتے اور آیات پر ایمان لاتے ہین انکا زعم باطل ہوا کیونکہ یہود تو بعض آیات سے منکر ہوکر کل سے منکر ٹھہرے کیونکہ ایک آیت الہی سے انکار کرنا بھی کفر ہے اور نصاری منکر ومشرک دونون ہین پس مومن وہی ہین جو پورے طور سے ایمان لائے جیسا کہ بیان آتا ہے انشاء اللہ تعالے۔ ف فی العرائس قولہ واختار موسی قومہ سبعین رجلا موسی علیہ السلام نے اپنے اولیاء امت مین سے ایسے لوگ لیے جنکا شرب ولایت ونبوت مین تھا چنانچہ تو نہین دیکھتا کہ جب انھون نے خطاب حق تعالے کو سنکر لذت وشکر سے فنا ناقص پائی تو دیدار کا سوال کیا کہ ارنا اللہ جہرۃ۔ اور کیونکر انکو صاعقہ نے پکڑ لیا کیونکہ وہ حقایق مین ضعیف تھے بشر آدمی اسواسطے مختار تھے کہ ہر امت مین بشر ایسے ولی وابدال ونجیب ہوتے ہین اور ایسی ہی امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھی ہر وقت وزمانہ مین یہی حال ہے بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے گذشتہ امتون کے اولیاء کی تعداد اپنی امت سے لیے اور یہی بشر ہین کہ مخلوق انھین کی طرف حالت فزع مین رجوع کرتی اور انھین سے محفوظ ہوتی ہین پھر جب صاعقہ اس قوم کو پہونچا اور ہرچند کہ موسی علیہ السلام بھی تھے مگر قوم مذکور بسبب ضعف قلوب کے فنا ہوگیے اور سطوات عظمت کو نہ اٹھا سکے پس سر باطن کلیم اللہ تعالے علیہ السلام انبساط مین آیا کما قال تعالے فلما اخذتہم الرجفۃ قال رب لو شئت اہلکتہم من قبل وایای۔ یعنے بنی اسرائیل کے درمیان جب انھون نے گوسالہ پر نظر کی تھی تو انکو چاہتا تو ہلاک کر دیتا اور مجھکو صعقہ طور مین ہلاک فرماتا پس اب بھی رحم فرما دے۔ اتہلکنا بما فعل السفہاء منا۔ یعنے گوسالہ پوجنے والون کے جرم پر تو ہم سبون کو ماخوذ نہ فرما۔ قال المترجم تحقیق ہوا کہ ان لوگون نے دیدار کا سوال نہین کیا تھا بلکہ مغفرت اور عاجزی کے بجاے بڑی بڑی نعمتین مانگی تھین پس انکو رجفہ نے پکڑا اور مر گئے پس موسی علیہ السلام نے دعا کی اور یہ بھی ادب سے عرض کیا کہ اتہلکنا بما فعل السفہاء منا۔ شیخ نے لکھا کہ یہ بادشاہون کی عادت ہے کہ جب عوام رعایا جرم کرتے ہین تو انھین سے اشراف گرفتار ہوتے ہین۔ حاصل آنکہ اے ارحم الراحمین عالم الغیب والشہادۃ تو پروردگار وحدہ لاشریک ہے بادشاہون سے غلامون تک سب تیرے ناچیز بندے ہین تو رحمت سے ہم لوگون کے بیوقوفون کے بدافعالی کے جرم مین ہم کو ہلاک نفرما۔ شاید بما فعل السفہاء سے ان لوگون کی طرف اشارہ ہو جو حالت سکر مین ازخود رفتہ ہوگئے تھے یعنے ہمکو ان بیخودون کے افعال پر ماخوذ نفرما۔ قال المترجم۔ وفیہ بعد ظاہر ولہذا قالہ الشیخ بالتعریض فافہم۔ قولہ ان ہی الا فتنتک۔ موسی علیہ السلام نے زبان انبساط کو مطلق العنان چھوڑ دیا اور اوقات تجلی کی بیخودی کے بقیہ سے انبساط تمام کا اثر رہا۔ حاصل آنکہ نہین یہ صاعقہ مگر تیرا امتحان اپنے بندگان عاشق کا جو ازل سے دام عشق مین گرفتار ہوے ہین پھر جب موسی علیہ السلام سے حدت انبساط فرو ہوئی اور مقام توحید کی طرف رجوع لائے اور عبودیت مین تمام اسباب سے انقطاع کیا تو کہا کہ تضل بہا من تشاء۔ پردہ حجاب مین جسکو تو چاہے ضلالت مین ڈالے کہ مشاہدہ سے مردود ہو کر غیر کی طرف بھٹکے۔ وتہدی من تشاء۔ اپنے وصال ومشاہدہ کی جسکو چاہے ہدایت دے بعضے تو صعقہ مین صعقہ کو دیکھتے رہگئے اور بعضے اس صعقہ سے وصال ومشاہدہ کو پہونچ گئے اور یہی مراتب ولایت اور مرتبہ نبوت مین فرق ہے پھر مقام امتحان مین اوتعالے عز وجل کی نگہداشت کی ہدایت پاکر عرض کیا انت ولینا۔ اپنے امتحان مین اپنے مشاہدہ مین ہمارا تو ہی حافظ ہے۔ فاغفر لنا ہمارے جرم انبساط کو اپنے دیدار نعمت مین بخشدے وارحمنا اپنے مشاہدہ جمال کے کشف سے بلا امتحان وحیلہ کے ہم پر رحم کردے۔ وانت خیر الغافرین کیونکہ تو پاک پروردگار جامع صفات کمال قدیم ہے اور تیری مغفرت ورحمت جملہ مجرمون کو عموما شامل ہے اسکے واسطے کوئی علت حادث نہین ہے۔ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ اپنے کمال

پاک سے ہمارا حصہ دنیا مین اپنا مشاہدہ و معرفت قرار دے کہ تیرے قہر و امتحان سے عافیت مین رہین۔ وفی الآخرۃ۔ اور آخرت مین جنت بلا واسطہ پاوین اور جو کچھ اُسمین بزرگیان موعود ہین ہمکو حاصل ہون۔ انا ہدنا الیک۔ ہم نے تجھسے تیری ہی طرف رجوع کیا اور تجھسے تیری ہی طرف فرار کیا۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ بالکلیۃ ہم تیرے ہی طرف متوجہ ہوے۔ بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کھلے کھلے حق عزوجل کی جناب مین تحقیق بات کہی کہ ان ہی الافتنتک۔ پھر حکم اسی کو سونپا کہ تضل بہا من تشاء الخ۔ پھر تضرع و عاجزی شروع کی بقولہ فاغفر لنا الیٰ آخرہ۔ استادؒ نے قولہ انا ہدنا الیک مین کہا کہ ہم نے تیرے دین کی طرف رجوع کیا اور بالکلیۃ تیرے ہی ہوگئے بدون اسکے کہ اپنے نفس کے لیے کچھ باقی چھوڑین۔ پھر جب موسیٰؑ نے حق تعالےٰ سے اُسکی نگہداشت طلب کی تاکہ مع انس و لطف مین صدمہ قہر داخل ہوا اور بلا کدورت حجاب کے اس سے اپنا حظ مشاہدہ پورا حاصل کر لیا اور قہر سے لطف کی طرف فرار کیا اور اُس سے اُسی کی طرف رجوع لایا تو حق عزوجل نے قبول فرمایا کہ لطف قدیم مع قہر قدیم باین شان ہے کہ قہر قدیم تو مخلوقات پر فوق ہے کما فی قولہ وہو القاہر فوق عبادہ۔ اور رحمت قدیم تمام مخلوق کو اولاً و بالذات شامل ہے اور جواب مین قدم ہیبت کے نیچے گردن مخلوق کی پامال فرمائین بقولہ قال عذابی اصیب بہ من اشاء میرا عذاب فراق و امتناع ارواح و قلوب کو مطالعہ سے بر صفت سرمدیت اور عارفین مین سے جسکو چاہتا ہون عبودیت مین تربیت و امتحان کے طور پر پہونچاتا ہون۔ اسکا عذاب پہونچنا مشیت پر ہے کسی کے استحقاق پر نہین ہے پس یہ مقام خوف و اُمید ہے یہی ایمان کی شان ہے پھر اپنی عام رحمت سے ہر ذرہ کا شمول عواطف ہونا بیان فرمایا بقولہ ورحمتی وسعت کل شئ۔ تمام مخلوق اسکے بحر رحمت مین غرق ہے کیونکہ حق عزوجل کا انکو پیدا کرنا خواہ کسی صفت پر ہون ان کے حق مین عین رحمت ہے کیونکہ وہ اسکی نظر عظمت و سلطان کے تحت مین داخل کیے گئے اور اسکی ربوبیت و قدرت کی تاثیر سے سرفراز ہوے لیکن واضح رہے کہ رحمت پہونچنے مین مخلوقات اگرچہ عموماً شامل ہین لیکن وصف رحمت مین انہین باہم تفاوت ہے چنانچہ جملہ جمادات اُسکے نور فعل مین مستغرق ہین اور وہ رحمت فعلیہ ہے اور جملہ حیوانات اسکے نور صفت مین مستغرق ہین اور وہ رحمت صفاتیہ ہے اور حیوانات مین سے عقلاء کہ جن و انس و ملائکہ ہین وہ اسکے نور ذات کی رحمت مین مستغرق ہین اور یہ رحمت ذاتیہ قدیمہ ہے اس راہ سے کہ انکو ربوبیت و وحدانیت کی معرفت کا نشا حاصل ہے اور وہ عقل ہے حالانکہ یہ لوگ از راہ اجسام اور جو بمنزلہ اجسام کے ہین عام رحمت مین بھی شامل ہین اور از راہ ارواح و اسکے مانند اشیاء کے رحمت خاصہ سے سرفراز ہین اور انہین بھی ان سب مین آپسمین تفاوت ہے پس بعضے تو دیدار عظمت مین پگھل گئے ہین اور بعضے دیدار قدم و بقاء مین حیران ہو رہے ہین اور بعضے دیدار جمال جلال مین عاشق ہین اور جو کوئی انہین سے اثر رحمت سے نکلکر اصل صفت کی طرف واصل ہوا اور صفت سے اصل ذات کی طرف پہونچا تو وہ ارحم الراحمین سے واصل ہو کر رحمت سے فنا ہو گیا پس اسکی رحمت خود تمام عالمین کے واسطے ثابت ہو گئی اور یہ اسکا فعل نہین بلکہ وہ خود فنا اور موصوف باین بقاء ہے اور یہ درجہ ہمارے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا کیونکہ وہ بکل بسوے کل واصل ہوگئے لہذا آپ کو بوصف رحمت کل اپنے قول پاک۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین مین موصوف فرمایا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بقاے بعض رحمت خاصہ اپنے آثار سے دار آخرت تک ہے اور یہ وہی ہے جسکو یہان حیات ہی تک انحصار نہین بلکہ باقی ببقاء قدیم ہے پس رحمتہاے آخرت کہ اس دار فانی سے ننانوے گونہ زائد بلکہ پورے صد گونہ زائد ہین وہان مع اس رحمت باقیہ کے کسقدر مزید انعام کے ساتھ ہونگے پھر او تعالےٰ عزوجل نے عموم رحمت عامہ سے ہر ایک کو مشمول عنایت فرما کر اسکے بعد رحمت خاصہ صفاتیہ سے ان بندون کو

مخصوص فرمایا جو غیر الٰہی سے فانی ہوکر باقی باللہ تعالیٰ واسکی عظمت مین فانی ہین یہ وہی ہین جنھون نے اپنے وجود کو اسکے حق ربوبیت مین قربان وفنا کردیا کما قال تعالیٰ فساکتبہا للذین یتقون ویوتون الزکوۃ والذین ہم بآیاتنا یومنون۔ یعنے اسکی محبت ومشاہدہ مین ہر ایسی چیز سے جو باوف طبیعت وحظ نفس ہوتی ہے تقویٰ و پرہیز رکھتے ہین اور زکوۃ سے اسکی طرف تقرب چاہتے ہین جسکا اعلیٰ فرد یہ ہے کہ اپنے نفوس کو اسکی درگاہ پر ذبح کردیتے ہین یعنے آنکہ اُنکے نفس کو اپنی مقتضاء سے کوئی جنبش نہین رہتی لہذا اگر جہاد کا حکم ہوا تو بھی اور نہوا تو بھی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ کراہیت وشوق بمقتضائے نفس ہے اور ایمان انکا یہ کہ دیدار آیات مین آیات پر نظر نہین بلکہ مشاہدہ صفات مین مستغرق ہین۔ واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ عذابی اصیب بہ من اشاء ریہ بات عارف کے نفس مین ثابت ہوتی ہے کہ کوئی اسکو پہچان جاوے تو اسکی زندگی مکدر ہوجاوے ارباب حقایق کو دنیا مین عذاب نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتین بتقرب انپر پے درپے وارد ہوتا ہے حتیٰ کہ اصل سے صفات ونعوت کا غیب ہوجاتا ہے پس قطع منزل مین اس سے سوراد بجاتا رہتا ہے۔ کتانیؒ نے کہا کہ رحمت الٰہی ہر چیز کو شامل ہے لیکن متقی لوگ اس سے مخصوص ہین لقولہ تعالیٰ فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ ابوعثمانؒ نے کہا کہ قرآن مین مجھے کوئی آیت نہین ملی جس سے زیادہ خوف ومایوسی غالب ہوسوائے اس آیت کے ورحمتی وسعت کل شئی۔ حالانکہ لوگ اسکو بہت امید کی آیت شمار کرتے ہین کیونکہ اوتعالیٰ نے اسکے بقار وایجاب کے حق مین فرمایا فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ اور وہ کون شخص ہے جو تقویٰ کی تصحیح کرسکتا ہے پس رحمت کا لازم وثابت ہونا جسکا اعتبار ہو وہ تو اس تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے۔ **قال المترجم**۔ لقد جاد بہا فادوانما الستغاث الی اللہ عزوجل وہوارحم الراحمین بعض مشائخ نے کہا کہ عذاب کو ایک خاص صفت سے مقرون بمشیت فرمایا اور رحمت کو عام کردیا کہ وہ ہر شئی کو شامل ہے۔ **قال المترجم** ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مین روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی سو رحمت ہین ایک رحمت دنیا مین ہے کہ اُسی سے مخلوق آپس مین ترحم کرتے ہین اسی سے وحشی جانور اپنی اولاد پر عطوفت رکھتے ہین اور ننانوے رحمت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک موخر فرمایا۔ رواہ مسلم۔ اور ایک روایت مین ہے کہ قیامت مین وہ سب اور یہ حصہ رحمت ملا یا جائیگا یعنے رحمت کاملہ ہوگی۔ اس سے سمجھنا نہین چاہئیے کہ رحمت کے جزا ہین بلکہ اثر رحمت کا وصول ہے اور اس حدیث مین اشارہ ہے کہ تمام افعال مخلوق کے بمقتضائے صفات الٰہی ہین اور معتزلہ وشیعہ وغیرہ قدریہ لوگون نے غلط کیا کہ بندہ کو اپنے افعال کا قادر رکھتے ہین یہ بحث پوری گذر چکی ہے اور کثرت سے آیات کی تفسیر مین تنبیہ کی گئی کہ قول فرقہ قدریہ گمراہی محض ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر قولہ واللہ خلقکم وما تعملون مین بحث پوری آویگی پھر واضح ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال ودعا کی اور اسکا جواب یہ ملا جو مذکور ہوا اور جواب نہایت دقیق ولطیف ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا اور دیا اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور جو کچھ اس آیت مین موسیٰ علیہ السلام نے مانگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ پھر اوتعالیٰ عزوجل نے واضح بیان سے فرمادیا کہ جن لوگون کے واسطے رحمت خاصہ لکھی ہے وہ متقی ایسے ہین کہ راہ وخصلت وسنت وطریقہ تقویٰ مین محبوب کریم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدار کرتے ہین۔ کما قال تعالیٰ

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

وہ جو | تابع ہوتے ہین اس رسول کے جو نبی ہے | امی | جسکو پاتے ہین | لکھا ہوا | اپنے پاس | توریت

وَالْاِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

اور انجیل مین بتاتا ہے انکو نیک کام اور منع کرتا ہے برے سے اور حلال کرتا ہی انکے واسطے سب پاک چیزین اور حرام کرتا ہے انپر

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ

ناپاک اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ اُنکے اور پھانسیان جو انپر تھین سو جو اُسپر یقین لائے اور اُسکی رفاقت کی

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے جو اُسکے ساتھ اُترا ہے وہی پہونچے مراد کو

اَلَّذِیْنَ۔ یہ بدل از الذین یتقون ہے خواہ بدل الکل یا بدل البعض یا خبر مبتدا محذوف ای ہم الذین بیضاوی ورازی نے کہا کہ بنی اسرائیل مین سے ایمان لانے والے خاصۃً مراد ہین اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انہین سے ہون یا اورون مین سے جمیع اُمت مراد ہین حاصل آنکہ متقی جنکے واسطے آخرت مین رحمت مخصوص ہے وہ لوگ ہین کہ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ پیروی کرتے ہین رسول نبی اُمّی کی مفسرین کا اجماع ہے کہ مراد اس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین یہان اللہ تعالے سبحانہ نے آپ کو چند صفات سے موصوف فرمایا ازانجملہ الرسول بالف لام یعنے رسول اللہ تعالے گویا رسالت مین آپ فرد کامل و معہود ہین اور جو آپ کو رسول نہ مانے باوجودیکہ لوازم رسالت ظاہر ہین وہ کافر ہے۔ ازانجملہ النبی یعنے اللہ تعالے کے احکام سے بندون کو آگاہ کرنیوالے ازانجملہ الامی جو آپ کے سوا کسی پیغمبر پر صادق نہین آتا پس یہود ونصاری ودیگر رسولون کا دعوی خارج ہوا کیونکہ وہ کسی رسول نبی اُمّی کے متبع نہین ہین علاوہ برین قولہ الذی یجدونہ مکتوبا عندہم الآیۃ سے صریح وہ مدعی نہین ہوسکتے ہین اور عنقریب آتا ہے۔ پھر اُمّی یا منسوب بامت اُمیہ ہے یعنے ایسی قوم ہین جو حساب کتاب نہین رکھتی اور وہ عرب ہین۔ کذا قال الزجاج۔ یا منسوب بجانب ام بمعنے مادر ہے یعنے اُسی حال پر باقی ہے جس حال پر مان کے پیٹ سے پیدا ہوا کہ نہ لکھتا ہے نہ پڑھتا۔ یا منسوب بام القری اور وہ مکہ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوب بام بفتح ہمزہ ہے بمعنے قصد ور منسوب بالقصد یعنے آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہی مقصود تھے اور یہ وصف کامل ہے اور ضم ہمزہ بنابر تغیر نسبت ہے اور یعقوب کی قراءۃ بفتح ہمزہ اسکو مؤید ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ منسوب بامت امیہ ہین اور ابو السعود نے کہا کہ اُمّی وہ کہ ممارس قراءۃ وکتابت نہین ہوا اور باوجود اسکے علوم اولین وآخرین کے جامع تھے اور فتح الباری مین دو قول نقل کیے کہ صلح حدیبیہ مین جو آنحضرت صلعم نے مشرکین مکہ کے ساتھ صلحنامہ لکھا اور حدیث بخاری وغیرہ مین ظاہر حدیث یہ ہے کہ باستبداد مشرکین کے رسول اللہ کا لفظ آپ نے محو فرمایا آیا یہ بر سبیل حقیقت ہے یا مجازاً ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بر سبیل معجزہ تھا قلت وقد نبہ علی ہذا الشیخ الثقۃ الامین الحجۃ علی الامۃ الامیین واللہ اعلم۔ اہل تحقیق نے فرمایا کہ اس معنے پر آنحضرت صلعم کا اُمّی ہونا ازجملہ معجزات ہے بچند وجوہ اول آنکہ آنحضرت صلعم لوگون پر پے درپے بار بار کتاب الٰہی کو جو نازل ہوتی جاتی تھی اعادہ فرماتے بدون اسکے کہ الفاظ وکلمات مین کوئی تغیر آنے پاوے حالانکہ خطیب اگر خطبہ کا اعادہ کرے تو قلیل وکثیر کچھ ضرور تغیر وتبدل ہوگا پس آنحضرت صلعم جب بدون زیادت ونقصان وتغیر کے پڑھ دیتے تو معجزہ صریح ہے اور اسی طرف اوتعالے نے اشارہ فرمایا بقولہ سنقرئک فلا تنسی۔ دوم آنکہ اگر لکھتے پڑھتے تو کافرون کو وہم ہوتا کہ اگلون کی کتابون سے ان علوم لطیف وعجیب کو مطالعہ کیا ہے پس جب قرآن عظیم مشتمل علوم کثیرہ کو بدون تعلم لائے تو بڑا معجزہ ہے وقد قال تعالے وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون مقری شارح قصیدہ بردہ نے جو کہا کہ یہان سوال وارد ہوتا ہے

کہ پھر فصیح کیون پیدا ہوے تاکہ وہم ہوتا کہ یہ کلام بلیغ فصیح خود آپ کا کلام نہین تو اسکو شہاب رح نے ریحانہ مین رد کر دیا کہ یہ سوال کچھ نہین ہے اسواسطے کہ اُمیہ ہونا اکثر فصحاء عرب مین پایا گیا بخلاف عدم فصاحت کے کہ وہ لکنت وعیب ہے جس سے آنحضرت صلعم کی ذات پاکیزہ صفات پاک وبری تھی پس یہ سوال کہل ہے سوم آنکہ خط سیکھنا سہل بات ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل وسمجھ ہو اسکو سیکھ سکتا ہے پھر اللہ تعالے عزوجل نے آپ کو علوم اولین وآخرین عطا فرمائے اور حقایق ودقایق وہ کرامت کیے کہ مخلوق مین سے کوئی اس کنہ کو نہین پہونچا پس باوجود اس عقل وفہم کی قوت عظیمہ کے ایسا رکھا کہ خط وکتابت نہین جانتے تھے کہ جو ادنی خلق پر آسان ہے پس ان دو حالتون متضادہ کا جمع کرنا بجاے اجتماع ضدین کے ہے اور یہ من قبیل معجزات خوارق عادات ہے پس واضح ہو کہ سزاوار رحمت خاصہ وہی لوگ قرار دیے جو ایسے رسول نبی اُمّی کی اتباع کرتے ہین اور یہ اتباع کبھی تو فقط بالقوہ ہے اور یہ ان لوگون کو حاصل ہوئی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے پہلے وفات پا گئے اور کبھی قوت سے فعل کیطرف خارج ہے اور یہ ان لوگون پر متحتم ہے جنھون نے آپ کی دعوت کا وقت متبرک پایا اور یہ وقت آپ کے زمانہ ظہور سے تا قیامت ہے پس جو لوگ کہ علم آلہی عزوجل مین ایسے ہین کہ آپ کے متبرک پاک دعوت پر ایمان نہ لاوینگے وہ کبھی نہین بخشے جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین بھلے بن جاوین کیونکہ معرفت آلہی اور اخلاق پاکیزہ وہی ہین جو آپ نے تعلیم فرمائے پس جسنے معبود کو نہ پہچانا اُسنے جو عبادت کی وہ حضرت حق عزوجل کی عبادت نہوئی پس وہ نیکوکار کہان سے آیا پھر حسن عنایت ولطف ہدایت آلہی عزوجل ہے کہ ایسے رسول بزرگ صلعم کی آمد آمد کے واسطے لوگون کو پہلے رسولون سے اگلی کتابون سے معرفت مفصل دیدی تاکہ بروقت ظہور نور نبوت ایسے رسول پاک صلعم کیسے وہم وخیال مین نہ پڑین لہذا بعد قوله الذين يتبعون الرسول النبي الامي کے وصف فرمایا۔ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ۔ یعنے پیروی کرین اُس رسول نبی اُمی کی جسکو پاتے ہین لکھا ہوا اپنے پاس توریت وانجیل مین۔ یعنے آپ کے نعت وصفت کو یہود اپنے پاس توریت مین اور نصاری اپنے پاس انجیل مین لکھا پاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام سے یہ کلام جو فرمایا تو آیندہ جو بات ہونے والی ہے اسکی خبر دیدی۔ بالجملہ اب قرآن مجید مین نازل ہے۔ رازی رح نے فرمایا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی نعت وصفت اور عظمت نبوت اگلی دونون کتابون توریت وانجیل مین مذکور ولکھی ہوئی ہے کیونکہ اگر یہ بات ان دونون کتابون مین لکھی ہوئی نہوتی تو اس کلام سے علماء یہود ونصاری سخت نفرت کرتے اور آنحضرت صلعم کو جھوٹا بلکہ مفتری بیان کرتے حالانکہ یہود مین سے مانند حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کے زبردست عالم مسلمان ہوئے اور بادشاہ حبشہ نجاشی سے پہلے وہان کے علماء نصاری وراہب وزاہد بخوشی ورغبت دل سے مسلمان ہوئے اور آپکو رسول برحق مانا جس سے زمانہ مین کوئی یہودی ونصرانی بھی انکار نہین کرتا پس یقین ہوا کہ آنحضرت صلعم کی نعت وعظمت نبوت بالضرور ان دونون کتابون مین مذکور تھی اور یہ آنحضرت صلعم کی عظمت نبوت کی قطعی دلیل ہے مترجم انشاء اللہ تعالے آخر اس آیت مین ایک بحث مختصر مفید وضروری لکھیگا پہلے علماء تفسیر کے اقوال لاتا ہے خمیسی رح نے لکھا کہ توریت جو موجود ہے اسمین آنحضرت صلعم کے نام پاک کامع اوصاف بلفظ مخمنا بزبان سریانی ذکر ہے اور اسکے معنے محمد یا احمد ہین یعنے جسکو لوگ بہت تعریف سے یاد کرین اور انجیل مین صریح لفظ بزبان عربی مذکور ہے۔ مترجم بحث مابعد مین مؤید لاویگا جو یہان شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر فرمایا کہ یہ صفت حضرت سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین کی کتابون مین درج ہے اور ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو آنحضرت صلعم کی بعثت کی بشارت فرمائی اور آپ کی متابعت کی خبر دی ہے اور ہر ایک کی کتابون مین صفات پاک موجود رہے جسکو علماء واحبار

جانتے تھے۔ امام احمدؒ کی حدیث ابو صخر العقیلی مین حضرت صلعم کا ایک یہودی کے پاس جانا جو کتاب توریت کھولے بیٹھا تھا مذکور ہے کہ
آپ نے اس یہودی سے قسم دلاکر پوچھا کہ تو اس کتاب مین میری صفت اور میری پیدایش و ہجرت کا ذکر پاتا ہے اُسنے سر سے اشارہ کیا
کہ نہین تو اسکے بیٹے نے اپنے باپ کو اس جھوٹی قسم پر دیکھکر بھر آکر کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے توریت نازل فرمائی کہ ہم ضرور آپکی
صفت و مقام پیدایش و ہجرت کو اس کتاب مین پاتے ہین اور اسکے بعد کہا کہ انی اشہد ان لا آلہ الا اللہ و انک رسول اللہ یہ حدیث
جید قوی ہے اور صحیحین مین حضرت انسؓ سے اسکا شاہد موجود ہے حاکم رحمہ اللہ نے اپنے اسناد سے ابو امامہ باہلی رضؓ سے بروایت ہشام
بن العاص الاموی روایت کی کہ ہشام نے کہا کہ مین اور ایک دوسرا مسلمان دونون ہرقل بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے کہ اُسکو
دین اسلام کی دعوت کرین پس ہم نکلکر روانہ ہوئے یہان تک کہ غوطہ دمشق پر پہونچکر جبلہ بن ایہم الغسانی کے پاس اُترے اور دیکھا کہ
وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اُسنے ہمارے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ اس سے ہم باتین کرین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اس ایلچی سے نہین بات کرینگے اور
ہم تو بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے ہین سو اگر وہ ہم سے بات کرنا چاہے تو باتین کرینگے ورنہ ایلچی سے نہ بولینگے پس ایلچی نے اس سے بیان کیا تو
اُسنے اجازت دی پس ہشام بن العاص نے اس سے دعوت اسلام کی اور اسکو اسلام لانے کو بلایا اور اسکے بدن پر سیاہ لباس حریر تھا
اس سے کہا کہ تجھپر یہ سیاہ لباس کیون ہے وہ بولا کہ مین نے قسم کھا کر پہنا ہے کہ جبتک تم لوگون کو شام سے نہ نکال دون اسکو نہ اُتارونگا
ہم نے کہا کہ بیچارہ جہان تو بیٹھا ہے واللہ ہم اسکو اور بادشاہ روم کے تختگاہ کو انشاء اللہ لے لینگے ہم کو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے
یہ خبر دی ہے۔ بولا کہ تم وہ لوگ نہین ہو وہ لوگ تو رات کی نماز پڑھنے والے اور دن کے روزہ دار لوگ ہونگے اور تم کیونکر روزہ رکھتے ہو
ہم نے اسکو اپنے روزے سے آگاہ کیا تو اسکے چہرہ پر سیاہی چھا گئی پھر بولا کہ اُٹھو تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور اپنا آدمی ہمارے ساتھ کر دیا
ہم وہان سے نکلکر جب دار السلطنت سے قریب ہوئے تو ہمارے ساتھ جو آدمی تھا کہنے لگا کہ تم اپنے ان اونٹون پر بادشاہی شہر مین نہین
جا سکتے ہو اگر تم چاہو تو ہم تمکو خچرون پر سوار کر دین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اپنے ان جانورون کے سواے اور جانور پر نہین جاوینگے اُنھون نے
بادشاہ کے یہان کہلا بھیجا اُسنے اجازت دی کہ ہم اپنے حال پر آوین پس ہم اپنی تلوارین لٹکائے ہوے داخل ہوئے یہان تک کہ ہم ایک
اونچے برج کے نیچے پہونچے تو وہان ہم نے اونٹ بٹھلائے اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا پس ہم نے تو ذکر تکبیر کہی لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر
پس اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ غرفہ لرزنے لگا گویا عذق ہے کہ اسکو ہوا ہلاتی ہے پس اُسنے ایلچی دوڑایا کہ تم لوگون کو یہ روا نہین ہے کہ ہم پر
اپنے دین کو بلند آواز سے وارد کرو اور کہلا بھیجا کہ آؤ پس ہم داخل ہوئے تو وہ ایک مکلف فرش پر تھا اور روم کے بطارقہ اسکے پاس بیٹھے تھے
اور اسکے مجلس کی ہر چیز اور گرد و پیش سُرخ تھی اور اُسپر سُرخ لباس تھا جب ہم اس سے قریب ہوئے تو دیکھکر ہنسا اور بولا کہ کیا بُرائی
تھی اگر آپس کے تحیت کا میرے ساتھ برتاؤ کرتے اور اُسکے پاس ایک فصیح عربی بولنے والا بات کرنے والا آدمی تھا ہم نے اس سے کہا کہ ہمارا
آپس کا جو تحیہ ہے وہ تیرے واسطے سزاوار نہین ہے اور جس سے تجھکو تحیہ کیا جاتا تھا وہ بجالانا ہمکو حلال نہین ہے بولا کہ تمھارا آپس مین
کیا تحیہ ہے ہم نے کہا کہ السلام علیک۔ بولا کہ اپنے بادشاہ کو کیا تحیہ دیتے ہو ہم نے کہا کہ یہی پھر بولا کہ وہ کیا کہتا ہے ہم نے کہا کہ یہی۔ بولا کہ
بڑا کلام تمھارا کیا ہے ہم نے کہا لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ کہا تو اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ غرفہ پھر تھرّایا حتی کہ اُسنے سر اُٹھا کر دیکھا
اور بولا کہ یہ کلمہ تمھارا جس سے یہ غرفہ لرز گیا ہے کیا جب تم اپنے گھرون مین کہتے ہو اسیطرح تمھارے غرفے تھرّاتے ہین ہم نے کہا کہ کبھی ہم نے
نہین دیکھا مگر یہین۔ بولا کہ مین اُمید کرتا ہون کہ ہر بار جب تم کہوگے جو چیز تم سے اونچی ہوگی تھرّاویگی۔ اور مین اپنی آدھی سلطنت سے

نکل گیا۔ ہم نے کہا کہ یہ کیوں۔ بولا کیونکہ یہ اسکے شان کے لیے آسان تر ہے اور سزاوار تر کہ ہو وے امر نبوت سے اور لوگون کے حیلؑ سے ہو پھر
ہم سے بولا کہ تم کیا چاہتے ہو ہم نے اسکو بتلایا۔ کہنے لگا کہ تمھاری نماز روزہ کیونکر ہے ہم نے اُسکو بتلایا۔ بولا کہ اُٹھو اور جاکر وہان اُترو پس
ایک عمدہ مکان بتلایا جسمین بہت سا سامان تھا ہم وہان تین روز رہے ایک بار وزرات مین ہمارے پاس آدمی بھیجکر بلوایا ہم گئے تو ہماری
باتین ہم سے پھر دوبارہ کہلائین ہم نے دوہرائین پھر اُسنے ایک مربع چیز جسمین خانہ خانہ تھے اور اُسپر سُنہرا کام تھا اور خانون پر کواڑیان
لگی تھین نکالی پھر اُسنے ایک خانہ کا قفل وکھڑکی کھولکر ایک ٹکڑا سیاہ حریر کا نکالا اور اُسکی تہ کھولی تو اُسمین ایک تصویر سُرخ تھی دیکھا تو
ایک مرد کی صورت تھی جسکی آنکھین بڑی بڑی اور چوتڑ بھاری اور اسکی درازی گردن کی مانند ہم نے نہین دیکھا اور اُس کی داڑھی نہ
تھی اور اسکے دو گیسو خوبصورت تھے۔ بولا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے ہم نے کہا کہ ہم نے نہین پہچانا بولا کہ یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے
اور بال اُسکے بہت تھے۔ پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے ایک سیاہ حریر نکالا اسمین ایک سپید تصویر جسکے گھونگروالے بال سُرخ
آنکھین بڑا سر وجیہ اور خوبصورت داڑھی تھی نکالی اور کہا کہ تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ نوح علیہ السلام ہے پھر اور دروازہ
کھولکر اسمین سے ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد بہت گورے خوبصورت آنکھون والے اصلت الجبین لانبے چہرے سپید داڑھی والے
گویا وہ مسکرائے دیتے ہین تصویر نکالی۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین پھر جاکر ایک دروازہ کھولا اُس مین
ایک سپید چمکتی ملاحت آمیز صورت تھی اور واللہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی۔ بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ ہان یہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے اور ہم رونے لگے۔ اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ ذرا دیر کھڑا اسکا کھڑا رہگیا پھر بیٹھکر بولا کہ واللہ یہ وہی ہے
ہم نے کہا کہ ہان یہ وہی ہے گویا تو اسکی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر ایک ساعت اسکو لیے دیکھتا رہا پھر بولا کہ یہ خانہ سب سے آخر مین تھا لیکن
مین نے عجلت کرکے اسکو پہلے نکال لیا تاکہ دیکھون تمھارے پاس کیا بات ہے۔ پھر ایک اور خانہ کھولکر اس سے سیاہ حریر نکالا اس مین ایک
سیاہ رنگ کی تصویر تھی جسکے بال سخت اُٹھے ہوئے گھونگروالے اور آنکھین گھُسی ہوئین تیز نظر اور ترش مزاج اور دانت اوپر تلے اور ہونٹھ بھاری
تھے گویا وہ غضب مین بھرا ہوا ہے بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ موسی علیہ السلام ہے اور اسکے پہلو مین ایک صورت تھی
جو اُسکے مشابہ تھی صرف اتنا فرق تھا کہ وہ مدہان الراس عریض الجبین تھے اور اسکی آنکھون مین قبل تھا یعنے پتلی کوئے کی طرف جھُکی ہوئی
تھی بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہے پھر ایک اور دروازہ کھولا اسمین سے سپید حریر نکالا
جسمین ایک مرد گندم گون صورت بھاری بھرکم گویا وہ غضبناک ہے موجود تھی بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ لوط علیہ السلام
ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر اس مین سے ایک سپید حریر نکالا جسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکی رنگت سپید سرخی ملی ہوئی دراز بینی پتلے گالون
والی چہرہ خوبصورت تھا بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ اسحاق علیہ السلام ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر ایک حریر سپید نکالا
جسمین ایک تصویر مشابہ تصویر اسحاق تھی مگر اُسکے ہونٹھ پر ایک تل تھا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا نہین۔ بولا یہ یعقوب علیہ السلام ہے۔ پھر دروازہ
کھولکر ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد سپید رنگ خوبصورت دراز بینی خوش قد جسکے چہرہ پر نور چھایا ہے اسکے چہرہ سے خشوع ٹپکتا ہے
سرخی مائل ہے نکالا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دادا حضرت اسمٰعیل ہے۔ پھر دروازہ کھولکر
ایک سپید حریر نکالا اسمین ایک تصویر مشابہ آدم علیہ السلام کے تھی مگر اسکا چہرہ گویا آفتاب تھا بولا کہ پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا یہ یوسف
علیہ السلام ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سپید نکالا جسمین تصویر مرد سُرخ رنگ باریک پنڈلیون والے اخفش العینین بھاری پیٹ والے

جو گدازبدن تھا نکالی کہ تلوار لٹکائے تھا بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں بولا کہ یہ داؤد علیہ السلام ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر اسمین سے
حریر سپید نکالا جسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکے چوتڑ بھاری لانبی ٹانگین ایک گھوڑے پر سوار تھا بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ
سلیمان بن داؤد ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سیاہ نکالا جسمین ایک تصویر مرد سپید رنگ کی تھی جوان سیاہ داڑھی بہت بال خوبصورت
آنکھین خوبصورت چہرہ۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ تصویرین تجھکو کہان سے
ملین کیونکہ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ اسی شکل پر ہین جسپر انبیاء علیہم السلام مصور ہوئے کیونکہ ہم نے آنحضرت صلعم کو اسی صورت پر دیکھا تو کہنے لگا
کہ آدم علیہ السلام نے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھکو میری اولادمین سے انبیاء کی صورت دکھلا دے تو اللہ تعالیٰ نے انکی صورتین
نازل فرمائین جو آدم علیہ السلام کے خزانہ مین تھین جہان کہ آفتاب غروب ہوتا ہے اسکو ذوالقرنین وہان سے لایا اور دانیال پیغمبر کو دیدین
پھر بولا کہ خبردار ہو کہ واللہ میرا جی خوش ہوا کہ مین اپنی سلطنت چھوڑ کر تم مین سے ایک ذلیل حاکم کی غلامی کرون یہان تک کہ مرجاؤن
پھر ہم کو اجازت دی کہ جاؤ اور اچھی طرح مال دیکر رخصت کیا پھر جب ہم حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے اُنسے
سب بیان کیا جو اُسنے ہم کو دکھلایا اور ہم سے کہا تھا اور جو ہم کو جائزہ دیا تھا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ مسکین ہے اگر
اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ بھلائی چاہتا تو وہ اسکو کر گزرتا پھر کہا کہ ہم لوگون کو رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے کہ نصاریٰ اور یہود اپنے پاس
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت پاتے ہین۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ وہکذا اوردہ الحافظ الکبیر ابوبکر البیہقی فی دلائل النبوۃ اجازۃ
عن الحاکم واسنادہ لاباس بہ۔ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملکر پوچھا کہ مجھے توریت مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت سے آگاہ فرمائیے فرمایا کہ ہان واللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توریت مین بھی مانند وصف قرآن مجید کے
موصوف ہین چنانچہ توریت مین یون ہے کہ یاایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی اسمک
المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الٰہ الا اللہ ویفتح قلوبا غلفا وآذانا صما واعینا عمیا پھر مین
کعب احبارؓ سے ملا اور یہی سوال کیا پس انھون نے بھی بالکل یہی بیان کیا ایک حرف کا فرق نہ تھا لیکن کعب نے اپنی زبان مین یون کہا
قلوبا غلوفیا واذانا صمومیا واعینا عمومیا۔ اسکو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور بخاریؒ نے اپنے صحیح مین عطاء بن یسار سے حدیث عبداللہ
بن عمروؓ کو اسقدر زیادہ روایت کیا لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضہ اللہ
الحدیث۔ اور بخاریؒ نے کہا کہ سلف کے کلام مین کبھی توریت کا اطلاق بمعنے عام آتا ہے یعنے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی کتاب پر بولا
جاتا ہے اور طبرانیؒ نے جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی کہ مین ملک شام مین تجارت کو گیا پس اہل کتاب مین ایک شخص نے مجھسے پوچھا کہ
تم مین کوئی مرد ہے کہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مین نے کہا ہان وہ بولا کہ تو اسکی صورت پہچانتا ہے مین نے کہا کہ ہان تو وہ مجھے ایک
گھر مین لے گیا وہان تصویرین تھین لیکن محمد صلعم کی تصویر نہ تھی تو مین نے انکار کیا پھر وہ ایک گھر مین لے گیا تو مین نے ایک تصویر آپ کی
دیکھی اور ایک مرد آپ کی ایڑیان پکڑے تھا مین نے کہا کہ یہ کیا ہے تو اہل کتاب کے عالم نے جواب دیا کہ ہر نبی کے بعد اور نبی ہوتا ہے
مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہوگا ہان یہ شخص اسکا خلیفہ ہوگا پس مین نے غور سے دیکھا تو ابوبکرؓ کی صورت تھی۔ ابوداؤد نے اقرع مؤذن
عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ مجھے عمرؓ نے کہا کہ اسقف نصرانی کو میرے پاس بلا لا مین بلا لایا تو آپ نے اسقف سے فرمایا کہ تیری
کتابون مین میرا ذکر ہے بولا کہ ہان۔ فرمایا کہ کیونکر پاتا ہے وہ بولا کہ قرن پاتا ہون تو آپ نے درہ اٹھایا کہ قرن کیا چیز ہے وہ بولا کہ قرن یعنے

امیر حدید شدید یعنے سردار تیز وسخت۔ آپنے فرمایا کہ میرے بعد والا کیسا پاتا ہے بولا کہ خلیفہ صالح ہے لیکن وہ اپنی قرابت والون کو اختیار کریگا
تو عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عثمانؓ پر رحم کرے تین دفعہ یہ لفظ کہا پھر پوچھا کہ اسکے بعد والا کیسا پاتا ہے وہ بولا کہ اسکو صدی حدید پاتا ہون تو
حضرت عمرؓ نے اسکی کھوپڑی پر ہاتھ مارکر کہا کہ آوہ دفراہ آوہ فراہ۔ وہ بولا کہ اے امیر المومنین میرا مطلب یہ ہے کہ وہ خلیفہ صالح ہوگا لیکن ایسے
وقت خلیفہ کیا جائیگا جسوقت یہ حال ہوگا کہ تلوار کھنچی ہوئی اور خون بہ رہا ہوگا۔ قال المترجم بخاری رحمہ اللہ کی حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ
درباب فتن جو عجیب رمز وکنایہ کو شامل ہے جس سے ظاہر نکلتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وقائع فتن کو جانتے تھے یہ احادیث اسکی صریح
مؤید ہین چونکہ یہان بحث دوسری ہے لہذا مین اسمین کلام نہین کرتا ولیکن اہل سنت وحق کو روافض وخوارج واہل بدعت کے ردّ مین
واستقامت مین یہ بہت مفید ہے وللہ الحمد۔ یَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ۔ یعنے رسول نبی اُمّی جس کی
صفت اپنی کتابون مین لکھی پاوینگے انکو حکم کریگا معروف کا یعنے تمام نیک باتون کا جس سے رسس شرک وکفر سے پاک ہوکر دیدار الٰہی
عزوجل کے لایق ہون مع اس بات کے کہ منع کریگا انکو منکر سے یعنے جملہ ان باتون سے جو روا نہین ہین شرک وکفر سے لیکر تمام ان باتون تک
جو شیطانی راہ مین ڈالنے والی ہین۔ اور یہ سب اوصاف آنحضرت صلعم کی اگلی کتابون آسمانی یعنے توریت وانجیل مین مذکور ہین۔ دارمیؒ وغیرہ
علماء حدیث وائمہ اعلام نے اسمین بہت روایات بطرق متعددہ روایت کی ہین اور یہود جو مدینہ مین رہتے تھے پشتہا پشت سے اپنی
کتابون وباپ دادون کی وصیت پر چلے آتے تھے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان کہ توریت مین جسکے اوصاف ہین اسی شہر مدینہ مین ہجرت کرکے
آویگا اور علامات اسکے وجود پاک کی اب قریب ہین پس فرقہ اوس وخزرج کو دھمکاتے تھے کہ ہم اسی پیغمبر صلعم کے سایہ حمایت مین تم کو
خاک کرینگے تو اوس وخزرج کے لوگ ان باتون سے تعجب کرتے پھر قدرت حق عزوجل دیکھو کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو دنیاوی
لالچ مین منکر ہوگئے کما قال تعالے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ اور فرقہ اوس
وخزرج ایمان لاکر شیر وشکر ہوکر انصار ہوگئے رضی اللہ عنہم۔ یہ صریح دلیل ہے کہ توریت مین آنحضرت صلعم کے اوصاف بالضرور مذکور تھے
اور چونکہ اسطرح برملا ان یہودیون کو لعنت وملامت کی گئی ہے اسکا کوئی فرقہ یہود ونصاری کا اب منکر نہین ہوسکتا کیونکہ اگر وہ استفتاح
نہ کرتے ہوتے تو دروغ وبہتان کی افواہ سے دنیا کے کان بھر دیتے۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے دیکھو پہلی صدی مین آنحضرت صلعم کی حین حیات
مین یہود ونصاری کے جو عالم لوگ دنیاے فانی سے منہ موڑکر دین اسلام کی شرعی تکالیف نماز پنج وقتی وروزہ وحج وجہاد کرنے پر مع
جملہ اخلاق نیک مانند عدل وترحم وحلم وصدق ودیانت وتواضع وغیرہ اختیار کرنے پر اور دنیاوی مال متاع وحرام وشراب ولذت کی
فواحش باتین چھوڑنے پر مضبوط کمر باندھکر آمادہ ہوئے انھون نے صاف صاف آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل مین ہونے کی گواہی
دی مانند حضرت عبد اللہ بن سلام وابن سعید وبنیامن ومخریق وغیرہ علماء یہود کے اور مانند بحیرا راہب یعنے جرجیس اور نسطورا اور
جارود اور نجاشی بادشاہ حبش مع جملہ قسیسون وراہبون کے علماء وفقراء نصاری کے چنانچہ کوئی فرقہ اس مشہور ومتواتر کا انکار نہین کرسکتا
اور ضغاطر یعنے بشپ روم جب آنحضرت صلعم کے ایلچی حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تو رومیون نے عداوت سے انکو شہید کرڈالا
اور دیکھو مقوقس بادشاہ مصر نے آپکے عموم رسالت کا اقرار کیا اور ماریہ قبطیہ وغیرہ تحفے بھیجے چنانچہ متواتر مشہور ہے کہ سواے ایسے شخص کے
جو جھوٹ بولنے مین شیطان کے برابر ہو اور کوئی انکار نہین کرسکتا اور دیکھو ہر کلیس یعنے ہرقل بادشاہ روم اور ابن صوریا وحیی بن اخطب
اور اسکا بھائی ابو یاسر وغیرہ علماء یہود نے آنحضرت صلعم کی رسالت کا ضرور اقرار کیا اگرچہ دنیاوی لالچ وطمع زندگی اور عیش ولذت

دنیات فانی کے جہاد وغیرہ کرنے سے بچاؤ کے لیے مسلمان ہوئے کیونکہ قولہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ وغیرہ آیات قرآنی انپر ملامت
کرنے مین مشہور ومتواتر ہین انکا بھی کوئی انکار نہین کرسکتا اور ایسے ہی نصاری نجران کا قصہ درباب مباہلہ کے جو تمام تفسیر کے ساتھ اوپر
بیان ہوچکا کہ حاقب نے جو انکا سردار تھا مع انکے لشب پادری کے صاف کہا کہ اے اہل نجران قسم ہے کہ تم اس نبی کی نبوت پہچان چکے ہو
اور اُسنے مسیح کے معاملہ مین تمکو دوٹوک بات کہدی واللہ اگر تم اس سے مباہلہ کروگے تو تباہ ہوجاؤگے واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ
اگر اللہ تعالے سے دعا مانگین کہ پہاڑ کو ہٹادے تو اللہ تعالے ہٹادیگا آخر ان لوگون نے مباہلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کرکے واپس گئے
اور یہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اسکا بھی کوئی فرقہ انکار نہین کرسکتا۔ اور اللہ تعالے کی قدرت کاملہ ہے کہ جب تک اہل حق و
اہل ایمان اپنی توحید پر ثابت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اُمتی متبع رہینگے اور مخالفت کرنے سے پرہیز کرکے اپنی عاقبت خراب
نکرینگے تب تک او تعالے جل جلالہ انکو دنیا مین حجت سے غالب رکھیگا انشاء اللہ تعالے چنانچہ ملاحظہ کرو کہ پادری سیل کا قرآن مجید کا
ترجمہ جو کہ سنہ ۱۸۵۰ء عیسوی مین چھپا اُسکے مقدمہ کے صفحہ ۵ مین لکھا ہے کہ اے پیارے عیسائیو یہ وہ نبی آخر الزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے
جسکی بابت حضرت عیسی (علیہ السلام) نے اپنے مصلوب ہونے کے واقعہ کے ذکر مین یون کہا (اے برنباہ۔ یقین جان کہ گناہ کیسا ہی
چھوٹا کیون نہو اللہ تعالے اسکی سزا دیتا ہے آخر کہا کہ اسکی مشیت اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قیامت کے روز شیاطین مجھپر نہ ہنسین سو اُسنے
اپنی مہربانی سے بہتر جانا کہ دنیا ہی مین یہود اکے میری صورت پر سولی دیے جانے کے سبب سے میری تضحیک و ہنسائی ہوجاوے اور ہر شخص
یہ گمان کرے کہ مین سولی پر کھینچا گیا مگر یہ ساری ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے ہی تک رہیگی جب وہ دنیا مین آویگا تو ہر ایماندار کو اس
غلطی سے آگاہ کریگا اور لوگون کے دلون سے یہ دھوکا اُٹھا دیگا) پھر ترجمہ کے صفحہ (۴۳) مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ء مین سیل صاحب نے لکھا (پس
اے پیارے بھائی جسکی نبوت کی خبر اس صراحت سے درج ہو پھر اس سے منکر ہونا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یا نہین الے آخر ما قال)، اور
برنباہ کی انجیل بہت پرانی کتاب ہے جسکا ذکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سیکڑون برس پہلے کی کتابون مین پایا جاتا ہے پس
کیا خوب صریح سیل صاحب نے لکھدیا بشرطیکہ عیسائی لوگ اس سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد سے تحریف کرکے سیل صاحب کے ترجمہ سے یہ عبارت
نہ نکال ڈالین۔ اور اسکے سوائے پادری اوسکان ارمنی نے سنہ ۱۶۶۶ء مین صحیفہ اشعیا کو زبان ارمنی مین ترجمہ کیا اور سنہ ۱۷۳۳ء مین مطبع انتولی
پرتونی مین یہ ترجمہ چھپا اسمین کتاب اشعیا باب ۴۲ مین یہ فقرہ موجود ہے۔ (خداوند کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکے سلطنت کی نشانی اس کی
پیٹھ پر ہے اور اسکا نام احمد ہے۔) یہ صریح دلیل ہے اور اہل اسلام مین ابتدا سے یہ بشارت معروف و مشہور ہے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی نشانی مہر نبوت آپ کی پیٹھ کے اوپر تھی اور نام آپکا احمد و محمد و مجید وغیرہ الفاظ حمد و مجد کے معنے سے ماخوذ ہے مگر عربی ترجمہ
کرنے والے نے عجیب تحریف کی ہے کہ اشعیا کے باب مذکور مین عربی ترجمہ یون لکھا سبحوا اللہ تسبیحا جدیدا علامتہ فوق ظہرہ واسمہ تمجید ترجمہ خداوند
کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکی سلطنت کی نشانی اوپر ہے اور اسکا نام تمجید ہے۔ کاش اگر محمد کا ترجمہ لکھدیتا تو بھی کچھ تحریف سے بچتا لیکن بیچارہ
فوق ظہرہ۔ کی جگہ کیا کرتا کیونکہ یہ تو مشہور متواتر ہے کہ آپکی مبارک پیٹھ پر مہر نبوت تھی لہذا ہٹ دھرمی سے فوق لکھکر خاموش ہوگیا لیکن
اللہ تعالے نے اسکی خیانت کا پردہ فاش کردیا ہان وہ ترجمہ ٹھیک ہے جو اوسکان ارمنی نے لکھا اور خود کلام مجید مین او تعالے نے حضرت
عیسی علیہ السلام کی زبان سے بشارت بیان فرمائی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ الآیۃ۔۔ اور یونانیون نے بھی اس نام پاک کو
فارقلیطا کے لفظ سے اپنی زبان مین ترجمہ کرڈالا اور معنے اسکے وہی محمد یا احمد ہین چنانچہ جان ڈیون پورٹ عیسائی نے کھلم کھلا اپنی کتاب مین لکھا

کہ مجھے اسمین شک نہین کہ اُس نبی آخر الزمان سے جسکے آنے کی خبر اسکے بھائیون مین سے موسیٰ نے بنی اسرائیل کو دی اور انجیل یوحنا مین فارقلیط کے نام سے مسیح علیہ السلام نے دی ہے یہی حضرت محمد صلعم مراد ہین اور مسٹر گاڈفری ہینگس نے اسکو بخوبی تحقیق سے ثابت کردیا کہ فارقلیط مصداق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین چنانچہ کتاب حمایت الاسلام اُردو ترجمہ کتاب مسٹر مذکور سے مطالعہ کرو۔ اگر کہا جاوے کہ فارقلیط سے مسیح علیہ السلام نے خبر دی ہے اگرچہ اسکے معنے محمد یا احمد ہین تو مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بلفظ احمد خبر دی ہے جیسا کہ عیسیٰ کے کلام سے نقل ہوا اسلیے کہ قرآن مجید مین صریح یا ین نام خبر دینا بیان ہے اور یہ کتاب پاک بدون تحریف کے کسوٹی ہے کما قال تعالے ان ہذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ یختلفون پس بوجہ تحریف کے اور بوجہ اسکے کہ اصل انجیل نہین ہے پس وہم مین پڑے کہ فارقلیط کہا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ اس زمانہ مین جو توریت و انجیلین موجود ہین انہین سے بشارات ثابت کرو تو جواب یہ ہے کہ توریت وہ کتاب آسمانی تھی جو موسی علیہ السلام پر اور انجیل وہ کہ عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور وہ بزبان سریانی وعبرانی خالص وحی تھی اور جو اسوقت پیش کرتے ہو یہ محض تحریف کی ہوئی باتین ہین اور انجیل تو سوائے حواریون کے نام سے باتون کے اور تاریخی قصون کے اور کچھ نہین ہے پھر اس سے کیا چاہتے ہو اور تمام تحقیق وبحث اسکے مقدمہ مین بقدر کفایت لکھدی گئی ہے اور فتح البیان کے مؤلف نے جو بدون تحقیق کے یہان انہین موجودہ کتابون سے نکالکر طول طویل بحث کی ہے میرے نزدیک وہ برتقدیر تسلیم بحث قرار دینا چاہیے پھر مترجم کہتا ہے کہ اے اہل ایمان والے علمار اسلام اگر تم اس فلاسفہ یونانی وصدرا و شمس بازغہ مین اپنی اوقات خراب کرتے اور نام کے لیے عمر کھوتے اور اسلام کے لوگون کو شبہات سے نہین بچاتے حالانکہ واہی تباہی دفتر سیاہ کرتے ہو کیا عذاب آخرت سے نہین ڈرتے اور کس خواب غفلت مین پڑے ہو کیا آنکھین کھولکر نہین دیکھتے بلکہ بجائے اسکے ہر مستحب اعمال پر آپس مین تکفیر ونزاع کرتے اور پھوٹ ڈالکر برباد ہی نہین بلکہ دین اسلام و توحید سے لوگون کو نفرت دلاتے اور پھوٹ ڈالتے ہولے حاملان قرآن تم کو اللہ تعالے عزوجل کا واسطہ ہے کہ آپسین نہ پھوٹو اور ذرا غریب مسکینون بیچارون کو قوم گمراہ کے شبہات سے بچاؤ اللہ تعالے ہم تم سب پر رحم فرماوے آمین یا ارحم الراحمین اسئالک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ صلے اللہ تعالے علی نبینا محمد وآلہ واخوانہ من الانبیاء وسلم تسلیما کثیر اکثیرا اللہم رب توفنی مسلما واجعلنی مع المومنین والحمد للہ رب العالمین۔ جب یہ بات ثابت ہوچکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت وبشارت انبیاء سابقین دیتے آئے ہین اور عیسیٰ اور موسیٰ کے درمیان قریب دو ہزار برس کے فرق تھا اور درمیان مین بہت سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہین اور یہ سب بنی اسرائیل کے واسطے تھے پھر بنی اسمٰعیل کا دور دورہ ہوا پس ایک رسول کا اپنے مابعد والے رسول کی خبر دینا تو اسکی نبوت کا اثبات واتمام حجت ہے اور اسقدر انبیاء علیہم السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دینا اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے اظہار فضل وکمال کرامت وعموم رسالت ہے اب ہم تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ رحمت خاص آخرت کی ان لوگون کے واسطے خواہ بنی اسرائیل سے ہون یا غیرون سے ہون مخصوص ہے کہ جو لوگ اتباع کرین رسول نبی اُمی کا جسکو اپنی کتاب توریت وانجیل مین لکھا پاتے ہین وہ انکو حکم کرتا ہے یا حکم کریگا امر معروف کا اور منع کرتا ہے منکر شرعی سے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور حلال کرتا ہے انکے واسطے طیبات یعنے پاکیزہ چیزون کو ان چیزون مین سے جو انپر انکی شرع مین حرام کردی گئی تھین جیسے یہود پر بسبب انکے ظلم کے بعض حلال چیزین حرام فرمائین بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ حلال ظاہر فرماتا ہے انکے لیے طیبات کو پس مشرکین عرب نے جو بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام کرلیا تھا یہ انکی جہالت تھی وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرام کرتا ہے انپر خبائث کو۔ جیسے مردار وخون وغیرہ۔ حالانکہ مشرکین عرب اپنی جہالت سے انکو حلال

رکھتے تھے۔ بعض اہل علم نے نکالا کہ اللہ عزوجل کی معارف و حکمتین حاصل ہونے کے واسطے مدارج مختلفہ ہوتے ہین اور کمال معرفت
دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین اپنے فضل سے رکھی تو شراب حرام فرمائی حالانکہ جنکو یہ معارف نہ تھے انپر حلال تھی۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
اصر بمعنے ثقل اور ابن عامرؒ کی قراءۃ مین آصارہم ہے اے اثقالہم۔ اور معنے یہ کہ اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ اُنکے یعنے تکالیف شاقہ جس سے
جنبش نہین کر سکتے تھے اُنسے انکو ہلکا فرماتا ہے۔ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ اغلال جمع غل کہ بیڑی کی بندش طوق گردن کی زنجیر
سے ہوتی ہے یعنے اور ہلکا فرماتا ہے انکو ان اغلال سے جو اُنپر طاری تھے پس اصر و اغلال سے تمثیل انکے ثقل و تکلیف کی ہے کیونکہ جسکے
سر پر بوجھ ہوا اور گردن کا طوق بیڑی سے بندھا ہو اسپر تکلیف شدید و حرکت دشوار ہے۔ حاصل آنکہ راہ حق مین برحمت الٰہی اُن کو
مقامات رفیعہ مین ہلکے پھلکے پہونچاتا ہے اور جو بوجھ و غل اُنپر تھے اس سے ہلکا کرتا ہے چنانچہ یہود پر مشروع تھا کہ اگر خطا سے قتل کرے
تو بھی قصاص متعین ہے اور مقتول کیطرف سے عفو ہو یا دیت مطلوب ہو تو موثر نہین بلکہ قصاص ہی لیا جاوے اور جہان نجاست
لگ جاوے وہ کپڑا قطع کر دیا جاوے یعنے دھونے سے پاک نہو اور اسی کے مانند تکالیف سخت و شدید تھین اسلام کی ملت حنیفیہ سمحہ سہلہ مین
وہ عفو ہو گئین آیت مین اہل اصول نے طیبات و خبائث سے بعض نے استدلال کیا کہ حسن و قبح عقلی ہے کیونکہ بترغیب تفسیر اسی طور پر
ہو سکتی ہے بعض نے استدلال کیا کہ جس چیز مین حلت یا حرمت منصوص نہو تو اہل عرب کے طیب یا خبیث جاننے پر اسکا حکم ہوگا اور یہ
دونون بحثین طویل ہین مترجم کو ذرا سے فائدہ پر اس تطویل کی گنجائش نہین ہے مگر یہ واضح رہے کہ آیت مین نسخ احکام کی صریح دلیل ہے
یعنے او تعالٰے قادر مختار ہے کہ احکام اوامر و نواہی مین سے جس حکم کو جب تک چاہے ثابت فرماوے اور جب چاہے بجائے اسکے دوسرا حکم
قائم کرے اور اسمین یقین ہے کہ او تعالٰے کی حکمتین ہین لیکن اس زمانہ مین اہل کتاب یہود و نصاریٰ عموماً دھوکا دیتے ہین اور کہتے ہین
کہ کیا اللہ تعالٰے کے علم مین نہ تھا کہ ایسا ہوگا جو اسنے پہلے ایک حکم کو آزمایا پھر دوسرا بدلا لہذا قرآن مجید سے انکار کرتے اور اپنی کتاب اون کو
جنکی ساخت کی کیفیت مقدمہ مین بیان ہوئی ہے حق بتاتے ہین اور اسکا جواب یہ ہے کہ منسوخ ہونے کے معنے یہ ہین کہ ایک حکم ایک وقت
تک کے واسطے تھا اور بعد اسکے دوسرا حکم پہلے سے علم الٰہی مین موجود تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت مین بھائی بہن کے ساتھ نکاح
روا تھا پھر بعد اسکے منسوخ ہوا اور اسکے یہود و نصاریٰ بھی قائل ہین چنانچہ جو توریت یہود کے پاس اسوقت موجود ہے اسمین مصرح ہے
اور نصاریٰ پر اسی کی پابندی ہے ایسے ہی سنیچر کے روز سواے عبادت کے کوئی کام نہ کرنا یہود پر توریت و زبور سے فرض تھا پھر انجیل والون نے
منسوخ مانا اور بعضے جو کہتے ہین کہ نہین بنسبت توریت کے انجیل مین سہل ہو گیا تو یہ بھی نسخ ہے غایت آنکہ فرضیت منسوخ ہو کر مستحب رہ گیا
علاوہ برین ختنہ کو منسوخ باعتقاد و عمل نصرانیون نے مان لیا اور نصرانی تو عجیب اعتقاد والے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت
موسیٰ علیہ السلام تک بلکہ حضرت عیسیٰؑ تک سب کے سب انبیاء علیہم السلام توحید الٰہی کا حکم لائے پھر نصرانیون نے بدون کسی قطعی دلیل کے
توحید و اعتقاد کو جو ہرگز منسوخ نہین ہو سکتا ہے منسوخ مانا اور تین خدا ہونے اور تثلیث کے معتقد ہو گئے اسکی تمام تفصیل کا یہان موقع
نہین مقدمہ مین بقدر کفایت تلاش کرو علی الخصوص جہاد کرنا شریعت توریت مین واجب تھا اور یہود و نصاریٰ سب قائل ہین کہ موسیٰ
و یوشع و داؤد علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے پھر نصاریٰ خود قائل ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کی شریعت مین جہاد حرام تھا پس منسوخ ہوا
اب اس سے زیادہ کیا چاہیے ہے پس یہی اللہ تعالٰے عزوجل نے یہان اپنے رسول کریم نبی الرحمۃ محمد صلعم کے ارسال کو فرمایا کہ بہت سے اثقال
و اغلال سے انکو آسان فرمائیگا اور راہ مستقیم سے انکو نجات پر پہونچاویگا۔ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ مِنْهُمْ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ۔ پس وہ لوگ جو

اس رسول کریم پر ایمان لائے یعنے اہل کتاب مین سے مانند غیر اہل کتاب کے اور اسکی توقیر کی۔ وَنَصَرُوْهُ۔ اور جہاد و دعوت دین حق
مین اسکی مددگاری کی۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اور پیروی کی اُس نور کی جو اُتارا گیا اسکے ساتھ یعنے قرآن کی پیروی کی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ فلاح پانے والے ہین یعنے رحمت ابدیہ انھین کو حاصل ہونے والی ہے اور اس آیت کا مضمون وہی
حضرت موسی علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے قاله البیضاوی اگر کہا جاوے کہ قرآن کو نور فرمایا۔ قال البیضاوی۔ ہان اسواسطے
کہ وہ اپنے اعجاز ہونے کی وجہ سے خود ظاہر اور دیگر کتابون کا مظہر ہے پس نور ہوا یا حقائق کا کھولنے والا و ظاہر کرنے والا ہے۔ وجہ اول
و دوم دونون صادق ہین پس یہود و نصاری نے جو اگلی کتابون کو تحریف و تبدیل و الحاق و بیجا تاویل سے غلط شلط جھوٹے قصص
و کہانیون سے بھر دیا اسکی غلطی و تحریف ثابت فرماتا ہے لہذا شرع مین حکم ہے کہ یہود و نصاری جو خلاف قرآن مجید بیان کرین وہ قطعاً
غلط ہے اور جو اس سے موافق بیان کرین اسکی نسبت تصدیق ہوسکتی ہے کہ توریت و انجیل مین ہوگا اور جو باتین ایسی بیان کرین کہ قرآن مجید
سے اسکی تصدیق یا تکذیب نہین تو مسلمانون کو بھی اس سے سکوت کرنا چاہئیے نہ تصدیق کرین اور نہ تکذیب کرین اور یہی صحیح حدیث سے
ثابت ہے۔ پھر قوله انزل معه کے دو معنے ہین اول آنکہ انزل مع نبوته۔ یعنے آنحضرت صلعم کی نبوت کے ساتھ اُتارا گیا یعنے آپ کی نبوت کو اور
قرآن مجید کو معیت ہے۔ اور دوم آنکہ معه حال نہین بلکہ متعلق اتبعوا سے ہے یعنے اتباع کی نور منزل کی مع اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
پس یہ کتاب و سنت دونون کی اتباع ثابت کرتا ہے۔ ذکره البیضاوی وغیره ف فی العرائس۔ پھر اللہ تعالے نے ان متقیون کو جنکے
واسطے رحمت خاصہ آخرت مین مخصوص ہے راستہ اسوه و قدوه و اقتدا مین نبی مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین تقوی حاصل کرنے سے
وصف فرمایا بقوله الذین یتبعون الرسول النبی الامی۔ او تعالے نے اپنے رسول مصطفے کو اُمی ہونے سے وصف کیا اور وہ ظاہر ہے اور
اسمین اشارت ہے کہ آنحضرت صلعم بحر وصل و مہد قرب مین قبل وجود کائنات کے خصوصیت ازلیہ کی رضاعت مین شیر نبوت و رسالت
و اصطفائیت سے تربیت پاتے تھے جیسے فرزند عزیز اپنی مادر مہربان کی گود مین پرورش پاتا ہے اسکو اللہ تعالے نے اپنے لطف خاص و غذاے
مشاہدہ سے پرورش فرمایا اور مکر و قہر سے مقدس کر دیا اور اسکی رسالت و نبوت کو علت الکتاب سے مقدس رکھا کیونکہ امی کسی کتاب وغیرہ
سے حاصل نہین کر سکتا بلکہ اشارہ ہے کہ علوم اولین و آخرین کے ساتھ لطائف علوم الہی عز وجل کو اُسنے عنایت ازلیہ سے بوحی الہی حاصل
کیا۔ ابن عطار رح نے کہا کہ اشارہ ہے کہ ماسوائے حق عز وجل کے سب سے اُمی مگر کلام الہی و حقائق کے عارف باللہ تعالے و عالم بحق تھے
اور نیز ابن عطار رح نے کہا کہ امی وہ ہے جو دنیا و آخرت مین سے کچھ نہین جانتا مگر وہی جو اللہ تعالے نے اسکو اپنے علم پاک سے آگاہ کیا پس
اللہ تعالے کے ساتھ اسکی ایک حالت ہوتی ہے اور وہ حالت یہ کہ پاکیزہ و طاہر ہوتا ہے اس طور پر کہ سوائے حق تعالے کے سب سے مستغنی
اور اسی کی طرف محتاج ہوتا ہے پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول کریم کا وصف زیادہ کیا کہ اسکی پیروی جن لوگون نے اختیار کی انسے ان لوگون
سے اثقال و اغلال کو دور کر دیا بقوله تعالے ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم۔ یہ قوم صرف مجاہدات کے بار گران مین بدون مشاہدات
کے اور اغلال ریاضات مین بدون مکاشفات کے پڑے تھے اور یہ ازلی عنایت مین انکے حق کی تقدیر تھی پھر جب آنحضرت صلعم کی پیروی کی
تو حد جہالت سے نکلکر راہ معرفت مین آئے اور سنت کی برکت سے راہ حق انپر روشن ہوئی پس بدیع الطاف غیب او وجد کو حاصل پایا اور
اس وہم پر جو رہبانیت کے بوجھ تھے وہ ہلکے ہوگئے اور شیطانی طوق و زنجیرون مین بندھے تھے اس سے رہائی پائی اور نیز جب آنحضرت
علیہ السلام نے انکو قہر دوری و اغلال جہل مین دیکھا تو مصباح رسالت سے انوار نبوت انپر ظاہر فرمائیے اور خواہش نفس و ہوی کو

چھوڑ کر راہ تقوی و رضا و مشاہدہ مولی عزوجل کی طرف بلایا پس اہل سعادت نے اقرار کرنے کے ساتھ جواب دیا اور دستگیری سنت سے جہل و بدعت سے باہر ہوے۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ اثقال ترک و اغلال مخالفت و فسق سے چھوڑایا۔ استادؒ نے فرمایا کہ تدبیر ہین کہ کہ نا آدمی پر بڑا بار ہے اور جسنے تقدیر پر حوالہ کیا وہ ہلکا اور راہ پر آگیا۔ اور اغلال سے مراد وہ طاعات ہین جو انھون نے اپنے نفس کیطرف سے بدعت نکال لی تھین اور اپنے اوپر لازم کرلین بدون اسکے کہ او تعالےٰ انپر لازم فرماوے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان متبعین کو ایمان و ایقان و اعانت رسول اللہ صلعم و متابعت قرآن سے وصف فرمایا بقولہ فالذین آمنوا بہ وعزروہ الآیۃ یعنی مقامات نبوت کو بصفت ولایت مشاہدہ کیا اور دشمنان دین پر جہاد کرنے مین اپنی جان و مال سے آنحضرت صلعم کی مدد کی اور نور قرآن سے راہ عرفان کو طے کیا پس ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہوا جس نفس و جنگل شیطان سے نجات پائی و رنور قرآن و سنت سے نور سعادت انکو نصیب ہوا اور مشاہدۂ حق و حلاوت محبت سے سرفراز ہوے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ انھون نے سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی تا کہ اس اتباع سے مبادی احوال سنیہ کو پہونچے بعض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم جو کچھ لائے اسکی تصدیق کی اور اسکے حضور مین اپنی جان فدا کی۔ روشن ۱۲ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو جو کچھ درجات بلند و مقامات ارجمند و معجزات ظاہرہ و کرامات باہرہ عطا فرمائی ہین وہ عموماً اظہار فرماوے تا کہ جس کو کچھ بھی استعداد انسانیت ہے اور کچھ بھی حجت عقل جو عالمین ہین سے اشراف کے لئے تحفہ ہے وہ قبول کرین اور نیز عموماً حجت ختم ہو اور اس فیض ہین صدیقین کی آنکھین انوار جمال و جلال سے کھلین و روشن ہون چنانچہ فرمایا بقولہ تعالےٰ۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ

تو کہہ اے لوگو مین رسول ہون اللہ کا تم سب کی طرف جسکی حکومت ہے آسمان و زمین مین کسی کی بندگی

اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ

نہین سوا اسکے جلاتا ہے اور مارتا ہے سو مانو اللہ کو اور اسکے بھیجے نبی امی کو جو یقین کرتا ہے اللہ پر اور اسکے سب کلام پر

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور اسکے تابع ہو شاید تم راہ پاؤ

قُلْ خطاب للنبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنے کہدے اے محمد صلعم۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو۔ اگر کہا جاوے کہ ابن عباس سے مروی ہوا کہ اس لفظ سے اہل مکہ کو خطاب آتا ہے تو جواب آنکہ یہ کلیہ نہین ہے یا یہ درصورت اطلاق ہے اور یہان لفظ جمیعا قرینہ عموم ہے فافہم۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ البتہ مین بھیجا ہوا ہون اللہ تعالےٰ کا تمھاری طرف جمیعا حال ہے لفظ الیکم سے کما قال البیضاوی وغیرہ خطیب وغیرہ نے کہا کہ اسمین اعلام ہے کہ آنحضرت صلعم رسول ہین ہر مکلف کی طرف خواہ اسکا زمانہ پہلے ہوا ہو یا بعد ہووے کیونکہ خطاب عام اور مؤکد بلفظ جمیعا ہے پس ہر نبی علیہ السلام فقط ایک دو قوم کی طرف بتخصیص مرسل ہوتا تھا اور حضرت صلعم تمام اقوام انسان بلکہ جنون کی طرف بھی مبعوث ہوئے اور سبکیؒ و بقاعیؒ نے کہا بلکہ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث تھے اور بقاعیؒ نے کہا کہ جب اول سورۂ انعام اور اول سورۂ فرقان کی طرف جو انشاء اللہ تعالےٰ آویگا تو رجوع کرے تو تجھے شک نہ رہیگا کہ آنحضرت صلعم کے عموم دعوت مین ملائکہ علیہم السلام بھی شامل ہین لیکن یہ قول اجماعی نہین بلکہ بعض علماء نے اسمین خلاف کیا ہے

بہر حال اسمین اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم جنون کی طرف رسول تھے اور سورۂ جن مین انشاء اللہ تعالےٰ توضیح آویگی اور واضح رہے
کہ جس شخص نے بلا دلیل اور بدون کسی ایسی بات کے جس سے محال لازم آوے جنون کے وجود سے انکار کیا اُسنے الحاد کیا ایسے ہی جن لوگون
نے شیطان کے وجود سے انکار کیا انھون نے بجاے اسکے اپنے آپ کو قائم کیا - بالجملہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہین اور ابن عباس رضؓ
نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلعم کو اسود و احمر کی طرف بھیجا یعنے عموماً ارسال فرمایا اور احادیث صحیحہ اس باب مین کثرت سے مشہور ہین جنسے
صحاح و سنن و مسانید بھرے ہوئے ہین اور انکے اسانید صحیح وجید و قوی ہین اور شہاب ابن حجرؒ نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین لکھا کہ شیخ
ابن حزم ظاہری کو اجماع کی حجت ہونے مین خلاف نہین و لیکن وہ جنون کو بھی صحابہ مین شامل کرتا ہے اور اجماع مین جنون کا ہونا مذکور
نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجماع حجت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین اکثر واقع ہوا - ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی شخص اس اُمت کا خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا اور کوئی
ہو میری رسالت کو سنکر اگر مجھپر ایمان نہ لایا تو ضرور جہنمی ہوگا والحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ اور ایک روایت مین ہے کہ تو وہ جنت مین نہ جائیگا -
پس خطاب لفظ یا ایہا الناس سے فقط موجودہ لوگون کو نہین ہے بلکہ تا قیامت جو موجود ہین یا ہون لیکن شرط یہ ہے کہ انکو خبر پہونچ
جاوے کما فی قولہ و اوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ و من بلغ الآیۃ - اور فرمایا و من یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ الآیۃ - اور فرمایا قل
للذین اوتوا الکتاب والامیین ءاسلمتم الآیۃ - بالجملہ حکم دیا کہ کہدے کہ اے لوگو جو اسوقت موجود ہون یا جنکو آئندہ خبر پہونچے قیامت تک
خواہ آدمی ہو یا جن ہو بشرطیکہ ہوش و عقل جو تکلیف کے واسطے ضروری ہے رکھتے ہون مین تم سب کی طرف رسول ہون اللہ تعالےٰ کا
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ یہ جملہ صفت اسم ذات یعنے اللہ واقع ہے اگرچہ موصوف و صفت کے درمیان الیکم جیسا سے
حیلولت ہے لیکن وہ متعلق مضاف ہے پس مضاف الیہ موصوف سے گویا متقدم ہے - اور زمخشریؒ نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ محل اسکا نصب ہو باضمار اعنی -
اور اسکو نصب علی المدح کہتے ہین اور بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ مبتدا ہو اور خبر اُسکی - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یعنے رسول ہون اللہ تعالےٰ کا جسکے
واسطے ملک ہے آسمانون و زمین کا یا یہ معنے کہ مراد اللہ تعالےٰ سے وہ ذات پاک ہے جسکے واسطے ملک آسمانون و زمین کا ہے یا جو پاک مالک
کہ مالک آسمانون و زمین کا ہے وہ ہی کہ نہین معبود دیگر وہی - اور بنابر دونون قول اول کے لا الہ الا ہو بدل از صلہ ہے اور اسکے مضمون کا
مقرر ہے نہین ہے کیونکہ جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے مع دونون کے جسکی ملک و مخلوق و بندے ہین وہی الٰہ و معبود ہے يُحْيِي وَيُمِيتُ -
زندہ کرتا خواہ ابتداءً یا بعد موت کے اور موت دیتا ہے - اللہ تعالےٰ کے واسطے الوہیت مخصوص ہونے کی مزید تقریر و توضیح ہے کیونکہ زندگی دینے
اور موت دینے پر کسی کو قدرت نہین سواے اللہ تعالےٰ کے پس الوہیت اُسی کے واسطے مختص ہے اور جملہ کا سیاق فقط اوتعالےٰ عز و جل کے
واسطے الوہیت مخصوص ہونے کے لیے ہے پس رد ہوگیا قول نصاریٰ کا جو حضرت عیسیٰؑ مین الوہیت وہم کرتے ہین کیونکہ وہ بھی آسمانون و
زمین کے مخلوق مین سے اللہ تعالےٰ عز و جل کے مملوک بندے ہین حتی کہ انکو اپنی زندگی و موت کا تو اختیار ہی نہین بھلا دوسرے کو دینا تو
درکنار رہا پھر الوہیت کیسی لہذا اوتعالےٰ نے رد فرمایا بقولہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ الآیۃ - اور رد ہوگیا زعم مشرکین عرب و عجم
بت پرستون کا جو بتون کی عبادت کرتے اگرچہ انمین الوہیت نہ اعتقاد کرتے ہون کیونکہ عبادت سواے الوہیت والے کے جو فقط اللہ تعالےٰ
وحدہ لاشریک ہے اور کسی کے واسطے روا نہین ہے - پھر جب رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا کہ عموماً تمام مخلوق ذی عقل سے کہدے کہ ایسے
ایسے ذوالجلال والاکرام کا رسول ہون تاکہ خوفناک ہون اور محبت مین بھی آجاوین تو پھر اوتعالےٰ نے تمام مخلوق کو حکم دیا - فَآمِنُوا بِاللّٰهِ

وَرَسُوْلِہٖ ۔ یعنے جب تمکو خبر معلوم ہو گئی تو ایمان لاؤ اللہ تعالے اور اسکے رسول پر کیونکہ اللہ تعالے پر ایمان اصل ہے اور رسول پر فرع ہے کذا فی السراج اور بیضاویؒ نے کہا کہ آمنوا باللہ وبی بضمیر متکلم نہ فرمایا بلکہ تکلم سے غیبت کیطرف رجوع کیا اسواسطے کہ اجرا ان اوصاف کا جو اسکے اتباع کی طرف داعی ہین مستقیم ہو یعنے قولہ۔ اَلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ یعنے ایسے رسول پر کہ نبی اُمّی ہو خود ایمان لاتا ہے اللہ تعالے اور اسکے کلمات پر مفسرؒ نے کہا کہ کلمات سے مراد قرآن مجید ہے اور دوسرون نے کہا کہ مع دیگر آیات الٰہی کے جو اور انبیاء پر نازل ہوئین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اس رسول کا قول اسکے عمل سے موافق ہے کہ جو اسپر اُتارا گیا ہے خود اسکے موافق برتاؤ کی تکلیف سب سے مقدم اُٹھاتا ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ مراد کلمات سے قرآن ہے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ ایک قراءۃ مین کلمتہ یعنے مفرد ہے پس مراد جنس ہے بمعنے قرآن ہے۔ مجاہد وسدیؒ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔ کما فی قولہ وکلمتہ القاہا الی مریم الآیۃ۔ بیضاوی نے کہا کہ بنابرین یہ تعریض ہے یہود پر اور تنبیہ ہے کہ جو عیسیٰؑ پر ایمان نہ لایا وہ قابل مدح نہین بلکہ اسکا ایمان معتبر نہین ہے۔ پھر غایت وثمرہ فرمایا بقولہ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ۔ اور ایسے رسولؐ کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنے اس امید پر پیروی کرو کہ راہ حق پر ہو کر سعادت دارین ورحمت ابدی سے بسبب رضاے الٰہی ملجانے کے سرفرازی پاؤ۔ اور معنے اتباع کے یہ کہ جو کچھ رسول موصوف صلعم تمکو حکم فرماوے بجالاؤ اور جس سے منع کرے وہ چھوڑو کیونکہ وہ بحکم الٰہی ہے بخلاف دیگر افراد اُمت کے کہ وہ اگر حکم خدا ورسول بیان کرین تو اس راہ سے کہ یہ حکم الٰہی عزوجل خواہ قرآن سے یا حدیث سے ہے تمکو ماننا چاہیئے ورنہ انکی بات خلاف شرع ہرگز نہ مانے کیونکہ معصیت ہے اور معصیت خالق عزوجل مین کسی مخلوق کی پیروی نہین ہے۔ کما صح فی الحدیث۔ اگر کہا جاوے کہ اتباع رسول اللہ صلعم ضرور ہدایت ہے پھر بحرف لعلکم کیونکر فرمایا جواب دو وجہ سے اول آنکہ اوتعالے کی طرف سے لعل بمعنے تحقیق ہوتا ہے۔ دوم آنکہ بندون کے حق مین لعل بمعنے اُمید ہے پس تنبیہ ہے کہ جس نے رسول صلعم کی تصدیق کی مگر اتباع نہ کی تو ابھی وہ شخص خطاکاری مین پڑا ہے اور نیز تنبیہ ہے کہ عظمت وجلال الٰہی کے سامنے بیباکی سے بچے چنانچہ بدون تصدیق واتباع رسول کے تو کچھ بھی اُمید نہین وہ تو قطعی جہنمی ہے اور بعد اتباع کے آدمی پر عظمت وجلال الٰہی کا خوف بھی غالب رہے اور ہر نماز مین راہ مستقیم کی ہدایت پر رہنے کی دُعا مانگے ایسا نہو کہ درگاہ الٰہی سے مردود ہو کر خوار ہوجاوے۔ ف فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ تمکو خبر دینے والا ہون کہ اوتعالے عزوجل کی رضا مراہل عرفان پر ہے اور جو لوگ مخلوق مین سے مریض ہین انکا طبیب مین ہون انکو راہ حقیقت بتاتا ہون اور بدعت سے گمراہون کو اپنی شریعت کا نور دکھلا کر نکالتا ہون۔ قال المترجم شیخ نے لطیف اشارہ کیا کہ ہر بدعت ضلالت وتاریکی ہے اس سے نور سنت نجات ہے۔ پھر بلاغت کے ساتھ جس ذوالجلال والاکرام کا رسول ہے رعب وخوف وعظمت دلانے کو اسکے محامد کو بیان فرمایا بقولہ۔ الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ہو یحیی ویمیت ہر ضد وند کی درگاہ کبریائی سے نفی کردی یعنے مین ایسے ذوالجلال کا رسول ہون کہ اسکی درگاہ مین شریک کا نام بھی نہین اور وصف کیا کہ اسکی عزت وعظمت تمام آسمانون وزمین کو محیط ہے وہی عارفون کے دلون کو نور مشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور وہی جاہلون مشرکون کافرون کو تاریکی قہر سے موت دیتا ہے پھر مخلوق کو حکم دیا کہ اسکے رسول کو سچا مانکر اللہ تعالے ورسول پر ایمان لاوین بقولہ فآمنوا باللہ ورسولہ یعنے اللہ تعالے پر ایمان رکھین اور اسکے رسول کی نبوت کو مشاہدہ کرین جسکی یہ صفت ہے۔ النبی الامی۔ جو ماسواے حق تعالے کے سب سے اُمّی ہے کہ خود نہین بلکہ باصطفاء الٰہی عزوجل اسی کے مشاہدہ قدم مین ہے۔ الذی یومن باللہ وکلماتہ۔ جو قضاء وقدر الٰہی تعالے اُسپر جاری ہوتے ہین انپر خوب راضی خوش ہے اور جناب باری تعالے کے حضور مین اسکا قلب پاک حاضر ہے اور اسرار ازل وابد جو کچھ اسکو وحی ہوئے

سب پر یقین رکھتا ہے۔ قال المترجم جو اخبار غیب اپنی اُمت سے فرمائے سب قطعی طور پر فرمائے اور وہ آخر وقوع مین آئے اور اب بھی آتے جاتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ آخر زمانہ مین نصاریٰ سب قومون سے زیادہ بھرے ہوئے ہونگے۔ قال الشیخ پھر جب اپنے رسول پاک کو عمدہ وصف سے موصوف فرماکر معرفت رسالت عطا فرمائی تو تمام مخلوق کو اسکی متابعت کا حکم کیا تاکہ اسکے نور سے کشادہ راہ معرفت پاوین اتبعوہ لعلکم تہتدون۔ اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مفتاح خزائن معرفت ذات وصفات پاک عزاسمہ قرار دیا یعنے رسول کی اسطرح پیروی کرو کہ محبت کے ساتھ اسکی سنت پاکیزہ کی بدون مخالفت ورائے بدعت کے اقتدا کرو تاکہ تم صفات مین مشاہدۂ ذات کے انوار پاؤ اور افعال مین تجلی صفات دیکھو اور یہ وصف ایسے بندگان اُمت کا ہے جنکی فطرت ولایت ہمجنس فطرت نبوت ورسالت واقع ہوئی ہے پس جب نور رسالت کا نور ولایت کو پہونچا تو مشاہدہ کے طرق معرفت انپر کھلتے ہین لیکن معرفت کی علت متابعت نہین ہے بلکہ متابعت کی علت معرفت ہے کیونکہ اسی سے معاملات پاکیزہ اور حالات شریفہ کی شاخین پھوٹتی ہین۔ قال المترجم مراد یہ ہے کہ اصل فطرت موافق عنایت ازلی کے جب معرفت وصلاحیت پر مقبول واقع ہوئی تو وہ متابعت رسول اللہ صلعم پر آمادہ ہوتی ہے ورنہ جسقدر کج ہوئی اسی قدر کجی کرتی ہے یہانتک کہ بالکل دائرہ سے خارج ہوکر کفر اختیار کرتی ہے مانند ابوجہل وغیرہ کے نعوذ باللہ من الضلالۃ۔ متابعت کرنا تو تکلیف ہے یعنے جس طرح بندہ اور کام کرتا ہے اسیطرح متابعت بھی کرتا ہے لیکن معرفت تشریف ہے یعنے ازل مین جسکو یہ شرافت ملی ہے وہی بجا لاتا ہے ورنہ سرکش بیجا غلام کی طرح نہین مانتا حتی کہ آقا کبھی خشمناک ہوکر قتل کر ڈالتا ہے بالجملہ تکلیف تو اس جسم ظاہر کے واسطے ہے اور معرفت برائے ارواح ہے حسین بن منصورؒ نے کہا کہ حق تعالے نے اپنے بندون کو جو تکلیف دی ہے وہ دو قسم کی ہے ایک تکلیف بوسائط اور دوم تکلیف بحقائق۔ پس قسم دوم مین معارف کی ابتدا اور بازگشت اسی کی طرف ہے۔ اور قسم اول مین ظہور معارف اُسکے ماسواے سے ہے پس اسکی طرف وصول بھی نہین ہے پس انتہا معرفت مخلوق منتہاے معرفت اہل وسائط ہے اور کسی سے منتہاے معرفت مانند معرفت شہود حق عز وجل نہین ہوسکتی اور یہ سب اوتعالے عز وجل کیطرف سے مخلوق پر لطف ومہربانی ہے کیونکہ اوتعالے علیم وخبیر ہے کہ اسکی طرف کسی کو وصول نہین مگر اسی معرفت سے جو اسی کی طرف سے ہو۔ فافہم فانہ دقیق۔ پھر واضح ہو کہ اللہ عز وجل نے جب قصہ سامری اور اسکے فعل سے بنی اسرائیل کا تزلزل بیان کیا تو پھر اسکے بعد آگاہ فرمایا کہ بنی اسرائیل مین سب ہی ایسے نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف ایک قوم ہادی مہدی تھی۔ اور ابن ابی حاتمؒ وفریابیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ موسیٰؑ نے لوح مین پاکر کہا کہ اے پروردگار مین ایسی قوم پاتا ہون جنکی کتاب انکے سینون مین ہوگی یعنے حافظ ہونگے فرمایا کہ یہ اُمت تیرے بعد ہوگی یہ اُمت احمد صلعم ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار ایسی اُمت پاتا ہون کہ پانچ وقت نماز پڑھینگے اور جو گناہ اُنسے ان نمازون کے درمیان ہونگے یہی نمازین انکے لئے کفارہ بھی ہوجاوینگی فرمایا کہ یہ تیرے بعد اُمت ہے۔ آخر تک بمانند روایت قتادہؒ کے جو سابق مین مذکور ہوچکی ہے ذکر کرکے آخر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ فضائل اُمت احمد صلعم جانکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی کہ اے پروردگار مجھے اُمت احمد صلعم کردے پس اللہ عز وجل نے موسیٰؑ کو جو گوسالہ پرستون سے دلشکنی پہونچی تھی اس کی رضامندی کے طور پر نازل فرمایا۔ قولہ تعالے

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝

اور موسیٰ کی قوم مین ایک فرقہ راہ بتاتے ہین حق کی اور اسی پر انصاف کرتے ہین۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اور موسیٰ کی قوم مین سے۔ اُمَّةٌ ایک اُمت ہے یعنے ایک جماعت ہے آدمیون کی کہ يَّهْدُوْنَ ہدایت کرتے ہین

لوگون کو۔ بالحق حق کے ساتھ۔ یعنے کلمہ حق کے ساتھ یا محقین یعنے درحالیکہ احقاق حق کرنے والے ہین۔ وبہ یعدلون اور حق ہی کے ساتھ عدل کرتے ہین یعنے آپس کے حکم مین عدل پر حق کے ساتھ چلتے ہین مفسرین کے اس مقام پر دو قول ہین۔ اول آنکہ مراد اس قوم سے بعض وہ لوگ ہین جو حضرت موسیٰ کے وقت مین تھے۔ اور دوم وہ لوگ یہود مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین توریت پر چلنے والے تھے اور اسی وجہ سے وہ لوگ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم لیکن اس دوسری تقدیر پر موسیٰ علیہ السلام کی رضامندی جو اثر ابن عباسؓ مذکورہ بالا مین ثابت ہے صرف اس بنا پر ہوگی کہ وہ قوم موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن جبکہ انھون نے حضرت عیسیٰؑ سے قبل اسلام لانے کے کفر کیا تھا تو وہ کچھ بھی قابل مدح نہ تھے۔ علاوہ برین وہ تھوڑے لوگ تھے اسقدر کثیر نہ تھے کہ اُنپر لفظ اُمت اطلاق ہوا اور جواب دیا گیا کہ وہ لوگ بسبب اخلاص کے بطور مدح کے اُمت کہے جا سکتے ہین جیسا کہ زبان عرب کا دستور ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا الآیۃ۔ اور یہ لوگ اگرچہ حالت کفر مین لائق مدح نہ تھے مگر بعد اسلام کے قابل مدح ہوئے۔ اور یہدون بالحق وبہ یعدلون سے یہ مراد ہے کہ قرآن مجید پر استقامت سے چلتے ہین اور مانند عادات یہود کے رشوت و دروغ و بہتان و تحریف وغیرہ نہین رکھتے ہین پس یہ آیت بمانند قولہ من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وہم یسجدون۔ اور بمانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم الآیۃ۔ اور بمانند قولہ قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم مرتین الآیۃ۔ ہے پس کمال حرمت آنحضرت صلعم و قرآن مجید ہے کہ اسلام لانے پر انکو سابق پر بھی اجر دیا اور شاید بھید یہ تھا کہ نصاری مین سے فرقہ توحید گم ہوا اور شرک شدید و تحریف بعید مین پڑ گئے پس زمانہ فترت مین جو یہود موافق توریت کے توحید پر رہے وہ بعد اسلام کے ماجور ہوئے علاوہ برین شریعت عیسیٰؑ مین سوائے چند احکام کے باقی توریت سے منسوخ نہین تھے اور مسئلہ توحید تو کسی طرح منسوخ ہو نہین سکتا لیکن نصرانیون کو تثلیث کے شرک پر پا کر اس سے زمانہ فترت والے منکر ہونے مین معذور ہوے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور قول اول کے واسطے کلام مابعد مؤید ہے اور نیز قرآن مجید کا طرز بیان ہے کہ بدکارون کی مذمت کے ساتھ نیکوکارون کا بھی ذکر فرماتا ہے ایسے ہی یہان بھی بنی اسرائیل مین سے شک مین پڑ کر کافر ہو جانے والون کے بعد انکی صفت سے برخلاف یعنے ایمان پر ثابت رہنے والون کا ذکر فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ ہر زمانہ مین اہل حق و اہل باطل جمع رہے اور حق کو باطل سے مزاحمت پہونچتی رہی ہے اور یہ امتحان باری تعالے کی حکمت لطیف ہے اور اس تقدیر پر صریح ہوا کہ بنی اسرائیل مین سب نے گوسالہ نہین پوجا تھا اور پہلے بھی تنبیہ گزری کہ اُنمین ستر وہ تھے جو چھانٹے گئے علاوہ ازین اگر یوشع و کالب اسوقت موجود ہون تو قطعاً وہ اُنمین شریک نہین ہوسکتے کیونکہ پھر نبی ہوئے ہین اور نبی کسیوقت بت پرست نہین ہوسکتا جیسا کہ مسلمانون کا اعتقاد صحیح ہے بخلاف یہود و نصاری کے جنکی موجودہ تحریف کی ہوئی گڑھی ہوئی توریت مین لکھا ہے کہ خود حضرت ہارونؑ نے وہ بچھڑا بنایا تھا نعوذ باللہ من ذلک اور نصاری بھی اسی کو مانتے جاتے ہین اور یہ تو گویا کچھ بات ہی نہین بہرحال مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔ اور بعض نے کہا کہ بعد موسیٰ علیہ السلام کے ایک قوم انکی شریعت پر قبل تحریف توریت کے باقی تھی جو لوگون کو ہدایت کرتے تھے لیکن قوم بدکار اُنپر غالب آئی اور مابعد کے انبیاء علیہم السلام جو انکو توریت کے موافق ہدایت کرنے کو آتے تھے انکو قتل کیا اور تحریف کرنی شروع کی یہان تک کہ جی بھر کے تحریف کر لی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابن جریرؒ نے یہان عجیب خبر لکھی ہے کما قال حدثنا القاسم حدثنا الحسین حدثنا حجاج عن ابن جریج رح کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر کیا اور وہ بارہ ۱۲ اسباط تھے تو اُنمین سے ایک سبط نے

اس فعل ناپاک سے جو ان سبھون نے کیا تھا بیزاری کی اور سخت نادم ہوکر اللہ تعالے عزوجل کی جناب مین توبہ کرکے مغفرت چاہی اور درخواست کی کہ ہمارے اور اس تمام قوم کے درمیان جدائی کر دے پس اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین مین ایک سرنگ کھول دی وہ لوگ اسمین چل نکلے یہانتک کہ عیسیٰؑ کے اس پار نکلے پس وہ لوگ وہان دین توحید پر مسلمان ہین اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین ابن جریج نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی ہے اللہ تعالے کا قول فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفا۔ الآیۃ اور وعد الآخرۃ وہ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے اور ابن جریجؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس سرنگ مین ڈیڑھ سو سال تک چلتے رہے۔ اور ابن عیینہؒ نے صدقۃ ابی الہذیل کے واسطے سے سدیؒ سے روایت کی کہ وہ ایک قوم ہے کہ تمھارے اور انکے درمیان ایک نہر از شہد ہے۔ ہکذا ذکرہ الحافظ ابن کثیرؒ فی تفسیرہ ولم یتکلم علیہ غیر انہ قال خبر عجیب۔ اور اس قصہ کو ایک جماعت مفسرین نے بدون اسناد ذکر کیا ہے اور معالم وغیرہ مین یہ بھی لایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو ان لوگون کی طرف لے گئے پس آنحضرت صلعم نے ان لوگون سے باتین کین تو جبرئیلؑ نے کہا کہ تم پہچانتے ہو کہ کس شخص سے باتین کرتے ہو۔ بولے کہ نہین تو جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یہی محمد رسول اللہ نبی اُمّی ہین پس سب کے سب آنحضرت صلعم پر ایمان لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم سے موسیٰ علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ جو کوئی تم مین سے احمد صلعم سے ملے انکو میرا سلام پہونچاوے پس آنحضرت صلعم نے انکو اور موسیٰؑ کو سلام کا جواب دیدیا پھر انکو قرآن مجید سے دس سورتین سکھلائین جو آپ پر مکہ مین نازل ہوئی تھین اور نماز و روزہ کے سوائے کوئی فریضہ اسوقت نازل نہوا تھا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہین اور وہ لوگ سنیچر کی تعظیم کرتے تھے پس انکو حکم دیا کہ جمعہ کی جماعت کیا کرین اور سنیچر کو چھوڑین اور باہم ظلم نہ کرین اور حسد نہ کرین جہان یہ لوگ ہین کوئی ہم مین سے انکی طرف نہین پہونچتا اور نہ انمین سے کوئی ہم تک پہونچتا ہے۔ خطیبؒ نے سراج مین کہا کہ بعض محققین نے فرمایا کہ یہ قول ضعیف ہے اگرچہ امام بغوی نے اسکو صحیح کہا ہے اور ضعیف ہونے کی کئی وجہین ہین۔ اول آنکہ حضرت صلعم نے انکو دس سورتین سکھلائین حالانکہ آپ پر اس سے زیادہ نازل ہوئی تھین دوم آنکہ نماز تو مدینہ مین فرض ہوئی ہے پھر قبل فرضیت کے کیونکر انکو حکم دیا سوم آنکہ شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو وہان لیجانا کسی حدیث صحیح مین وارد نہین ہوا اور نہ کسی نے ائمہ حدیث سے روایت کیا چہارم آنکہ انمین سے کوئی ہم تک نہین پہونچتا اور نہ ہم مین سے ان تک تو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی۔ اگر کہا جاوے کہ یاجوج ماجوج کی خبر ہمکو پہونچی اور ہماری خبر انکو نہین پہونچی تو جواب دیا کہ ہم نہین مانتے کہ ہماری خبر انکو نہین پہونچی ہکذا ذکرہ فی السراج اور مترجم کہتا ہے کہ وجوہ تضعیف خود ضعیف ہین۔ جواب وجہ اول آنکہ زیادہ سورتین نازل ہوئین لیکن انکو دس ہی سکھلائین بقدر کفایت اور اسمین کوئی خرابی نہین ہے جواب دوم آنکہ فرضیت نماز شب معراج مین ہے جیسا کہ حدیث معراج مین ثابت ہے پس شاید واپسی مین یہ قصہ ہو علاوہ برین تحقیق یہ ہے کہ دو رکعت مکہ مین فرض تھی چنانچہ آیت الوضوء کا مکیہ ہونا اسپر دلیل ہے اور اس خبر مین پنجوقتی ہونے کی تصریح نہین اور رخصت فی السفر کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اسکی مصرح ہے اور جواب سوم آنکہ عدم ورود حدیث و عدم روایت ائمہ سے نفی نہین ہوسکتی جیسا کہ اصول حدیث مین مقرر ہوچکا۔ جواب وجہ چہارم آنکہ کسی کے نہ آنے جانے سے خبر معلوم نہونا لازم نہین غایت آنکہ خبر مرسل ہوگی۔ اعتراض یاجوج ماجوج وارد ہی نہین بلکہ مؤید ہے کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین اسکی خبر وارد ہے اور اگر بدون آمد و رفت کے ہماری خبر انکو پہونچی جیسا کہ مجیب کی غرض ہے تو بھی مؤید ہے لیکن شاید یہ سہو خطیبؒ ہے سوال کو برعکس کر دیا یعنی ہماری خبر انکو پہونچی ہے اور جواب یہ کہ پہونچنا کہان سے معلوم ہوا بلکہ نہین پہونچی ہے واللہ اعلم۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ وجوہ بر تقدیر تسلیم فقط

اس روایت زیادہ شدہ پر وارد ہین اور جسقدر شیخ ابن جریرؒ نے روایت کیا اسپر یہ وجوہ وارد نہین جیسا کہ ظاہر ہے اور اسناد ابن جریر
مین مضائقہ نہین کیونکہ بدرجہ حسن نہو تو بمرتبہ لاباس بہ ہے کیونکہ رواۃ اسناد اس سے نازل نہین ہین۔ کما لایخفی علی من مارس الفن۔ ولیکن
یہ خبر عجیب وغریب ہے لہذا اولی جواب موافق اصول کے یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ تفسیر کرنا اگر حدیث یا اثر سے ہو تو ایسی حالت مین کوئی
خبر قطعی ہونی چاہیے جسکی انتہا روحی کیطرف ہو اور یہان ایسا نہین ہے پس اس خبر سے آیت کی تفسیر نہین ہوسکتی ہے پس مختار اس آیت
کی تفسیر مین وہ ہے جو بعض محققین نے کہا کہ آیت کریمہ مین دو احتمال ہین یا تو اس قوم سے مراد ایسی قوم ہین کہ دین موسی علیہ السلام مین اُنکی
قوم کے ہاتھون تحریف وتبدیل وتغیر واقع ہونے سے پہلے وہ لوگ دین توریت پر مضبوط مستقیم تھے یہان تک کہ اسی حال پر مر گئے اور یا
ایسی قوم کے حق مین ہے جو زمانہ آنحضرت صلعم مین آپ پر ایمان لائے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ کے کلام کا میلان وجہ دوم کی طرف
ہے اور دیگر مفسرین کا میلان بوجہ اول ہے خواہ وجہ اول مین حضرت موسیٰ کے زمانہ مین موجودہ لوگ ہون یا انکے بعد ہون اور کلام مابعد بھی
اس سے زیادہ مرتبط ہے واللہ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ من قوم موسی اُمۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ اللہ تعالے نے قوم موسی علیہ السلام
مین سے ایک اُمت کا وصف کیا جنکو وہی فضل پہونچا تھا جو موسی علیہ السلام کو عطا ہوا تھا یعنے خطاب حق سبحانہ تعالے کی سماعت جس سے
اُنکے دلون کے کان کھل گئے اور انکی ارواح کو کشف نورانی حاصل ہوا اور اُنھون نے اللہ تعالے کو بفضل آلہی پایا اور اسکی صفات
سے بقدر مشیت متصف ہوئے چنانچہ فرمایا یہدون بالحق۔ ہدایت صفت آلہی ہے یعنے بندون کو بنور آلہی نہ بذات خود اللہ تعالی کی طرف
ہدایت کرتے ہین اور وہ لوگ حق پر قائم ہین نہ بطور اندھے ہین اور غلطی وظنون وحظوظ النفس کے۔ وبہ یعدلون۔ اسی کے عدل سے انصاف
کرتے ہین خلق کے درمیان حق کے واسطے نہ اپنے نفوس کے واسطے یعنے اللہ تعالے ہی کے واسطے اسکے صفات سے متصف ہوتے ہین ان کو
راہ آلہی مین کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہین ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ بعض مشائخ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ مخلوق کو راہ حق پر
دلالت کرتے ہین اور خود اسی راہ چلتے ہین۔ قال المترجم شیخ نے یہ اختیار کیا کہ یہ قوم زمانہ حضرت موسی علیہ السلام مین تھی بلکہ ظاہر اشعار ہے
کہ وہی ستر بزرگ تھے جنھون نے کلام باری تعالے بھی سنا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہود ونصارے واسلام کے فرقے مختلف ہوجانے
اور ایک فرقہ نجات یافتہ ہونے کی روایت مین ہے کہ پھر یہود مین سے وہ فرقہ نجات یافتہ ہے جسکی نسبت فرمایا۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون
بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے اور نصاری مین سے فرمایا۔ ومنہم امۃ مقتصدۃ۔ پس یہ فرقہ ناجی ہے اور اسلام مین فرمایا۔ وممن
خلقنا امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے۔ رواہ ابو الشیخ وابن ابی حاتم۔ اور یہ اثر دلالت کرتا ہے کہ فرقہ مذکورہ اس اُمت کے
ہر زمانہ مین موجود ہوگا خصوص بروایات دیگر جو اس معنے کی طرف ملجی ہین۔ پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ قوم موسی بارہ طرق پر معرفت شریعت پر بھی تقسیم

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ
اور بانٹ کیا انکو ہمنے کئی فرقے بارہ دادون کے پوتے اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اُس سے اُسکی قوم نے کہ مار
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ
اپنی لاٹھی سے یہ پتھر تو پھوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر لوگون نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم نے اُنپر
الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
ابر کا اور اُتارا اُنپر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزین جو ہمنے روزی دین تمکو اور ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا

اپنا برا کرتے رہے اور جب حکم ہوا انکو کہ بسو اس شہر مین اور کھاؤ اسمین جہان سے چاہو اور کہو

حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

گناہ اُترے اور پیٹھو دروازے مین سجدے سے تو بخشین ہم تمھاری تقصیرین آگے اور دینگے نیکی والون کو سو بدل لیا بے انصافون نے

مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

اُن مین سے اور لفظ سوا اسکے جو کہہ دیا تھا پھر بھیجا ہم نے اُنپر عذاب آسمان سے بدلا اُنکی شرارت کا

یہ قصہ بسیاق لطیف سورہ بقرہ مین جو مدنیہ ہے گذر چکا اور یہان باین سیاق سورہ مکیہ مین آیا ہے اور فرق عنقریب بیان ہوگا۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ۔ اے فرقنا بنی اسرائیل۔ ہم نے تفریق کردیا بنی اسرائیل کو۔ قال البیضاوی اے صیرناہم قطعا متمیزا بعضہم عن بعض یعنے قطعہ قطعہ گردان دیا ہم نے بنی اسرائیل کو کہ بعض متمیز از بعض تھے اثْنَتَيْ عَشْرَةَ حال واقع ہے وقال البیضاوی یا القطیع کا مفعول دوم ہے کیونکہ وہ متضمن معنے تصییر ہے اور تانیث اسمین اسوجہ سے کہ اُمت پر یا قطعہ پر محمول ہے اور مراد اُمت سے تمام اُمت موسی علیہ السلام ہے نہ وہ لوگ جنکے حق وعدل پر ہونے کی تعریف گذری ہے حاصل آنکہ ہم نے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کو بارہ ٹکڑے کردیا۔ اَسْبَاطًا۔ بدل از اثنتی عشرۃ ہے اور جمع سبط ہے اسیواسطے تمیز نہین ہوسکتا کیونکہ ماورائے عشرۃ کے تمیز مفرد آتی ہے پس بدل ہے اسیواسطے جمع فرمایا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسکو تمیز بھی باین تاویل کہا جاسکتا ہے کہ بارہ فرقے مین سے ہر فرقہ اسباط تھا یعنے بقوت جمع تھا اسلیئے کہ ہر سبط ایک بڑا بھاری گروہ تھا اور ہر ایک کی خواہش دوسرے گروہ کے برخلاف تھی قریب تھا کہ باہم متفق نہون پس اسباط گویا بمنزلہ لفظ قبیلہ کے ہے گویا یون کہا اثنتی عشرۃ قبیلۃ۔ اُمَمًا برتقدیر اول بدل از اسباط ہے اور برتقدیر ثانی بدل بعد بدل یا نعت اسباط ہی قالہ الزمخشری وتبعہ البیضاوی مگر مشہور مذہب نحاۃ یہ ہے کہ بدل سے بدل لانا نہین جائز ہے پس اولی یہ ہے کہ صفت قرار دیا جاوے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ یعنے مقام تیہ مین گرفتار ہوکر جب پانی مانگا تھا۔ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ایک پتھر مین عصا مار بعض نے کہا کہ وہ پتھر تھا جو کپڑے لیکر بھاگا تھا اور بعض نے صخرہ بیت المقدس کہا اور اقوال دیگر ہین۔ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا اے فضربہ فانبجست منہ۔ یعنے وحی ہوئی پس موسی نے مارا تو منفجر ہوئین اس پتھر سے بارہ نہرین بتعداد اسباط کے جو بارہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی اولاد بڑے بڑے گروہ تھے۔ اولاد کی اولاد سبط کہلاتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ فضربہ حذف کیون ہوا۔ قال البیضاوی اس ایمار کے واسطے کہ وحی کے بعد تعمیل کرنے مین موسی علیہ السلام نے کچھ توقف نہین کیا حتی کہ گویا بعد وحی کے جاری ہوگئین اور اس تنبیہ کے واسطے کہ نہرون کا جاری ہونا موسی علیہ السلام کی ضرب عصا پر بالذات موقوف نہ تھا کہ بدون اسکے جاری نہون بلکہ موسی علیہ السلام کے ہاتھ سے اسکا صدور ہونا موسی علیہ السلام پر کرامت ومعجزہ تھا اور بنی اسرائیل کے حق مین بھلائی تھی کہ موسی علیہ السلام کی پیروی کرکے راہ پاوین۔ سورہ بقرہ مین بجائے فانبجست کے فانفجرت ہے۔ جوہری نے کہا کہ عرب بولتے ہین بَجَسْتُ الماء فانبجس یعنے فجرتہ فانفجر پس انبجاس اور انفجار کے ایک ہی معنے ہوئے اور وہ کثرت ووسعت سے دھارا چلتا۔ اور عمرو بن العلاء وغیرہ نے کہا کہ انفجار بکثرت ہی اور انبجاس بقلت ہے پس حاصل یہ ہے کہ پہلے قلت کے ساتھ بہا پھر کثیر ہوگیا جیسے بھاری نہرین ہوتی ہین پس سورۂ بقرہ مین شمار نعمت کثیرہ ہے یہان بیان کفران نعمت قوم ہے قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ اناس اسم جمع ہے واحد اسکا انسان ہے بعض نے کہا کہ اسکی جمع بکسرے

اور اطلاق انسان کا مرد وعورت لڑکا لڑکی واحد جمع سب پر ہوتا ہے اور کبھی ہمزہ اناس خلاف قیاس براہ تخفیف حذف ہوتا ہے کما فی قولہ
قل اعوذ برب الناس۔ اور مراد کل اناس سے ہر سبط ہے اور مشرب جائے شرب ہے یعنے ہر سبط نے ایک ایک چشمہ اپنا پہچان لیا بدون شرکت
غیر کے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اے جعلناہ ظللاً علیہم فی التیہ۔ یعنے تیہ مین ہم نے انپر ابر کے سائبان کردیے کہ جہان جاتے انکے ساتھ چلتا
اور جہان ٹھہرتے ٹھہر جاتا اور حرارت آفتاب سے انکو بچاتا بدون سردی کے۔ اور یہ عجیب نعمت تھی۔ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ
ترنجبین وپرند سُمانی بضم اول وتخفیف میم بالف مقصورہ۔ کہتے ہین کہ سُمانی آواز رعد سے مرجاتے ہین اور انکا کھانا سخت دلون کو نرم کرتا ہے
كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ اے وقلنا لہم کلوا من طیبات۔ مَا رَزَقْنَاكُمْ اور کہا ہم نے انکو بطور تشویق ووسعت عیش کے نہ بطور امر وجوب کے کہ
کھاؤ طیبات پاکیزہ وخوشگوار اس چیز سے جو ہم نے تمکو رزق دیا۔ یہ بھی عجیب نعمت ہے کہ بلا مشقت اس فانی زندگی مین یون رزق ملے پس
وہ لوگ ناشکری سے نہ مانے اور اکتائے اور کہنے لگے کہ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہین ہوسکتا اور مسور وپیاز ولہسن وغیرہ مانگنے لگے پس
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ سورۂ بقرہ مین اسکی تفسیر گذری۔ وَإِذْ قِيلَ اے واذکر اذ قیل
لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ یہان ساکن رہنے کو فرمایا اور سورۂ بقرہ مین ادخلوا یعنے داخل ہونے کا بیان مذکور ہے اور قریہ
بیت المقدس ہے یا اریحا۔ وقد سبق فی البقرۃ۔ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ یہان حیث ظرفیہ ہے اور سورۂ بقرہ مین رغدا بھی مذکور ہے
وَقُولُوا حِطَّةٌ وقولوا امرنا حطۃ۔ یعنے ہم پر سے ہمارے گناہ حط کردے اتار دے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اے ادخلوا باب القریۃ ساجدین
بسجود انحنا۔ اور داخل ہو قریہ مذکور کے دروازہ مین بطور خمیدہ قامت کے سجدہ کرتے ہوے اسلیے کہ پیشانی زمین پر رکھکر داخل ہونا چلنا متعذر
ہے معنے انکو حکم دیے گئے کہ حطۃ کہنے کو اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کو جمع کرین پس جب ایسا کرینگے تو جواب امر یہ ہے کہ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ
یہ جمہور کی قراءۃ بروزن ذیمات ہے اور ابو عمرو کی قراءۃ خطایاکم بروزن قضایا۔ ہے اور نافع وابن عامر کی قراءۃ مین تغفر بصیغہ مجہول
بالتاء اور خطیئاتکم۔ اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور سورۂ بقرہ مین مانند قراءۃ ابو عمرو ہے المعنے بخشدینگے ہم تمکو تمھارے گناہ سَنَزِيدُ
الْمُحْسِنِينَ بالطاعۃ ثوابا۔ یعنے محسنین بالطاعۃ کو ثواب بڑھاوینگے۔ یہ فضل لطیف ہے کہ اسی فرمانبرداری سے انکو احسان کا مرتبہ جو اعلی
درجہ کی طاعت ہے عطا فرمانے کا اور اسپر ثواب مزید از عفو خطیئات کا وعدہ فرمایا تھا مگر ان لوگون نے شرارت کی۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ گویا ان لوگون کو اپنی خطائین معاف ہونے اور مزید ثواب کی پرواہ نہ تھی اور احکام کو کھیل سمجھتے تھے
اور جو بات کہ بمنزلہ حاصل کے تھی اسپر بے صبری سے اور دعا مانگی یعنے جو کرنے وکہنے کو کہا گیا تھا اسکو تبدیل کرکے یون کیا کہ بجائے سجود انحنا
کے چوتڑون کے بل گھسٹنے لگے اور زبان سے حبۃ فی شعرۃ۔ کہنا شروع کیا۔ یعنے بالیون مین گیہون کے دانہ بھرے ہوے ہمکو دیدے پس انپر رجز یعنے
عذاب اترا اور وہ وبا طاعون تھی کہ بدن پر آبلہ پڑے اور مرے حتی کہ ہزارون مرگئے چنانچہ فرمایا۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ
بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ یہ قصہ سورۂ بقرہ مین بھی گذرا اور بیان تفاوت الفاظ یون ہے کہ وہان فرمایا واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ۔ یہان
فرمایا اسکنوا ہذہ القریۃ۔ معنے یہ کہ داخل ہو کر اسمین ساکن رہو پس سکون کے واسطے اول داخل ہونا ضرور ہے۔ وہان ہے فکلوا منہا یہان ہے
وکلوا۔ پس داخل ہونے کے واسطے فاء تعقیب مناسب ہے کہ حالت مقتضی ہے کھانے شئی مرغوب کی بعد داخل ہونے کے بخلاف سکون کے کہ سکونت
حالت استمراری ہے جب چاہے کھاوے لہذا یہاں واو مناسب ہے۔ وہان رغدا فرمایا یہان نہین۔ کیونکہ بعد داخل ہونے کے کھانا بوسعت وفراخی
زیادہ لذیذ ہے بخلاف حالت استمراری کے لہذا یہان ترک ہوا۔ وہان ہے ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ۔ یہان تقدیم وتاخیر ہے پس مقصود لیس

تعظیم امر الٰہی تم ہے تقدیم وتاخیر سے حالت یکسان ہے کیونکہ تقدیم وتاخیر کو معنے سے تعلق نہین ہے۔ وہان ہے خطایاکم۔ اور یہان خطیئاتکم۔ اشارہ ہے کہ گناہ خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون اس دعا وتضرع سے مغفور ہوجاوینگے۔ وہان ہے وسنزید المحسنین۔ بواؤ اور یہان بدون واو ہے۔ کیونکہ اوتعالے عزوجل نے غفران عموماً اور مزید برائے محسنین خصوصاً وعدہ فرمایا اور حذف واو سے کچھ خلل نہین گویا کہنے والے نے کہا کہ بعد غفران کے کیا حاصل ہوگا تو کہا گیا کہ سنزید المحسنین۔ وہان ہے آنزلنا۔ یہان ارسلنا۔ پس ایک بمقام دیگر ہے یا انزال مشعر کثرت نہین اور یہی ابتدا مین ہوا پھر اسمین کثرت ہوئی پس ارسلنا سے تعبیر فرمایا جو اسکو مشعر ہے اور نظیر اسکی انبجست وانفجرت مذکور ہوچکی ہے۔ وہان ہے یفسقون اور یہان یظلمون۔ کیونکہ تبدیل وتغییر سے جب اپنی جانون پر ظلم کیا تو طاعت الٰہی سے خارج ہوکر فاسق بھی ہوے پس دونون حالتون کو ذکر کرکے انہین ہر دو امر موجود ہونے پر تنبیہ فرمائی ہے وتمام علم اسمین اللہ تعالٰی عزوجل کو ہے ہذا ملخص ما قال الرازی وغیرہ ف اوتعالے عزوجل نے بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ کے واسطے طرق معارف مین سے بارہ راستے تھے بقولہ وقطعناہم اثنتی عشرۃ اسباطا امما۔ اور موسیٰ کا پتھر کو بعنصر حق کشادہ ہونا ہے اشارہ ہے کہ مشارب الوہیت انکے دلون کے واسطے کشادہ ہوے کما فی قولہ واوحینا الی موسیٰ اذ استسقاہ قومہ الآیۃ۔ اشارت ہے کہ دست احدیت نے عصاے عنایت سے سنگ ازل پر مارا جس سے ارواح موحدین وقلوب عارفین وعقول عاشقین واسرار شائقین وہمم محبین اور قلوب موقنین وخواطر مکاشفین وصدور مشاہدین وعلوم سالکین ونیات صادقین ومزار انوار راضین ووجود المریدین کے واسطے بحر قدم واولیت سے بارہ چشمہ صفات خاصہ کے اہل عیان کی معرفت کیواسطے جاری ہوئے از انجملہ عین القدم اور وہ مشرب ارواح موحدین ہے از انجملہ عین البقا وہ مورد قلوب عارفین ہے از انجملہ عین الجمال اور وہ مورد عقول عاشقین ہے از انجملہ تجلی الوجہ یعنے تجلی اس صفت خاصہ کی جو وجہ ہے کما فی قولہ ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ یہ مشرب اسرار شائقین ہے از انجملہ عین الجلال وہ مشرب ہمم المحبین ہے۔ از انجملہ عین القدرۃ وہ مشرب دلہاے موقنین ہے۔ از انجملہ عین العلوم وہ مشرب خواطر المکاشفین ہے۔ از انجملہ عین صفت السمع وہ مشرب صدور مشاہدین ہے۔ از انجملہ چشمہ صفت البصر
جمع صدر یعنے سینہ ۱۲
وہ مشرب علوم سالکین ہے از انجملہ چشمہ کلام الازلی وہ مشرب نیات صادقین ہے۔ از انجملہ چشمہ ارادت قدیمہ وہ مشرب انوار راضین ہے از انجملہ چشمہ حیات قدیمہ وہ مشرب وجود مریدین یعنے اہل ارادت کا گھاٹ ہے۔ انفجار چشمہ قدم برائے ارواح موحدین ہے کیونکہ قدم تو اصل الاصل و ماہیتہ عین الکل ہے اسی سے موحدین کے لئے انوار توحید کا انفتاح ہے اور کوئی موحد درجہ حقائق توحید کو نہ پہونچیگا جب تک اسکو بحر قدم سے زلال حقیقت کا جام فضل بینا نصیب نہو اور یہ نوش ان ارواح کو حاصل ہوتا ہے جو قدم مین بقوت بازوے قدم پرواز کرتی ہین اور یہ ارواح اس دریا سے کبھی الگ نہین ہوتی ہین کیونکہ حیات ابدی انکی اسی سے ہے اور دیگر صفات کی طرف بھی نہین جاتی ہین الا ماشاء اللہ تعالے۔ انفتاح چشمہ بقار تو وہ قلوب عارفین کے لیے ہے کیونکہ جمیع صفات کا مجمع وہی ہے یعنے آنکہ وصول اس مقام پر ہونا تمام صفات سے وصول ہے اور یہ اصل دوم ہے اور یہین سے کشف صفات وشہود انوار الذات جلت کبریاؤہ حاصل ہوتا ہے اور کوئی عارف درجہ معرفت کو نہین پہونچتا جب تک کہ جام زلال البقار نوش نہ کرے خواہ بصفت سکر یا بصفت صحو اور بقار کے واسطے جبکا شکر جسقدر زیادہ ہو اسیقدر وہ
مستی یعنی بیہوشی ۱۲ — ہوشیاری ۱۲
صحو مین بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہی بقار موجب تمکین ہے اور جو بندگان عارف یہان پہونچے وہ کسی اور طرف التفات نہین کرتے ہین کیونکہ انکے قلوب اس بحر ناپید اکنار مین غرق ہوتے ہین اور بحر بقار انکے واسطے ثابت ہے جسکا کنارہ نہین ہے پس ہر دم انکو پیاس زیادہ ہے اور ہر لحظہ عجیب وغریب مقامات مین وصول ہے کہ اسکو اللہ تعالے ہی کا علم پاک نامتناہی محیط ہے۔ رہا انفتاح عین الجمال تو وہ عقول عاشقین کے لئے ہے کیونکہ جمال موجب عشق ہے اور کوئی عاشق بدرجہ عشق فائز نہین ہوتا مگر جبھی کہ جمال حق عزوجل جو وہم وخیال سے باہر ہے اس کو

دیدار نصیب ہوا ہوا اور یہ عقلین جنپر عوام نازان ہین اس مقام مین دیوانہ وار ہاتھ پانون مارتی ہین اور خود اسکو کبھی سکون نہین اور اس کی لذت سے کسی مقام کی طرف رجوع نہین کیا رہا انجاس عین التجلی یعنے تجلی وجہ پاک ذوالجلال والاکرام وہ اسرار شائقین کے لئے ہی۔ قال المترجم وجہ سے صفت ذات قدیمہ مراد ہے اور نعوذ باللہ یہ معنے نہین کہ چہرہ بمانند چہرہ مخلوق یا ایسے معنے جو انسان کے وہم وخیال ہین سماوین بلکہ ائمہ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم وحضرات تابعین وتبع تابعین ومحققین متکلمین وحضرات صوفیہ کرام سب متفق ہین کہ قولہ تعالے ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اور قولہ بل یداہ مبسوطتان۔ اور قولہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ وغیرہ آیات مین وجہ وید وغیرہ سے صفات ذاتیہ قدیمہ مراد ہین اور جیسے علم وکلام وارادہ وغیرہ صفات باری تعالے وہم وخیال وقیاس سے باہر ہین ایسے ہی یہ صفات بھی ہین اور یہ بحث سابق مین گذر چکی ہے اور شیخ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء نے ائمہ اولیاء مانند حضرت جنید وقطب عارف وغیرہم سے روایات باسناد صحیحہ مثبت کی ہین کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ یہ صفات قدیمہ ہین جو وجہ وید وغیرہ سے تعبیر ہین اور وجہ تعبیر سے او تعالے دانا تر ہے اہل ایمان کا طریقہ یہی ہے کہ او تعالے عزوجل کی ذات وصفات پر اسطرح ایمان لاوین کہ او تعالے پاک برتر جامع صفات کمالیہ منزہ از وہم ونقص وعیوب ہے اور کسی چیز سے مانند ومشابہ نہین بلکہ کسی وہم وخیال وقیاس کو اس تک رسائی نہین اور جس شخص کا وہم وخیال کچھ تصور کرے وہ اسکا خیال خام ہے وہ اپنے تصور سے توبہ کرے اور او تعالے پر ایمان لاوے ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ۔ وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم ۔ دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر ۔ ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم ۔ اب کلام شیخ کی طرف وہم وخیال چھوڑکر رجوع کرو کہ انفتاح عین تجلی الوجہ سبحانہ تعالے اسرار شائقین کے لئے ہے کیونکہ یہ سکر عشاق کا سبب ہے اُن انوار کے دیدار سے یہ اسرار سرمست سکر ہوکر ابد الآباد تک اس کے ساتھ کبھی اس مشرب سے بجانب دیگر رجوع نہین لاتے ہین کیونکہ جملہ مقامات وحالات سے شوق لذیذ ترین احوال ہے اور عارفان منزل شوق مین سے کوئی بدون دیدار تجلی الوجہ سبحانہ کے اس مرتبہ کو نہین پہونچتا ہے۔ انفتاح عین الجلال برائے ہمم المحبین ہے کیونکہ جلال ان ہمتون کا مشرب ہے جو انکو دو سمندرون مین ڈالتا ہے ایک بحر ہیبت اور دوم بحر اجلال پس اجلال سے انپر خوف چھا جاتا اور ہیبت سے حیا رطاری ہو جاتی ہے اور محبین کی صفات مین سے یہ دونون صفتین اخص ہین اور صفت جلال شامل بصفت جمال ہے اور جلال مین انکو جمال ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے یہ ہمتین اوقات ظہور جلال مین فنا ہونے سے باقی بلکہ بصفت جمال راحت یافتہ ہوتی ہین اور جس محب کو مشاہدہ جلال نہین حاصل ہوا وہ درجۂ محبت مین بروجہ کمال نہین پہونچا اور یہ ہمتین اس مشرب جلال سے گاہ گاہ بذات خود منصرف ہوکر محل جمال کیطرف جاتی ہین تاکہ نور شوق وعشق کو اقتباس کرین اسلیئے کہ جلال وجمال دونون کا مصدر ایک ہی چشمہ نور ہے اگرچہ وجہ تجلی وتاثیر مین تفاوت از راہ محل تجلی وظہور ہے۔ رہا انفجار عین القدرۃ تو وہ فواد موقنین کے واسطے ہے قال المترجم واضح رہے کہ یہ وہم کرنا خطا ہے کہ موقنین وہ ہین جنکو یقین کامل حاصل ہے کیونکہ ایمان نام یقین کا ہے جب تک یقین کامل نہو تب تک ایمان ہی نادارد ہے پھر درجہ ولایت وتقرب کا کیا ذکر ہے بلکہ موقنین انکو باعتبار مافوق مرتبہ ایمان کے بنظر فواد کہا جاتا ہے وہ حاصل آنکہ اہل ایقان پر تجلی آثار قدرت ہوتی ہے۔ قال الشیخ پس اس تجلی سے موقنین کے انوار ایقان زیادہ ہوتے ہین اور اسیواسطے او تعالے جل جلالہ نے فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اور مشرب اسکا بسواقی آیات وافعال در حد التباس جاری ہے یعنے یہ صفت آسمان وزمین کی اشیاء مین افعال خاصہ کے پردہ کے ساتھ جاری ہے پس نور افعال مؤدی بدان جانب ہے اور نفس صفت بدون آیات کے بھی متجلی ہو پس جب نظر مین التباس سے اخلاص ہوا اور مظہر سے ظاہر کی طرف انتقال ہوا تو وہی عرفان ہے اور جبتک صرف وخلوص نہو تو موجب

الیقان ہے وقال المترجم واضح رہے کہ موقنین جنکو کہا جاتا ہے مراد وہ لوگ ہین کہ دوران الیقان ہین اور اسی احاطہ دائرہ مین اس صفت
پر ہون پس درحقیقت موقنین انکو مجازاً کہتے ہین کیونکہ وہ الیقان کی راہ مین ہین اور جب اس حد کمال کو پہونچ گئے تو درحقیقت وہ مرتبہ
الیقان ہے اور وہ مترادف عرفان بایں معنے ہے اور عرف شرع مین اسکو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہان سے ظاہر ہو گیا کہ آیۃ کریمہ
مین لیکون من الموقنین بر معنے ثانی ہے نہ بمعنے اول یعنے تاکہ مرتبہ عرفان کو پہونچے ہوئے بندون مین سے ہو جاوے اور وہ محل تمکین ہے۔ فافہم
وقال الشیخ جب تجلی بدیدار آیات بقدرت صرف نہو تو موجب الیقان ہے اور موقن کسطرح موقن ہو سکتا ہے جب تک کہ اسکے فواد کو
قلب وغیرہ ۱۲
اس ہر دو زلال سے جام وصال میسر نہوا ہو اور فواد موقنین اس سلسبیل قدرت کے نوش شربت سے حالت ہیمان مین ہوتے ہین اور
از خود رفتگی و تحیر ۱۲
یہان سے پھرتے نہین مگر جبھی کہ سیر ہو کر قوت طیر بجانب مقامات علیہ مانند شہود العین وصفات دیگر حاصل کرین پس یہ اس مرتبہ مین وہ صفت
ترقی ہوتے ہین کیونکہ اشیاء مین تاثیرات قدرت بر وصف تفاوت ہین اگرچہ عین صفت قدرت بذات خود بہر تلوین سے پاک و منزہ ہے قالت الاتری
الی تاثیر القدرۃ فی الانسان فانہ علی اشرف تفضیل مما سواہ من الاکوان وفی الرسل علی شرف الکمال من غیرہم وفی افضل الرسل اکمل
من غیرہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ فان قلت فقد اردت تاثیر القدرۃ بالایجاد وبساطۃ
او ترکیبا وقد اختلف فی الاتحاد قلت مناقشۃ من دأب المتفلسفۃ فلا التفت الیہا تامل۔ رہا الفتاح عین العلوم الازلیۃ تو وہ خواطر
مکاشفین کے لئے ہے کیونکہ اسرار غیوب بلباس علوم اہل کشف کی خواطر پر ظہور کرتے ہین اور انکی چشم بصیرت کو مشاہدہ ذات وصفات دیتے ہین
اور اپنے فوائد سے نضارت وبہجت کا فیض پہونچاتے ہین جس سے انوار معارف الٰہیہ حاصل ہوتے ہین اور جو کشف کہ بدون علم ہو وہ بر حد کمال
نہین ہے اور علم کسی حال مین کشف سے مفارق نہین کیونکہ کشف تو محل خطاب ہے اور خطاب موجب علم ہے لیکن بسا وقات اتفاق ہوتا
ہے کہ طریق حقیقت کے ضعفاء پر بوادی کشوف کا ظہور بالبداہتہ ہو جاتا ہے مگر وہ لوگ اس سے علوم الٰہیہ عجیبہ مین سے کچھ بھی نہین پاتے
ہین پھر جو خطرہ کہ اہل طریق کے واسطے آیا اگر ان دونون منزل سے مشرف نہو تو محل ربانیت سے ناقص ہے یعنے اس خطرہ کو معارف علوم
الٰہیہ پر پیش کرنا چاہیئے اگر خارج ہو تو اسکا دفع کرنا واجب ہے وقالت وقد اوصی بذلک جمع من ائمۃ الطریق رحمہم اللہ اور ان خواطر کاملہ کا
معدن علوم ازلیہ ہین پس از راہ حلاوت کشف وخطاب کے بہت الذ المشرب ہین۔ رہا الفتاح عین السمع تو وہ سینہا ے مشاہدین کیواسطے
ہے جس سے انکو ایسے کان حاصل ہوتے ہین کہ صفت سمع الٰہی کا پرتو ہین ان کانون سے انکو عرش سے منتہائے خلقت الٰہیہ تک قضاء وقدر
کے قلم چلنے کی آوازین سنائی دیتی ہین انکو حق عزوجل سے بسمع حق عزوجل وہ سنائی دیتا ہے جو حق تعالے فرماتا ہے۔ قال تعالیٰ او القی السمع
وہو شہید مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قلم قدرت جس طور پر لکھکر خشک ہوا موافق اسکے جریان قضا وقدر کے تحریر اقلام کو سنتے ہین کہ ایسا
وایسا ہوگا اور یہ صید در حاضرۂ غیب الغیب ہین انکو مواجس نفوس وصدمۂ تاریکیہائے شیاطین سے خبر بھی نہین ہے پس وہ قبضۂ تقدیر
مین ہین نہ خود بولنا جانتے اور نہ غیر کی آواز سے خبر رکھتے ہین قلت ومن ہہنا عرفت سر قولہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی الآیۃ-
کیف وہذا الذی ذکرہ لافراد الامۃ بل الآیۃ الکریمۃ ترشدک الی فہم السر فتدبر جو بندہ عارف اس سمع خاص سے سماع نہین رکھتا وہ جرس
وصال کی آواز سننے والا سینہ نہین رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین البصر وہ علوم سالکین کے واسطے ہے اور یہی صفت ہے کہ جسکے انوار سے
انپر راہ غیب کے علوم واحکام متشابہات ومغیبات کھلتے ہین جو اس مقام کو نہین پہونچا قلب اسکا اہل فراست کے مانند مشاہدۂ غیوب نہین
رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین الکلام الازلی، وہ نبیات صادقین کے واسطے ہے اور یہ مشرب مخبر جمیع صفات کے مشارب کا ہے کیونکہ ہر صفت سے

اس مین مزاج ہے کیونکہ جب بندہ صادق سے حق تعالےٰ نے بکلام ازلی تکلم فرمایا وہ ظہور نور سے جمیع صفات پر بصیر ہو جاتا ہے اور جملہ اسمار و نعوت کا عالم اور مشاہدہ کنندہ انوار ذات مع جمیع صفات ہو جاتا ہے اور نیت اسکی متعلق بجریان خطاب ازل ہوتی ہے جہان جاری ہو اسی کے جریان پر چلتا اور جہان دائر ہو اسی سے ساتھ دور کرتا ہے اسی سے وہ خطرات شک سے محفوظ ہے اور قوام اخلاص سے مزین ہے جسکو اس مشرب سے شربت نہین ملا وہ معرفت مین صادق نہین ہے۔ کیونکہ کلام سے اسکے پاس کلید معرفت ذات و صفات نہین ہے۔ رہا الفتاح عین الارادۃ القدیمہ جو براے مراد نور الراضین ہے وہ اسواسطے کہ ارادۂ آلٰہی پر بندہ کی رضامندی یون ہے کہ نور ارادت حاصل ہوا اور سوائے ارادۂ آلٰہی کے وہ ہر ارادہ کا زائل کرنے والا ہے پھر مراد اہل رضا رہے دیگر ارادت زائل ہو گئے تو اسمین فقط ارادۂ آلٰہی باقی رہگیا پس اسکو نور ارادت سے لباس ملتا ہے حتی کہ راضی کا ارادہ بس وہی ارادہ حق تعالےٰ ہوتا ہے پس اسی ارادہ فرد سے اسکو حسن الرضا رکا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور یہ رضا از رضوان آلٰہی ہے پس ارادہ و رضا دونون از معدن اصل ہوے اور بندہ متصف بارادہ و رضاے الٰہی تعالےٰ ہو گیا۔ کما قال اللہ تعالےٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیۃ۔ اور یہ سب اس بندے کے لیے سابق حکم و علم مین جاری ہو چکا تھا لہذا جب قلب پر اسکی تجلی واقع ہوتی ہے تو بدون علت اکتساب اور بدون اپنی طاقت و قوت کے اس سے متصف ہوتا ہے۔ رہا الفتاح چشمہ حیات ازلیہ تو وہ وجود مریدین کے لیے ہے کیونکہ مرید اپنی حیات معرفت سے مردہ ہوتا ہے اسکو اللہ تعالےٰ آب حیات سے زندہ فرماتا ہے کہ پھر وہ کبھی نہین مرتا اسی سے کہا گیا کہ بندگان عارف مرتے نہین ہین پس مرید اس آبحیات سے سیر ہو کر دیدار جمیع صفات مین اس وجہ سے مستقیم ہو جاتا ہے کہ یہی اصل جمیع صفات ہے گویا جملہ صفات اس سے قائم ہین جب تک یہ شربت نہین پاتا اسکی ہمت کو بحر ملکوت و جبروت مین پڑنے کی وسعت نہین ہوتی اور جواہر صفات و حکمت و علم کو نہین دیکھتا ہے بالجملہ ان مین سے ہر گروہ کو اپنے اپنے مشرب کی معرفت ہے کما قال تعالےٰ قد علم کل اناس مشربہم پس ہر ایک کے واسطے جو راہ اللہ تعالےٰ کی درگاہ کو ہے یعنے سلب مواجید و حرکات جذب و ظہور صفت و القار السمع واستماع خطاب وغیرہ اسکو پہچانتا ہے اور منتہی و مقصد معلوم ہے۔ روی عن علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر بن محمد علیہم السلام۔ کہا کہ معرفت سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر مرتبہ والا انہین سے کسی چشمہ سے سیراب ہے پس اول چشمہ توحید دوم چشمہ عبودیت۔ سوم اخلاص۔ چہارم صدق۔ پنجم تواضع۔ ششم رضا و تفویض۔ ہفتم سکینہ و وقار۔ ہشتم سخاوت و اعتماد بکرم باری تعالےٰ۔ نہم چشمہ یقین۔ دہم فعل۔ یازدہم محبت۔ دوازدہم انس و خلوت۔ بوجود عین معرفت ہے اور اسی سے یہ چشمہا ے متعدد روان ہین جسنے کسی چشمہ سے پیا وہ اس سے بالا مقام سے طمع کرتا ہے یہان تک کہ عین العیون تک پہونچے پھر وہان متحقق بحق عز و جل ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر سالک کو اس راہ کا سلوک ظاہر ہوا اور اسکے آثار باہر ہوے اور اسکی سعی کے انوار و حقائق کی برکات نمایان ہوے۔ یہ علم سے اشارہ ہے انتہی ما فی العرائس۔ پھر واضح ہو کہ یہود باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی صفت مبارک اپنی کتابون مین ولطریق وصیت از اسلاف پاتے تھے حتی کہ جیسے باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے کہ اسکو ذرہ بھی شبہہ نہین ہوتا اسطرح پہچانتے تھے کما قال تعالےٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ لیکن جب اس نعمت کو پاکر کافر ہوئے تو مستحق زجر و توبیخ ہو گئے اور انکے آبا و اجداد کے کفران نعمت کا ذکر اس کلام پاک مین ہو چکا اور آیندہ بطریق تہدید ارشاد ہوا بقولہ تعالےٰ

وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ

اور پوچھ اُنسے احوال اُس بستی کا کہ تھی کنارے دریا کے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم مین جب آنے لگین اُن پاس مچھلیان

يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

ہفتے کے دن | پانی کے اوپر | اور جس دن ہفتہ نہ ہو | نہ آوین | یون ہم آزمانے لگے انکو اسواسطے کہ | بے حکم تھے

وَاسْئَلْهُمْ۔ اور پوچھ تو اے محمدؐ ان یہود سے جو اس زمانہ مین تیرے جوار یعنے مدینہ مین موجود ہین۔ یہ آیات اس سورہ مکیہ مین سے مستثنیٰ ہین کما سبق۔ اور یہ سوال بطریق دریافت علم نہین بلکہ بطور توبیخ وملامت ہے۔ اسکے ضمن مین فائدہ جلیلہ یہ ہے کہ یہود جانتے ہین کہ نبی امی صلعم کو یہ حال معلوم ہے پس خواہ مخواہ وحی آلہی عزوجل ہے۔ قال ابن کثیرؒ۔ ان یہود سے انکے اسلاف کا حال پوچھ کہ وہ بیان کرین کہ جنھون نے حکم آلہی سے مخالفت کی انکے حیلہ گری وحد سے تجاوز وفسق پر کیونکر اچانک عذاب آلہی مین گرفتار ہوے پس انکو تحذیر فرمائی کہ میری نعت وصفت اپنی کتابون مین پاکر چھپانے اور لوگون کو گمراہ کرنے مین ناگاہ عذاب سے خوف کرین۔ حاصل آنکہ یہود سے بطور سلامت و سرزنش کے پوچھ کر بیان کرنے دے۔ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ۔ اس قریہ کا حال جو حاضرۃ البحر تھا۔ کہ اس قریہ کا کیا حال تھا اور اسکے لوگون پر کیا گزرا اور کیون گزرا حاصل آنکہ وہ لوگ اسکا انکار نہین کرسکتے۔ قریہ گاؤن وشہر۔ اور حاضرۃ البحر جو سمندر رود دریا کنارے یا قریب ہو۔ اور مراد بحر قلزم ہے اور قریہ کا نام شیخ حافظ مفسر وغیرہ نے ایلہ لکھا جو درمیان مدین وطور کے ہے کذا رواہ محمد بن اسحاق من طریق عکرمہ عن ابن عباس وھو قول عکرمۃ ومجاھد وقتادۃ والسدی۔ وقیل مدین وھو روایۃ عن ابن عباس۔ وعن الزہری ہو طبریہ شام ہے جو بحیرہ طبریہ کے کنارے ہے۔ وفیہا اقوال اُخر۔ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اے یعدون فی السبت بصید السمک وقد نہوا عنہ فیہ۔ جبکہ تجاوز کرتے تھے قریہ والے سبت مین مچھلیون کے شکار کرنے سے حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی یہ لوگ اس فعل سے اُس دن مین منع کیے گئے تھے۔ سبت بسکون ثانی روز سنیچر اور اسمین تجاوز سے یہ مراد کہ اس دن سوائے عبادت کے اور کام حرام کیے گئے تھے پس اُس دن مین حدود آلہی سے تجاوز کرتے۔ ظرف اذ متعلق کانت یا حاضرۃ یا مضاف محذوف یعنے خبر القریۃ یا اس سے بدل اشتمال ہو کذا ذکرہ البیضاوی یعنے دریافت کر خبر اہل قریہ کی وقت انکے تجاوز کرنے کے روز سبت مین۔ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا اذ ظرف ہے یعدون کا اے یعدون وقت اتیان الحیتان۔ یا بدل بعد بدل ہے کذا قال البیضاوی وبدل کا بدل مشہور آنکہ جائز نہین ہے لیکن حق یہ کہ روا ہے۔ حیتان۔ جمع حوت بمانند حیطان وجدران وغیرہ اور حیتان کی اضافت ان لوگون کی طرف بسبب مزید اختصاص کے اسطرح آئے مین ہے اور یوم سبتہم اے یوم تعظیمہم امر السبت یعنے اس دن کی تعظیم کرتے تھے حکم سبت کی پس مصدر ہے یقال سبتت الیہود تعظیم کی یہود نے سبت کی بدین طریق کہ عبادت کے واسطے سب کامون سے الگ ہوگئے اور بعض نے کہا کہ روز سنیچر کا نام مراد ہے اور اضافت اس جہت سے کہ اس دن مین انکے احکام خاص تھے بمانند جمعۃ المومنین کے۔ اور شُرَّعًا حال از حیتان ہے۔ یقال شرع علینا۔ یعنے نزدیک ہوا اور ظاہر ہوا لہذا ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ شرعا یعنے ظاہر بروے آب۔ قال العوفی عنہ۔ یعنے ظاہر از ہر مقام حاصل آنکہ جب کہ آتی تھین انکی مچھلیان انکے سبت کے روز مین درحالیکہ پانی پر ہر جگہ سے ظاہر ہوتی تھین۔ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ ایک قرارۃ مین لایُسبتون از اسبات ہے بضم الیاء التحتیہ وکسر باء موحدہ۔ معنے آنکہ اور جسدن کہ نہین تعظیم کرتے تھے سبت کی یعنے سوائے سنیچر کے دیگر ایام مین مچھلیان نہین آتی تھین اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان وابتلا رہا۔ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اے مثل ذلک الابتلاء نبلوہم بسبب فسقہم۔ یعنے مثل اس ابتلاء کے ہمنے انکو مبتلا کرکے امتحان مین ڈالا بسبب انکے فسق کے۔ وفی الکلبی وغیرہ۔ مروی ہے کہ ان لوگون کی بسر اوقات بیشتر مچھلیون کے شکار پر تھی اور انھین سنیچر کے روز سمندر مین کوئی مچھلی نہین بچتی تھی جو سمندر مین کنارے آکر

منہ نہ نکالتی ہو یعنے یہ کثرت ہوتی تھی اور یہ امتحان تھا جسکو وہ لوگ دریا کا ریلا تصور کرتے تھے اور بعد سنیچر کے نہین آتی تھین پس ان لوگون نے حیلہ کرکے کنارے گڑھے کھودے جنمین وہ مچھلیان گر پڑتی تھین اتوار کو انکو پکڑ لاتے اور جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو دلیر ہوگئے یہی حیلہ گری کا حال ہے لہذا علماء رحمہم اللہ نے شرع مین حیلہ جو عموم نص سے خلاف بمعنے احتیال ہو منع فرمایا اور بعض نے حرام کہا ہے کیونکہ اس سے حدود الٰہی کی حرمت مین تجاوز ہوتا ہے قال الفقیہ ابن بطۃ حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن ہارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مت تم مرتکب ہو تم لوگ اُس چیز کے جسکے یہود مرتکب ہوئے پس ادنیٰ حیلہ سے اُنھون نے محارم الٰہی کو حلال کرلینا تصور کرلیا۔ قال الحافظ ہذا اسناد جید واحمد بن محمد بن مسلم ہذا ذکرہ الخطیب فی تاریخہ ووثقہ وباقی رجالہ ثقات مشہورون وکثیرا ما یصحح الترمذی بمثل ہذا الاسناد مفسرین نے کہا کہ جب ان لوگون نے مچھلیون کا شکار کیا تو اہل شہر کے تین فریق ہوگئے ایک تہائی نے تو مچھلیون کو شکار کیا اور ایک تہائی نے انکو منع کیا حتیٰ کہ جب نہ مانے تو شہر کے اندر دیوار کھینچکر اپنا ٹکڑا الگ کرلیا اور تیسرون نے نہ شکار کیا اور نہ منع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کا حال اور منع کرنے والون اور نہ منع کرنے والون کی گفتگو بیان فرمائی

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ

اور جب بولا ایک فرقہ اُنمین سے کیون نصیحت کرتے ہو ایسے لوگون کو اللہ چاہتا ہے انکو ہلاک کرے یا اُنکو عذاب کرے سخت

قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ

بولے الزام اُتارنے کو تمھارے رب کے آگے اور شاید وہ ڈرین پھر جب بھول گئے جو اُنکو سمجھایا تھا بچالیا ہم نے جو منع کرتے تھے

عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا

بُرے کام سے اور پکڑا گنہگارون کو بُرے عذاب مین بدلا اُنکی بے حکمی کا پھر جب بڑھنے لگے جس کام سے منع

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝

ہوا تھا ہم نے حکم دیا کہ ہوجاؤ بندر پھٹکارے

وَإِذْ یہ عطف ہے پہلے اذ پر۔ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لم تصد ولم تنہ لمن نہی۔ اور جب کہا انمین سے ایک گروہ نے جسنے نہ خود شکار کیا اور نہ شکاریون کو منع کیا تھا ایسے گروہ سے جو شکاریون کو منع کرتا تھا۔ قولہ لم تصد ولم تنہ صفت امۃ ہے اور قولہ لمن نہی متعلق قالت ہے یعنے فرقہ ساکت نے فرقہ منع کنندہ سے کہا کہ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا کیون تم نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو جنکو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا عذاب شدید دینے والا ہے۔ یہ بات ان لوگون نے بطریق غالب گمان کے کہی کیونکہ عادت الٰہی جاری تھی کہ نافرمانی پر ہٹ کرنے والون کو جڑ سے تباہ کیا یا زندہ چھوڑا تو عذاب شدید دیا۔ اور اس سے تین فرقہ کا ہونا ظاہر ہے کہ ایک کہنے والا اور دوسرا مخاطب اور تیسرا وہ قوم جسکے بارہ مین کہا ہے اور یہی متعدد روایات مین ابن عباسؓ وغیرہم سے مروی ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض نے زعم کیا کہ دو فرقے تھے اور منع کرنے والا فرقہ دوسرون کو کہتا کہ باز رہو ورنہ عذاب مین پڑوگے تو اس مقام پر یہ قول انھین قوم شکار کنندہ کا ہے جو بطور بیباکی کے کہا کہ اگر یہی ہے تو تم پھر ایسی قوم کو نصیحت کیون کرتے ہو جسکو تمھارے زعم مین اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا عذاب دینے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ درحقیقت دو ہی فرقے تھے ولیکن بعض نے جو یہ معنے بیان کئے ہین یہ وہم ہے چنانچہ آیندہ تحقیق آویگی

انشاء اللہ تعالےٰ اور معنے وہی ہین جو جمہور نے بیان کئے یعنے شکار کنندہ کے سوائے باقی نیک بندون مین سے بعض نے بعض سے کہا کہ انکو کیا سمجھاتے ہو جنکے حق مین ایسا مقدر معلوم ہوتا ہے۔ قَالُوا منع کنندہ فرقہ نے جواب دیا کہ مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ یہ موعظتنا معذرۃ نعتذر بہا الی ربکم لئلا ینسبنا الی التقصیر فی ترک النہی۔ یعنے یہ وعظ ہمارا معذرت ہے کہ جو تمہارے پروردگار کے حضور مین عذر کرینگے تاکہ اوتعالےٰ کی جناب پاک سے ہمپر یہ الزام نہو کہ ہم نے فسق کرنے والون کو ممانعت نہین کی کیونکہ اوتعالےٰ نے ہمپر واجب کر دیا ہے کہ ہم معروف شرعی کا حکم کرین اور منکر شرعی سے منع کرین اور اسواسطے کہ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ شاید یہ لوگ شکار سبت کے جرم سے باز آوین و پرہیز کرین پس عذاب سے بچ جاوین۔ واضح ہو کہ یہ تفسیر بنا بر قرارۃ معذرۃ بالرفع ہے اور اسی کو مفسرؒ نے اختیار کیا اور حفصؒ کی قرارۃ مین معذرۃً بالنصب ہے پس مفعول لہ ہے یعنے از برائے معذرت بسوے پروردگار تعالےٰ یا مفعول مطلق اے اعتذرنا معذرۃً۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے اس قصہ مین روایت کی کہ قولہ تعالےٰ یوم لا یسبتون لا تاتیہم کذلک نبلوہم الآیۃ یعنے جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو مچھلیون پر قدرت نہین پاتے تھے پھر اسی حال پر وہ لوگ ایک مدت تک جب تک اللہ تعالےٰ نے چاہا قائم رہے پھر (ایک شخص نے کنڈیا سے ایک مچھلی گرفتار کی اور کنڈیا مین پھنسی رہی جسکی ڈوری کنارے بندھی تھی وہ اُسنے اتوار کو پکڑ کر بھونی اور لوگون نے آخر خوشبو سے پتا لگا کر لالچ کیا اور رفتہ رفتہ ایک گروہ سنیچر کو بھی شکار کرنے لگا۔ کما فی روایۃ عبد الرزاق و محمد بن اسحاق من طریق عکرمۃ عنہ) بالجملہ انمین سے ایک گروہ نے سنیچر کے روز مچھلیان پکڑین حالانکہ منع کیے گئے تھے اور باقیون نے انکو سمجھایا اور اس سے منع کیا اور کہا کہ تمپر سنیچر کے روز یہ حرام کیا گیا ہے تم ایسا کرتے ہو مگر انکو کچھ فائدہ نہوا پھر جب زمانہ دراز گذرا تو منع کرنے والون مین سے ایک گروہ خاموش ہوا اور کچھ لوگ تب بھی سمجھاتے رہے اُنسے ان لوگون نے کہا کہ تم جان چکے کہ یہ لوگ ایسی قوم ہے جنپر عذاب ثابت ہو چکا پھر تم کیا ایسی قوم کو سمجھاتے ہو جنکو اللہ تعالےٰ ہلاک یا عذاب کرنے والا ہے۔ حالانکہ یہ کہنے والا فرقہ بہ نسبت سمجھانے والے فرقہ کے شکار مارنے والون پر سخت غضبناک تھا پس اُنھون نے جواب دیا کہ معذرۃ الی ربکم ولعلہم یتقون اور پہلے یہ دونون فریق ان گناہ کرنے والون کو سمجھاتے تھے پھر جب عذاب آیا تو یہ دونون گروہ بچ گئے جنمین سے ایک کا یہ قول ہے کہ لم تعظون قوما الخ اور دوسرا جنکا قول ہے کہ معذرۃ الی ربکم الخ۔ اور رہے اہل معصیت تو انکو بندر کر دیا گیا۔ وقد روی العوفی عنہ قریبا من ہذا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اے فلما ترکوا ما وعظوا بہ فلم یرجعوا۔ پھر جب عمل چھوڑا گنہگارون نے اس نصیحت کو جس سے سمجھائے گئے تھے پس باز نہ آئے تو عذاب آیا پس۔ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ نجات دیدی ہمنے اپنے فضل سے ان لوگون کو جو منع کرتے تھے قوم فاسق کو بدکاری سے۔ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ بئیس فعیل از بؤس ہے لہذا مفسرؒ نے شدید سے تفسیر کی اور ما مصدریہ ہے و بار سببیہ یعنے اور پکڑ لیا ہم نے ان لوگون کو جنھون نے حد سے تجاوز کرنے مین ظلم کیا ساتھ عذاب شدید کے بسبب اُنکے فسق کے یعنے حکم کی پابندی سے باہر ہو جانے کے۔ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ پھر جب سرکشی کی اُن نافرمانی کرنے والون نے اس چیز سے جس سے وہ منع کیے گئے تھے تو ہم نے اُنسے کہدیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل خوار پس ایسے ہی بندر ہو گئے۔ یہ عذاب شدید کی تفصیل ہے اور شاید کہ اشارہ ہے کہ عذاب شدید کے مستحق بسبب عصیان کے ہوئے تھے پھر ممانعت سے سرکشی کرنے پر وہ عذاب شدید نازل ہو گیا اور باوجود عذاب شدید کے ہلاک بھی ہو گئے کیونکہ گنہگارون کے ٹکڑے کا دروازہ بند تھا جب صبح کو آواز نہ آئی تو صالحین نے ایک شخص کو چڑھایا اُسنے دیکھا کہ سب دُمدار بندر ہوے پڑے ہین پس جب یہ لوگ داخل ہوئے تو اپنے کسی رشتہ دار کو نہین پہچانتے تھے مگر بندر انمین سے اہل قرابت کو پہچانکر آتے اور انکے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور یہ لوگ کہتے کہ ہم نے تم سے منع نکیا تھا تو سر ہلاتے کہ ہان بیشک

تم نے منع کیا تھا آخر بعد تین روز کے سب ہلاک ہوگئے اور یہ بھی اُنکی ذلت وخواری تھی کہ بندرون کی طرح کسی شرارت کی مجال نہ رکھتے تھے۔ مفسرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ جو فرقہ ساکت رہا تھا اسکے ساتھ کیا ہوا اور عکرمہؒ نے کہا کہ وہ ہلاک نہین ہوا کیونکہ اُسنے ان نافرمانون کا فسق بُرا جانا تھا چنانچہ کہا لم تعظون قوما الآخر اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے بھی قول عکرمہؒ کو اختیار کیا اور اُنکو بہت پسند آیا۔ مترجم کہتا ہے کہ عبد الرزاق نے بھی عکرمہؒ سے ابن عباسؓ کا اپنے قول کی طرف رجوع کرنے کا قصہ روایت کیا اور اسمین ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے اسپر ایک جوڑا لباس پہنایا۔ اور علی بن ابی طلحہؒ نے جو ابن عباسؓ سے روایت کیا وہ قول جید ہے فتامل فیہ۔ محمد بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود نے روز سنیچر کو اپنے حق مین محض عبادت کے واسطے لازم کیا اور بدون حکم کے بدعت نکالی حتی کہ انپر حکم سے لازم کیا گیا پھر اسی مین وہ مبتلا کیے گئے پھر تمام قصہ ذکر کیا۔ واضح ہو کہ آیت مین امر معروف ونہی منکر کی بہت واجبی شان ظاہر ہے اور مدارک مین ہے کہ وائے برحال اہل اسلام کہ عموماً اس سے غفلت ہے اور سابق مین تفسیر قولہ کانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ الآیہ کی تفصیل گذر چکی ہے اور یہی سرکشی باعث غضب ہوئی۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

اور وہ وقت یاد کرو کہ خبر کردی تیرے رب نے البتہ کھڑا کرتے گا یہود پر قیامت کے دن تک کوئی شخص کہ دیا کرے اُنکو بُری مار تیرا رب

لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

شتاب سزا دیتا ہے اور وہ بخشتا ہے مہربان

وَإِذْ تَأَذَّنَ اعلم ہے اور یہی مجاہدؒ سے مروی ہے اور بیضاویؒ نے ذکر کیا کہ تاذن تفعل از ایذان۔ اور اسی کے معنے مین ہے جیسے توعد و ایعاد یعنے آگاہ کیا۔ یا بمعنے عزم ہے کیونکہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو پہلے اُسکے کرنے سے ایذان دیتا ہے۔ وقال الحافظ سوا مجاہدؒ کے دیگر ائمہ تفسیر نے کہا کہ تاذن بمعنے امر ہے یعنے حکم دیدیا۔ اور لفظ وقوت کلام مین معنے قسم کا افادہ ہے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ واذ تاذن ربک اور دریافت کر اُسنے جبکہ آگاہ کردیا یا حکم دیدیا تیرے پروردگار نے۔ یہ بمانند علم اللہ وشہد اللہ کے مفید قسم ہے اسی واسطے جواب مین بلام قسم آیا کہ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ البتہ مبعوث فرماویگا یہود پر۔ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ روز قیامت تک۔ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ایسے شخص کو جو چکھاویگا اُنکو بُرا عذاب۔ حاصل آنکہ یہود کی سرکشی وحیلہ گری وانبیاء علیہم السلام کے قتل کرنے وغیرہ بدکاریون کے عوض اللہ تعالیٰ عزوجل نے موافق علم مقدر کے آگاہ فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ ان یہودیون کو قیامت تک ہر زمانہ مین ہر ایسے شخص کے ماتحت ذلیل وخوار رکھیگا جو اُنکو بُرا عذاب چکھاوے۔ انپر سلیمان علیہ السلام سلطان کیے گئے اور بعد انکے بابل کا بادشاہ بخت نصر مسلط ہوا جبکہ انھونؒ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرڈالا تھا پس بخت نصر نے انکو خوب قتل کیا اور انکے عمائد کو قید کرکے لیگیا اور انپر جزیہ وخراج باندھا پھر ہمیشہ ملوک یونان و بادشاہان مجوس کی ذلت مین رہے یہانتک کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے انپر جزیہ باندھا بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ برابر یہ جزیہ تا قیامت انپر جاری رہیگا۔ وقال الحافظ آخر حال یہود کا یہ ہوگا کہ وہ مسیح دجال کے ساتھ ہوکر نکلینگے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان لوگ انکو مع دجال قتل کرینگے۔ رازی وغیرہ نے کہا کہ برابر انپر جزیہ ثابت رہیگا یہان تک کہ عیسیٰؑ اترین پھر وہ سوائے اسلام کے جزیہ نہ قبول کرینگے پھر یہان یہ سوال ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع مین ہے کہ کافر اسلام لاوین یا جزیہ دین ورنہ قتل کیے جاوین۔ پھر عیسیٰؑ خلاف شریعت آنحضرت صلعم پر کیونکر حکم کرینگے۔ جواب دیا کہ جزیہ کا حکم تا زمانہ نزول عیسیٰؑ ہے کیونکہ احادیث مشہورہ مین

له فی الکمالین کان بعثه فی قتله اشعیا فی عهد ارمیا قبل مولد یحیی بن زکریا بار بعمائة واحدی وستین سنة فلیراجع الروایات ۱۲

مصرح ہے کہ عیسیٰ اترکر سواے اسلام کے کچھ جزیہ وغیرہ نہیں قبول کریگا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ مین من یسومھم سوء العذاب ہے اور یہ جزیہ وغیرہ سے اعم ہے پس بزور شمشیر انکو خوار کرکے مسلمان کرنا قبل اسلام لانے کے انپر عذاب ہے اور بعد اسلام کے وہ مسلمان ہوگئے فافہم پھر آیت کریمہ مین بہت بڑا معجزہ ہے جو قطعاً آنحضرت صلعم کی صدق رسالت و قرآن مجید کی حقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خبر غیب ہے اور صریح معلوم ہے کہ اسوقت تک کوئی یہودی کہین بادشاہ مختار نہین ہوا پس اہل کتاب سے افسوس ہے کہ قرآن مجید مین غور نہین کرتے ہین۔ اور نیز آیات مین اہل اسلام کو بھی سخت تہدید ہے کہ یہودیون کے مانند مخالفت حکم اللہ تعالےٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کرین۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ۔ یہ ان مخلوق کے لیے ہے جو او تعالےٰ جل جلالہ واسکے رسول صلعم کی نافرمانی کرین۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ ان بندون کے لیے ہے جو اللہ تعالےٰ واسکے رسول کی فرمانبرداری وطاعت کرین کما فی قولہ تعالیٰ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ف فی العرائس قولہ ان ربک لسریع العقاب الآیۃ۔ حجاب وتجلی کہ ہر لحظہ مین طاری ہوتی ہین اور لطف قدیم وقہر قدیم پے درپے آتے ہین پس انھین سے قبض وحجاب ہوتا اور کشف وتجلی ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ سریع العقاب سے جہان قرآن مجید مین ہے اشارہ سے عقوبت احجاب ثابت ہے پھر او تعالےٰ نے انکے درمیان نیک لوگون واسلام لانیوالون وابتدائی حالت والون کو بیان فرمایا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ

اور متفرق کیا ہمنے انکو ملک مین فرقے فرقے بعضے اُنمین نیک اور بعضے اور طرح کے اور آزمایا انکو خوبیون مین اور

وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

برائیون مین شاید وہ پھر آوین پھر اُنکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویسا ہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا اُن پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

عہد کتاب کے حق مین کہ نہ بولین اللہ پر سواے سچ کے اور پڑھے جو لکھا ہے اُسمین اور پچھلا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

ڈر والون کو کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضایع نہ کرینگے ثواب نیکی والون کا

وَقَطَّعْنٰهُمْ اور متفرق ومنتشر کردیا ہم نے انکو۔ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا روے زمین مین فرقہ فرقہ۔ امما مفعول دوم ہے یا درحالیکہ فریق فریق منتشر کیے گئے ہین اس حیثیت سے کہ قریب ہے کہ کوئی جہت انسے خالی نہو اور یہ بھی انکے بدبختی کا تتمہ ہے تاکہ کبھی انکو اتفاق واجتماع سے شوکت حاصل نہو۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ بعضے ان مین سے صالح ہین صفت ہے یا بدل ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو قبل تحریف توریت کے راہ پر تھے جیسا کہ قولہ فخلف من بعدہم دلالت کرتا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ تقدیر کلام آنکہ ومنہم ناس دون ذلک۔ اور بعضے انمین ایسے لوگ ہین کہ صالحین سے دون مرتبہ ہین یعنے فاسق وکافر ہین پس دون ذلک صفت موصوف محذوف ہے۔ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ اور آزمایا ہم نے انکو ساتھ بھلائی یعنے نعمتون اور فراغت وعیش دینے کے۔ وَالسَّيِّاٰتِ اور ساتھ برائی یعنے فقر ومحتاجی وتنگی وامراض وغیرہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ متنبہ ہوکر اپنے فسق وفجور سے حکم الٰہی کی طرف رجوع کرجاوین۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ۔ بسکون لام

بمعنے اولاد اور بفتح لام بمعنے بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اور چیز ہو اور یہاں بسکون لام ہے اور وہ اولاد بد کو بولتے ہین جیسے بفتح لام بمعنے نیک کو کہتے ہین اور دراصل یہ مصدر ہے جو صفت قرار دیا گیا اسی سے واحد و جمع پر آتا ہے یعنے آنکہ ان لوگون کے بعد بدتر اولاد انکی قائم مقام ہوئی۔ مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھے۔ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جملہ صفت خلف ہے یعنے وارث ہوئے کتاب توریت کے اپنے باپ دادون سے یعنے انکے ہاتھ آئی کہ اسکو پڑھتے ہین اور اسمین جو حکم ہین انکو سمجھتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اے یاخذون حطام ہذا الشئ الادنے یعنے الدنیا من حلال وحرام۔ یعنے لیتے ہین حقیر مین شے ادنی یعنے دنیا کو خواہ حلال ہو یا حرام ہو۔ عرض بفتحتین تمام متاع دنیا۔ وبسکون را بمہملہ سوائے درم و دینار کے جملہ اموال اور گاہے فقہ مین سوائے درم و دینار کے اموال منقولہ سے مخصوص ہے اور یہان اول مراد ہے اور ادنی اگر دنو سے ہے تو بسبب کمال قرب کے ساتھ فنا کے اور اگر دنارۃ سے ماخوذ ہے تو بسبب کمال حقارت کے بمقابلہ نعمتہائے آخرت کے بالجملہ مراد اس سے اموال دنیاوی ہین اور حاصل یہ کہ دنیا پر اسقدر حریص ہین کہ جو کچھ ملتا ہے خواہ بروجہ حلال ہو یا حرام ہو اسکو لے لیتے ہین۔ وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور کہتے ہین کہ عنقریب ہمارے واسطے مغفرت کیجاویگی جو ہماری حرکت ہے۔ اور یہ ان کو یقین و دلیری اسوجہ سے نہ تھی کہ گناہ ہو گیا اسپر توبہ و استغفار کر لیا بلکہ انکا حال یہ کہ۔ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اور اگر آجاوے انکے سامنے مال حطام حقیر اسکے مثل تو اسکو بھی لے لیوین۔ یعنے گناہ پر اصرار و ہٹ کیے جاتے ہین اور بیہودہ دعوے کرتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ جنت مین سوائے یہود کے کوئی نہ جائیگا اور کہتے کہ سوائے ایام معدودات کے ہمکو آگ نہ چھوئیگی پس صاحب الکشاف نے جو یہان کہا کہ اہل سنت بھی یہودیون کی طرح بدون توبہ کیے مرجانے والے کی مغفرت کے قائل ہین تو یہ صاحب الکشاف کی لاعلمی ہے اہلسنت بے گناہ مرجانے والے کے حق مین بھی یون قطعی حکم نہین لگاتے اور غالب گمان پر نظر کرم الٰہی عزوجل کے مغفور جانتے ہین پھر بھلا گناہگار بے توبہ مرنے والے کے حق مین انکا یہ اعتقاد کہان ہے ہان یون کہتے ہین کہ اولتعالے چاہے تو اسکو بخشدے اور یہ یہود کا مذہب نہین ہے چنانچہ بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنی مغفرت کے مدعی تھے اور اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ۔ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ استفہام توبیخی ہے اور اس کلام سے ایک تو انپر باوجود عدم توبہ کے مغفرت پر قطع کرنے مین توبیخ فرمائی اور دوم دلالت فرمائی کہ انکا یہ قول افترا ہے اللہ تعالے پر اور سوم انکا فعل فسق ہے کہ میثاق توریت سے خروج ہے۔ وقولہ تعالے وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ اور پڑھا یہودیون نے جو کتاب مین ہے۔ حالانکہ توریت مین گناہ پر اصرار کیے جانے کے باوجود مغفرت کا وعدہ نہین ہے پھر اصرار کے باوجود کیون ان لوگون نے مغفرت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کی پس افترا کیا مفسرین نے اس کلام کی وجہ اعراب مین گفتگو کی پس مفسرؒ نے کہا کہ یوخذ پر عطف ہے قال فی الکمالین یعنے از راہ معنے کے عطف ہے یعنے اخذ علیہم میثاق الکتاب و قرروا ما فیہ۔ اور بعض نے دونون پر استفہام کا داخل ہونا تجویز کیا مترجم کہتا ہے کہ استفہام تقریری کے طور پر جو مفسرؒ نے اختیار کیا یہ گفتگو ہے۔ اور بیضاویؒ مین ہے کہ الم یوخذ پر عطف از راہ معنے ہے یعنے گویا یون کہا گیا۔ وقد اخذ علیہم میثاق الکتاب وقد درسوا ما فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہی اوجہ ہے اور بیضاوی وغیرہ نے تجویز کیا کہ ورثوا پر بھی عطف ہو سکتا ہے یعنے ورثوا الکتاب و درسوا ما فیہ۔ پس درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور از راہ معنے یہ وجیہ ہے مگر لفظا مین بعید ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدیؒ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ بنی اسرائیل مین جو قاضی ہوتا تھا وہ حکم مین رشوت لینا شروع کرتا اور انمین سے نیک لوگ جمع ہو کر عہد لیتے کہ تحریف اور رشوت نہ لیا کرین پھر جب طعن کرنے والون مین سے کوئی بجائے اسکے ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا کما فی قولہ وان یاتہم عرض مثلہ یاخذوہ۔ ولیکن جو جمہور کی تفسیر ہے وہ اوپر مذکور ہوئی اور میثاق الکتاب سے وہ مراد ہے جو قولہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین

مصرح ہے کہ عیسیٰ اترکر سوائے اسلام کے کچھ جزیہ وغیرہ نہین قبول کریگا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ مین من یسومہم سوء العذاب ہے اور یہ جزیہ وغیرہ سے اعم ہے پس بزور شمشیر انکو خوار کرکے مسلمان کرنا قبل اسلام لانے کے انپر عذاب ہے اور بعد اسلام کے وہ مسلمان ہوگئے فافہم پھر آیت کریمہ مین بہت بڑا معجزہ ہے جو قطعاً آنحضرت صلعم کی صدق رسالت وقرآن مجید کی حقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خبر غیب ہے اور صریح معلوم ہے کہ اسوقت تک کوئی یہودی کہین بادشاہ مختار نہین ہوا پس اہل کتاب سے افسوس ہے کہ قرآن مجید مین غور نہین کرتے ہین۔ اور نیز آیات مین اہل اسلام کو بھی سخت تہدید ہے کہ یہودیون کے مانند مخالفت حکم اللہ تعالےٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کرین۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ۔ یہ ان مخلوق کے لیے ہے جو اوتعالےٰ جل جلالہ واسکے رسول صلعم کی نافرمانی کرین۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ ان بندون کے لیے ہے جو اللہ تعالےٰ واسکے رسول کی فرمانبرداری وطاعت کرین کما فی قولہ تعٰ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ف فی العرائس قولہ ان ربک لسریع العقاب الآیۃ۔ حجاب وتجلی کترلحہ مین طاری ہوتی ہین اور لطف قدیم وقہر قدیم پے درپے آتے ہین پس انخفین سے قبض وحجاب ہوتا اور کشف وتجلی ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ سریع العقاب سے جہان قرآن مجید مین ہے اشارہ سے عقوبتا حجاب ثابت ہے پھر اوتعٰ نے انکے درمیان نیک لوگون واسلام لانیوالون وابتدائی حالت والون کو بیان فرمایا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ

اور متفرق کیا ہمنے انکو ملک مین فرقے فرقے بعضے انمین نیک اور بعضے اور طرح کے اور ازمایا انکو خوبیون مین اور

السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

برائیون مین شاید وہ پھر آوین پھر انکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویسا ہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا اُن پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

عہد کتاب کے حق مین کہ نہ بولین اللہ پر سوائے سچ کے اور پڑھے جو لکھا ہے اسمین اور پچھلا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

ڈر والون کو کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضایع نہ کرینگے ثواب نیکی والون کا

وَقَطَّعْنٰهُمْ اور متفرق ومنتشر کردیا ہم نے انکو۔ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا روئے زمین مین فرقہ فرقہ۔ امما مفعول دوم ہے یا درحالیکہ فریق فریق منتشر کیے گئے ہین اس حیثیت سے کہ قریب ہے کہ کوئی جہت انسے خالی نہو اور یہ بھی انکے بدبختی کا تتمہ ہے تاکہ کبھی انکو اتفاق واجتماع سے شوکت حاصل نہو۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ بعضے ان مین سے صالح ہین صفت ہے یا بدل ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو قبل تحریف توریت کے راہ پر تھے جیسا کہ قولہ فخلف من بعدہم دلالت کرتا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ تقدیر کلام آنکہ ومنہم ناس دون ذلک۔ اور بعضے انمین ایسے لوگ ہین کہ صالحین سے دون مرتبہ ہین یعنے فاسق وکافر ہین پس دون ذلک صفت موصوف محذوف ہے۔ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ اور آزمایا ہم نے انکو ساتھ بھلائی یعنے نعمتون اور فراغت وعیش دینے کے۔ وَالسَّيِّاٰتِ اور ساتھ برائی یعنے فقر ومحتاجی وتنگی وامراض وغیرہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ متنبہ ہوکر اپنے فسق وفجور سے حکم آلہی کی طرف رجوع کرجاوین۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ بسکون لام

بمعنے اولاد اور بفتح لام بمعنے بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اور چیز ہو اور یہان بسکون لام ہے اور وہ اولاد بد کو بولتے ہین جیسے بفتح لام بمعنے نیک کو کہتے ہین اور دراصل یہ مصدر ہے جو صفت قرار دیا گیا اسی سے واحد وجمع پر آتا ہے معنے آنکہ ان لوگون کے بعد بد تر اولاد انکی قائم مقام ہوئی - مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھے - وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جملہ صفت خلف ہے یعنے وارث ہوئے کتاب توریت کے اپنے باپ دادون سے یعنے انکے ہاتھ آئی کہ اسکو پڑھتے ہین اور اسمین جو حکم ہین انکو سمجھتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اے یاخذون حطام ہذا الشیٔ الادنے یعنے الدنیا من حلال وحرام - یعنے لیتے ہین حقیر مین شے ادنی یعنے دنیا کو خواہ حلال ہو یا حرام ہو - عرض بفتحتین تمام متاع دنیا - وبسکون را رہ جملہ سوائے درم ودینار کے جملہ اموال اور گاہے فقہ مین سوائے درم ودینار کے اموال منقولہ سے مخصوص ہے اور یہان اول مراد ہے اور ادنی اگر دنو سے ہے تو بسبب کمال قرب کے ساتھ فنا کے اور اگر دنارۃ سے ماخوذ ہے تو بسبب کمال حقارت کے بمقابلہ نعمتہائے آخرت کے بالجملہ مراد اس سے اموال دنیاوی ہین اور حاصل یہ کہ دنیا پر اسقدر حریص ہین کہ جو کچھ ملتا ہے خواہ بروجہ حلال ہو یا حرام ہو اسکو لے لیتے ہین - وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور کہتے ہین کہ عنقریب ہمارے واسطے مغفرت کیجاویگی جو ہماری حرکت ہے - اور یہ ان کو یقین و دلیری اسوجہ سے نہ تھی کہ گناہ ہوگیا اسپر توبہ واستغفار کرلیا بلکہ انکا حال یہ کہ - وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اور اگر آجاوے انکے سامنے مال حطام حقیر اسکے مثل تو اسکو بھی لے لیوین - یعنے گناہ پر اصرار وہٹ کیے جاتے ہین اور بیہودہ دعوے کرتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ جنت مین سوائے یہود کے کوئی نہ جایگا اور کہتے کہ سوائے ایام معدودات کے ہمکو آگ نہ چھویگی پس صاحب الکشاف نے جو یہان کہا کہ اہل سنت بھی یہودیون کی طرح بدون توبہ کیے مرجانے والے کی مغفرت کے قائل ہین تو یہ صاحب الکشاف کی لاعلمی ہے اہلسنت بے گناہ مرجانے والے کے حق مین بھی یون قطعی حکم نہین لگاتے اور غالب گمان پر نظر کرم الٰہی عزوجل کے مغفور جانتے ہین پھر بھلا گناہگار بے توبہ مرنے والے کے حق مین انکا یہ اعتقاد کہان ہے ہان یون کہتے ہین کہ اوتعالے چاہے تو اسکو بخشدے اور یہ یہود کا مذہب نہین ہے چنانچہ بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنی مغفرت کے مدعی تھے اور اللہ تعالے نے رد کردیا بقولہ - اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ استفہام توبیخی ہے اور اس کلام سے ایک تو انپر باوجود عدم توبہ کے مغفرت پر قطع کرنے مین توبیخ فرمائی اور دوم دلالت فرمائی کہ انکا یہ قول افترا ہے اللہ تعالے پر اور سوم انکا فعل فسق ہے کہ میثاق توریت سے خروج ہے - وقولہ تعالے وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ اور پڑھا یہودیون نے جو کتاب مین ہے - حالانکہ توریت مین گناہ پر اصرار کیے جانے کے باوجود مغفرت کا وعدہ نہین ہے پھر اصرار کے باوجود کیون ان لوگون نے مغفرت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کی پس افترا کیا مفسرین نے اس کلام کی وجہ اعراب مین گفتگو کی پس مفسرؒ نے کہا کہ یوخذ پر عطف ہے قال فی الکمالین یعنے ازراہ معنے کے عطف ہے یعنے اخذ علیہم میثاق الکتاب وقرروا ما فیہ - اور بعض نے دونون پر استفہام کا داخل ہونا تجویز کیا مترجم کہتا ہے کہ استفہام تقریری کے طور پر جو مفسرؒ نے اختیار کیا یہ گفتگو ہے - اور بیضاوی مین ہے کہ الم یوخذ پر عطف ازراہ معنے ہے یعنے گویا یون کہا گیا - وقد اخذ علیہم میثاق الکتاب وقد درسوا ما فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہی اوجہ ہے اور بیضاوی وغیرہ نے تجویز کیا کہ ورثوا پر بھی عطف ہوسکتا ہے یعنے ورثوا الکتاب ودرسوا ما فیہ - پس درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور ازراہ معنے یہ وجیہ ہے مگر لفظ مین بعد ہے - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدیؒ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ بنی اسرائیل مین جو قاضی ہوتا تھا وہ حکم مین رشوت لینا شروع کرتا اور انمین سے نیک لوگ جمع ہوکر عہد لیتے کہ تحریف ورشوت نہ لیا کرین پھر جب طعن کرنے والیون مین سے کوئی بجائے اسکے ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا کما فی قولہ وان یاتہم عرض مثلہ یاخذوہ - ولیکن جو جمہور کی تفسیر ہے وہ اوپر مذکور ہوئی اور میثاق الکتاب سے وہ مراد ہے جو قولہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین

اوتوا الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه الآية مين مذكور ہے پس یہود کا رشوت لینا اور حکم حق چھپانا اور تحریف کرنا اور نعت محمد صلعم کو لوگون سے بیان نہ کرنا پھر مغفرت کے مدعی ہونا باوجود توبہ نہین کرنے اور اصرار کیے جانے کے سب خلاف عہد ومیثاق تھا۔ واضح ہو کہ حکم آیت عام ہے حتی کہ اہل اسلام مین سے بھی جو علماء اس صفت پر ہون وہ مصداق اس وعید و توبیخ کے ہونگے بدلیل آنکہ ابن جریج نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ برابر وہ لوگ اپنے گناہون مین عود کرتے اور توبہ نہین کرتے پھر اللہ تعالے سے مغفرت کی مدعی تھے اور ابن عباسؓ سے یہ آیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ اقوام ہین کہ دُنیا پر جھکے ہوے ہین اسکو حرام وحلال جس طرح پاتے ہین کھائے جاتے ہین اور کہتے ہین کہ عنقریب ہماری مغفرت کی جائیگی اور دنیا مین سے کوئی چیز انکے سامنے عارض نہین ہوتی مگر آنکہ اسکو ضرور لے لیتے ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ نصاری ہین جو اس دنیا پر جھکے پڑے ہین جو حرام وحلال چاہتے ہین کھاتے ہین اور اپنی مغفرت کے دعوی کرتے ہین پھر اللہ تعالے نے تقوی وپرہیزگاری کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور دار آخرت خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ بہتر ہے ان لوگون کے واسطے جو بچتے ہین حرام سے اور دیگر امور خلاف عہد الٰہی سے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اکثر قراء کے نزدیک یعقلون بالیاء التحتیہ ہے اور حفص ونافع وابن عامر کی قراءۃ مین تعقلون بتاء فوقیہ ہے بنابر آنکہ صنعت التفات ہے معنے آنکہ کیا سمجھتے نہین تاکہ دنیا کو چھوڑ کر اسکو اختیار کرین۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دلیر وہوشیار وہ شخص ہے جسنے اپنے نفس کی مخالفت کرکے اسکو طاعت مین لگایا اور مابعد موت کے واسطے عمل کیے اور عاجز وہ شخص ہے جسنے خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ تعالے پر آرزوئین باندھین رواہ الترمذی۔ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ از تمسیک اکثر کے نزدیک اور از امساک قراءۃ شعبہ ہے۔ اور مفسرؒ کے نزدیک یہ اہل کتاب مین سے بعض لوگون کی جو ایمان لائے ہین تعریف ہے معنے آنکہ اور جن لوگون نے تمسک کیا کتاب سے پس بمقتضائے کتاب کے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی نماز۔ یعنے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے مین مداومت کی اور تمسک بالکتاب مین یہ بھی شامل ہے لیکن الگ کرکے اسکے ذکر کرنے مین اسکی شرافت کا بیان ہے۔ پھر الذین موصول مع صلہ کے مبتدا اور خبر اسکی قولہ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ہم نیکو کارون کا اجر نہین ضائع کرتے ہین۔ اور بجاے اجرہم کے اجر المصلحین مین انکی تشریف ہے کہ وہ لوگ مصلح ہین اور تنبیہ ہے کہ صلاحیت دین مین اللہ تعالے کے نزدیک بہت مقبول ہے کہ اس سے اجر ضائع نہین ہوتا اور جملہ معطوف ہے للذین یتقون پر کما ذکرہ البیضاویؒ ف فی العرائس قولہ وقطعناہم فی الارض الخ۔ اللہ تعالے نے زمین مین اولیاء واعداء دونون کو متفرق کردیا کہ ہر فرقہ اس حال پر زندگی بسر کرے جسکے واسطے وہ مخلوق ہے پس انہین سے صالحین وہ ہین جو انبیاء علیہم السلام کی پیروی پر ہین اور باقی انہین سے فاسق وکافر ہین جو اپنی رائے پر ہٹ کرتے ہین اور خلاف انبیاء علیہم السلام کے چلتے ہین۔ قولہ وبلوناہم بالحسنات والسیئات یعنے سب کو ہم نے امتحان مین ڈال دیا ہے کیونکہ قہر ولطف مین تمام بندے مقہور ہین پس قہر سے حجاب مین پڑتے ہین اور گناہ کرتے ہین اور لطف سے طاعت بجا لاتے ہین پس حالت قہر مین اُنسے صبر کا مطالبہ ہے یعنے صبر کرین اور حالت نعمت مین شکر کا مطالبہ ہے پس صبر تو محال ہے مگر اسی طور سے کہ لوگ اپنے پروردگار حق عز وجل کو پہچانین اور شکر بھی انسے محال ہے مگر اسی صورت مین کہ جمال الٰہی کا انکو کشف ہو۔ قولہ لعلہم یرجعون۔ اشارہ ہے کہ بلاء کی طرف سے مُبلی یعنے بلا دہندہ کی طرف رجوع لاوین یعنے وسائط واسباب سے نظر اُٹھا کر حضرت مسبب الاسباب کیطرف نظر رکھین۔ بعض نے فرمایا کہ کلام کے معنے یہ ہین کہ ہم نے طلب شکر کے واسطے انکو نعمتون سے امتحان کیا اور طلب صبر کے واسطے ان کو محنتون سے امتحان کیا مگر انھون نے سب سے انکار کیا پس نہ نعمتون کے وقت وہ شاکر ہوئے اور نہ مصیبتون کے وقت صابر ہوئے۔ قولہ تعالے الم یوخذ علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق۔ جب ان لوگون نے قرب الٰہی کا اور اسکے حضور مین انبساط کا دعوی کیا اور کہا کہ

اور تعالے انکے کسب و بد افعال پر ماخوذ نہ فرماویگا تو اللہ تعالے نے ان لوگون کو انکے افترا پر اسطرح فضیحت کیا کہ یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہین اور ان لوگون نے اللہ تعالے کی جناب مین وہ بات کہی جسکا انکو علم نہین ہے اور قیامت تک جو لوگ ایسی باتون کے مدعی ہوتے ہین جو امر غیب ہین انکے حق مین بھی فضیحت ہے اور اس کلام مین حق سبحانہ نے صدیقین پر موثق و محکم کر دیا کہ اللہ تعالے کی شان پاک مین کسی بات کی نسبت نہ کرین مگر اسی بات کی جس سے اسنے اپنی ذات پاک کا موصوف ہونا ظاہر فرمایا ہے یعنے تمام حوادث و مخلوق کے اوصاف سے حضرت باری تعالے کا منزہ و مقدس ہونا حق کہ کوئی چیز کسی حال و صفت مین اسکے مانند و مشابہ نہین ہے اور یہ محکم کر دیا کہ یقین رکھین کہ تمام مخلوق مین ذرہ سے عرش تک اوتعالے عزوجل کی تقدیر سابق و مشیت ازلی جاری ہے بعض نے فرمایا کہ معنے مین اشارہ ہے کہ کیا اللہ تعالے نے انکو زبان وسائط یعنے انبیاء علیہم السلام سے اور کتب مقدسہ سے یہ بیان نہین کر دیا کہ حق تعالے کی جناب مین دعوی وغیرہ سے کوئی بات نہین مگر یون ہی کہ اسکی قدرت غالبہ ہے اور اسکی مشیت مین کسی کو دم مارنے کی مجال نہین ہے جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب کرے پھر حق سبحانہ نے آگاہ کر دیا کہ یہ گمراہ لوگ میثاق الکتاب سے یہ جانتے تھے مگر معاملات پاکیزہ و مقامات رفیعہ جنکی طرف انکو ارشاد ہوا تھا ترک کر دیے بقولہ ودرسوا ما فیہ یعنے پڑھ لیا مگر اسکے حقایق کو نہ پہچانا اور اگر اسکے مذاق سے ذرا بھی چکھا ہوتا تو جان فدا کرکے تابع ہوتے سہل رح نے فرمایا کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ قال المترجم حدیث شریف مین یہ مضمون آیا کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرکے آخر زمانہ والون کے حق مین کہا کہ اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگو تو بعض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم قرآن پڑھتے ہین اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اسیطرح ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے کو دن یہ نہین دیکھتا کہ یہود و نصاری بغل مین کتاب دبلے ہین کچھ بھی انکو موثر نہین ہے۔ حاصل آنکہ آیات و حقایق و اشارات کلام ربانی مین ظاہر ہین مگر بدون ہدایت الٰہی کسی بندہ کو نہین ملتے ہین اور لوگون نے کثرت سے مدعیان علم کو مشاہدہ کیا کہ جدال بلا اثر و نام و شہرت کے سوائے کچھ نہین رکھتے۔ اعوذ باللہ من الضلال بلکہ بہتیرے انکار کرتے ہین کہ اس کلام مین سوائے اس معنے کے اور کچھ نہین ہے گویا وہ اسپر ایمان نہین رکھتا کہ افعال بندون کے اللہ تعالے کی مخلوق ہین پس اگر اللہ تعالے نے حقایق و اشارات پر مطلع نہین کیا تو کیونکر مطلع ہو پھر انکار کیون کرتا ہے۔ فافہم پھر اللہ تعالے نے اسلاف یہود کی کتاب سے ابتدا ئر منکر ہونے کو و بجبر قبول کرائے جانے کو بیان فرمایا اور بعض نے کہا کہ یہود مدعی تھے کہ بنی اسرائیل سے کبھی حق کی مخالفت سرزد نہین ہوئی تو الزام دیا بقولہ تعالے

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور جسوقت اُٹھایا ہمنے پہاڑ اُنکے اُوپر جیسے سائبان اور ڈرے کہ وہ گرے گا انپر پکڑو جو ہمنے دیا ہے زور سے اور یاد کرتے رہو جو اُس مین ہے شاید تمکو ڈر ہو

وَاِذْ۔ ظرف ہے بعض نے مقدر کیا واسالہم اذ۔ یعنے یہود پر الزام دینے کو سوال کر اسوقت کا کہ آخر۔ اور وہ جو مفسر رح نے کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ واذکر اذ نتقنا الجبل فوقہم نتق در اصل بمعنے جذب ہے و ابو عبیدہ نے کہا کہ جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا۔ وامراۃ ناتق بمعنے وہ عورت جو بہت جنتی ہو گویا بہت ڈال جاتی ہے۔ فراء رح نے کہا کہ بمعنے رفع ہے اور ابن قتیبہ نے کہا بمعنے زعزعہ بدو زاء منقوطہ و بدو عین مہملہ ہے اور مجاہد رح نے یہی سے تفسیر کی اور معانی متقارب ہین مگر احسن وہ ہے جو شیخ حافظ نے ذکر کیا کہ علی بن طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ نتقنا اے رفعنا۔ جیسے قولہ تعالے ورفعنا فوقہم الطور بمیثاقہم الآیۃ۔ المعنے۔ اور بیان کر دے اے محمد صلعم جبکہ بلند کیا ہم نے پہاڑ کو انکے اوپر یعنے ان یہودیون کے باپ دادون پر

جبل سے بعض نے کہا کہ کوہ طور مراد ہے جسپر موسیٰؑ کو تکلیم نصیب ہوئی اور الواح توریت عطا ہوئین بعض نے کہا کہ فلسطین کے پہاڑون سے ہی بعض نے کہا کہ بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ رفعنا فوقہم الطور مین مصرح ہے کہ طور تھا پھر اختلاف کیسا تو جواب یہ ہے کہ طور زبان عرب مین ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر نباتات جمین اور اگر نہ جمین تو وہ طور نہین ہے کما ذکرہ المفسر فی الاتقان عن ابن عباسؓ۔ اگر کہا جاوے کہ نتقنا مین اللہ تعالے نے پہاڑ بلند کرنے کی اپنی طرف نسبت فرمائی تو جواب آنکہ فاعل حقیقی ہر چیز کا اللہ تعالے ہے اور ظاہر مین جواب وہ ہے جو حافظؒ نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ثوریؒ نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ملائکہ نے ان لوگون کے سرون پر بلند کیا تھا۔ اور نسائیؒ کی روایت طویل قصہ موسیٰ مین ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر زمین مقدس کیطرف روانہ ہوئے اور غصہ تھم جانے کے بعد انھون نے الواح توریت کو اُٹھا لیا تھا پھر بنو اسرائیل کو رسالت آلٰہی پہونچائی کہ الواح کے اعتقادات رکھین و فرائض و واجبات پر عمل کرین پس یہ احکام انپر گران گزرے اور قبول سے انکار کیا یہان تک کہ اللہ تعالے نے انپر پہاڑ کو بلند کیا اسکو ملائکہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ گویا وہ ظلہ ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا یعنے سقیفہ ہے اور وہ ہر ایسی چیز جو سایہ کیے ہو۔ جیسے کوٹھری کی چھت اور ابر اور دیوار کا چھجا وغیرہ۔ وَّظَنُّوْٓا اَنَّہٗ وَاقِعٌۢ بِھِمْ اے تیقنوا الوقوعہ علیہم۔ اور یقین کیا ان لوگون نے اس بات کا کہ یہ پہاڑ انپر گرنے والا ہے کیونکہ پہاڑ درمیان مین معلق نہین رہتا اور اسوجہ سے کہ انکو یہی وعید دی گئی تھی چنانچہ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جب بنو اسرائیل نے مکرر قبول کرنے سے انکار کیا اور یہی کہا کہ اگر اس مین خفیف فرائض و وظائف ہونگے تو خیر ورنہ نہین مانینگے تو اللہ تعالے نے پہاڑ کو حکم دیا وہ اپنے مقام سے منقطع ہوکر بلند ہوا اور معلق انکے سرون پر آیا تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ اب بھی نہ مانوگے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مانو ورنہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس یہ دیکھکر ہر شخص سجدے مین اپنی بائین بھون پر گر پڑا اور دائین گوشہ چشم سے گر پڑنے کے خوف سے دیکھتا تھا اسی سے یہودی بائین بھون پر سجدہ کرتے اور کہتے ہین کہ اسی سجدے سے ہمپر سے عذاب دور ہوا تھا۔ رواہ سعید فی تفسیرہ۔ قال البیضاویؒ پس ظن کا اطلاق باوجودیکہ انکو یقین تھا اسوجہ سے ہوا کہ امر متیقن واقع نہین ہوا یعنے پہاڑ گرا نہین کیونکہ مشروط تھا کہ اگر مانین جو کہا گیا کہ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ یہ مقولہ ہے باضمار قول یعنے قلنا لہم علی لسان موسیٰؑ۔ ہم نے موسی علیہ السلام کی زبانی انسے کہا کہ لو اسکو جو دیا ہم نے تمکو یعنے کتاب کو مانو بقوت یعنے جد و عزم سے اس کی مشقت برداشت کرتے ہوئے۔ قال البیضاویؒ خذوا کی ضمیر سے یہ حال واقع ہے یعنے متلبسین بقوۃ۔ وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ اور یاد رکھو جو اس مین ہے۔ یعنے اسپر عمل کرتے رہو اور ترک مت کرو جیسے بھولی ہوئی چیز ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ زبان سے اسکو حفظ کرو۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم اعمال قبیحہ و اخلاق ذمیمہ سے بچو یا آنکہ تم اُمید رکھو اپنی ذات پر اہل تقوی ہو جانے کی۔ ابن عباسؓ سے روایت طویل مین ہے کہ ظاہری سجدہ پر اللہ تعالے نے عذاب دور کیا حالانکہ ظاہر مین کہتے تھے کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کی اور دل مین عصیان تھا۔ قال المترجم یہ مراد نہین ہے کہ اسوقت عصیان کا قصد دل مین حاضر تھا بلکہ مارے خوف کے اسوقت تو عذاب ارتفع ہونے اور جان لینے کے سوا کے سب بھولے ہوئے تھے ولیکن دل مین عصیان رگ و ریشہ مین بھر گیا تھا۔ کما قولہ قالوا سمعنا وعصینا واشربوا فی قلوبہم العجل الآیۃ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان کا قلب مین داخل ہونا محض فضل آلٰہی ہے اور وہی سینہ کشادہ ہونے کی حالت ہے لہذا محققین مشائخ نے دعائے اللّٰہم اجعلنی ہو منا۔ کو مکروہ نہین جانا بلکہ بہت مستحسن ہے اور اگر تو اس مقام مین غور کرے تو بہت لطائف ہین اور ارتباط عام تمثیل عہد و میثاق باوجود اس اقرار کے واضح ہے اور ما بعد مین سر ازلی عموماً

بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ

اور جسوقت نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹون کی پیٹھ مین سے اُنکی اولاد اور اقرار کروایا اُنسے انکی جان پر کیا مین نہین ہون رب تمھارا

قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ

بولے البتہ ہم قائل ہین کبھی کہو قیامت کے دن ہمکو اسکی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک تو نکالا

اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

ہمارے باپ دادون نے پہلے اور ہم ہوے اولاد انکے پیچھے تو ہمکو کیون ہلاک کرتا ہے ایک کام پر کہ کیا ہے خطا والون نے اور یون ہم کھولتے ہین

الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

باتین اور شاید وہ لوگ پھر آدین

مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر مین علما کے دو طریق ہین اور اہل تاویل مین کلام طویل ہے اور بعض مفسرین سے خلط ملط واقع ہو کر تفسیر مین اشکال واقع ہوا لہذا قبل تفسیر کے بہتر معلوم ہوا کہ جو کلام درمیان تفسیر مین موجب انتشار ذہن ہے اسکو پہلے ہی تمہید کر دون پھر تفسیر کے ہر دو طریق مین کلام کرون پس واضح ہو کہ علما راہسنت وائمہ اہل حق کے درمیان ماسوائے بعض متکلمین شاذ کے اسمین خلاف نہین کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا اخراج واقع ہوا پس اگر اس آیت مین بنی آدم کی پشت سے اخراج ذریت مراد ہوا اور خود آدم علیہ السلام سے مراد ہو تاہم دوسرے مقام پر اخراج از پشت آدمؑ ثابت ہے اور دیگر احادیث صحاح مین یہ مصرح وارد ہے اور بعض مین ان ذریات کے جنتی و دوزخی دونون فریق کے تمیز کے ساتھ سب کا اس بات پر گواہی دینا کہ اللہ تعالے انکا رب ہے مروی ہوا وتلخیصہ علی ما اوردہ الشیخ الحافظ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ قیامت کے روز دوزخی آدمی سے کہا جائیگا کہ بھلا تو بتلا کہ اگر تیری ملک مین سب وہ ہو جو روے زمین پر ہے تو اسکو عذاب دوزخ سے رہائی مین دیگا۔ وہ کہیگا کہ ہان پس اللہ تعالے بزبان ملائکہ فرماویگا کہ مین نے پشت آدم مین تجھسے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی کہ تو مجھسے شرک مت کر مگر سوائے شرک کرنے کے کچھ نہ مانا۔ رواہ البخاری ومسلم وعن ابن عباس عن النبی صلعم۔ اللہ تعالے نے پشت آدمؑ سے وادی نعمان مین عرفہ کے روز میثاق لیا پس اسکی پشت سے تمام سب ذریات کو نکال کر اسکے سامنے رکھا پھر ان ذریات سے کلام فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی۔ الست بربکم قالوا بلی تا قولہ مبطلون۔ رواہ احمد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم لیکن ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ پر موقوف روایت کی در والحاکم مرفوعاً وموقوفاً اور اکثر طرق مین موقوف ہے اور یہی اثبت ہے اور یہی عوفی وضحاک نے موقوفاً روایت کی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ طرق تقویت کرتے ہین کہ روایت موقوف برابن عباسؓ ہے وقال المترجم یہ موقوف بھی بر اسناد مرفوع ہے کیونکہ اصول مین ثابت ہوا کہ قول صحابی ولقہ تابعی جسمین قیاس کو مجال نہین وہ بمثل مرفوع ہے اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اس آیت مین روایت ہے کہ آدم کی پشت سے ذریات نکالین جیسے سر مین سے کنگھی نکالتے ہین پس اُنسے فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلی۔ پس ملائکہ نے کہا شہدنا ان یقولوا یوم القیامۃ انا کنا الآیہ۔ رواہ ابن جریر باسناد لاباس بہ ولہ طرق یقوی۔ اور مسلم بن یسار الجہنیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے یہ آیت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیگئی تھی اور مین سنتا تھا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر داہنے دست قدرت سے اسکے پیٹھ پر مسح فرمایا پس اس سے کچھ ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو مین نے جنت کے واسطے پیدا کیا اور جنتیون کے کام کرینگے پھر اسکی پیٹھ پر مسح کیا اور ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو

مین نے دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور دوزخیون کے کام کرینگے پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ پھر آدمیون کے کام کس بات مین ہین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب کوئی بندہ جنت کے واسطے پیدا کیا تو اس سے اہل جنت کے کام لیے یہان تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال مین سے ایک عمل پر مرتاہے پس اسکو جنت مین داخل فرماتا ہے اور جس بندے کو دوزخ کے واسطے پیدا کیا تو اسکو دوزخیون کے کام مین استعمال کیا یہان تک کہ وہ دوزخیون کے کامون مین سے کسی کام پر مرتاہے پس اسکو دوزخ مین داخل فرماتا ہے۔ رواہ مالک فی الموطا واحمد فی المسند وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وابوالشیخ والحاکم وابن مردویہ والبیہقی ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن ومسلم بن یسار لم یسمع من عمر وکذا قال ابوحاتم الرازی وابوزرعہ۔ وقال ابوحاتم فیہ مسلم بن یسار عن نعیم بن ربیعۃ عن عمر بن الخطاب۔ وکذا رواہ ابوداؤد فی سننہ من طریق عمر بن جعثم القرشی وقال الدارقطنی قد تابع عمر بن جعثم ابوفروۃ الرہاوی وقولہا اولی بالصواب من قول مالک واللہ اعلم۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے آدم کو پیدا کیا تو اسکی پشت کو مسح فرمایا پس اسکی پشت سے تمام ذریات جنکو اللہ تعالے قیامت تک پیدا کرنیوالا ہے گر پڑی الی آخر الحدیث اور اسمین آدم علیہ السلام کا داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر ہزار سال سے چالیس برس دینا اور پھر بروقت نوسو ساٹھ برس گذرنے کی عبادت آلہی وترک تو اب پر نظر کرکے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جو انکی اولاد مین جاری ہوگیا ہے مذکور ہے رواہ الترمذی و قال حدیث حسن صحیح وکذا صححہ الحاکم علی شرط مسلم وابن ابی حاتم اور اس مین ہے کہ آدم علیہ السلام نے انمین جذامی وکوڑھی سپید داغ والے واندھے وطرح طرح کی بیماریون والے بھی دیکھے تو آدم نے عرض کیا کہ پروردگار ایسے کیون کیے گیے فرمایا کہ اسلیے تاکہ میری نعمت کا شکر کیا جاوے۔ عرض کیا کہ یہ کون ہین جنکو مین اور لوگون سے زیادہ ظاہر نور والا دیکھتا ہون فرمایا کہ تیری اولاد مین سے انبیا رہین۔ و فی الباب عن ہشام بن حکیم وابی امامۃ وجماعۃ من الصحابۃ والتابعین فیما رواہ ابن جریر وابن مردویہ وغیرہما من ائمۃ الحدیث۔ اور مقبلی رح نے ابحاث مسددہ مین کہا کہ اس بارہ مین کثرت سے روایات اسقدر ہین کہ اگر کوئی شخص دعوی کرے کہ بتواتر معنوی یہ امر باخبار نبوت ثابت ہے تو کچھ بعید نہین ہے اور لوگون نے کیفیت استخراج مین اختلاف کیا ایسے اقوال سے کہ انکا ستن نہین اور حق یہ ہے کہ ہم کو فقط یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے ذریات آدم کو انکی پشت سے اخراج کیا جیسا کہ صحیح طور سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قدرت آلہی عزوجل بہت اعلی واجل ہے اسمین کوئی استحالہ نہین ہے پس جو بات ممکن وتحت قدرت ہے جب وہ باخبار رسالت ثابت ہوئی تو ایمان والون پر اسکا ماننا فرض ہے اور انکار کفر ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ ذریات کو زندہ نکالا کیونکہ ذریت تو زندہ کو کہتے ہین اور یہان انکو ذریت فرمایا ہے۔ پھر کلبی رح نے کہا کہ آدم علیہ السلام کے جنت مین داخل ہونے سے پہلے سے مکہ وطائف کے درمیان ہوا اور بعض نے کہا کہ جنت سے نازل ہونے کے بعد ہوا۔ اور بعض سلف سے مروی ہے کہ جنت مین ہوا اور ان سب مین احتمال ہے اور خبر واحد کے مانند بھی گمان غالب نہین ہوسکتا سوائے روایت احمد ونسائی وابن جریر وحاکم وابن مردویہ وبیہقی کے جو ابن عباس رضہ سے ہے کہ اللہ تعالے نے ذریات پشت آدم سے میثاق لیا بروز عرفہ در نعمان پس جملہ ذریات کو انکی پشت سے نکالکر مانند چیونٹیون کے انکے سامنے چھڑکا یا الحدیث اور ابوالشیخ وعبد بن حمید وطبرانی نے ابوامامہ رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لما خلق اللہ الخلق وقضی القضیۃ واخذ میثاق النبیین وکان عرشہ علی الماء فاخذ اہل الیمین بیمینہ واخذ اہل الشمال بیدہ الاخری وکلتا یدی الرحمن یمین فقال یا اصحاب الیمین فاستجابوا لہ وقالوا لبیک ربنا وسعدیک قال الست بربکم قالوا بلی الحدیث اور صحیحین کی حدیث انس رضہ مین مرفوعاً اخراج ذریت آدم از پشت در عالم الذر

وانسے عہد ومیثاق لینا مروی ہے ور روایات از صحابہ وتابعین بکثرت ہین جو بتواتر معنوی پہونچی ہین اور اسمین کوئی تخصیص منقول نہین کہ یہ ذریات بصورت آدمی تھین یا نہین اور چیونٹیون سے تشبیہ محتمل ہے کہ صغر مین ہو لیکن کمالین مین زبان سے ذریات کا اقرار کرنا مذہب جمہور سلف وخلف بیان کیا اور یہ مستدعی نہین کہ زبان بمعنے معروف مراد ہو بلکہ نطق مراد ہے کیونکہ سننا وجواب دینا محل زندہ کو چاہتا ہے کچھ انسان بصورت معلوم ہونے کو مستدعی نہین اور اظہر یہی ہے کہ ازل مین یہ عہد ومیثاق واقع ہوا اور وادی نعمان سے عالم ازل کے موافق محل خاص مراد ہے کیونکہ یہ بعد کو حادث ہوا پس اسکی کیفیت ومقام وغیرہ ہمارے عقول سے باہر ومجہول ہے۔ پھر جب ان ذریات کو انکی پشت مین واپس کر دیا تو ارواح کو مقبوض کر لیا اور یہی ظاہر ہے اور رہا یہ کہ ارواح کہان گئین تو اسمین بھی عقل کو مجال نہین ہے اور شیخ عارف شعرانی رح نے قواعد کشفیہ مین لکھا کہ نوشتۂ عہد ومیثاق باطن حجر اسود مین ودیعت ہے ولیکن اس کشف پر قطع نہین ہو سکتا اور اسمین خوض نہ کرنا اولی ہے اور یہان دقائق وغوامض ہین کہ بہدایت آلہی عزوجل اُن تک فی الجملہ رسائی ہے بس محصل نظر اس مقام پر یہ ہے کہ پشت آدمؑ سے اللہ تعالے نے ذریات کو نکالکر اُنکو اپنی وحدانیت وربوبیت کا مقر کیا اور کیفیت ووقت ودیگر اوہام کو یہان گنجایش نہین کیونکہ جسقدر ہم کو بتلایا گیا وہ امر ممکن داخل قدرت آلہیہ ہے پس اسپر بدون تاویل ایمان لانا اہل تحقیق واہل عقل کی شان ہے اور جو نہین بتلایا گیا وہ ہماری عقل سے باہر اور بلا ضرورت ہے فافہم۔ جب یہ امر تمہید کر دیا گیا تو اب ہم کہتے ہین کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین علماء سلف وخلف کے دو قول ہین۔ بعد ازانکہ سب کا اتفاق ہے کہ اخراج ذریت از پشت آدم علیہ السلام بروجہ مذکورہ بالا واقع ہوا ہے اس مین کسی کو خلاف نہین بلکہ دو قول اس مین ہین کہ اس آیت کریمہ سے یہی اخذ واخراج مراد ہے بر سبیل تحقیق یا یہ اخراج بر سبیل تمثیل ہے۔ ابن الانباری رح وغیرہ نے لکھا کہ اکابر اہل علم وعلماء سنت واکثر سلف وخلف کے نزدیک بر سبیل حقیقی واقعہ مراد ہے جو اوپر مذکور ہوا اور کمالین وغیرہ مین بھی یون ہی ذکر کیا ہے اور بعض سلف وخلف کے نزدیک آیت بر سبیل تمثیل ہے ومجاز مراد ہے اور زمخشری رح نے بسبب مرض اعتزال کے اسی پر قطع کیا اور اول سے منحرف ہوا لیکن ائمہ مفسرین اہل سنت نے باوجود جواز اول کے ثانی کیطرف میلان کیا مانند شیخ ابن کثیر رح وبیضاوی ونسفی ورازی وغیرہ کے اور یہی قول شیخ ابو منصور ماتریدی وزجاج رح کا ہے وسیاق الکلام علی ہذا الوجہ ایضًا۔ اور فرق ان دونون قولون مین حقیقت ومجاز کا ظاہر ہے تاہم زیادہ تفہیم وتسہیل کے واسطے بعض وجوہ فرق کو پہلے بیان کر دون تاکہ بعض مفسرین کیطرح خلط ملط سے خبط نہو جاوے پس واضح ہو کہ قول اول آنکہ آیت بر سبیل تحقیق ہے وقول دوم آنکہ از باب تمثیل ہے نہ تحقیق پس آیت مین آخذ از ظہر بنی آدمؑ دراصل اخذ از ظہر آدمؑ ہے کیونکہ پشت آدمؑ سے اخراج ہوا تو اسکو لازم ہے کہ اولاد آدمؑ مین سے ہر ایک کی پشت سے اسکے اولاد کا اخراج ہو پس لازم کے ذکر پر اکتفا کرکے ملزوم کا ذکر نہ کیا۔ وعلی القول الثانی اخراج درحقیقت از اولاد آدمؑ ہے۔ دوم آنکہ اخذ مذکور علی القول الاول اجسام پیدا ہونے سے پہلے ہے اور صحاح وسنن ومسانید مین ثابت ہے کہ ارواح ان ذریات کی ازل مین جنود مجندہ تھین مگر جن مین وہان باہم الفت تھی انمین یہان دنیا مین پیدا ہو کر اُلفت ہے اور جن مین وہان نا اتفاقی تھی انمین یہان پھوٹ ہے اور نیز اللہ تعالے نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور انپر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو نور نصیب ہوا وہ مومن موحد ہوا اور جو بے نصیب رہا وہ دنیا مین کافر ہے۔ وعلی القول الثانی اخراج مذکور اجسام کے ساتھ ہے۔ مقام اخذ واخراج علی الاول مقام ازل یا وادی نعمان وغیرہ ہے۔ وعلی الثانی روے زمین کے مقامات مین سے جہان کہین جس سے جس زمانہ مین پشتہا پشت سے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین۔ حاصل آنکہ قول دوم پر بنی آدم کی پشت سے ذریات نکالکر انکو وحدانیت کا مقر کرنا یہی انکا دنیا مین پیدا کر دینا اور انکو عدم سے موجود کرنا جو حضرت خالق عزوجل کے لیے اقرار خدائی ہے جب یہ

تنبیہ ہو چکی اور یاد ہو گیا تو مترجم پہلے جمہور کے قول اول پر تفسیر کو جسکو شیخ مفسرؒ نے اختیار کیا ہے لاتا ہے پس سنو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ اے واذکر حین اخذ ربک۔ اور یاد دلاوے اے محمد صلعم وقتیکہ لیا تیرے پروردگار نے۔ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ اولاد آدم سے انکے پیٹھوں سے انکی ذریات کو۔ یعنے آدمؑ کی پشت سے انکی بعض ذریت نکالیں پھر ان ذریات سے اور ذریات نکالیں جسطرح کہ قیامت تک ترتیب وار پیدا ہونا مقدر فرمایا تھا پس درحقیقت اول حضرت آدمؑ سے نکلنا شروع ہوا اور یہ ذریات مانند چیونٹیوں کے سفید وسیاہ تھیں اور یہ وادی نعمان میں جو قریب عرفات کے ہے واقع ہوا مترجم کہتا ہے کہ مستند اس قول کا اوپر مذکور ہو چکا یا ذکر نا چاہیئے۔ اور بجائے اخرج کے اخذ میں اشارہ ہے کہ یہ نکالنا اس وجہ پر نہ تھا جو بطریق توالد وتناسل دنیا میں وجود ہوتا ہے بلکہ ازلی اخراج تھا اور ربک میں خطاب آنحضرت صلعم کو بطریق تشریف ہے۔ اور مِنْ ظُهُوْرِهِمْ۔ بدل ہے من بنی آدمؑ سے باعادہ حرف جارہ پس زمخشری وبیضاوی وغیرہ نے کہا کہ بدل البعض ہے یعنے بنی آدم کے تمام جسم سے نہیں بلکہ بعض یعنے پیٹھوں سے نکالا اور کمالین میں کہا کہ یہی ظاہر ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ بدل الاشتمال ہے اور کمالین میں کہا کہ ظاہر مراد اس سے بدل البعض ہے چنانچہ کبھی ایسا اطلاق آتا ہے جیسا کہ شرح کافیہ رضی کیطرف رجوع کرنے سے کھلتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ازل میں ان ذریات کے پیٹھ وپیٹ وغیرہ اعضا نہ تھے کیونکہ یہ اخراج قبل اجسام کے ہیں پس بعض انمیں سے بعض کو مشمول تھے جیسے قولہ تعالے قلنا اہبطوا منہا جمیعا میں صیغہ جمع سے آدم وحوا علیہما السلام کے خطاب میں کہا کہ اہبطوا انتما مع ما اشتملتما من ذریتکما۔ یعنے تم دونوں مع اپنی ذریات مشتملہ کے سب کے سب ہبوط کرو۔ اور علی ہذا یہ جو کہا گیا کہ ظہورہم دلالت کرتا ہے کہ اخراج ازلی مراد نہیں بسبب اسکے کہ ابھی جسم وپیٹھ وغیرہ نہ تھے اب وارد نہیں ہوتا کیونکہ مراد اخراج انکے مشتملات کا ہے اور پیٹھ کا ذکر برعایت اولاد وذریت ہے فتامل۔ پھر مفسرؒ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے ان ذریات کو اخراج کرکے انمیں عقل کو مرکب کیا اور انکے واسطے اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے جس سے انھوں نے اللہ تعالے کو وحدہ لاشریک لہ اپنا رب ومعبود جان لیا لہذا فرمایا۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ اور انکو گواہ کر دیا انکی جانوں پر چنانچہ فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا نہیں ہوں میں تمہارا پروردگار۔ قَالُوْا بَلٰى بولے کہ کیوں نہیں یعنے تو بیشک ہمارا پروردگار ہے بعض مفسرین نے کہا کہ دونوں فریق جنتی ودوزخی میں سے اول نے بطوع ورغبت کہا اور دوم نے بکراہت ولعنت کہا اور یہی معنے ہیں قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا الآیۃ کے بلٰی کلمہ ہے کہ اس سے اثبات نفی سابق ہوتی ہے بخلاف کلمہ نعم کے کہ وہ اثبات کلام سابق ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ الیس زید بقائم۔ کیا زید کھڑا نہیں ہے اور جواب میں کہا جاوے کہ نعم تو معنے یہ ہیں کہ ہاں نہیں کھڑا ہے اور اگر کہا جاوے کہ بلٰی تو معنے یہ کہ کیوں نہیں ضرور کھڑا ہے اور اسکی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انھوں نے کیونکر سنا وجواب دیا تو کہا جائیگا کہ کان وزبان ہونا کچھ ضروری نہیں بلکہ قدرت الٰہی سے کان سنتے وزبان بولتی ہے ایسے ہی اعضا قیامت میں بولینگے اور جیسے قولہ تعالے یا جبال اوبی معہ والطیر میں پہاڑ کو یہ قوت دیدی۔ وسخرنا معہ الجبال یسبحن والطیر الآیۃ میں صریح ہے اور اونٹ نے آنحضرت کو خود بخود سجدہ کیا۔ اور قولہ اذ قالت نملۃ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم الآیۃ میں فہم وگویائی چیونٹیوں کی منصوص ہے اور جو شخص یہاں وہم کرے وہ عجیب جاہل ہے کہ حضرت اللہ تعالے کی قدرتیں ظاہر باہر ہیں پھر اسکو ان باتوں میں کیسے وہم ہوا حالانکہ خود ایک نجس نطفہ اس شان کو پہونچا ہوا بیٹھا ہے کہ اب شیطان کی پیروی میں وہم وشک کر رہا ہے نعوذ باللہ من العمی والضلال۔ بالجملہ ذریات کو اپنی قدرت کاملہ سے عارف کیا کہ قالوا بلٰی۔ شَهِدْنَا۔ بولے کہ کیوں نہیں بیشک تو ہمارا پروردگار ہے ہم اسپر شاہد ہوے۔ یہ سب تحقیقی طور پر ہوا اور بعض متکلمین نے جو کہا کہ مجاز ہے تو اس کی کچھ ضرورت نہیں مگر آنکہ آیت از قبیل تمثیل قرار دیجاوے اگرچہ حقیقت میں ہو سکتا ہے جیسا کہ نصوص صحیحہ میں وارد ہے اور

اگر قائل مجاز نے امکان نہین سمجھا تو اسکا قول مردود ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فعل بصیغہ خطاب قراءۃ ابوعمرو ہے اور بصیغہ غائب باقیون کی قراءۃ ہے اور جملہ کو مفسر رح نے اشہاد مقدر کی تعلیل قرار دیا ہے یا اشہدہم کا مفعول لہ باین طور کہ جملہ قول و مقولہ تفسیر اشہاد تھا بالجملہ مفسر رح نے کہا ہے والاشہاد لان لاتقولوا یوم القیامۃ۔ یعنے یہ اشہاد اور انکو اپنی جانون پر گواہ کردینا اسواسطے ہوا کہ قیامت کے روز تم نہ کہو یا یہ لوگ یعنے کفار یون نہ کہین کہ۔ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ہم لوگ اس توحید سے غافل تھے پہچانتے نہ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے واشہدہم علیٰ انفسہم بما ذکر کراہتہ ان تقولوا الخ۔ یعنے ان لوگون کو خود ان کے اوپر شاہد کردیا بوجہ مذکور بسبب کراہت اس بات کے کہ قیامت مین یہ لوگ کہین کہ ہم اس سے غافل تھے۔ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ۔ یا یہ کہین کہ ہمارے زمانہ وجود کے پہلے سے ہمارے باپ دادون نے شرک کیا۔ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ۔ اور ہم اُن کے بعد کی ذریت تھے پس ہم نے بھی انکی اقتدار کی۔ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے یعنے عذاب فرماتا ہے بوجہ ایسے فعل کے جسکو مبطلین بیہودہ کردار نے ہمارے باپ دادون مین سے کر رکھا یعنے شرک کی بنیاد جما رکھی تھی۔ معنے یہ ہین کہ ذریات کے اپنے اوپر توحید کے شاہد ہوجانے کے بعد انسے اسطرح حجت لانا ممکن نہو کہ ہم توحید سے غافل رہے یا ہمارے باپ دادون نے شرک کی بنیاد مضبوط کر رکھی تھی اور ہم اُنکے پیچھے ہوئے تو ہم نے اُن کی اقتدار کی۔ شیخ ابوحیان رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر کافرون و مشرکون سے بروجہ مذکور عہد نہ لیا جاتا اور نہ اُنکے پاس ایسا رسول آتا جو اُنکو عہد یاد دلاتا کہ اللہ تعالےٰ کی توحید و اخلاص عبادت پر بدلیل عیانی و قطعی شاہد ہوچکی ہو تو کافرون کے واسطے دو حجتین ہوتین ایک یہ کہ ہم غافل تھے اور دوم یہ کہ ہم اپنے اسلاف کے تابع تھے پھر عذاب ہمپر کیونکر ہے حالانکہ گناہ اسکا ہے جسنے ہمارے لیے یہ راہ نکالی اور گمراہ کیا پس اس آیت مین کافرون کا عذر بے بنیاد بھی قطع کردیا۔ حاشیہ جمل رح مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ایسا میثاق واقع ہوا تو ہمکو یاد کیون نہین اور جواب دیا کہ وہ بنیاد اول بسبب انقضاے زمانہ کثیر و کثرت انتقالات از اصلاب و ارحام متعدد و نطورات کے فراموش ہوا اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ مین اپنے پروردگار کے عہد کو یاد رکھتا ہون اور شیخ سہل بن عبداللہ تستری سے بھی ایسا ہی منقول ہے انتہی کلامہ اور شیخ نظام الدین سلطان اولیاء رح سے بھی بمانند اسکے مروی ہے خطیب رح نے ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ یہ میثاق کیونکر حجت ہوگا حالانکہ جب پشت آدم ع سے نکالے گئے تو انہین عقل مرکب کی گئی پھر جب انکی پشت مین اعادہ کیے گئے تو یہ ترکیب باطل ہوئی پھر جب پیدا ہوئے تو اسکو بھولے ہوئے پیدا ہوے اور جواب اسکا یہ ہے کہ بعد پیدائش کے عقل کا اعادہ ہوا اور پھر مرکب کی گئی اور صاحب معجزہ یعنے رسول برحق کی زبان سے اسکو یاد دلایا گیا پس یہ امر بجاے یاد نفس کے ہوا لہذا انپر حجت قائم ہوئی کہ برحق رسولون نے انکو یاد دلایا پس جسنے نہ مانا وہ عہد ازل توڑنے والا ہوا اور صاحب معجزہ کے یاد دلانے کے بعد جسکی خبر صادق بدرجہ کمال ہے انکا عذر فراموشی قبول نہوگا اور حجت ساقط نہوگی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اس جواب مین تامل ہے اسواسطے کہ مشرک و کافر وغیرہ تو رسول کو جھوٹا جانتے ہین خواہ یہ بات ہو یا اور کوئی بات ہو حالانکہ یہ امر انپر حجت مستقل قرار دیا گیا ہے اور رسول برحق کے یاد دلانے سے انکو وہ عہد یاد نہین آتا ہان تصدیق کرنا تو از قبیل ایمان ہے لہذا اولی و اظہر یہ ہے کہ اس آیت مین تمثیل مراد ہے اور اشہاد مذکور سے انکا فطرت توحید پر پیدا ہونا مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول دوم اس آیت کی تفسیر مین ہے اور اس قول پر تفسیر اسطرح ہے کہ قولہ تعالےٰ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیۃ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی آدم ع کی پشتون سے انکی ذریات کو اس حال پر نکالا کہ وے اپنے اوپر اس امر کے شاہد تھے کہ اللہ تعالےٰ انکا رب و خالق و مالک ہے

ف ابوحیان

وہی معبود وحدہ لاشریک ہے کیونکہ ہر بندہ اصل فطرت پر پیدا ہوتا ہے جسپر وہ مجبول ہے کما قال تعالے فطرة اللہ التی فطر الناس علیہا الآلآیۃ صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مولود پیدا ہوتا ہے فطرت پر- وفی روایۃ- اسی ملت پر- پھر اسکے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر ڈالتے ہین الحدیث- وعن عیاض بن حمار المجاشعی عن النبی صلعم اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف یعنے مائل بحق وملت حنیفیہ اسلام پر پیدا کیا پھر شیطان نے آکر اُنکو اُنکے دین سے مگر مین ڈالا اور جو مین نے اُنپر (یعنے بے دین کنندہ) حلال کیا تھا اسکو انپر حرام کیا الحدیث رواہ مسلم- وعن الاسود بن سریع من بنی سعدؓ مین نے حضرت صلعم کے ساتھ چار جہاد کیے پس کافر لڑنے والون کو قتل کر کے مسلمانون نے ذریات یعنے اولاد کو قتل کرنا شروع کیا پس آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کو سخت شدید ناگوار گزرا اور فرمایا کہ بعض قومون کا کیا حال ہے کہ بچون پر دست درازی کرتے ہین پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ مشرکین کی اولاد نہین ہین تو فرمایا کہ تم مین سے جو لوگ بہت صالح مومنین ہین وہ بھی تو مشرکون کی اولاد ہین- خبردار رہو کہ کوئی آدمی نہین پیدا ہوتا مگر فطرت ہی پر یعنے دین واعتقاد توحید پر سلیم القلب پیدا ہوتا ہے اور برابر اسی حال پر رہتا ہے یہان تک کہ اسکی زبان کھُلی پھر اسکے والدین اس کو یہودی یا نصرانی وغیرہ کے دین واعتقاد کو کہلاتے ہین- حسن بن ابی الحسنؒ راوی نے کہا کہ واللہ حضرت حق عزوجل نے اپنی کتاب مین فرمایا واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ رواہ ابن جریر واحمد والنسائی (یعنے حسن بصری ۱۲) پس معنے آیت کے یہ ہین- واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم- اور بیان کر دے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ پیدا کیا تیرے پروردگار نے اولاد آدمؑ کی پشتون سے انکے ذریات یعنے اُن کی نسلین پشت درپشت نکالین ایک قرن کے بعد دوسرا قرن جسطرح کہ دنیا مین وجود ہوتا ہے- واشہدہم علی انفسہم- اور شاہد کیا انکو اُنکی جانون پر یعنے اپنے پیدا کرنے سے انکو دلیل دی کہ وہ تعالےٰ ہی انکا خالق ہے پس یہ دلالت قائم مقام اشہاد کی ہوئی بطریق تمثیل کما فی قولہ فقال لہا وللارض ائتیا طوعًا او کرہا قالتا اتینا طائعین الآیۃ وقال البیضاویؒ انکے پیش نظر اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے اور انکے عقول مین ایسے صنع کی ترکیب دی جو اُنکو اس اقرار کی طرف داعی ہوئی اور بمنزلہ ایسے شخص کے ہو گئے کہ اس سے کہا گیا- الست بربکم قالوا بلی شہدنا- کیا مین تمہارا پروردگار خالق نہین ہون بولے کہ کیون نہین تو ہمارا پروردگار ہے ہم شاہد ہوئے پس اُنکے اس امر کے علم پر تمکین وتمکن کو بمنزلہ اشہاد واعتراف کے قرار دیا بطریق تمثیل کے چنانچہ انکا جواب وشاہد ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے مع قولہ ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا غافلین- یعنے غافل تھے ہمکو کسی دلیل پر تنبیہ نہین ہوئی- او تقولوا انما اشرک آباؤنا وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون- یعنے ہم انکے بعد انکی ذریت ہوئے پس ہم نے انکی اقتدا کر لی کیونکہ شرک ہی کی بنیاد انھون نے جمائی تھی پس ہم معذور ہین- قال البیضاوی وجہ رد یہ ہے کہ انکی اقتدا کرنا اور تقلید کر لینا عذر نہین ہو سکتا اسلیے کہ تقلید کرنا بروقت دلیل قائم ہونے کے اور علم بدلیل پر قدرت حاصل ہونے کے باطل ہے پس انپر حجت قائم ہو گئی کہ کیون انھون نے نظر کو ترک کر کے باپ دادون کی تقلید پر شرک کیا پس اس تفسیر پر اخراج بمعنے ایجاد ہے اور یہ بنی آدمؑ کی پشتون سے بھی قرن بعد قرن ہے اور اشہاد بسبیل تمثیل ہے اور شرک آبا، درزمانہ سابق ذریات کی تقلید در مابعد اپنے معنے مین مربوط ہے اور ازل مین جو اخراج ذریات ہے وہ از آدم ہے نہ از بنی آدم جیسا کہ مذکور ہوا اور حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ احادیث اخراج ذریات از آدمؑ مین اللہ تعالےٰ کے رب ہونے کا اشہاد فقط دو روایتون مین ہے ایک تو روایت ابن عباسؓ جسمین مقام نعمان مین اخراج مذکور ہے اور دوم روایت عبداللہ بن عمروؓ اور ہم بیان کر چکے کہ یہ دونون روایات موقوف ہین مرفوع نہین ہین اور آیت مین اشہاد مذکور ہے پس سلف وخلف مین سے علما نے کہا کہ مراد اس اشہاد سے انکا توحید پر مفطور ہونا ہے جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ وعیاض بن حمارؓ مین مذکور ہوا اور

حسن بصریؒ نے آیت کریمہ کی اسی پر تفسیر کی اسیواسطے اوتعالے نے فرمایا کہ من بنی آدمؑ من ظہورہم ۔ اور من آدم من ظہرہ نہین فرمایا۔ یعنے
اولاد آدمؑ سے اُنکی نسل ہر زمانہ مین یکے بعد دیگرے پیدا فرمائی کما فی قولہ وہوالذی جعلکم خلائف فی الارض ۔ اور قولہ یجعلکم خلفاء الارض اور
قولہ کما انشأکم من ذریۃ قوم آخرین ۔ پھر فرمایا واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی ۔ یعنے ان ذریات کو ایجاد کیا درحالیکہ یہ شاہد تھین اس بات
کی اور بطور حال و قال کے ایسا کہنے والی تھین شہادت کبھی تو بقول ہوتی ہے ۔ کما فی قولہ شہدنا علی انفسنا الآیہ ۔ اور کبھی شہادت بطریق حال
ہوتی ہے کقولہ تعالے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر ۔ یعنے انکا حال اپنر اس امر کا شاہد ہے اور یہ معنے نہین کہ کافر اپنے
اوپر کفر کے شاہد بقول تھے اور ایسے ہی قولہ تعالے وانہ علی ذلک لشہید ۔ جیسے سوال مین ہوتا ہے کہ کبھی بقول ہوتا اور کبھی بطریق حال ہوتا ہے
کما فی قولہ وآتاکم من کل ماسألتموہ الآیہ ۔ اور دلیل اس بات پر کہ مراد اس اشہاد سے شہادت بطریق حال ہے یہ ہے کہ کافرون و مشرکون کے
کفر و شرک کرنے کے الزام پر یہ اشہاد بروز قیامت حجت کیا گیا ہے پس اگر اخراج ذریت از صلب آدمؑ کا اشہاد مراد ہو تو ہر شخص کو یاد ہونا
چاہیئے تاکہ اسپر حجت ہوا در اگر کہا جاوے کہ اخبار رسول اسکے وجود مین کافی ہے تو جواب آنکہ منکرین تو رسول کے جملہ اقوال کے منکر ہین
حالانکہ یہ اشہاد منکرون پر حجت مستقل قرار دیا گیا نہ حجت بر تقدیر تسلیم از رسول لہذا ثابت ہوا کہ اشہاد وہ ایجاد فطرت بر توحید ہے ۔ فافہم ۔
پھر واضح ہو کہ علمار معانی کے نزدیک اغراق مقبول نہین تاوقتیکہ لفظ کاد و اسکے مانند کسی سے مقترن نہو بدلیل شہادت ذوق سلیم و طبع مستقیم
کے ۔ اور آیت کریمہ سے ان لوگون کے قول کا رد ہوتا ہے ۔ شہابؒ نے ریحانہ مین فرمایا کہ اغراق کے واسطے بمانند کاد وغیرہ ضروری ہونے کو
اگرچہ علمار معانی نے تسلیم کیا مگر وہ محتاج ایضاح و بیان ہے کیونکہ جو اسپر وارد ہوتا ہے اسکا معارض و مکدر ہے جیسے یہی کلام آلہی کیونکہ یہ اسی کے
معنے مین بدون حرف کاد وغیرہ ہے اسلیے کہ پشت آدمؑ و بنی آدم سے ذریت کا اخراج قبل پیدائش و ظہور کے اور مواثیق و عہود لینا از قسم مقتضی تعجب
و ترہیب ہے اور یہ بر سبیل تحقیق ہے نہ بر سبیل تخییل و تقدیر اور یہی حدیث صحیحین مین مذکور اور علمار حدیث کو معلوم ہے اور اسکے معنے و تفسیر مین انکے
دو طریقے ہین ۔ اول آنکہ آیت و حدیث از قبیل متشابہ ہے جسکی تاویل یعنے تحقیق الکیفیۃ و ما کان الیہ اول امرہ مخصوص بعلم آلہی ہے ۔ اور علی ہذا
اسمین کچھ اشکال نہین اور نہ بحث کو یہان مجال ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ سوائے کلام آلہی عزوجل کے حدیث شریف مین بھی وارد ہے
پس متشابہ کیونکر ہے جواب آنکہ متشابہ ہونا اور حدیث مین بزبان رسالت و نبوت بیان ہونا دونون مین منافات نہین ہے مانند عذاب قبر اور
اہل جنت کا کھانا پینا وغیرہ از راہ کیفیت متشابہ ہین پس آنحضرت صلعم کو جو وحی خفی ہوئی وہ آپ نے بیان فرمائی جیسے وحی جلی کو تلاوت فرمایا پس
اسمین جو مضمون جس راہ سے ہے متشابہ ہوگا فافہم ۔ ثم قال الشہابؒ اور طریقہ دوم آنکہ اسکے ایک معنے جلیل ہین جنپر اقوی برہان و دلیل قائم ہوئی
پس بعض نے کہا کہ یہ کلام بطریق استعارہ و تمثیل ہے جس مین توحید باری تعالے و صحت احکام شرعیہ کو جو مرکوز لفطرت اصلیہ ہین انکے وضوح کو
بمنزلہ خارج مین ظاہر ہونے کے قرار دیا اور انکے واقعی ظاہر و مسلم ہونے کو بمنزلہ اشہاد قوم کے قرار دیا پس اب کوئی وہم اسپر وارد نہین ہوتا
قال المترجم و علی ہذا قول امام ابوحنیفہؒ کہ اگر رسول و انبیار علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو بھی کوئی بندہ توحید آلہی خفی و پوشیدہ سمجھنے مین معذور
نہ رکھا جاتا یہ قول یہین سے ماخوذ ہے فافہم واحفظہ ۔ ثم قال الشہابؒ اور ہم کہتے ہین کہ وہ امر جسمین مبالغہ و اغراق واقع ہوا ہے دو حال سے
خالی نہین یا تو بعد زمانہ بعید کے واقع ہوگا جیسے قیامت یا نہ واقع ہوگا اور دوم مین دو حال ہین یا تو محال متعذر الوقوع ہوگا جسکے نظائر و
مشابہ ہین یا نہین پس اول مین تو مبالغہ مقبول ہے باین معنے کہ جسکا تحقق یقینی ہے اسکو بمنزلہ واقع کے قرار دیا اور ایسے ہی دوم بھی کیونکہ ممکن ہے
کہ اسکے مجاز یا کنایہ مراد ہوا در رہی قسم اخیر پس اسی مین گفتگو ہے اور اہل معانی کے نزدیک یہ قرار پایا کہ جب تک اس سے کوئی مسوغ مانند کاد

وغیرہ کے مفسرین نہو تب تک وہ مقبول نہین ہے پس بر تقدیر تسلیم بھی یہان کچھ مضر نہین کیونکہ آیت کریمہ اس قبیل ہی سے نہین ہے اسلیے کہ اسکی اسناد اس پاک پروردگار وحدہ تعالےٰ شانہ کی طرف ہے جسنے معدومات کو ارحام عدم سے ظاہر کیا پس ہم کو اسپر ایمان ہی واجب ہے اور خارج از فہم بشری کا علم او تعالےٰ کی جناب مین سپرد کرنا فرض ہے وکفی ہذا الاحتمال فی نحو ہذا المجال وما بعد الہدی الا الضلال والسلام علی من اتبع الہدیٰ

قال البیضاوی اور مقصود اس کلام کے ایراد سے اس مقام پر یہ ہے کہ الزام دیا جاوے انکو عہد و میثاق عام توڑنے کا بعد ازآنکہ انپر میثاق خاص توڑنے کا الزام اوپر ہو چکا اور نیز انپر حجت لائی جاوے سمعی و عقلی دونون حجتون سے اور نیز منع کیا جاوے انکو تقلید مذموم سے اور آمادہ کیا جاوے کہ قرآن مجید کی آیات بینات مین بقلب سلیم استدلال و نظر کرین۔ کما قال تعالےٰ۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور اسیطرح ہم تفصیل یعنے تبیین یعنے کھلا کھلا بیان فرماتے ہین آیات توحید کا تاکہ اس مین نظر و غور کرین اور شاید کہ یا بمعنے تاکہ وہ رجوع کرین یعنے کفر سے اور عہد شکنی و شرک و تقلید آباء و اجداد سے پھرین اور راہ حق پر آوین۔ اور علی ہذا یہ آیات بھی اس سورہ مکیہ سے مستثنیات مین ہین۔ کما مر فی اول السورۃ فتذکر

فی العرائس قولہ تعالےٰ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے انہین سیر تقدیر ازل سے جو فی نفسہ اول الاول مین ہر قبل سے قبل بدون تغایر زمان و تواتر ملوان کے تھا اس سے آگاہ فرمایا۔ اور یہ ارادہ سابقہ ازلیہ ذاتیہ صفاتیہ احدیہ ہے کہ ہستی اسکی بوجود اسکے ایجاد کے بظہور وجود او تعالےٰ عز و جل ہے پس متقاضی ہوا ارادہ از علم۔ اور علم از قدرت اور قدرت از جمیع صفات اور جمیع صفات از ذات بدون تفرقہ اور بغیر جمع کے بلکہ بوحدانیت۔ پس اجابت فرمایا صفات نے ذات کا اور ذات نے صفات کا بدون کسی حاجت کے اور بغیر وحشت اور بدون انس بحوادث کے بلکہ برائے وجود اہل عرفان۔ پس دہور ازلی گذرے بدون زمانہ و مکان کے بلکہ قدم مین قدم اور ازل مین ازل ہے۔ حق تعالےٰ نے علم قدیم سے خبر دی نہ وقت سے۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا و اذ اخذ حالانکہ اسکی درگاہ پاک مقدس مین صبح و شام کو دخل نہین اسلیے کہ یہ حوادث ہین پھر جب دہور اولیہ جو کہ دہر الدہار منزہ از مکان و زمانہ ہے پوری ہوئی اور انکا پورا ہونا بوقت ایجاد ممکنات و کائنات و اظہار اہل عرفان ہے تو تجلی فرمائی انوار ذات نے واسطے انوار صفات کے اور انوار صفات نے واسطے انوار ذات کے پھر ذات پاک منزہ مقدس نے ارادہ و محبت کے لیے تجلی فرمائی پھر ارادہ و محبت نے فعل خاص کے لیے تجلی فرمائی پھر فعل خاص نے فعل عام کے لیے تجلی کی پھر فعل نے عدم کے واسطے تجلی کی اور کمن غیب سے ارواح کو بنعت ایجاد نکالا اور انکو فعل عام سے حیات دی اور نور فعل خاص سے لباس دیا پھر مشرب محبت و ارادت پر انکو حاضر کیا اور چشمہ محبت سے شربت زلال عشق پلایا اور چشمہ ارادت سے آب مصفاے توحید نوش کرایا پس شربت محبت و عشق سے حالت سکر مین ہو کر معدن صنعت کی طرف بازوے توحید در انوار صفات پرواز کی پھر انوار صفات کے بازو سے انوار ذات کی طرف پرواز کی پس دیدار قدم سے قدم مین فنا ہوے اور دیدار بقا سے بقا مین رہے اور ہر ایک انہین سے موارد صفات مین سے ایک مورد کی طرف جھکا اور ہر ایک کو اپنی مناسب چشمہ پر سکون ہوا پس بعض تو چشمہ عظمت پر ہین اور بعض بر چشمہ جلال اور بعض بر چشمہ جمال اور بعض بر چشمہ کبریا اور بعض بر چشمہ قدم اور بعض بر چشمہ بقا۔ اور بعض بچشمہ بہار اور بعض بر چشمہ حسن۔ اور بعض بر قدس۔ اور بعض بر سنا آن۔ و بعض بنور الانس۔ و بعض بنور الاسماء و النعوت۔ و بعض بر چشمہ حیات۔ اور بعض بنور البصر۔ اور بعض بنور السمع۔ و بعض بنور الکلام۔ اور بعض بنور الوجہ۔ و بعض بنور القدرۃ۔ و بعض بنور العلم۔ و بعض بنور المشیتہ و الارادۃ۔ اور بعض انہین سے صفات خاصہ پر جو استواء علی العرش وغیرہ صفات ہین۔ قال المترجم یہ نص صریح ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ کیطرف سے کہ مذہب ان کا مذہب سلف رضی اللہ عنہم ہے کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالےٰ عز و جل کی صفت خاصہ ہے جسکا پر تو کسی مخلوق کو نہین

مانند علم و حلم وغیرہ کے فافہم۔ اور بعض بنور عطا اور بعض بنور لطف و بعض بر چشمۂ قہر ہین۔ اور ان ارواح مین سے ہر ایک فریق کو اپنے مورد کی سجیت و جبلت اور اسکے پینے کی قدرت حاصل ہے اور ہر ایک انہین سے اپنے ہی مورد کا مشتاق ہے اسی واسطے ان ارواح کے طبائع مختلف ہین مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات ہر ایک کے جُدا گانہ ہین پھر انہین سے جو ارواح کے فرقے کہ عیون متنوعہ الطاف پر ہین وہ معرفت مین ہین اور ہمیشہ اسی پر رہینگے اور جو ارواح کہ عیون قہریات پر ہین وہ ہمیشہ ضد معرفت یعنے نکرت پر رہینگے چنانچہ دنیا مین ان کی راہین ایمان اور شرک و کفر وغیرہ کی مختلف نہین دیکھتے ہو کہ کافر ابو جہل کو آنحضرت صلعم سے ہادی پاک سے ہدایت نہوئی اور تا دم مرگ اسکو اپنا مشرب قہر ہی پسند رہا پھر جب حق سبحانہ تعالے نے ان ارواح کی عبودیت کو چاہا جیسا کہ اسکے قدیم علم مین تھا تو انکو بشری صورت مین بر صفت امتحان و عبودیت وہان سے نکالا اور انکو لباس متصلیہ پہنایا یعنے جیسے زنجیر کی کڑیان سلسلہ وار الگ و جڑی ہوئی ہوتی ہین اس لباس سے خارج فرمایا۔ کما قال تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم۔ ان سب کو اس حالت سے نکالا کہ سب کو وجود حق سبحانہ وتعالے ظاہر تھا پس سب کے سب اُسکے نور ظہور و تجلی ذات و صفات سے اصل فطرت مین موحد خارج ہوئین پس اُنکا اخراج بتاثیر صفت ور فعل ہوا پس اخذ الٰہی سبحانہ کی برکت فقط اہل معرفت کو پہونچی کیونکہ او تعالے سبحانہ کا انکو اخذ کرنا اخذ لطف و وصل ہے اور اہل نکرت کو اس اخذ کا قہر پہونچا کیونکہ انکے لیے اخذ قہر ہے پس جنکا خروج بلباس لطف ہوا اُنھنے حق سبحانہ تعالے کو بمشاہدۂ عیانی مشاہدہ پایا اور جس کا خروج بلباس قہر ہوا اُسنے قہر حق کو بلباس امتناع و حجاب مشاہدہ کیا اسی واسطے بعضے بطور دہریہ کے بالکل منکر ہوئے۔ قال المترجم حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے واذا ذكرت ربك في القرآن وحده ولوا على ادبارهم نفورا۔ اور اہل قہر او نہ دے تجلی قہر ہی پاتے ہین حتی کہ اشرف مخلوق انسان ہو کر پتھرون و صلیب و سانپ و درختون وغیرہ کو معبود بناتے اور خود اسکا بندہ بنتے اور کس درجہ رذالت مین گرے چلے جاتے اور اسی کو محبوب رکھتے ہین اللهم اعوذ بك من القهر والضلال اللهم انت كما اثنيت على نفسك اللهم اسالك ان تجعلني عبدا لك اللهم غفرانك سبحانك تبت اليك وانت ارحم الراحمين۔ قال الشیخ اور انکو اپنی جانون پر شاہد کیا تاکہ دیدار صرف سے تجلی التباسی مین ہوجاوین اور اگر انکو اپنی ذات پاک پر شاہد فرماتا تو قول الست بربکم۔ خطاب سے اُنکو پہچنوانے کی ضرورت نہوتی۔ اول مین شاہد عذاب او سبحانہ تعالے تھے پھر غائب ہوئے پھر اُن کو اس حالت مین وہ موارد و مشارب حال اول کے جو عدم سے بنور قدم نکلنے کے وقت تھے بقول الست بربکم۔ یاد دلائے و پہچنولئے پس یہ خطاب برائے معرفت واذن دیا داد ہے دا اللہ بعضہم ۔ سقیا لعهدك الذي لو لم يكن + ما كان قلبي للصبابة معهدا + یعنے اگر جام الست سے جرعہ پاک اسکے کرم سے نصیب نہوا ہوتا تو آج سلطان عشق کی منزل کے لیے یہ قلب ضعیف متعین نہوتا۔ اور ایسے ہی اشعار شیخ نے اور نقل فرمائے پھر لکھا کہ قبل خطاب کے غائب ہوئے پھر حلاوت خطاب سے چونک کر عہد قدیم یاد آیا۔ اور یہ خطاب پاک بندگان خاص کے لیے جو اہل لطف ہین خطاب عطوفت ہے اور اہل قہر کے لیے خطاب تعظم ہے عارفین کو خطاب تعریف اے عطائے معرفت ہے اور جاہلون منکرون کو خطاب قہر و امتحان ہے پھر طوعاً و کرہاً سب نے وحدانیت کا اقرار کیا پس بطوع تو اہل عرفان ہین اور بکرہ اہل طغیان ہین پس اگر ظہور قدرت در اقرار خطاب نہوتا تو سب کے سب اعتراف کر کے بلٰی نہ کہتے بلکہ صرف اہل شہود و عرفان ہی خوشی خطاب سے پھولے نہ سماتے اور یہی رٹے جاتے پھر جب انکو یہ خطاب فرمایا تو اہل توحید اس فرحت مین ہین کہ ہم اس لائق کیے گئے کہ او سبحانہ تعالے نے اپنی پاک ذات کو ہمارا رب فرمایا اور ہم اسکے بندے ہوئے فالحمد لله رب العالمين ۔ چون او تو دگر خداندارى + او بر تو صد ہزار دارد ۔ پس اس فرحت مین پھولے نہ سمائے اور بازوے توحید کے ساتھ ہوائے ہویت مین پرواز کر گئے۔ قال المترجم یعنے خود فنا ہو اور باصل بقا باقی ہو گئے۔ قال الشیخ اور سے اہل قہر تو خوفناک دہشت قہر

مین مبہوت وحیران ٹاپتے رہے پھر اﷲ تعالیٰ نے میثاق خطاب مین توثیق عظیم فرمائی کہ انھون نے کہا کہ شہدنا ہم شاہد ہوئے کیونکہ اب تو درگاہ وصل تک پہونچ گئے ہین۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ میثاق مین اہل عرفان کے واسطے نقاب از وجہ سرمدیت کشادہ ہوئی یعنے ان بندون پر جو حجاب تھا وہ مرتفع فرمایا تھا تاکہ کوئی لمحہ اُسکو فراموش نہ کرین اگرچہ پردہ امتحان مین ہون کیونکہ عاشق کی شان یہی ہے کہ جملہ بلیات مین معشوق کے دیدار سے محجوب نہین ہوتا کیونکہ اسکے تمام وجود مین ساری ہے۔ ابوسعید خرازؒ نے اس آیت مین کہا کہ اہل معرفت کے واسطے اس آئینہ مین اسکون تجلی ہوئی پس وہ مطمئن ہوئے اور اہل کفر پر بعظمت تمام تجلی ہوئی کہ ہیبت سے مقر ہوکر متفرق ہوئے اور ان کی عقلین طیش کھاکر پارہ پارہ ہوئین۔ شیخ یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کلام پاک سے آگاہی دی کہ انکو انکے رب کریم کی طرف سے ایسے حال مین خطاب ہوا کہ موجود نہ تھے مگر اسی طور کہ انکو ایجاد کر دیا تھا پس انھون نے حق تعالیٰ کو بغیر وجود اپنی ذات کے پایا تو حق عزوجل موجود بحق اس شان ہین باین معنے تھا کہ اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہین جان سکتا اور کوئی ادراک نہین کر سکتا۔ قال المترجم اشارہ ہین شیخ نے خود اجمال کیا فتفکر واﷲ اعلم بعض نے کہا کہ جواب بلےٰ۔ بدون مشاہدہ تھا پھر کشف ملا تو شہدنا بولے۔ یعنے تیری حقائق حق کے شاہد ہوئے حسینؒ نے کہا کہ ان چیونٹیون کو حق عزوجل نے ناطق کیا کہ ایمان کا طوعاً او کرہاً اقرار کیا انکو برکت اخذ سے نطق ملا انکو انکی خودی سے لے لیا انکو ناطق کیا کہ خود نہ تھے پھر انکو حقیقت پر شاہد کیا پس قدرت کا نطق تھا بدون توہم غیریت کے۔ قال المترجم گویا اشارہ کیا کہ اپنے خودی کے ساتھ شہود سے محرومی ہے اور وہی اس وجود مین ہے۔ فافہم۔ نصرآبادیؒ نے ان آیات مین فرمایا کہ اول اکبر و مالف اعظم معافین از سلالہ طین وما بعد آن از نطف و مضغ ہین بعلامہ از جملہ اخذ اول ہو یا اس معتادی اخذ کی طرف جو بطریق سلالہ و نطف ہے مردود کیے ہوئے ہو کیونکہ اخذ الاول تو اول باول الاول ہے اور وہ اول بالاول کے ساتھ اول ہے۔ قال المترجم لا استطیع قولا غیر ہذا وان سنح سانح فللّٰہ المثل الاعلیٰ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئ علیم۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اخذ الٰہی بروجہ تلطف و تکرم تھا بلکہ بجلال و عظمت تھا بلکہ اخذ اسکا عزت و استغنا تھا۔ وقال ایضاً۔ یہ اخذ الٰہی کسی حاجت سے نہ تھا پاک ہے اﷲ تعالیٰ سبحانہ بلکہ بندون پر محبت تھی پس خلق کو انکی محتاجی نے ممنوع ظاہر کر دیا کہ معانی حجت سے ایک ذرہ نہین رکھتے۔ وقال ایضاً۔ اخذ الٰہی سبحانہ از معدن بسوے معدن واز معدن برائے معدن تھا جریریؒ نے کہا کہ ہر گروہ کی طرف اسی معرفت سے شناخت کرائی جو اسکو عطا فرمائی ہے پس ہر گروہ نے بلےٰ کہا اور ہر ایک پر جو انعام و احسان ہوا ہے اسکا اقرار کیا پھر انکو پشت آدم سے اخراج فرمایا۔ وقد قال تعالیٰ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم۔ یعنے صحابہ رضوان اﷲ علیہم کو خطاب فرمایا کہ تم سب باہم دشمن تھے پس تمہارے قلوب مین الفت دیدی یعنے ایک جان واسقدر متعدد قالب ہوگئے۔ اور اپنے رسول صلے اﷲ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اﷲ الف بینہم۔ یعنے اگر تو تمام زمین کے اموال خرچ کرتا تو انکے دلون مین الفت نہ دے سکتا لیکن اﷲ تعالیٰ نے انکے درمیان الفت دیدی بعض مشائخ نے کہا کہ عین قدم مین بمنصب قدرت خطاب کیا۔ شیخ عبدالرحیم سے پوچھا گیا کہ کن کو خطاب ہے تو فرمایا کہ قدرت مین موجود اور عالم شہود وجود سے غائب تھے۔ وقال ایضاً۔ انھون نے کلام پاک سُنا کہ اسکے مثل کوئی شئ نہین کما فی قولہ لیس کمثلہ شئ۔ اپنے لباس نور مین انکی حیات کو مخلوق فرمایا اور سب کا قوام اس کلمہ سے کیا۔ قال غیرہ خالص ان خلق خدائے تعالیٰ بولایت الٰہی منتخب اور بکرامت الٰہی مخلص ہین انکو اپنی فردانیت سے فرد کیا اور انکے اجساد کو دنیائی ارواح کو نورانی اور اذہان کو روحانی کیا اور انکی ارواح کا وطن غیب قرار دیا اور تحت السرائے ملکوت مین اُنکو جگہ دی وہی ہین کہ جو ازل مین ایجاد فرماکر پکارا تو جلدی سے اُنھون نے قبولیت کا جواب دیا۔ انکی ترکیب نے جواب دیا اور اُنھون نے حضرت خالق عزوجل کو پہچانا در حالیکہ وہ صورت انسانیہ مین

نہ تھے پھر مشیت الٰہی سبحانہ نے انکو پشت آدمؑ سے نکالا کما اخبر تعالےٰ واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ خطاب انکو ایسی حالت میں کہ وہ باوجود حق سبحانہ تعالیٰ جو وہم و خیال و نقص و زوال و عیب سے مبرا ہے موجود تھے کیونکہ حق عز و جل کی معرفت کو انھوں نے اپنے آپ میں پایا پس یہ عطاے معرفت از حضرت حق سبحانہ تعالےٰ بدون انکے اس وجود کے موجود بحق تھی۔ قال المترجم سبق الکلام فی نحوہ شیخ استاذؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں اوتعالےٰ نے اپنے سابق عہد و صادق پیمان و اسکی تاکید سے اور بندون کو اپنی پاک ذات پہچنوانے و انکے اقرار ربوبیت سے خبر فرمائی ہے بعض نے کہا کہ خطاب میں انکو مجتمع کیا لیکن ان لوگون کے حال میں فرق ہے چنانچہ ایک گروہ کو خطاب بوصف قرب ہے پس جس سے خطاب ہے خود اُس کی معرفت دیدی۔ دوم گروہ کو پردۂ غیبت میں باقی رکھا اور عرفان سے پرلے سرے دور کرکے محجوب فرمایا بعض نے کہا کہ ایک گروہ سے عین کشف میں لطف فرمایا کہ نعت توحید سے اقرار کیا۔ دوسرے گروہ کو عین شہود میں بعید کیا تو سر جحود سے انکار کیا۔ قال المترجم یعنے انکا اقرار عین انکار تھا اور توضیح مقام یہ ہے کہ معرفت الٰہی میں ذات پاک کا کیا ذکر ہے صفات کی معرفت بندہ کے وسع مجال سے باہر ہے دیکھو حضرت سید الرسل صلعم فرماتے ہین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس راہ شہود و معرفت و وصول بانوار قرب یہی اس حیات فانی کی معرفت ہے کہ بعد موت بحمد اللہ تعالےٰ رفع حجاب ہے اور اسی وجہ سے طریق معرفت فی نفسہ واحد ہے اور وہ اعتقاد توحید بزبان انبیاء و رسل علیہم السلام ہے ورنہ عقل و گمان سرگردان سے جسنے کچھ اعتقاد کیا وہ جس مبلغ منتہی کو پہونچے وہ عین دوری ہے اور جو کچھ خیال کرے وہ قطعاً حضرت اوتعالےٰ کا غیر ہے لیکن اس گمراہ کا وہی معتقد معبود ہے پس بسا اوقات آیات بینات میں بندے کے تصورات اسکو لیجاتے ہین کہ حضرت باری تعالےٰ شانہ اس شان پر ہے جو مین سمجھا حالانکہ وہی عین خیال کا معبود بنانیوالا ہے اگرچہ اپنے زعم میں سمجھا کہ مین معتقد خطاب الٰہی ہون لہذا الفکر در ذات و صفات الٰہی سے منع فرمایا گیا ہے اور مقام نازک ہے یہان باتون کو گنجایش نہین پس یہ جو شیخ نے لکھا کہ عین شہود مین اقرار جحود تھا اسکے یہی معنے ہین کہ بسبب عدم ہدایت الٰہی کے راہ سے عین گمراہی کو عین راہ سمجھکر اپنے زعم مین ربوبیت الٰہی کے مقر ہوئے تھے اور بسبب حجاب کے اصل ہدایت سے بے خبر تھے لہذا اہل حق نے کہا کہ ہدایت کرنا فقط حضرت باری تعالےٰ عز و جل کی طرف سے ہے پس اگر مترجم کا کلام اس مدعا کے واسطے توضیح ہو تو کثرت سے اشکال یہان حل ہو جاوینگے اور یہ قابل حفظ بات ہے جس سے اہل تصوف و اہل شرع دونون مختلف نہین ہو سکتے اور بعد اس کے بکثرت فروع مسائل مین توافق اور کثرت سے معتزلہ و مجسمہ وغیرہ جاہل فرقون کی جہالت کا انتشار اور افلاطون و ارسطو وغیرہ ایک خدا کے کہنے والے فلاسفہ کی گمراہی کا انتشار اور کثرت سے مسائل تصوف و عقائد کی دلیل اس سے کھلتی ہے واللہ تعالےٰ اعلم و ہو یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اللھم اہدنی واتنی مومنا وانک انت التواب الرحیم بعض نے کہا کہ ایک گروہ کے قلوب پر تجلی فرمائی پس انکے حق مین معرفت کرامت فرمائی کا متولی ہوا تو بلیٰ شہدنا انھون نے عین یقین سے کہا اور دوسرے گروہ کو مقام حجت مین ڈالا تو انھون نے بنصب دلیل اسکو گمان و تخمین سے کہا بعض نے کہا کہ مومنون کو بھی نفس سماع مین مشترک رکھا اور مزید جواب مین مغائرت فرمائی پس بہتون نے بطبع میراث جو بفضل ربوبیت ہے اقرار کیا اور باقیون نے بخلوص اقرار شہادت دی کہ بالعیان مشاہدہ پایا بعض مشائخ نے کہا کہ ایمان و کفر کے دو فریق ہین پس ایک کو بلطف قرب ملاطفت کی تو مستقیم ہوے اور دوسرے کو بشان ہیبت خطاب کیا تو ربوبیت کے اقرار مین مقہور ہوئے بعض نے کہا کہ ایک فریق سے کشف حال خطاب بروجہ محبت تھا کہ وہ انکے مکامن اسرار مین رہے حتی کہ اس وجود دنیاوی مین جب سُنا تو وہ حالت تازہ ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نظام دہلوی قدس سرہ کا قول مشہور ہے کہ مین نے خطاب ازل پوربی آہنگ مین سنا اسمین اشارہ ہے کہ کلام قدیم بر تغیر زبان سے مانند عربی و فارسی و پوربی و پنجابی وغیرہ سے پاک ہے۔ اور ہر بندہ جو اس عہد پر قائم ہے منجملہ اسکے نشان کے یہ ہے کہ کلام الٰہی

اُسکو محبوب اور اسکی نظر و سماع مین سخت مرغوب اور اسمین اسکے نزدیک تمام جہان کے کلام سے فرق بیّن ہوتا ہے والسلام۔ بالجملہ آیت کریمہ
اس اخراج کی کیفیت و خطاب و جواب وغیرہ امور مین بنابر تحقیقی قول کے متشابہات مین سے ہے اور اللہ تعالےٰ جہانتک چاہے اپنے بندونکو
اسمین سے علم دیتا ہے لیکن مقصود اصلی اس سے یہ ہے کہ بندے خلق ازل مین مقر ربوبیت ہوچکے ہین اسقدر معلوم ہے پس جنکو نور ازل پہونچا
وہ اسکے مقتضا پر ہین حتی کہ ادنیٰ اشارہ سے متنبہ ہوتے ہین اور صالحین بندے اور امور صلاحیت انکو محبوب ہین اور جو نور سے محروم تاریکی
مین رہے وہ اسکے برعکس اور حضرت حق عزوجل سے درحقیقت نفور اور صالحین و صلاحیت سے بغض رکھنے والے خواہش نفس کے پابند ہین
اگرچہ بسبب نادانی کے اپنے زعم مین اپنے آپ کو ایسا نہ سمجھین پس جب تک کہ حضرت رسول علیہ السلام کے بتلائے ہوئے اعتقادات در باب ذات و صفات
و سکھلائے ہوئے معاملات دین و دنیا پر ٹھیک معتقد نہون تب تک جاہل ہین اور یہودیون کی یہی خصلت تھی اور نصاریٰ بھی ایسے ہی ہین
چنانچہ یہود کو دنیا کی محبت اور اپنی رائے و نفس کی متابعت مین اور اہل حق خصوص انبیاء علیہم السلام سے عداوت مین غلو تھا حالانکہ ان چیزونکا
انجام بہت سخت بدتر ہے لہذا انکو پے درپے تذکیر فرمائی اور خصوص ایک واقعہ یاد دلایا۔ بقولہ۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝
اور سُنا انکو احوال اس شخص کا کہ ہمنے دی تھین اسکو آیتین پھر انکو چھوڑ نکلا پھر پیچھے لگا اُسکے شیطان تو وہ ہوا گمراہون مین

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ
اور اگر ہم چاہتے تو اُسکو اُٹھا لیتے اُن آیتون سے لیکن وہ گر پڑے زمین پر اور چلا اپنی چاہ پر تو اسکا حال جیسے کتا اُسپر

تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
تو لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے اُن لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آیتین سو تو بیان کر

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝
احوال شاید وہ دھیان کرین بری کہاوت ان لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ۔ اور تلاوت کردے اے محمد ان یہودیون پر یعنے ہماری وحی سے سنادے۔ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا خبر اس شخص کی
جسکو دی تھین ہم نے اپنی آیتین۔ یعنے اُسکو ایسی چیزین دی تھین جو ہماری توحید و الوہیت پر دلیل تھین خواہ اس طرح کہ اگلی آسمانی
کتابون کا علم رکھتا تھا یا اس طرح کہ اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم اسکو معلوم تھا جب اس سے دعا کرتا تھا فوراً اثر ظاہر ہوتا تھا اور ادلے یہ کہ
عام رکھا جاوے جو ان امور مذکورہ و دیگر امور کہ جو آیات ہونے مین شامل ہو الذی اسم موصول مبہم ہے اسکو مصرح نہین فرمایا۔ اس مین
بلاغت یہ کہ صلہ کے قرینہ سے آدمی خوب نظر دوڑاتا ہے اور اچھی طرح تامل سے فائدہ پاتا ہے اور نیز یہ کسی کا عیب مصرح نام لیکر نہوا اور
پردہ پوشی کی خصلت کی جانب ارشاد ہے اور تفسیر مین بضرورت بیان ہوگا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا اے خرج من الآیات بکفرہ کما تخرج الحیۃ
من جلدہا۔ یعنے انسلاخ کے معنے اصل مین یہ کہ کسی چیز سے دوسری چیز کا نکل جانا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے اسی واسطے ذبح کئے
جانور کی کھال کھینچ لینے کو سلخ کہتے ہین اور وہ مسلوخہ ہے پس معنے آنکہ یہ شخص مذکور ان آیات الٰہی سے کفر کرکے ایسا نکل گیا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے
باہر ہوجاتا ہے۔ اسمین اشارہ ہو کہ آیات کا اثر اسکے قلب مین نہین بیٹھا تھا وقد قال تعالےٰ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ اور جیسے یہود کے
حق مین فرمایا۔ واشربوا فی قلوبہم العجل۔ یعنے انکے دلون مین بچھڑے کی محبت رچ گئی اور اسطرح بیٹھ گئی تھی جیسے اسفنج پانی چوس لیتا ہے

پھر ایمان کہان ہے پھر مفسرؒ نے تصریح کردی کہ یہ شخص مذکور بنی اسرائیل کے عالمون مین سے ایک عالم بنام بلعم بن باعورا تھا اُس سے لوگون نے
درخواست کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وانکے ساتھیون پر بد دعا کرے اور اسکو ہدیہ دیا گیا پس اُسنے لالچ مین بد دعا کی سو وہ اسی پر لوٹ پڑی
اور اسکی زبان مُنھ سے نکلکر سینہ کو لٹک پڑی۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فادرکہ فصار قرینہ پس پالیا اسکو شیطان نے پس اسکا ہمنشین یار
ہوگیا مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ اتبعہ بمعنے تبعہ متعدی بمفعول واحد ہے۔ راغبؒ نے مفردات مین کہا کہ آگے بڑھ گئے ہوے کو جب لپک کر
پا جاوے تو ایسی اتباع اور پیچھا کرنے کو یون بولا کرتے ہین کہ اتبعتہ مین نے اُس کا پیچھا کیا یعنے اسکو پا لیا۔ لہذا بیضاویؒ نے کہا کہ اتبعہ حتی
لحقہ۔ یعنے پیچھے پڑا یہان تک کہ جا پکڑا اور مل گیا۔ اور بعض نے کہا کہ اتبعہ بمعنے استتبعہ ہے یعنے شیطان نے اُس سے اپنی پیروی چاہی حتی
کہ اُسنے قبول کی چنانچہ دلالت کرتا ہے اسپر قولہ۔ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ اے فصار من الضالین۔ پس شخص مذکور ہوگیا گمراہون مین سے
یعنے ظاہر و باطن غاوی ہوا یا غوایت اسمین مانند کھلے کافرون کے متمکن ہوگئی یا اسم اعظم اس سے چھین گیا۔ اور یہ مشیت و تقدیر الٰہی عز و جل ہے
اسکی حکمت کا کون پار پا سکتا ہے وہ جو چاہے کرے اور جو کرے وہ حق ہے اور جو کوئی بندہ کو قادر بتاتا ہے وہ گمراہ ہے بلکہ حق یہی ہے کہ
اللہ تعالےٰ علیم حکیم ہے اسی کی ہدایت سے ہدایت ہے اور جسکو چاہے گمراہی دے لہذا فرمایا۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا۔ اور اگر ہم چاہتے تو بلند
کرتے اسکو بواسطہ ان آیات کے ایسے درجون پر جو علماء کے درجۂ آخرت مین ہین باین طور کہ موافق آیات کے اسکو اعتقاد حق و عمل کی توفیق
دیتے حاصل آنکہ او تعالےٰ اپنی مملکت مین قادر مختار ہے جسطرح چاہے تصرف کرے پس اسنے اس شخص مذکور کا رفع مراتب نہین چاہا چنانچہ
فرمایا۔ وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ؕ لیکن اس شخص مذکور نے سکون کیا طرف زمین کے یعنے دنیا کے اور اسکی طرف مائل
ہوا اور پیروی کی اپنی خواہش کی یعنے دنیا کے مال و متاع کا لالچ کرکے آیات کے مقتضی سے خلاف کیا اور اللہ تعالےٰ کے پیغمبر برحق موسیٰ ؑ
و مومنین پر بد دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے اسکو گرا دیا۔ قال البیضاویؒ۔ اسکا بلند کرنا تو اللہ تعالےٰ نے اپنے مشیت پر معلق کیا تھا یعنے اگر ہم
۱ ؎ مثل آفتاب و روز ۱۲ چاہتے تو اسکو اونچا کرتے۔ پھر اس سے استدراک کیا بندہ کے فعل سے کہ لیکن اس شخص نے اخلاد کیا دنیا کی طرف اور اپنی خواہش کی پیروی
کی پس اسمین تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اسکے ایسے فعل کا جو موجب اسکی رفعت منزلت کا ہوا اور ایسے فعل کا نہونا دلیل ہے
مشیت نہونے کی کیونکہ مشیت کا نہ پایا جانا دلیلؔ ہے کہ سبب اسکا نہین ہے اسلئے کہ لو شئنا مین کلمہ لو ہے جو اسواسطے ہوتا ہے کہ نہونا ایک
چیز کا بسبب نہونے غیر کے پس بلندی مرتبہ نہوئی بسبب نہونے مشیت کے۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اور دیگر اسباب جو
ہم مشاہدہ کرتے ہین مانند تقوی و طہارت وغیرہ کے یہ سب وسائط ہین جو مسبب کے حاصل ہونے مین اس راہ سے معتبر ہین کہ مشیت جب ہے
تو ان وسائط کے ساتھ یون ہی متعلق ہوئی ہے یعنے جیسے حدیث صحیح مین اشارہ ہے کہ جو جس واسطے مخلوق ہے وہی اسپر آسان ہے پس جسکے
واسطے جنتی ہونے کی مشیت متعلق ہوئی ہے وہ خود مقتضی ہوئی ہے کہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور دیگر امور نیک بجا لاوے پس سب
بجا لاتا ہے۔ پھر قولہ ولکنہ اخلد الی الارض آہ کو بجاے اس کے کہ ولکنہ اعرض عنہا۔ لانے مین مبالغہ و تنبیہ ہے کہ اسی چیز نے اسکو
آیات سے اعراض پر آمادہ کیا اور یہی دنیا کی محبت ہے سب خطاؤن کی جڑ اور سب سے بدتر ہے۔ بعض نے لکھا کہ اصل مین اخلاد
کسی مقام مین سکون و لزوم کو کہتے ہین اور اسی سے خلود ہے اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ لازم ہوگیا و چپٹ رہا کہ چھوڑ نہین سکتا پس یہ
مبالغہ ہے حالانکہ چند روزہ زندگی سے زائد نہین رہ سکتا اور عبد الرزاق نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اخلد الی الارض یعنے میل کیا دنیا کی
طرف پس ظاہر ہوا کہ مفسرؒ نے سکون و میل دونون سے تفسیر کرنے مین معنے اصلی و مراد دونون کیطرف اشارہ کیا۔ اس مین تنبیہ ہے جو

حدیث ابن عمرؓ مین صریح ہے کہ دنیا مین اسطرح رہ کہ جیسے تو پردیسی مسافر ہے یا راہ رو چلا جاتا ہے کما فی الصحیحین اور یہ مت خیال کرو
کہ تشبیہ ادنی کے اعلی سے ہے بلکہ برعکس ہے اسواسطے کہ بندہ اس جہان مین اعمال و رضائے آلہی کمانے آیا ہے اور اسی پر دلیل ہے قولہ
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور نیز اسمین دلیل ہے کہ جو شخص اپنے دل مین دنیا کی زندگی کا لالچ فقط دنیا کی راہ سے پاوے
وہ اللہ تعالی کی طرف استغفار والتجا لاوے کیونکہ یہ علامت خراب ہے اسیواسطے حدیث صحیح مین بری نشانی والے بڈھون کے حق
مین آیا ہے کہ انکو مال کی ہوس اور زندگی زیادہ ہونے کی تمنا بڑھ جاتی ہے اللہم توفنا مسلمین مؤمنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ پھر
واضح ہو کہ مفسرؒ نے اس آیت مین جس شخص کا حال بیان کیا ہے مفسرینؒ کے اسمین اقوال ہین اور شیخ حافظؒ وغیرہ نے تطویل کی ہے
جیسا مفسرؒ نے کمال اختصار کیا ہے اگرچہ آیت کریمہ مین ہم کو اسیقدر ضرورت تھی جو نفس تفسیر سے بیان ہوا لیکن اہل ایمان بحکم حدیث
کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ اُمید ہے کہ اس سے فائدہ پاوین لہذا مترجم بتوفیق اللہ تعالی
حسن اسلوب سے اقوال مین توفیق دیتا ہوا ملخص لاتا ہے۔ واضح ہو کہ اول کلام آنکہ یہ شخص اگلی اُمتون مین سے تھا یا اسی اُمت
مین سے۔ دوم آنکہ اگر اگلون مین سے تھا تو بنی اسرائیل مین سے یا کنعانیون مین سے یا شہر بلقا روالون مین سے تھا پس صحیح یہ ہے
کہ اگلون مین سے تھا اور بنی اسرائیل مین سے تھا ولیکن جو نسل کہ یہان بلقا مین موجود تھی اُنکے قبیلہ سے تھا اور کنعانی قوم کا فر
جنپر حضرت موسیٰؑ کو جہاد کا حکم ہوا تھا انکی ماتحتی مین یہ لوگ تھے لہذا قبیلہ مذکور کی فرمایش سے بد دعا کر کے خوار ہوا چنانچہ عبد الرزاقؒ نے
صحیح طرق سے حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یہ شخص بنی اسرائیل مین سے تھا اسکا نام بلعم بن باعوراء تھا۔ ایسا ہی
ابن عباس و مجاہد و عکرمہ کا قول ہے اور بعض نے بلعام بن باعور کہا اور مراد واحد ہے وہ بلعم بن باعوراء بن شہوم بن قوشتم بن ماب
بن لوط بن ہاران بن آزر ہے اور بلقا کے ایک گاؤن مین رہتا تھا اور ابن عساکرؒ نے کہا کہ وہ اللہ تعالی کا اسم اعظم جانتا تھا۔ اور
ابن جریرؒ نے بسند جید از شیخ یسار رحمہ اللہ روایت کیا کہ یہ شخص مستجاب الدعوۃ تھا یعنے اسم اعظم کے وسیلہ سے جو دعا کرتا وہ قبول ہوتی تھی
اور موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر ملک شام کو واسطے جہاد کفار کے متوجہ ہوئے تو نواح کے لوگون کو نسے سخت رعب پیدا ہوا پس
بلعم کی قوم والے اسکے پاس گئے کہ تو اس مرد اور اس لشکر پر بد دعا کر۔ بعض روایت مین ہے کہ یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی سختی و تیزی و درشتی
سے گھبرا لیتے تھے اور مالک ابن دینار نے کہا کہ بلعم ایک مرد علما ربنی اسرائیل سے مستجاب الدعوۃ تھا سختی و شدت کے وقت اسی کو آگے کیا
کرتے اور دعا کراتے تھے) پس اُسنے قوم سے کہا کہ مین اپنے پروردگار سے اجازت لے لون۔ پس اسکو حکم ملا کہ تو مت بد دعا کر کیونکہ وہ میرے
نیک بندے ہین اور انمین میرا پیغمبر علیہ السلام بھی ہے پس بلعام نے قوم سے کہدیا کہ مجھے ممانعت ہوئی پس قوم نے اسکو بہت تحفے دیے
اور ہدیے بھیجے (اور کنعانی کافرون نے بخوف عصاے موسیٰؑ کے بلعام کو قتل و غارت و مال و لالچ سب طرح سے رجھایا) پھر قوم والون نے
دوبارہ اس سے الحاح کیا۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا اب پھر اجازت مانگون مگر اسکو کچھ الہام نہوا تو اُس نے کہا کہ مجھے کچھ جواب نہ ملا۔ قوم
نے کہا کہ تیرا پروردگار برا جانتا تو تجھے منع کرتا لہذا بد دعا کر۔ دبولا کہ تمھارا برا ہو موسیٰؑ اللہ تعالی کا نبی ہے اس کے ساتھ فرشتے و مومنین
ہین مجھے ان علوم سے آگاہی ہے جو تم کو نہین مگر وہ لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے اور خوشامد و عاجزی و رونا و پیٹنا مچاتے رہے یہان تک کہ
وہ راضی ہوا اور دنیا کی عیش و عشرت و زندگی سے ہاتھ دھو یا پس خچری پر سوار ہو کر چلا پس تھوڑی دور پر خچری بیٹھ گئی اس کو
مار پیٹ کر اٹھایا پھر ذرا دور پر بیٹھ گئی پھر مارنا پیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالی نے اسکو گویا کیا کہ اے بلعم تیرا برا ہو تو کہان جاتا ہے یہ ملائکہ

مجھے سامنے سے پھیرتے ہین مگر لوگون نے کانون کانون مین ڈالدیا اور بلعم نے جھلا کر مارا تو وہ چل نکلی اور پہاڑ پر پہونچکر اسنے بددعا شروع کی، پس جو بد بات مانگتا اُسمین اُسکی زبان سے اُسکی قوم کا نام نکلتا اور جو بھلی بات چاہتا اس مین موسیٰ و انکے لشکر کا نام آتا۔ آخر قوم سے عذر کیا کہ مین اس تقدیر کو کیا کرون کہ میری زبان یون ہی چلتی ہے اور مین دعا بھی کرون تو معلوم ہو چکا کہ قبول نہو گی اور آخر تدبیر نکالی تو اسکی زبان باہر ہو کر سینہ کو لٹک پڑی پس وہان سے خوار واپس آیا اور قوم مع بادشاہ کفار کے جمع ہوئے اُسنے کہا کہ میری دین و دنیا تو برباد ہوئی مگر اب تمھین ایک حیلہ بتلاتا ہون کہ تم اپنی عورتین آراستہ کرکے انکے لشکر مین روانہ کرو وہ مسافر لوگ ہین اگر وہ لوگ زنا مین پڑے تو مجھے اُمید ہے کہ تباہ ہو جاوینگے اور بادشاہ کی لڑکی نہایت حسین و خوبصورت گویا بے مثل تھی اسکو کافر بادشاہ نے بھیجا کہ تو عورتون کے ساتھ جا اور سوائے موسیٰ کے کسی کو اپنے اوپر قابو نہ دینا پس یہ عورتین داخل ہوئین اور وہ لڑکی یعنے دختر بادشاہ کفار کی موسیٰ تک نہ پہونچ سکی مگر بارہ اسباط مین سے ایک سبط کے سردار کے پاس پہونچی۔ (اسکا نام زمری بن شلوم تھا جو شمعون بن یعقوب کی اولاد کا سردار تھا) مگر شہزادی نے کہا کہ سوائے موسیٰ کے کسی کو نہین چاہتی ہون آخر اپنے باپ سے اجازت منگا کر زمری کے ساتھ منھ کالا کرنے پر راضی ہوئی اور دونون ایک خیمہ مین گھس گئے اور دیگر بنی اسرائیل عوام بھی مبتلا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کو جب خبر پہونچی تو کبیدہ و غمناک ہوئے اور فنحاص بن العیزار بن ہارون نے جب سُنا تو لوہے کا نیزہ لیے ہوئے خشمناک آیا اور زمری کے خیمہ مین گھسکر ان دونون بدبختون کو نیزہ مار کر چھید لیا اور بقوت تمام بر سر نیزہ بلند کیے ہوئے باہر لایا اور بنو اسرائیل پر طاعون وبا کا عذاب طاری ہوا آخر زناکار قتل ہوئے اور استغفار سے اللہ تعالےٰ نے وبا دور کی مگر قریب ستر ہزار کے مر گئے اور بعض نے کہا کہ تیس ہزار مرے واللہ اعلم کسقدر مرے۔ و قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ؓ یہ شخص بلعام کہتا تھا کہ مین بددعا کرونگا تو دنیا و آخرت برباد ہو جائیگی مگر دعا کی پس اللہ تعالےٰ نے منسلخ کر دیا۔ اور سدیؒ نے تصریح کی کہ چالیس برس تیہ مین پھنسنے کے بعد یہ واقعہ ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اصح یہ ہے کہ موسیٰ تیہ مین وفات پا چکے ہین پس شاید لوگون کو یوشع بن نون کی نبوت مشتبہ رہی اور بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ کی نبوت گمان کرتے رہے لہذا تواریخ مین خبط رہا و فیہ ما فیہ فافہم اور ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے جسکو تین دعائین مستجاب دی گئی تھین (شاید بعد دعاے مذکور کے اُسنے توبہ کی ہو اور اسکو صرف اسقدر عطا ہوا ہو کہ تین دعائین تیرے لیے مستجاب ہونگی واللہ اعلم) اور اسکے ایک جورو تھی اور اُس کا ایک بچہ تھا پس جورو نے کہا کہ ایک مجھے دیدے اُسنے دیدی تو اُسنے دعا کرائی کہ مین بنی اسرائیل مین سب سے زیادہ خوبصورت ہو جاؤن پھر ایسا ہوا تو اُس عورت نے اور کچھ ارادہ کیا تب اُسنے خشمناک ہو کر بددعا کی کہ یہ کُتیا ہو جاوے تب اس کا فرزند اکلوتا بیٹا آیا کہ اے پدر مہربان مجھے اس شرم و عار پر صبر نہین آخر اُسنے دعا کی پھر وہ جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی اور یہ تینون دعائین برباد ہوئین۔ قال الحافظ اثر غریب مترجم کہتا ہے کہ اہل تفسیر کے اصول مین قرار پایا ہے کہ یہ طویل قصص سوائے اُن قصص کے جو حدیث صحیح سے ثابت ہوتے ہین باقی اکثر بروایات بنی اسرائیل ہین اور مقدمہ مین تحقیق ہو گئی کہ کتب بنی اسرائیل حتی کہ موجودہ کتب بنام توریت وغیرہ ایسے ہی اُمور رطب و یابس سے بھرے پڑے ہین پس جو ان مین سے صافی ہے وہ لیا جائیگا اور جو مکدر ہے وہ متروک ہے پھر واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیح اسناد سے عبد اللہ بن عمرو رضؓ سے ثابت ہوا کہ قولہ نبا الذی آتیناہ الآیہ مین یہ شخص اُمیہ بن ابی الصلت شاعر ہے اور شیخؒ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرو کی مراد اس سے یہ معلوم ہوتی ہے اُمیہ بن ابی الصلت بھی اس اُمت مین سے اسی شخص کے

مشابہ ہے جو اگلی اُمت مین اس آیت مین مذکور ہے یعنے بلعم باعوراء کے مشابہ ہے کیونکہ امیہ بن ابی الصلت کو اگلی شریعتون مین سے بہتون کا علم ملا مگر اُسنے عمل نہ کیا اور نفع نہ پایا اسلیئے کہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آپ کا آگاہ کرنا و رسالت پہونچانا اور آپ کے معجزات دیکھنا و آیات ربانی سُننا و آپ کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نصیب ہوا مگر وہ بدبخت باوجود اسکے مشرکون کی دوستی و مددگاری مین پڑا چنانچہ بدر کے کافر مقتولون کے لئے بڑے بڑے مرثیے نظم کئے ہین اور بعض احادیث مین بنظر اسکے بعض اشعار کے آیا ہے کہ اس کی زبان اسلام لائی اور اسکا قلب مومن نہین ہوا ہے۔ پس آیت کریمہ مین مراد بنا بر مشہور قول مفسرین سلف کے اگلی اُمت مین سے ایک شخص ہے اور بیان ہوا کہ وہ بلعم بن باعوراء ہے جسکی زبان بسبب بد دعا کرنے کے لیے سینہ پر لٹک پڑی تھی فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس صفت اُسکی مانند صفت کتے کے ہے۔ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ یعنے اگر تو اُسپر لادے یا دھتکارنے سے حملہ کرے تو وہ زبان نکالتا ہے۔ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ یا اگر تو اُسکو چھوڑ دے تو زبان نکالتا ہے اور دیگر حیوانات مین سے کوئی ایسا مشاہدہ نہین ہوتا۔ ہر دو جملہ شرطیہ حال واقع ہین یعنے آنحضرت لاہث ذلیل ہے ہر حال مین۔ اور مقصود اس سے تشبیہ ہے اُسکی فرومائگی اور خواری مین بقرینہ حرف فا کے جو مشعر ہے کہ فا کا مابعد اسکے ماقبل (یعنے میل بسوے دنیا و اتباع ہوی) پر مترتب ہے بقرینہ قولہ تعالے۔ ذٰلِكَ الْمَثَلُ۔ یہ مثل ہے۔ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس تو اے محمد صلعم بیان کر دے قصص کو یعنے ایسے سچے قصون کو یہودیون پر۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ ان مین غور کر کے ایمان لاوین۔ اور آنحضرت صلعم کی نعت و صفت کے آیات وغیرہ مین تحریف و تبدیل و چھپانے و جھٹلانے وغیرہ بُری حرکتون سے باز آوین۔ اور آیت مین تمام ان لوگون کو وعید ہے جنھون نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور انکار کیا خواہ یہود ہون یا کوئی اور ہون کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا کذا قیل وہو الصحیح اور بیان سے مصرح ثابت ہوا کہ قصص کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ انسے نصیحت و عبرت حاصل کرین اور اہل اسلام خود اپنی کتاب سے سب سے پہلے نصیحت پذیر ہون کیونکہ آیات الٰہی صحیح و ٹھیک انھین کے ہاتھ مین ہین اللھم اہدنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر زیادہ مذمت فرمائی بقولہ۔ سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ای بئس مثلاً مثل القوم الذین الخ۔ یعنے بری ہے از راہ مثل کے مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ ساء مین ضمیر مستتر ممیز اور مثلاً اسکی تمیز اور مثل القوم الخ مخصوص بالذم ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے ہین بسبب جھٹلانے کے یعنے اس ظلم کا تجاوز انکی جانون سے غیر کی طرف نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انکے جھٹلانے سے دیکھا دیکھی اورون نے جھٹلایا تو جواب یہ کہ اس سے بھی ان لوگون نے اپنے ہی اوپر ظلم بڑھایا کیونکہ جنکو اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی ہے وہ تو اُن کی طرف رُخ بھی نہین کرتے ہین بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ان لوگون نے آیات الٰہی کو جھٹلانا اور اپنے اوپر ظلم کرنا دونون کو جمع کر کے سمیٹا ہے وہذا افید فافہم۔ ف واتل علیہم نبا الذی اتیناہ الخ اوتعالے نے اولیاء کو ضرب قہر ازل سے خوف دلایا کہ جسنے عظمت قدم کے سامنے اپنی کچھ ہستی سمجھی وہ مارا گیا چنانچہ بلعام باعور کے ساتھ ہوا جو ہوا اور فائدہ یہ کہ اہل کرامت و معاملت اپنے افعال و مقام پر نظر نہ کرین کیونکہ جسنے غیر کو دیکھا وہ اسی کی طرف مشغول کیا گیا کیونکہ مکر قدیم ہے اور بحکم قولہ ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ مکر سے ازلی خواری نڈر ہوتے ہین۔ اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ اسکو آیات عطا ہوئین اور اگر قرب مشاہدات ملے ہوتے تو سانپ کی طرح کینچلی سے نہ نکل بھاگتا کیونکہ دیکھا تو عاشق ہوا پھر مشتاق دیدار تمام اغیار سے متوحش بھلا کہان نکل سکتا ہی اس سے کھلا کہ اسکو استدراج ہی تھا چنانچہ اس کی تصدیق ہے کہ اُسنے رسول برحق سے عداوت اور دین قویم سے ارتداد اور خواہش نفس کی

پھر جانا ۱۲

اتباع کی۔ قال تعالےٰ۔ فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین۔ اگر چاشنی محبت پاتا تو غیر کی طرف التفات نہ کرتا۔ ازل مین سے
مکر ہوا وہ ابتک یکسان ہے پس اس درمیان مین ظاہری کرامات عارضی امتحانات تھے حالانکہ اصل قدیم کے سامنے عارضی چیز کا کیا
اعتبار ہے۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ سابقہ ازل نے انتہا ر ابد پر تاثیر کی۔ اُستاذؒ نے فرمایا کہ اعدا رکو بلباس خلعت ظاہر کیا پھر انکو سابق
قسمت کی طرف مردود فرمایا اور اولیا رکو بلباس مخالفت ظاہر کیا اور آخر اس زلت سے نصیب وصلت پہونچایا۔ کہتے ہین کہ حجابہ قربانی
اُسکو بٹھایا پھر سابق تقدیر کے مارے اسکو گرایا۔ صبح یہ حال تھا کہ آنکھ اُٹھائی تو ہر ایک اُس سے کم رتبہ ہے اور شام یہ حال ہوا کہ کتا
باین فروما یگی اس سے بالا ہے۔ پھر اوتعالےٰ نے اس شخص کی ضلالت کو سابقہ مشیت پر جو متاثر بتاثیر الکتاب نہین ہے معلق فرمایا بقولہ
ولو شئنا لرفعناہ بہا۔ اگر ازل مین اُسکے حق مین ولایت نصیب ہوتی تو ظاہر کی مخالفت کچھ اثر نہ کرتی کیونکہ قسمت ازلی طبیعت کی شرارت
توڑ دیتی ہے اور مولیٰ عزوجل کی طاعت سے اُسکا بیٹھ رہنا علت مشیت نہین بلکہ مشیت ہی اسکے عصیان کی علت ہے اُستاذ رحمہ اللہ
نے کہا کہ سعادت جاری ہوتی تو شقاوت نہ پہونچتی لیکن جسکو سوابق مشیت نے توڑا اسکو لواحق کا جبر مفید نہین ہے۔ ابن عطاء رح
نے کہا کہ حکم ازل جاری ہوتا تو آخر احوال مین اسکی دستگیری کرتا۔ ٹوٹا جوڑنا ۱۲

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کیا دہی راہ پاتا ہے اور جسکو گمراہ کردیا تو ایسے ہی لوگ وہی ہین ٹوٹا اُٹھانے والے

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی یعنے اپنے دین کی طرف اُسکو راہ دی یا اسکی ہدایت کا متولی ہوا اور مقصود تک پہونچا دیا
فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ واضح ہو کہ ہدایت آلٰہی کے معنے یہ نہین کہ ایمان کا راستہ بتلادیا جیسا کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ نے
دھوکا کھایا ہے کیونکہ یہ بیان تو کافر ومومن دونون کے کان تک پہونچتا ہے ولیکن کافر سنتے وہدایت پر نہین آتے ہین لہذا معلوم ہوا کہ ہدایت
آلٰہی کے یہ معنے ہین کہ ایمان کی توفیق ہوا ور کفر وشرک جن سے بندہ مردود ہوتا ہے بچے اور یہی اہل سنت کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی
تفسیر لازم ہے کیونکہ ہدایت واضلال دونون صفات آلٰہی مین سے ہین جنکی حقیقت سے بندہ واقف نہین ہوسکتا۔ ہان جب صفت
ہدایت کی تجلی سے کوئی بندہ سرفراز ہوا تو اسکو یہ لازم ہے کہ اعتقاد توحید واعمال اسلام پر مستقیم ہوا اور بندہ اسکو خود نہین پیدا
کرسکتا اسیواسطے فہو المہتدی مین حصر فرمایا اور آیات کثیرہ مانند قولہ انک لاتہدی من احببت الآیۃ وغیرہا صریح اسپر دلالت
کرتی ہین۔ اور یہی حال اضلال کا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ اے ومن یضللہ اور جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ فرمایا وہی گمراہ ہے اُسکے واسطے
کوئی ہادی نہین ہوسکتا اور کوئی بھلائی جسکا کچھ اعتبار ہو اسکو نہین پہونچ سکتی اگرچہ ناقص عقل کے موافق دنیا کی بہت سی باتون کو
وہ بھلائی تصور کرے لہذا مصرح فرمایا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہی لوگ ٹوٹے والے ہین۔ قال البیضاوی آیت مین تصریح
ہے کہ ہدایت پانا وگمراہ ہونا بندون کو اللہ تعالےٰ ہی کیطرف سے ہے اپنی قدرت سے نہین اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت بعض
بندون سے مختص ہے بعض کو نہین ملیگی اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ جب ہدایت فرماوے تو ابتدا رلازم یعنے بندہ کا ہدایت پاجانا ضروری
ہے پھر اول مین فہو المہتدی بلفظ مفرد برعایت لفظ من اور دوم مین فاولئک ہم آہ بلفظ جمع برعایت معنے من لانے مین تنبیہ ہے کہ
مہتدین کی جماعت مثل واحد کے ہے کیونکہ انکا طریقہ واحد ہے برخلاف گمراہون کے کہ مختلف طریقون سے شیطان کی راہون پر چلتے
چلتے جہنم مین جا پڑتے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ہے کہ مہتدین بمقابلہ گمراہون کے بہت کم ہین چنانچہ صحاح کی حدیث
یعنے راہ مستقیم کی توحید ۱۲

بعث النار مین یہ مضمون ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد مین سے دوزخ کو بھیجے جانے والے بھیج تو فیصدی ننانوے ہونگے اور ایک فقط جنت کے لیے ہوگا وکما قال تعالے وقلیل من عبادی الشکور الآیۃ۔ پھر ہدایت پانا بندہ کو بڑے شکر کا مقام ہے (یعنی بڑی نعمت سمجھے ۱۲) بیضاوی ؒ نے کہا کہ او تعالے نے فقط مہتدی فرمانے پر اقتصار کرکے تنبیہ فرمائی کہ اہتدا کی شان عظیم ہے (اور اگلی آیت مین مصرح تباہی ہے) یا تنبیہ فرمائی کہ یہ خود ایسا بڑا کمال ہے کہ اسکے ساتھ اگر اور کچھ حاصل نہو تو مغفرت کے لیے کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ بندہ اس نعمت کے ملنے کی پائی ہے تو برقرار رہنے کی اللہ تعالے سے دعا مانگے اور اسکے چھین جلنے یا اس سے محروم رہنے سے ایسا ڈرے جیسے آگ سے جو شخص کھینچ لیا گیا ہو وہ پھر آگ مین پڑنے سے لرزتا ہے اور حدیث جابر ؓ مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے خطبہ مین بعد حمد وثنا کے یون فرماتے من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ۔ اصدق الحدیث کتاب اللہ واحسن الھدی ہدی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وشر الامور محدثاتہا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ پھر فرماتے بعثت انا والساعۃ کہاتین یعنے اپنی دو انگلیان ملاتے اور اشارہ کرتے کہ مین مبعوث ہوا ہون قیامت کے ساتھ جیسے یہ دونون۔ یعنے میرے بعد اور کوئی نبی نہوگا بلکہ قیامت ہے۔ (یعنی آگیا ۱۲) رواہ مسلم ونسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی اور حدیث ابن مسعود ؓ مین ہے الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستہدیہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ الحدیث رواہ احمد واہل السنن اسمین نستہدیہ سے دعا ہے یعنے ہم اللہ تعالے سے ہدایت مانگتے ہین کہ اسپر برابر قائم رہین مترجم کہتا ہے کہ جمعہ کے یہ دونون خطبے حدیث سے یاد رکھنا چاہیئے ف فی العرائس قولہ تعالے من یہد اللہ فہو المہتدی الآیۃ جسکو اللہ تعالے نے ازل مین اپنی معرفت وقرب کے واسطے برگزیدہ فرمایا اسکے سب کام اسی برگزیدگی کے انتظام پر ہوتے ہین بعض نے کہا کہ نجات یافتہ وہ نہین جو اچھی کوشش کرے بلکہ وہی ہے جسکے لئے ہادی عزوجل سے ہدایت کی تقدیر ازلی ہوچکی۔ پھر اللہ تعالے نے اہل خسران کی حالت بیان فرمائی کہ وہ درگاہ کبریائی و دیدار جلال سے محروم ہین بقولہ تعالے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ

اور ہم نے پھیلا رکھے ہین دوزخ کے واسطے بہت جن اور آدمی جنکو دل ہین اُنسے سمجھتے نہین اور آنکھین ہین اُنسے

لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ

دیکھتے نہین اور کان ہین اُنسے سنتے نہین وہ جیسے چوپائے بلکہ اُنسے زیادہ بیراہ وہی لوگ

هُمُ الْغَافِلُونَ ○

ہین غافل

ولقد ذرأنا خلقنا لجہنم خلقاً۔ کثیرا من الجن والانس اور البتہ پیدا کیا ہم نے جہنم کے لیے خلق کثیر کو جنون وانسانون مین سے۔ جن وانس اسم جنس ہے لہذا جمع نہین آئی۔ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جہنم کے واسطے ہم نے جن وانسان مین سے خلق کثیر کو پیدا کرکے مہیا کر دیا اور وے جہنمیون کے کام کرتے اور انھین کامون کی آسانی پاتے ہین جیسے جنتی لوگ جنتیون کے کامون کی توفیق پاتے ہین اور اسی سبب مذکور سے دنیا مین اہل کفر کی کثرت ہر زمانہ مین مشاہدہ ہو رہی ہے اور انھین سے جو ازلی شقی ہوچکے اور دوزخ ہی کے لیے مخلوق ہوے انکے خلاص کا کوئی حیلہ نہین۔ اور سابق مین وہ احادیث گذر چکین جنمین بیان ہے کہ اللہ تعالے نے آدم ؑ کی پشت سے اُن کے

ذریات دو فریق نکالکر ایک فریق کے حق مین فرمایا کہ مین نے انکو دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور مجھے پروا نہین ہے۔ اور یہان ظاہر ہوا کہ ہر دو فریق مین سے بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن مین سے بھی بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن اگرچہ آتشی ہین مگر دوزخ سے عذاب اُٹھاوینگے بھلا تو نہین دیکھتا کہ انسان خاکی ڈھیلے کی مار سے دردناک ہوجاتا ہے اور صحیحین کی حدیث ابن مسعودؓ جو تقدیر برحق ہونے کے باب مین مذکور ہے اسمین پیٹ کے بچہ کے حق مین روح پھونکنے کے وقت کا حال یون آیا ہے کہ پھر فرشتہ کو چار باتین لکھنے کا حکم ہوتا ہے یعنے اُسکا رزق اور اجل کہ کتنی مدت جیتا رہیگا اور عمل کہ کیسے کام کریگا اور اُسکا خاتمہ کہ شقی ہے یا سعید ہے یہ چارون باتین مان کے پیٹ ہی مین فرشتہ بحکم آلہی لکھدیتا ہے۔ اور صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آسمان وزمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے درحالیکہ اُسکا عرش پانی پر تھا مقادیر خلق کو تقدیر کردیا ہے۔ اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم انصار مین سے ایک طفل کے جنازہ مین بلائے گئے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ طوبی لہ عصفور من عصافیر الجنۃ یعنے پاکیزہ بھلائی ہے اس طفل کے لیے وہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہے اُسنے کوئی بُرائی نہین کی اور نہ بُرائی کو پایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یا اُسکے سوا ہے اے عائشہؓ البتہ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ وہ اپنی باپون کی پشت مین تھے اور دوزخ پیدا کی اور اسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ وہ اپنے باپون کی پشت مین تھے۔ حاصل معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ جنت ودوزخ کے لیے اللہ تعالے نے پہلے ہی سے لوگ مقدر کردیے ہین وہ دنیاوی وجود پر موقوف نہین ہین بلکہ جو جنتی ہے وہ اپنے باپ کی پشت ہی مین جنتی ہے اور یہی حال دوزخیون کا ہے پس اسی واسطے حضرت عائشہؓ کو روکدیا کہ بھلے وبُرے کامون کی راہ سے جنتی ودوزخی کا حکم نہ لگادین اور یہ مراد نہین کہ یہ لڑکا جنتی نہین ہے کیونکہ دیگر دلائل سے مسلمانون کی چھوٹی اولاد جو مرے اسکے جنتی ہونے کو ائمہ علمار نے دلائل شرعی سے ثابت پایا ہے چنانچہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علمار مسلمین مین سے جنکو شمار مین لایا جاتا ہے ان سب کا اجماع ہے کہ مسلمانون کی چھوٹی اولاد جو مرے وہ جنت مین ہے کیونکہ وہ مکلف نہین اور بعضے ایسے علمار نے جو کسی شمار مین نہین اُنھون نے اس مسئلہ مین توقف کیا ہے اور کچھ حکم نہین لگایا اور انکے توقف کی وجہ یہی حدیث ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو بدون قطعی دلیل کے جنتی یا دوزخی کا حکم لگانے مین جلدی کرنے سے منع فرمادیا مترجم کہتا ہے کہ افعال کے اوپر نظر کرکے بھی یہ حکم لگانے سے منع فرمایا جیسا کہ اشارہ گذرا۔ اگر کہا جاوے کہ علمار نے انکے غیر مکلف ہونے کی دلیل سے انکا جنتی ہونا ثابت کیا اور یہ افعال ہی پر نظر ہے تو جواب یہ کہ دلیل دیگر مقارن اسکے ہو کر مثبت ہوئی اور فرق اسیقدر ہے جو قول معتزلہ واہل سنت کے درمیان مغفرت کے بارہ مین ہے یعنے معتزلہ محض افعال پر نظر رکھتے ہین اور اہل سنت کی نظر برحمت آلہی ہے ہان جب افعال بھی اچھے ظاہر ہوئے تو بحکم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اسکے مانند کے مفید یقین ہوا اور حدیث وفات عثمان بن مظعونؓ جو صحاح وغیرہ مین معروف ہے اسکی توضیح کرتی ہے اور یہ مقام مقتضی ہے کہ تقریر وسیع لائی جاوے ولیکن بخوف تطویل اسیقدر پر اکتفا کیا فلیتامل پھر امام نووی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ شاید آنحضرت صلعم نے یہ بات یعنے حضرت عائشہؓ کو روکنے کی اسوقت فرمائی ہو کہ جب آپ کو وحی سے ان اطفال کا جنتی ہونا معلوم نہ تھا پھر جب علم ہوگیا تو جنتی ہونے کی خبر دیدی۔ ثم قال النوویؒ اب رہے کافرون کے بچے جو کہ طفولیت مین مرگئے تو اسمین تین قول ہین اول یہ کہ اکثرون نے کہا کہ وہ اپنے باپون کے تابع ہو کر جہنمی ہین دوم یہ کہ ہم کو معلوم نہین کہ ان کا کیا حال ہے اور یہ ایک گروہ کا قول ہے۔ اور سوم یہ کہ یہ اطفال بھی جنتی ہین اور یہی محققین کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اسپر چند دلائل ہین

ازانجملہ وہ حدیث کہ حضرت صلعم نے جنت مین حضرت خلیل علیہ السلام کو دیکھا درحالیکہ انکے گرد لوگون کی اولاد تھی اور صحابہ رضنے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مشرکون کے اولاد بھی تھی فرمایا کہ مشرکون کے اولاد بھی تھی والحدیث رواہ البخاری فی الصحیح۔ اور ازانجملہ قولہ تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ یعنے فرمایا کہ ہم عذاب دینے والے نہین یہان تک کہ رسول کو بھیج لین۔ پس معلوم ہوا کہ قبل بعثت رسول کے کسی بشر کو عذاب نہ دیا جائیگا اور سب لوگون نے اتفاق کیا ہے کہ بچہ پر تکلیف شرعی عائد نہین ہوتی اور رسول کا قول قبول کرنا لازم نہین ہوتا یہانتک کہ وہ بالغ ہوجاوے پس بالغ ہونے سے پہلے جو مرا وہ گویا بعثت رسول کے پہونچنے سے پہلے مرا ہے۔ پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ مین اہل سنت کے مذہب کی کھلی دلیل ہے کہ بندون کے سب بھلے برے کامون کا پیدا کرنے والا وہی ایک خالق وحدہ لاشریک ہے پس سوائے اسکے کوئی خالق کسی چیز کا نہین ہے اور جسنے گمان کیا کہ بندہ اپنے افعال اپنے آپ پیدا کرلیتا ہے وہ جھوٹا مشرک ہے ہان کمال ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے صریح فرمادیا کہ اُسی نے بہت سے جن وانس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا اس سے بڑھکر کیا بیان ہوگا اور یہ ہرکوئی جانتا ہے کہ سمجھدار کبھی اپنے آپ اپنے واسطے آگ مین گھس جانا پسند نہین کریگا پھر جب اُسنے ایسے اعمال کیے جو آگ مین داخل ہونے کے موجب ہین تو معلوم ہوگیا کہ ان اعمال موجبۃ النار کا پیدا کرنے والا یہان ایک خالق پاک ہے جو چارنا چار اس سے یہ عمل پیدا فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالے ہے اور معتزلہ وغیرہ نے جو یہان بے وجہ تاویلین کین وہ مردود ہین اسلیئے کہ جب کوئی دلیل قطعی ایسی قائم ہو کہ ظاہر معنے آیت کے نہ بن سکتے ہون تو تاویل کرنے کی گنجایش ہے پس یہان تاویل بدون دلیل قطعی کے ہرگز صحیح نہین ہے اور یہ مسئلہ تقدیر کا وسیع ہے اس مین بندہ اپنی عقل اگر لگاویگا تو گمراہ ہوگا کیونکہ حکمت الٰہی کو کون گھیر سکتا ہے پس جو اللہ تعالے واُسکے رسول صلعم نے فرمایا اسی پر ایمان رکھنے والا مومن ہے اور یہی لوگ اہل سنت ہین اللہ تعالے ہمکو انھین کے عقب سے پر دنیا سے مومن اُٹھاوے لہذا ہم ایمان لائے کہ بے شک اللہ تعالے نے دوزخ کے واسطے بہت سے جن وانسان پیدا فرمائے اور چارناچار وہ لوگ دوزخیون کے کام کرتے اور انھین کامون پر خوش ہین اور کیون نہین کہ اوتعالے نے ان دوزخیون کی حالت جسپر انکو پیدا فرمایا ہے یہ بیان فرمائی کہ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا۔ اُنکے قلوب ایسے ہین کہ اُنسے سمجھتے نہین۔ یعنے حق بات انکے دلون مین نہین سمجھائی دیتی ہے اگرچہ دنیاوی اپنی بھلائی بُرائی کو خوب سمجھتے ہین لیکن اُسکا نفع یہی چندروزہ زندگی تک ہے جسکا کچھ بھی اعتبار نہین۔ وقال البیضاوی نہین سمجھتے اسلیے کہ حق بات پر دل نہین دھرتے اور دل کی آنکھون سے حق بات مین نظر نہین کرتے وقال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ فقہ وہی ہے جو دل مین سمجھ ہوا اور دل وہی خوب ہے جسمین یہ فقہ ہو حتی کہ کافرون کی مذموم حالت فرمائی کہ اُنکے دل ہین مگر ایسے ناکارہ کہ اُن سے نفع دینے والی سمجھ نہین پاتے۔ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا اور اُنکی آنکھین ایسی ہین کہ جنسے دیکھتے نہین۔ یعنے دنیاوی چیزون کو ایسی نگاہ سے جو اُنکے کام نہ آوے خوب دیکھتے ہون مگر جو دیکھنا کام کا تھا وہ نہین دیکھتے پس اللہ تعالے نے جو اشیاے عجیب وغریب پیدا فرمائی ہین انکو بنظر عبرت نہین دیکھتے کہ جس سے اوتعالے کی عظیم قدرت دیکھکر اسکی توحید ومعرفت حاصل کرین بلکہ یہ لوگ اپنی ذات کو ودنیا کی چیزون کو اپنی خواہش نفسانی کی نظر سے دیکھتے ہین اور یہ دیکھنا کام کا نہین تو صحیح ہوا کہ آنکھون سے جو نفع تھا جب وہ نہ اُٹھایا تو نفی فرمائی کہ انکی آنکھین ہین مگر ایسی کہ اُنسے بصیرت کی نظر سے نہین دیکھتے۔ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ اور اُن کے کان ایسے ہین کہ اُنسے سنتے نہین یعنے نفسانی وشیطانی ودنیاوی لہو ولعب وبیفائدہ بے کار باتون کو اگرچہ سنتے ہون لیکن جو سننا انکو نافع ہوتا جیسے آیات وحدانیت اسکو کان لگاکر نہین سنتے کہ خواب غفلت سے بیدار ہون اور معرفت الٰہی کا توشہ ونیک اعمال کا خزانہ حاصل کرکے اپنے

اصلی وطن آخرت کو واپس جاوین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ دل و آنکھین و کان جو اللہ تعالے نے بندے کو دیے وہ فقط یعنے معرفت الٰہی و آخرت کی سمجھ و ایمان حاصل کرنے اور اللہ تعالے کی تمام مخلوق مین خصوص اپنے آپ مین اسکی عجیب قدرت و صنعت دیکھنے اور اللہ تعالے کی معرفت کی آیات و وعظ و نصائح بغور و تامل سننے کے لیے ہین پھر جسمین یہ باتین بالکل نہون تو وہ دوزخی ہے اگرچہ دنیا کے امور و خواہش نفس کی باتین خوب سمجھتا اور دیکھتا و سنتا ہو مگر وہ پاگل و اندھا و بہرا ہے۔ اور جب ایسا ہوا تو نتیجہ اسکا یہ ہے جو فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ ایسے لوگ جنکی ناسمجھی کا یہ حال بیان ہوا وے مانند انعام یعنے چوپایہ جانورون کے اور مانند بہائم کے ہین یعنے کام کی سمجھ نہونے و معرفت کی بینائی نہونے اور انجام کی مفید شنوائی نہونے مین یہ لوگ ایسے ہین جیسے بہائم جانور ہوتے ہین۔ یا یہ معنے ہین کہ پیٹ پالنے اور جو جی چاہے اسی کی کوشش مین دل و آنکھون و کانون سے مصروف رہنے مین یہ لوگ مانند جانورون کے ہین کہ انکا یہی کام ہے۔ اور اول اولی ہے کہ ناسمجھی و بے عقلی مین جانورون کے مانند ہین اسلیے کہ دل و آنکھین و کان تو انسان و دیگر حیوانات مین مشترک ہین مگر انسان کو جو اورون سے فضیلت و شرف ہے تو فقط ایسی عقل و ادراک سے جس سے اللہ تعالے کی معرفت حاصل ہو اور بھلے و برے مین تمیز کرے اور اس حیات ناپائدار دنیا کی سرائے سے اپنے اصلی گھر کی طرف واپس جانے پر مستعد رہے پس جب کافر و مشرک کو یہ معرفت حاصل نہ ہوئی تو اسکے اور بہائم کے درمیان کچھ فرق نہوا کہ وہ بھی کچھ فہم و ادراک نہین کرتے لیکن بہائم بیچارے اگر فہم و ادراک نہ کرین تو بجا ہے کہ ان مین عقل نہین دی گئی بخلاف کافرون کے کہ یہ لوگ اس نعمت کو رکھتے ہوئے اسکو برباد کیے ہوئے ہین لہذا فرمایا۔ بَلْ هُمْ اَضَلُّ لے اضل سبیلا من الانعام۔ بلکہ یہ لوگ تو چوپائے جانورون سے بھی زیادہ بھٹکے ہوے گمراہ ہین کیونکر نہو کہ بہائم کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و ضرر کو پہچانتے ہین بکری کو دیکھو کہ تمر لیفہ کی پتی نہین کھاتی اور منفعت کو تلاش کرکے حاصل کرتی اور مضرت سے بھاگتی ہے کوئی جانور خود آگ دیکھکر اسمین نہ جاویگا اور ہری ہری گھاس کی طرف خود دوڑا جاویگا اور کافر و مشرک جان بوجھکر عناد سے دوزخ پر اقدام کرتا ہے ابوجہل نے کہا کہ بنی عبد مناف سے ہم سب باتون مین تو ہمسر ہوگئے اب انھون نے اپنا یہ فخر نکالا کہ ہم مین ایک نبی و رسول اللہ صاحب وحی و کتاب ہے سو واللہ مین تو اس عار کو کبھی نہ اٹھاونگا اور ایمان نہ لاونگا اگرچہ محمد بڑا اچھا اور سب باتون مین اچھا ہے۔ یہود خوب پہچانتے و جانتے تھے مگر پیر مرشد بنے ہوے نذرانہ کھاتے اور عالم کہلاتے تھے اُنسے یہ لالچ نہ چھوڑا گیا اور دوزخ کے عذاب پر اقدام کیا پس جانور سے بدتر ہین اور نیز جانورون کو معرفت الٰہی کے فضائل حاصل کرنے پر قدرت نہین اور انسان کو یہ قدرت ہے تو عاجز ہوتے ہوے نہ حاصل کرنے والے کی بہ نسبت وہ بدتر ہے جو قادر ہوتے ہوئے منھ موڑے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے دو چیزین عقل و شہوت پیدا کین پس فرشتون کو فقط عقل دی بدون شہوت کے پس انکو کوئی خواہش نہین جو اللہ تعالے کی عبادت سے روکے اور جانورون کو شہوت دی بدون عقل کے پس وہ کھانے پینے وغیرہ خواہشون و شہوات مین مصروف ہین انکو عقل نہین کہ معرفت حاصل کرین رہا انسان تو اسمین دونون جمع کردین پس اگر اُسنے عقل کی پیروی سے معرفت و طاعت حاصل کی تو فرشتون سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کی روک سے صبر کرتا ہوا وہان چڑھ گیا اور اگر شہوت کی پیروی سے جہالت و نافرمانی سیکھی تو جانورون سے حتی کہ سور سے بدتر ہوا کیونکہ عقل ہوتے ہوئے اس نجس گڈھے مین پھسل پڑا اور نیز سب جانور اپنے خالق عزوجل کے مطیع ہین بخلاف کافر کے کہ نافرمانی کرتا و تمرد سے افترا و بہتان باندھتا ہے اور نیز یہ کہ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے و یاد کرتے ہین بخلاف کافر کے کہ نہین پہچانتا و نہین یاد کرتا ہے اگر وہم ہو کہ اللہ تعالے کے سب قائل ہین تو جواب یہ کہ جو قائل ہین وہ ایسے خدا کے قائل ہین جسکا شریک بتاتے ہین اور یہ درحقیقت حضرت اللہ تعالے جل جلالہ کی شان نہین تو وہ کسی اور چیز کے قائل ہین جو انکے وہم مین سمائے کیونکہ اللہ تعالے

کی معرفت توان صفات سے ہے جنکو اُسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا پس جو اسکے برخلاف ہے وہ اللہ تعالے سے منکر ہے۔ اور نیز یہ
کہ جانور وان کے ساتھ کوئی ہانکنے والا ہو تو راہ راہ چلے چلتے ہین بخلاف کافرون کے کہ اللہ تعالے نے اپنی معرفت و صفات پاک کے بیان
مین کتابین نازل فرمائین ہدایت کی راہ دکھلائی رسول علیہم السلام بھیجے مگر یہ لوگ نہ مانے اور لطرح سے ہر چند اُنھون نے راہ بتائی اور وعظ و
نصیحت سے انکو خواب غفلت سے جگایا مگر نہ جاگے ہر چند اُنھون نے اللہ تعالے سبحانہ کی صفات پاک انکو سمجھائے اور اسی کی عبادت کو
کہا مگر نہ چونکے لہذا فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ یہی غافل لوگ ہین۔ یعنے پوری غفلت والے یہی ہین اگرچہ مسلمان گنہگار بھی غفلت
مین پڑجاتا ہے مگر بالکل غافل نہین ہوتا مسئلہ زید و عمر و دونون مسلمان ہین پس زید نے قسم کھائی کہ اگر عمرو کو کامل غفلت ہو تو اُس کی
جورو پر طلاق ہے تو حکم دیا جائیگا کہ طلاق واقع نہوئی اور یہان بہت صورتین نکل سکتی ہین۔ قال ف فی العرائس قوله تعالے لهم
قلوب لا یفقهون بها الآیة۔ انکے دل مشاہدۂ غیب سے محجوب ہین اور اگر پا دین تو وصال کا مزہ چکھین اور حقائق نوال کو سمجھین انکی آنکھون پر
شہوات کے پردے پڑے ہین اگر اس سے نکلین تو انوار صفات دیکھین۔ انکے کانون مین غفلت کے ٹھیٹھے ہین اگر وہ ہٹین تو آواز وصال و الحان
قرب سے مسرت پادین اور دنیا کے تمام راگ و رنگ سے مُنھ پھیر لین بعض نے کہا کہ انکے دل ایسے ہین کہ شواہد حق سے فقہ و سمجھ نہین رکھتے
اور اُنکی آنکھین ایسی ہین کہ اُنسے دلائل حق نہین دیکھتے اور انکے کان ایسے ہین کہ دعوت حق نہین سُنتے **قال المترجم** دعوت حق ایک
ظاہری ہے جو بواسطۂ رسول اللہ صلعم و آپکے خلفاء کے ہر وقت پہونچتی ہے اور وہی اصل ہے اور دوم دعوت باطن اور وہ اس
شعر سے سمجھ لینا چاہیئے ؎ من آن مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ ؛ ز بام عرش می آید صفیرم ؛ اور نیز ؎ ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد ؛ چہ گوش
کرد کہ حافظ زبان خموش آمد ؛ پھر اللہ تعالے نے ان لوگون کا حال یون فرمایا کہ یہ لوگ گمراہی مین جانورون سے بڑھے ہوئے ہین کیونکہ جانورون
مین ادب قبول کرنے کی استعداد ہے وہ اسکے موافق قبول کر لیتے ہین اور یہ لوگ باوجود استعداد قبول کے ادب نہین قبول کرتے۔ بعض
نے کہا کہ بہائم کو پردگی اور تجلی دونون سے بے خبری ہے بخلاف ارواح کے کہ تجلی سے اسکی زندگی اور پردگی سے عذاب و موت ہے ابن عطاؒ
نے کہا کہ ان دلون سے معانی خطاب نہین سمجھتے اور آنکھون سے شواہد حق نہین دیکھتے اور کانون سے حلاوت خطاب نہین پاتے کیونکہ
نہین سنتے ہین۔ اُستاذؒ نے کہا کہ معانی خطاب کے جسطرح محدثین سمجھتے ہین یہ لوگ نہین سمجھتے اور انکو دلی خطرہ مین اور نفسانی و
شیطانی وسواس مین تمیز نہین۔ آنکھون سے شواہد توحید نہین دیکھتے اور کانون سے دلائل یقین نہین سنتے ہین ان لوگون کی نظر فقط غفلت
کی راہ ہے اور انکی سماعت فقط یہی شہوت و فتنہ کی آواز ہے۔ یہ روڑے پتھر کسی لڑی مین گوندھنے کے قابل نہین سوائے اس کے کہ
شہوت کی زنجیرون مین جکڑے جاوین **قال المترجم** محدثین جمع محدث انکی اصطلاح مین وہ عارف کہ فہم خطاب و واردات ازلی اسکے
قلب پر غیب سے وارد ہون اور مثال مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین چنانچہ تین آیات کا خطور قبل نزول کے انپر بتوافق واقع ہوا۔ وقد
سبق البیان فی قوله واتخذوا من مقام ابراهیم مصلے الآیة۔ اور تحقیق مقام مجملاً و کفایۃ جابجا آچکا ہے فتذکر۔ پھر اوتعالے نے بیان فرمایا کہ اسکے بہت نام
پاک ہین اور وہ اسماء ذاتی و اسماء صفاتی اور اسماء فعلی اور اسماء خاصہ ہین جنسے عارفون کے دلون کو جو جہنمیون کے دلون کے مانند نہین بلکہ پاکیزہ
منور ہین ان پاک نامون سے عجائب صفات الٰہی سے آگاہی ہوتی ہے جن کا مصدر ذات واحد قدیم جل سلطانہ ہے چنانچہ فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ کے ہین سب نام خاصے سو اسکو پکارو وہ کہکر اور چھوڑ دو انکو جو کج راہ چلتے ہین اُسکے نامون مین وہ بدلا پا رہینگے اپنے کیے کا

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور اللہ تعالے کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہین۔ ایسا پاک بیان چار سورتون مین آیا ہے۔ ایکسا تو یہان اور دوم آخر سورۂ بنی اسرائیل مین فی قولہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی۔ اور سوم سورہ طٰہٰ کے شروع مین فی قولہ اللہ لا الٰہ الا ہو لہ الاسماء الحسنی۔ اور چہارم سورۂ حشر کے آخر مین فی قولہ ہو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنی۔ اور حُسنٰی کالفضلیٰ مؤنث احسن ہے اور وہ صفت اسماء جمع اسم ہے اور معنے تفضیل کے یہان یا تو مشرکون کے معبودون کے بنسبت ہین اور یا مطلقاً ہین اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ بلکہ صواب ہے اسواسطے کہ کسی کو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ نسبت نہین اور ظاہر ہین جو رحیم و کریم کے مانند اسماء مین مشارکت گمان کیجاتی ہے وہ وہم ہے پس غفلت سے بچنا چاہیئے۔ اور بعض نے کہا کہ حسنیٰ مصدر ہے جیسے رجعی۔ اور مفرد آنا بوجہ اسکے کہ مصدر جنس ہے اور جیسے وصف لایعقل مین افراد آتا ہے۔ اول قول مختار مفسرؒ ہے۔ بالجملہ یہان بندون کو معرفت دی اور ادب فرمایا کہ جس ذات پاک کا نام اللہ تعالے ہے اس کے واسطے بہت سے نام صفاتی وغیرہ بہت اچھے اچھے ہین۔ فَادْعُوْهُ بِهَا سو پکارو اسکو انھین ناموں سے۔ پس اللہ تعالے کو انھین پاکیزہ نامون سے پکارو یعنے اُسکے جناب مین التجا کرنے اور اسکا ذکر کرنے مین انھین پاک نامون سے نام لیاکرو۔ اور دعا کے آداب و شرائط تحقیق کے ساتھ تفسیر قولہ و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب الآیۃ مین گذری اور منجملہ شرطون کے یہ ہے کہ دعا کرنے والا جس نام پاک سے دعا کرے اسکے معنے جانتا ہو اور یہ ہے کہ اسکے دل مین جبکا نام لیتا ہے یعنے حق سبحانہ تعالے کی عظمت اسوقت توضرور حاضر ہو یعنے دل غافل نہو اور یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ قبولیت پر بھروسا کرکے بدون شک وغیرہ شیطانی وسواس کی دعا کرے۔ پس جلالی نام کے وقت جلال سماویگا اور جمالی نام کے وقت رحمت و انبساط آویگا لہذا ان پاک نامون کا اور انکے معانی کا جاننا ضرور ہے پھر علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے کے نام ننانوے ہین اور دوم یہ کہ انکی گنتی اسی قدر مین منحصر نہین بلکہ اللہ تعالے ہی جانتا ہے۔ اور مفسرؒ نے یہان لکھا الاسماء الحسنی التسعۃ والتسعون الوارد بہا الحدیث یعنے یہ نامہائے احسن ننانوے کہ انکے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے۔ پس قولہ التسعۃ الخ بدل از اسماء ہے اور معنے مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ اسماء حسنیٰ یہی ننانوے ہین جو حدیث مین وارد ہوئے ہین فعلے ہذا قول اول اختیار کیا۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ یہان جن پاک نامون سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہی ننانوے ہین اگرچہ اوتعالے کے اور پاک نام اسقدر ہون کہ انکا علم اللہ تعالے ہی کو ہے فعلے ہذا قول دوم کی طرف راجع ہوا۔ اور توضیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ان للہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا من احصاہا دخل الجنۃ و ہو وتر یحب الوتر۔ یعنے اللہ تعالے کے ننانوے نام۔ ایک کم سو ایسے ہین کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت مین داخل ہوگا اور او تعالے فرد ہے وہ طاق کو محبوب رکھتا ہے۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابوعوانہ وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مندۃ وابن مردویۃ وابونعیم والبیہقی۔ اور ابن مردویہ وابونعیم کی روایت سے اتنا زائد ثابت ہوا کہ جو ان نامون سے دعا کرے اللہ تعالے اسکی دعا قبول فرماتا ہے۔ بخاریؒ نے فرمایا کہ احصار سے یہان حفظ کرنا مراد ہے اور یہی اکثر محققین کا قول ہے اور دوسری روایت مین آیا ہے کہ من حفظہا دخل الجنۃ۔ پس پہلی روایت کی اس سے تفسیر ہوگئی کہ احصار سے حفظ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احصار کے معنے شمار کرنا یعنے دعا مین ان نامون کے ساتھ احاطہ کرکے انسے دعا مانگے مترجم کہتا ہے کہ بنا برین دعا بھی یہ ہوگی کہ اللہ تعالے میری مغفرت فرمائے کیونکہ ان نامون کو بمعنی احصار کرکے اگر مثلاً رزق کی دعا مانگی تو جنت مین داخل ہونا کیونکر ملیگا اور یہ احتمال کہ یہ مزید فضل مین یعنے گھاتے مین ملجاوے بعید ہے فافہم اور بعض نے کہا کہ احصار سے مراد ادب سے انکی بخوبی رعایت رکھنا۔ اور بعض نے کہا کہ دعا کے وقت دل کو انکے معانی پر حاضر رکھنا حتی کہ قہار کے نام لینے پر عظمت و قہر سے بھر جاوے اور رحیم کے نام پر رحمت سے منبسط ہوجاوے مترجم کہتا ہے کہ مرد عارف

کے سواے ہر ایک سے ایسا نہین ہو سکتا و معنے اول اقوی ہین واللہ اعلم اور بیان ان پاک نامون کا آگے آتا ہے اور یہان اسقدر جاننا ضرور ہے کہ جن علما نے سمجھا کہ اللہ تعالے کے نام ننانوے ہین منحصر ہین وہ اسی حدیث سے اسطرح استدلال کرتے ہین کہ قولہ ان للہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا پر کلام پورا ہوا اور افادہ فرمایا کہ اوتعالے عز وجل کے ننانوے نام ہین اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ سے مراد بیان فضائل ہین یعنے منجملہ فضائل کے ایک یہ ہے کہ جو انکو حفظ کرے یعنے معنے و مضمون سے اپنے قلب پر محفوظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا اور ظاہر یہ کہ اسماء صفاتی کے حفظ کی کیفیت یہ کہ مثلاً رحیم و حلیم کے مقتضا پر خود اپنے پروردگار کا خلق اختیار کرکے رحم کرنے والا اور لوگون کے حرکات پر حلم کرنے والا اور بردباری سے انکی طرف سے برائیون کو برداشت کرنیوالا ہو جاوے اور علی ہذا احصاء کے معنے اول و سوم مین اتفاق ہو جائیگا واللہ اعلم اور یہ جملہ درمیان مین معترضہ تھا اور مقصود یہ کہ جو علماء انحصار اسماء کے قائل ہین انھون نے حدیث شریف سے اس بیان سے استدلال کیا ہے اور باقی علماء جو انحصار کے قائل نہین انھون نے یون معنے بیان کیے کہ قولہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا بدل و مبدل منہ ہوکر موصوف ہوا اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ جملہ اسکی صفت ہے پھر موصوف و صفت ملکر اسم ان ہوا اور حاصل معنے یہ کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہین کہ جو انکو حفظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا پھر واضح رہے کہ مترجم کو ٹھیک طور پر معلوم نہوا کہ ننانوے نامون مین انحصار کے قائل کون علماء ہین اگرچہ بعض نے مجمل اشارہ کیا اور ظاہر ہے کہ اس شخص نے بعض عبارات سے وہم کیا کہ بعضے علماء انحصار کے قائل ہین مگر صحیح یہ ہے کہ علماء مین اختلاف نہین اور سب کا یہی قول ہے کہ اسماء الٰہی ننانوے مین منحصر نہین پس حدیث شریف کے وہی دوسرے معنے صحیح ہین امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علماء رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اس حدیث مین اللہ تعالے کے نامون کا حصر مقصود نہین اور اسکے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کا کوئی نام سواے ننانوے کے نہین بلکہ یہ مقصود ہے کہ ان نامونکو جو احصاء کرے وہ جنتی ہوگا پس حاصل یہ کہ ان نامون کے احصاء سے جنت مین جانے کی خبر دینا مقصود ہے اور نامون کا حصر بیان کرنا مقصود نہین ہے۔ و قال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ واضح رہے کہ اسماء حسنیٰ کچھ انھین ننانوے مین منحصر نہین ہین بدلیل دوسری حدیث کے جو امام احمدؒ نے اپنی مسند مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ما اصاب احدا قط ہم ولا حزن فقال اللہم انی عبدک ابن عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسالک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی و نور صدری و جلاء حزنی و ذہاب ہمی الا اذہب اللہ حزنہ و ہمہ و ابدل مکانہ فرحا فقیل یا رسول اللہ افلا نتعلمہا فقال بلی ینبغی لکل من سمعہا ان یتعلمہا۔ حاصل معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ کوئی ایسا نہین جسکو کوئی غم و اندوہ پہونچا پھر اسنے یون دعا مانگی کہ اللہم الخ مگر آنکہ اللہ تعالے اسکا غم و اندوہ دور کردیتا ہی اور بجاے اسکے فرحت و سرور دیتا ہے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بھلا ہم اسکو سیکھ نہ لین۔ تو فرمایا کہ ہان سیکھ لو جو اسکو سنے اسکو چاہیئے کہ اسکو سیکھ لیوے۔ و قد رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی فی الاسماء والصفات۔ اور دعاء مذکورہ کے معنے یہ ہین اے اللہ پاک میرے مین تیرا غلام تیرے غلام کا بیٹا تیری باندی کا بیٹا ہون میری چوٹی تیرے قبضہ قدرت مین ہے میرے حق مین تیرا حکم روان ہے میرے حق مین تیرا حکم سب عدل ہے مین تجھسے تیرے ہر نام پاک کے ساتھ جو تیرے لیے شایان ہے تونے اس سے اپنا نام رکھا ہے اور اس کو اپنی کتاب مین نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق مین سے کسی کو سکھلایا ہے یا اپنے پاس اسکو اپنے ہی علم غیب مین رکھا ہے یہ دعا کرتا ہون کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی ربیع اور میرے سینہ کا نور اور میرے اندوہ کا صیقل کرنے والا اور میرے غم کا دور کرنیوالا فرما دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے

تر و تازہ بہاری ۱۲

ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے کے نامون مین سے بعضے اسی کے علم غیب مین ہین مخلوق مین سے کسیکو معلوم نہین اور بعض کسی مخلوق کو مخصوص بتلائے گئے ہین بالجملہ ثابت ہوا کہ انھین ننانوے مین انحصار نہین ہے اور ابن العربی مالکیؒ نے شرح ترمذی مین لکھا کہ بعض علمار نے اللہ تعالے کے نامون کو قرآن وحدیث سے جمع کر کے ہزار نام لکھے ہین واللہ اعلم۔ اب رہا بیان اسکا کہ ننانوے نام جنکے حفظ پر حدیث صحاح وسنن مین دخول جنت کی بشارت آئی ہے وہ کہان ہین اور بطور تعین معلوم مروی ہوئے ہین یا مانند شب قدر کے یا ساعت روز جمعہ کے مبہم ہین تاکہ رغبت وکوشش زیادہ ہو پس ابن عباسؓ وابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہین کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت مین داخل ہوگا اور وہ قرآن مین ہین۔ رواہ ابو نعیم۔ اگر اس حدیث کی اسناد مستقیم ہو تو اس سے استفادہ ہوگا کہ وہ قرآن مجید مین ہین۔ اور ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا جاتا ہے کہ کہا یہ نام قرآن مین ہین پھر علیحدہ علیحدہ سورہ سورہ کر کے ننانوے نام بیان کیے اور ابن حجرؒ نے تلخیص مین کہا کہ ظاہر الکتاب مجید سے تتبع وتلاش کر کے پھر انکو بیان کر دیا۔ اور شیخ ابن حزم نے کہا احصار اسمار الٰہی مین جملہ احادیث مضطرب ہین انمین سے کوئی صحیح نہین اور مراد شیخ کی یہ کہ تفصیل اسمار کی روایات مضطرب ہین لیکن مطلق نفی مین تشدید ہے اور مفسر جلالؒ کے نزدیک بھی ثبوت معلوم ہوتا ہے ورنہ تفسیر مذکور مین تامل ہوگا۔ اور البتہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو صحیحین وغیرہ سے مذکور ہوئی ہے امام ترمذیؒ نے بھی اپنی سنن مین روایت کیا اور اس مین تفصیل ننانوے نام کی بعد قولہ یحب الوتر کے زیادہ ہے پھر کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ننانوے نام کے احصار کی حدیث تو ابو ہریرہ رضؓ سے کئی وجوہ یعنے بواسطہ متعدد راویون کے مروی ہے لیکن مین بہتیری روایات مین نامون کا ذکر نہین جانتا سوائے اس حدیث کے انتہی مفاد کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام امام ترمذیؒ کا یہ ہے کہ اس حدیث کو اکثر راویون نے تو بدون تفصیل نامون کے روایت کیا اور وہ بہت ثقہ لوگ ہین اور یہ طریقہ جو تفصیلی نامون کے ساتھ ہے اسکا راوی اگرچہ مقدوح ضعیف نہین لیکن دوسرے ثقات سے زائد روایت کرتا ہے لہذا حدیث غریب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت ائمہ حفاظ کا معمول یہ ہے کہ اس حدیث مین نامون کا تفصیلی بیان مدرج ہے یعنے راوی نے اپنی طرف سے بیان کیا مگر اسطرح کہ وہ حدیث مین درج ہوگیا چنانچہ زہیر بن محمدؒ سے مروی ہے کہ مجھے کئی اہل علم سے خبر پہونچی کہ انھون نے خود ایسا کہا یعنے قرآن مجید سے جمع کر کے بیان کر دیا جیسا کہ جعفر بن محمد وسفیان بن عیینہ وابو زید لغوی نے کہا ہے واللہ اعلم مگر پوشیدہ نہ رہے کہ حافظ ابو نعیم وابن مردویہ نے تفصیل اسمار کو حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کیا مگر اس کی اسناد کا حال معلوم نہین لیکن فی الجملہ اس حدیث ابو ہریرہؓ کی تقویت ہوئی جسکو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور طریق ترمذیؒ یہ عن الجوزجانی عن صفوان بن صالح عن الولید بن مسلم الیٰ آخر الاسناد سے اس حدیث کو ابن حبانؒ نے بھی اپنی صحیح مین روایت کیا اور ابن حبانؒ کا مذہب دربارہ تصحیح اسناد کے معروف ہے کہ راوی کی عدالت وثقاہت معلوم ہو یا اسکا حال مستور ہو بہر حال وہ عادل وثقہ قرار دیتے ہین جیسے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ علمار کے نزدیک ہے اور اس سے تقویت زیادہ ثابت ہوئی علاوہ برین ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو اپنی سنن مین دوسرے طریق سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت کیا ہے پس اعتماد کے واسطے کافی ہے لہذا ان پاک نامون کو موافق حدیث مزبور کے ذکر کیا جاتا ہے مگر قبل اسکے تنبیہ ضرور ہے کہ بر تقدیر تسلیم عدم ثبوت تفصیل کے آیت کریمہ کی تفسیر مین کوئی توقف نہین اور معنے یہ ہین کہ وللہ الاسمار الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ اللہ تعالے کے پاک نام ہین انسے دعا کرو اور وہ اللہ تعالے کی کتاب ورسول پاک سے معلوم ہوئے ہین اور قرطبیؒ نے حکایت کیا کہ مقاتل وغیرہ مفسرین نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے ایک شخص اپنی دعا مین

یا رحمٰن یا رحیم کہتا تھا اسکو مشرکون مین سے ایک نے سُنکر کہا کہ محمد و اسکے ساتھی تو کہتے ہین کہ ہم ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کو پوجتے ہین پھر اسکو کیا ہوا کہ دو معبودون کو پکارتا ہے تو آیت یہ نازل ہوئی۔ للہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک واحد ہے اور اُسکے نام اچھے اچھے بہت ہین جو اسکی ذات کو بنظر صفات کمالیہ کے شایان ہین لیکن اسکی صفات کی حقیقت چونکہ تصور بشری سے اعلیٰ و برتر ہے لہذا جو نام اسنے فرمائے ہین انھین پر اقتصار کیا جاوے اور اپنی فہم ناقص سے کوئی نام نہ گڑھا جائیگا پھر ان نامون مین سے ننانوے نام پاک ایسے ہین کہ جو انکو احصا کرے وہ جنت مین داخل ہوگا جیسا کہ صحیح بلکہ مشہور اصح حدیث سے معلوم ہوا ہے ان نامون کی تفصیل تو اس مین روایت ابن مردویہ و ابو نعیم از حضرت ابن عباس و ابن عمرؓ اور روایت ابن ماجہ و ابن حبان و ترمذی از حضرت ابوہریرہؓ ہے چنانچہ ترمذی کی روایت کے موافق ان پاک نامون کو مع تنبیہ معانی کے لاتا ہون۔ فاعلم ان الترمذی قد روی حدیث الاحصاء من طریق الولید بن مسلم عن شعیب ابن حمزۃ باسنادہ مثل ما روی البخاری الا انہ زاد بعد قولہ یحب الوتر۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المؤمن۔ المھیمن۔ العزیز۔ الجبار۔ المتکبر۔ الخالق۔ البارئ۔ المصور۔ الغفار۔ القہار۔ الوہاب۔ الرزاق۔ الفتاح۔ العلیم۔ القابض۔ الباسط۔ الخافض۔ الرافع۔ المعز۔ المذل۔ السمیع۔ البصیر۔ الحکم۔ العدل۔ اللطیف۔ الخبیر۔ الحلیم۔ العظیم۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ الحفیظ۔ المقیت۔ الحسیب۔ الجلیل۔ الکریم۔ الرقیب۔ المجیب۔ الواسع۔ الحکیم۔ الودود۔ المجید۔ الباعث۔ الشہید۔ الحق۔ الوکیل۔ القوی۔ المتین۔ الولی۔ الحمید۔ المحصی۔ المبدی۔ المعید۔ المحیی۔ الممیت۔ الحی۔ القیوم۔ الواجد۔ الماجد۔ الواحد۔ الاحد۔ الفرد۔ الصمد۔ القادر۔ المقتدر۔ المقدم۔ المؤخر۔ الاول۔ الآخر۔ الظاہر۔ الباطن۔ الوالی۔ المتعالی۔ البر۔ التواب۔ المنتقم۔ العفو۔ الرؤف۔ مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط۔ الجامع۔ الغنی۔ المغنی۔ المانع۔ الضار۔ النافع۔ النور۔ الہادی۔ البدیع۔ الباقی۔ الوارث۔ الرشید۔ الصبور۔ پھر واضح ہو کہ کلیہ قاعدہ جناب باری تعالیٰ کے پاک نامون مین یہ ہے کہ جو نام حقیقی معنے پر صادق آسکتے ہین ان مین حقیقی معنے مراد ہوتے ہین مثلاً الخالق بمعنے پیدا کرنے والا تمام مخلوق کو۔ اور جن نامون مین لغوی معنے نہین بنتے ہین مثلاً الصبور کیونکہ صبر کو لغت والے یون جانتے ہین کہ آدمی اپنے قلب کو ایسی حرکت سے روکے جس سے گھبراہٹ ہو اور جزع و فزع کی طرف مُودی ہو اور یہ بات جناب باری تعالیٰ مین محال ہے تو ایسے نامون مین اسکے لازمی معنے مراد لیے جاتے ہین مثلاً حلم آلٰہی سے اللہ تعالیٰ کا حلیم نام اس معنے کر کہ بندون کی نافرمانیون پر انکو جلد عذاب مین ماخوذ نہین فرماتا ہے اور ابتداے سورہ بقرہ مین اسکی توضیح گذر چکی ہے۔ پھر جو حدیث مین آیا کہ ان اللہ وتر۔ تو وتر کے معنے فرد ہین اور مراد اس سے یہ کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہین اور اس کا نظیر نہین ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو واحد کہا جاتا ہے تو یہ معنے نہین کہ وحدت اسکو عارض ہے کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ واحد و فرد بایں معنے کہ اسکے مانند و مثل و شبیہ و نظیر و شریک کوئی نہین ہے لہذا جناب باری تعالیٰ کی ذات و صفات مین اس طرح غور کرنا روا نہین ہے کہ ذات کی یا صفت کی حقیقت کیا ہے بلکہ اسپر ایمان لاوے اور مثلاً رحیم سے اسکی رحمت کا اُمیدوار ہو اور کریم سے کرم کا اور منتقم سے ڈرے اور اسکے عذاب و عقاب سے خوف کرے اور وہی ہادی عفو غفور ہے اس سے ہدایت و سلامتی کی التجا کرے والسلام۔ پس حاصل معنے قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت نام اچھے اچھے ہین اور وہ سب ایک ہی مسمّی کے نام ہین پس انھین نامون سے اس کا نام لو اور اس سے دعا کرو اور ننانوے نام جو کوئی یاد رکھے

وہ جنتی ہے۔ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ اور چھوڑ دو ان لوگون جو الحاد کرتے ہین اسکے نامون مین۔ جمہور کی قرارۃ
یلحدون بضم اول از الحاد ہے اور حمزہؒ کی قرارۃ مین بفتح اول از لحد ہے اور معنے دونون کے ایک ہی ہین یعنے میل کرنا اور مراد یہ کہ اوتعالے
کے نامون مین حق سے مڑکر باطل کی طرف جھکتے ہین کیونکہ اُنھون نے اسمار الٰہی سے اپنے بتون کے نام نکالے چنانچہ اللہ سے اللات ایک بُت کا
نام اور العزیز سے عزّیٰ ایک بُت کا نام اور المنّان سے مناۃ ایک بُت کا نام نکالا جیسا کہ ابن عباسؓ و مجاہدؒ سے مروی ہوا۔ اور نیز
ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یلحدون فی اسمائہ۔ یعنے جھٹلاتے ہین اور بعض نے کہا کہ الحاد مذکور سے مراد یہ کہ کافر و مشرک اپنے بتون کو آلھہ
کہتے ہین۔ اور اہل المعانی کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے نامون مین الحاد یہ ہے کہ جس نام سے اللہ تعالے نے اپنے آپ کو نہین فرمایا اور نہ کتاب
وسنت مین آیا ہے اس سے اللہ تعالے کا نام رکھے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام سب توقیفی ہین یعنے جس جس نام سے واقف
کرادیا گیا اسی نام سے تسمیہ کرنا روا ہے اور قیاس ورائے سے نہین جائز ہے چنانچہ اللہ تعالے کو جواد کہتے ہین مگر سخی کہنا روا نہین ہے
اگرچہ اسکے معنے بھی جواد کے ہین اور اسیطرح رحیم نام ہے اور رفیق نہین جائز ہے اور عالم صحیح ہے اور عاقل نہین جائز ہے اور آیت مین
فرمایا یخادعون اللہ وھو خادعھم الآیۃ۔ اور نیز فرمایا۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین لیکن دعا مین یا مخادع اور یا مکار کہنا روا نہین
ہے بلکہ انھین نامون سے دعا کیجاوے جنسے بوجہ تعظیم واقف کرادیا گیا ہے پس یا اللہ یا رحمن و یا رحیم و یا کریم وغیرہ پاک نامون سے دعا کرنا
روا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے کے نام اپنی طرف سے اختراع کرنا و نکالنا نہین روا ہے اور نہ ایسے نام سے دعا کرنا جسکے معنے معلوم نہین
اور نہ ایسے نام سے جو غریب ہو بلکہ انھین نامون سے دعا کرے جو شرع نے بتلادیے ہین۔ پھر مشرکین رحمن سے احتراز کرتے تھے اور ایسے ہی
اسمار توحید سے بدبخت نفرت کھاتے پس بعض نام توقیفی لینا اور بعض کو ترک کرنا بھی الحاد ہے لیکن یہ لازم نہین کہ دعا مین سب نامون کو
جمع کرے بلکہ کسی نام کو ترک کرنا اعتقاد نہ کرے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسمار الٰہی مین سے بندہ کے مقصود کو جس صفت سے مناسبت ہے
دعا مین اس صفت کے نام کو لینا اوفق ہے مثلاً اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ یعنے الٰہی مجھ بندہ کو عفو کردے تو عفو کو
دوست رکھتا ہے تیرا نام عفو و غفور ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہان قہار و منتقم وغیرہ کو لانا گستاخی اور بیوقوفی ہے اسلیے کہ صفت قہر و
انتقام ظہور کو نہین چاہتا پس اس راہ سے یہان ان نامون کو نہ لانا مضائقہ نہین ہے اور اسیطرح اگر کافرون نے کفر و شرک مین
غلو کیا اور ظلم مین بڑھ چلے اور کسی مسلمان نے انپر بددعا کی تو انپر قہر و انتقام و غضب و عقاب کا ظہور منظور ہے اسوقت مین عفو و رحم
و مغفرت کے نامون کا لانا جہالت ہے۔ فافہم۔ اور جامع تفسیر الحاد یہ کہ تغیر نہ کرے جیسا مفسرؒ نے بیان کیا ہے اور اختراع نہ کرے اور
نقصان باین طور نہ کرے کہ بعض اسمار سے تسمیہ کرے اور بعض سے نہ کرے اور وضع بے وضع نہ کرے باین طور کہ الرشید کسی کا نام رکھے
ہان عبد الرشید صحیح ہے اور جس نام سے توقیف نہین وہ نام نہ رکھے۔ اور معنی آیت کے یہ ہین کہ جو لوگ کہ اسمار الٰہی مین الحاد کرتے ہین
انکو چھوڑ دو جیسے گمراہ شریر کو چھوڑ کر اس سے منھ موڑ لیتے ہین۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ عنقریب بدلا دیے جاوینگے یہ ملحد لوگ
وہ چیز جو کرتے رہے۔ یعنے جزا اس چیز کی جو کرتے تھے کیونکہ بعینہ وہی چیز تو جزا نہین ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ آخرت مین یہ جزا واقع ہونا
مراد ہے اور یہ حکم قبل حکم جہاد کے تھا یعنے انکو چھوڑنے و اعراض کرنے کا حکم جہاد سے پہلے تھا۔ اولے یہ ہے کہ جزاء و سزا پانے کا تعین آخرت پر
نہ رکھا جاوے بلکہ عام لیا جاوے دنیا مین اور آخرت مین لیکن آخرت مین انھین ملحدون کیواسطے متعین ہے جو اسلام لاکر موحد اور اہل ادب نہین ہوئے
کیونکہ اسلام سے پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ الاسمار الحسنی الآیۃ۔ مخلوق ان نامون کی جستجو

مین پڑے ہین مگر پاوینگے نہین الا اسی طرح کہ ان نامون سے کشف ہو اور کشف انکا نہوگا مگر اسی طرح کہ وہ صفات خاصہ کشف
ہون جنکے خزانہ کے یہ نام کنجیان ہین اور یہ صفات کشف نہونگی مگر اسی طرح کہ ذات کا کشف حاصل ہو۔ پس جو شخص ان کشوف
سے ہدایت یافتہ ہوا اس کو اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم کی راہ ملی اور اس کے نور سے معانی صفات و انوار ذات کی طرف راہ پاتا ہے
اور جب اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے اور مراد حاصل ہونا بطور کن فیکون کے ہوتا ہے۔ ہر نام پاک ایک صفت
سے خبر دیتا ہے اور جو صفت ہے وہ ذات سے خبر دیتی ہے اور ہر نام پر عارفون کے لیے ایک مقام ہے اور نامون کی معرفت مین انکی
معرفت مختلف ہین پس جسقدر جسکو معرفت صفات و مشاہدہ ذات مین مرتبہ حاصل ہے اسی کے مطابق نامون سے انکشاف حاصل ہی
بعض نے کہا کہ اوتعالےٰ کے نامون مین سے ہر نام تجھکو کسی مرتبہ پر پہونچاویگا اور نام اللہ تجھکو اللہ تعالےٰ کی محبت مین والہ و شیدا
بناویگا۔ اور الرحمٰن الرحیم تجھکو رحمت الٰہی مین پہونچاوینگے اسی طرح جب تو خلوص نیت و صفاء عقیدت سے دعا کرے تو سب
نامون کی ایسی ہی حالت ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسماء صفات سے بالاتر کچھ صفات ہین کہ وہان افہام کا گذر نہین کیونکہ مقام ذات
تو اغیار کے واسطے آتش سوزان ہے اسکی طرف کوئی راہ نہین اور اہل عشق کو اپنے تئین وہان ڈالدینا ضرور ہی۔ قال المترجم
فہم کا گذر کہین نہین اور اعتقاد کے واسطے ذات تک کی تصدیق ایمانی کافی ہے لیکن مراد یہ ہے کہ اگر بیان مین لایا جاوے تو
عقول و افہام متحیر ہون اور شاید منکر ہوجاوین فتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ دعا کے واسطے اپنے اسماء مقدسہ کو ظاہر فرماتا ہے نہ
اسواسطے کہ انکے حقایق کو ادراک کرین اسکے حقایق صفات پر کون واقف ہوسکتا ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ فادعوہ بہا۔ یعنی
انکے حقایق کے ادراک کی طرف نفس کی سرکشی روکو بلکہ انھین پر توقف کرو۔ اُستادؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا کہ اللہ تعالےٰ نے
مخلوق کو اپنے نامون پر واقف کیا پس وہ زبان سے انکو یاد کرتے ہین کیونکہ عقلین ہرچند صافی ہون حقایق اسماء پر مطلع نہین
ہوسکتی اسواسطے کہ حق تعالےٰ کی جناب مین کسی فرد سے ادراک نہین ہوسکتا پس حقایق کے انکشاف کے وقت انپر حیرت طاری
ہوتی ہے پھر ادراک و احاطہ کہان ممکن ہے معرفت وہان حیران ہے اور حقایق کے ادراک مین بصر و بصیرت سب کو ہیجان ہے اور
حق سبحانہ تعالےٰ عزیز متعالی جلی البرہان ہی۔ واضح ہو کہ بلعم باعوراء کی نسبت کہا گیا کہ اسم اعظم جانتا تھا لیکن تقدیر ازلی سے کافر مرا پھر بیان فرمایا کہ دوزخ
کیواسطے اقوام متعین و علم ازلی مین مقدر ہوچکے ہین پھر جنت کیواسطے ایک اُمت ہادی عادل کا مخلوق ہونا مع استدراج اہل تکذیب بیان کیا قولہ

ع ۱۰ ۲۲ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور ہماری پیدائش مین سے ایک لوگ ہین کہ راہ بتاتے ہین سچی اور اسی پر انصاف کرتے ہین اور جنھون نے جھٹلائین ہماری آیتین انکو ہم سہج سہج پکڑینگے
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ
جہان سے وہ نہ جانینگے اور انکو فرصت دونگا میرا داؤ پکا ہے۔ کیا دھیان نہین کیا اُنھون نے انکے رفیق کو
مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ
کچھ جنون نہین وہ تو ڈرانے والا ہے صاف کیا نگاہ نہین کی سلطنت مین آسمانون اور زمین کی اور جو اللہ نے بنائی ہے
مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ
کوئی چیز اور یہ کہ شاید نزدیک پہونچا ہو انکا وعدہ سو اسکے پیچھے کس بات پر یقین لاوینگے جسکو اللہ

اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

بھٹکاوے اُسے کوئی نہین راہ دینے والا اور انکو چھوڑ رکھتا ہے اُنکی شرارت مین بہکتے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا ۔ یہ ذکر بمقابلہ قولہ ولقد ذرأنا لجہنم الخ واقع ہوا حاصل آنکہ جیسے جہنم کیواسطے بہتون کو پیدا کیا اسکے مقابلہ مین جنت کے واسطے بھی منجملہ مخلوقات کے ایک مخلوق عاقل ہے۔ اُمَّةٌ ایک جماعت ہے کہ۔ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ تقدیم مین تخصیص ہے یعنے بالحق خاصة۔ خاص حق ہی کے ساتھ۔ يَعْدِلُوْنَ یعنے اپنے امور کو متعادل رکھتے ہین پس جیسا چاہیئے نہ اس سے زیادتی کرتے ہین اور نہ اسمین کمی کرتے ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو غفلت سے بیدار کیا ہے اور اپنی توفیق سے انکی آنکھون سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ آثار مین آیا ہے کہ اس اُمت مذکورہ سے مراد اُمت مرحومۂ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ہمکو خبر پہونچی کہ آنحضرت صلعم جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم لوگون کے واسطے ہے اور تم سے اگلی اُمت کو بھی اسکے مانند دیا گیا چنانچہ فرمایا ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون الآیۃ۔ اور سراج مین ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ مراد اس سے اُمت محمدی ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ اجماع کی حجت قائم ہے اسواسطے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ہر صدی مین ایک گروہ ایسا ہوگا جسکی یہ صفت ہے کیونکہ اگر مختص بزمانہ رسول صلعم یا بغیر ہوتا تو ذکر سے کوئی فائدہ نہ تھا اسلیے کہ یہ تو معلوم ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ربیع بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت مین ایک قوم برابر حق پر قائم رہیگی یہانتک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اُترے۔ الحدیث المرسل ۱۲م یعنے عیسیٰ ابن مریمؑ کے اُترنے کیوقت بھی یہ گروہ حق پر قائم ہوگا اور صحیحین مین معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری اُمت مین سے ایک گروہ حق پر ظاہر رہیگا انکو جو کوئی خوار کرنا چاہے یا انکی مخالفت کرنا چاہے وہ ضرر نہ پہونچا سکیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہو۔ اور دوسری روایت مین ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کا حکم آوے اور وہ اسی حال پر ہونگے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ وہ لوگ ملک شام مین ہونگے مفسرؒ نے موافق جمہور کے کہا کہ آیت مین اُمت سے مراد اُمت محمدی ہے جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہے پھر امت صالحہ کا حال بیان کرکے ان لوگون کا حال شروع کیا جو اُنسے مخالفت کرین پس فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اسم موصول سے مراد اہل مکہ یعنے اس زمانہ کے مشرک ہین یا عموماً سب منکرین ہین۔ اور آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔ حاصل آنکہ جن منکرون نے قرآن کو جھٹلایا اور نہ مانا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ گرفت کرینگے ہم اُنکو تھوڑا تھوڑا کرکے اس راہ سے کہ وے نہین جانتے استدراج کے معنے اصل مین درجہ بدرجہ چڑھانا یا اُتارنا۔ اور یہان ہلاکت کی طرف آہستہ آہستہ پہونچانا۔ بعض نے کہا کہ یہ اسطرح پر کہ اللہ تعالےٰ ان پر نعمتون کو اسقدر فراخ کر دیتا ہے کہ دوسرے لوگ انکو دیکھکر غبطہ کرتے ہین اور ان لوگون کو ان نعمتون کی طرف مائل کرتا ہے پھر جب بے کھٹکے نچنت ہو جاتے ہین تو کمال سرسبزی و غفلت کے وقت انکو عذاب مین گرفتار کرتا ہے خواہ اسطرح کہ موت سے عذاب مین پڑ جاتے ہین یا دنیا مین ہی اگلی اُمتون کے مانند عذاب نازل ہوتا ہے بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ عنقریب با درجہ بدرجہ نزدیک کرینگے ہم انکو ایسی چیز سے جو انکو ہلاک کرے اور کئی گونہ انپر عذاب ہو جاوے اس راہ سے کہ انکو معلوم نہو گا کہ انجام کار اُنسے کیا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ جب اُنھون نے نصیحت و موعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور اپنی معاصی و کفر پر جمے رہے تو دنیا مین اللہ تعالےٰ انپر ابواب نعمت کھول دیتا ہے پس اس سے اُن کو گمراہی و ضلالت مین زیادہ غلو ہوتا ہے کیونکہ جہالت سے گمان کرتے ہین کہ انھین اعمال کیوجہ سے ہمپر یہ نعمت و احسان متواتر ہے حالانکہ درحقیقت یہ انکے حق مین خواری ہے پس یہی استدراج ہے۔ روایت ہے کہ جب فارس فتح ہوا اور اس سلطنت کے خزانے حضرت عمرؓ کے حضور مین لائے گئے تو آپ نے رو کر دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مین تجھسے پناہ مانگتا ہون کہ یہ

ہمارے واسطے استدراج ہو کیونکہ تو فرماتا ہے کہ سنستدرجھم من حیث لا یعلمون ۔ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۔ یہ لنستدرجھم پر عطف ہے اے سامھلھم
یعنے عنقریب مین اُنکو مہلت دونگا انکی مقرری مدت عمر تک اور جلدی عذاب مین ماخوذ نہ کرونگا تاکہ کفر و معاصی کو اپنی حد تک پہونچاوین
اور توبہ کا دروازہ انپر کشادہ نہ کرونگا ۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ اے شدید لا یطاق ۔ یعنے میرا کید سخت ہے کہ اسکی کوئی طاقت نہین رکھتا ۔
متن و متانت بمعنے شدت قوت ہے اور کید بمعنے مکر ۔ پس بعض نے کہا کہ مراد اس سے اخذ یعنے گرفت و پکڑ ہے اور علیٰ ہذا یہ کلام بمانند
قوله ان بطش ربک لشدید ہے ۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ کید الٰہی بمعنے عذاب و نقمت ہے یعنے میرا عذاب قوی و شدید ہے کشاف وغیرہ
مین کہا کہ اسکو کید اسواسطے کہا کہ ظاہر مین یہ احسان و انعام سمجھتے تھے اور درحقیقت باطن مین خواری و عذاب مزید تھا ۔ آیت مین
تقدیر برحق ہونے پر دلیل ظاہر ہے ۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اے اولم تفکروا فیعلموا انہ لیس بصاحبھم محمد صلی اللہ
علیہ وسلم من جنون ۔ کیا ان لوگون نے تفکر نہ کیا کہ جان لیتے یہ بات کہ انکے صاحب یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھی جنون نہین ہے
کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے تو اسکو اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا کہ ایسے نیک صالح عادل متصف کامل
اخلاق والے کی شان مین باوجود اسکے کمال خلق کے اقرار کے کیونکر مجنون کہتے ہین کیا ذرا بھی نہین سوچتے جو جان لین کہ اس کو کچھ بھی
جنون نہین ہے ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے ماھو الا منذر بین الانذار ۔ نہین وہ مگر ڈر سنانے والا کھلے کھلے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے
قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پہاڑی پر چڑھے جسکا نام صفا ہے اور قریش کو گھرانا گھرانا ایک ایک
کرکے یا صباحاہ کہکر آواز دی پھر انکو اللہ عز وجل کے عذاب اور آئندہ کے وقائع سے جو موت بلکہ قیامت تک انپر واقع ہونیوالے ہین ڈرایا
جب سن چکے تو انہین سے ایک بولا کہ یہ شخص تمھاری قوم والا ایک مجنون ہے کہ لگا شام سے ڈرونی خبر سنانے یہان تک کہ صبح کر دی
پس اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اس رد مین اشارہ ہے کہ اگر یہ لوگ عذر کرین کہ ہم پیدائشی احمق تھے تو قبول نہ ہوگا بلکہ ہٹ دھرمی
سے بے پروائی کرتے اور ذرا بھی فکر نہین کرتے تھے لہذا توبیخ فرمائی بقوله ۔ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا نظر استدلال ۔ فِيْ مَلَكُوْتِ ملک السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ فیستدلوا بہ علی قدرة صانعہ و وحدانیتہ ۔ کیا نظر نہ کی ان لوگون نے بطور استدلال کے مالک
آسمانون و زمین مین اور اس چیز مین جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے کوئی چیز ہو تاکہ اس سے استدلال کرتے اس مخلوق کے خالق کی
قدرت کاملہ و اسکی وحدانیت پر ۔ واضح ہو کہ من شئ بیان ہے ماموصولہ مبہمہ کا ۔ وَّاَنْ عَسٰٓى اے و فی انہ عسی ۔ اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ
قرب اَجَلُهُمْ فیموتوا کفارا فیصیروا الی النار فیبادروا الی الایمان ۔ اور اس بات مین کہ قریب ہے کہ آلگی ہو انکی موت کی گھڑی پس کافر
مرکر دوزخ کو جاوین ۔ حاصل آنکہ کیون ان باتون مین نظر نہ کی کہ سمجھ حاصل کرکے ایمان و توحید کی طرف مبادرت کرتے اور جلدی قدم
بڑھاتے ۔ واضح ہو کہ آن عسی مین ان مخففہ ہے اور اسم اسکا محذوف ہے یعنے انہ عسی ۔ اور عطف ہے ملکوت پر ۔ پس استفہام سے ملامت
ان کو دو باتون پر آیک یہ کہ مالک آسمان و زمین مین بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزون مین سے کسی چیز مین کیون نظر نہ کی کہ اسکی
وحدانیت و قدرت کو جان لیتے ۔ دوم یہ کہ اپنی موت مین کہ گھڑی موت کی آلگی ہو تو کافر مرکر دوزخ مین پڑینگے کیون غور نہ کیا تاکہ
ایمان لانے مین جلدی کرتے ۔ بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ آن عسی مین ان مصدریہ ہو سکتا ہے ولیکن علامہ تفتازانی وغیرہ نے رد کر دیا
کہ عسی ان افعال مین سے ہے جنکے گردان نہین آتی اور جو ایسے افعال ہین انپر ان مصدریہ نہین آتا ہے ۔ کلام مین تنبیہ ہے کہ
عاقل کو واجب ہے کہ ناگہانی غفلت مین موت آنے سے خوف کرکے جو اسپر فرض و واجب ہے اس مین تاخیر نہ کرے ورنہ اسپر یہی ملامت ہے

جو اللہ تعالے نے کافرون پر ملامت کی جنہون نے حضرت صلعم کی بات سے بے پروائی کی بلکہ مجنون کہا حالانکہ خود مردود تھے۔ فَبِاَیِّ
حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ بعد القرآن یُؤۡمِنُوۡنَ پھر قرآن کے بعد کون بات پر ایمان لاوینگے یہان بعدیت یا تو اس معنے کر کہ قرآن مجید کی
خوبی وسچائی انتہا مرتبہ پر ہے پس اسکے بعد اور کون بات چاہیئے جسپر ایمان لاوین یعنے یہ لوگ ایمان لانے والے نہین۔ اور یا اس معنی کر
کہ آنحضرت صلعم خاتم المرسلین ہین پس قرآن آخری کلام الٰہی بندون پر ہے حتی کہ قیامت قائم ہوگی پھر اور کس بات پر ایمان لاوینگے
یعنے اور کلام الٰہی نہ پاوینگے۔ کلام ابن کثیرؒ آیت کی تفسیر مین مشعر باین تقدیر ہے کہ اولم ینظروا فی کذا وکذا فیومنوا ویحذروا انہ عسی ان
یکون الخ واللہ اعلم۔ آیت مین ان لوگون پر ملامت ہے جو مخلوق الٰہی سے خالق عزوجل کی عظیم قدرت پر نظر استدلال نہین کرتے سے
برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ✦ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ✦ لیکن جو لوگ کہ اس سے یون دلیل سمجھتے ہین کہ خالق کوئی ہے
وہ جاہل ہین کیونکہ یہ بات تو بہت کھُلی ہوئی ہے بلکہ یون سمجھین کہ خالق بڑی قدرت والا ہے سبحان اللہ سبحان اللہ اسکی قدرت وعظمت کا
کون پار پاوے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث معراج کی بعض روایات مین ہے کہ حضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ مین ایک قوم پر گذرا جنکے
پیٹ مثل کوٹھریون کے انمین سانپ بھرے ہوئے باہر سے کھُلانے نظر آتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین جبرئیلؑ نے کہا
کہ یہ بیاج کھانے والے ہین پھر جب آسمان دنیا تک اُتر آیا تو مین نے نیچے کی طرف نگاہ کرکے دھنوان دھار دیکھا اور گونجی ہوئی آوازین
سُنین تو مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے۔ کہا کہ یارسول اللہ یہ شیاطین ہین کہ آدمیون کی آنکھون کے سامنے اُڑتے رہتے ہین تاکہ
آسمانون وزمین مین صاف نظر سے فکر نہ کرین اور اگر یہ نہو تو وہ لوگ عجائب قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرین۔ رواہ الامام احمد وفی الاسناد
راو یضعف ولعلہ توبع واللہ اعلم اس روایت مین بعض فوائد دقیق ہین ازانجملہ آدمی کو اپنا پیٹ غذا کے دھنوان دھار ابخرات سے
خالی رکھنا چاہیئے اور ہلکے پیٹ ونرم دل سے خصوص روزے کی حالت مین فکر اچھی ہے لیکن آدمی ہر وقت اللہ تعالے سے توفیق
ہدایت مانگے اور کافرون کیطرح بے پروائی نہ کرے اسلیے کہ ہدایت وہی پاتا ہے جسکو اللہ تعالے ہدایت فرماوے مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا
ہَادِیَ لَہٗ۔ جسکو اللہ تعالے نے گمراہ کیا پس اسکا کوئی ہادی نہین ہے وقد قال ومن یرد اللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئا۔ اور
فرمایا۔ قل انظروا ماذا فی السموات والارض وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ اور یہان فرمایا۔ وَیَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ
یَعۡمَہُوۡنَ اور قراءۃ یذرہم بیا تحتیہ اور نذرہون پھر برفع بنابرینکہ کلام مستانف ہے اور بجزم بنابرینکہ عطف ہے ما بعد فا کے محل پر
یعنے فلا ہادی لہ جواب شرط ہے پس اگر مضارع ہوتا تو اسکو جزم ہوتا پس محل اسکا جزم کا ہے لہذا ویذرہم خواہ بیا ہو یا بنون ہو اگر
عطف جزا پر ہے تو اسکے محل کے اعتبار سے جزم ہے اور اگر عطف نہین بلکہ جملہ مستانفہ ہے تو اسکو رفع ہے اور یہی قراءۃ ہند وستان
مین پڑھی جاتی ہے اور یعمہون جملہ حالیہ ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالے چھوڑتا ہے ان گمراہون کو انکی حد سے بڑھ جانے مین درحالیکہ وے
لوگ متحیر متردد پھرتے ہین کیونکہ اہل ایمان ویقین تو اپنے اللہ تعالے پر صدق دل سے جمے ہوے ہین انکے دلون مین نور ہے ان کی آنکھین
کھُلی ہین انکے نزدیک بالیقین کسی سے ضرر نہین پہونچ سکتا بخلاف کافرون کے کہ شک واوہام مین پڑے ہین اور جس بات پر جم گئے وہ
خود اٹکل کی بات ہے ہزارون بُت ہین ہزارون جو گنی سے ڈرتے ہین ہزارون ماتا سیتلا سے چھپر ہین ہین ہزارون حضرت عیسیٰؑ کے
کفارہ بنجانے پر بھولے پڑے ہین۔ انکی مثالین کہانتک بیان ہون الغرض امر حق سے ہزارون کوس دور اور اپنے نفس کی خواہشون
اور شیطانی وسوسون مین مجبور پڑے ہین اور راست راہ کو حقیقت سمجھتے ہین ف فی العرائس قولہ والذین کذبوا بآیاتنا سنستدرجہم

من حیث لا یعلمون الخ۔ اسکے اشارہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جنکو احکام غیبیہ کشف ہوئے جو آیندہ حوادث مقدرہ کے واقع ہونے سے خبر دیتے ہین باین طور کہ اسکے آئینہ قلب مین جہان زمانہ کی گردش کو دخل نہین نمودار ہوئے مگر انھون نے نفس کے معارضہ اور طبیعت کے شک سے انمین تردد کیا اور اپنی خودی سے مشرک ہوگئے پھر اسکے بعد اسرار ملک وملکوت انپر منکشف نہین ہوتے بلکہ ظاہری عبادات پر انکو غرہ ہے اور پردہ ظلمت وحجاب غفلت سے خبر بھی نہین رکھتے۔ اور نیز جس قوم نے اولیاء الٰہی کی نشانیون کو جھٹلایا اور اُن کی شان کو انکی راہ کو اور انکے طریقہ کو برا ابتلا یا پھر وہ اللہ تعالے کی راہ چلنا چاہتی ہے یا اپنے اوپر خوب چال چلن ہونا ثابت کرتی ہے وہ کبھی بندگان الٰہی کے درجہ کو نہین پہونچ سکتی وہ اپنے دھوکے مین آپ ہی سرگردان اوندھی جاکر دوزخ مین پڑیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ ورافضی وخارجی جملہ گمراہ فرقے انھین مین داخل ہین اور نیچر فرقہ سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ہے۔ فافہم۔ اور نیز اشارہ ہے کہ جو فرقہ فقط طریقہ عبادات پر مغرور ہوا اور اسنے عبادات سے آگے کی منزل قرب کو تلاش نہ کیا وہ محجوب کیا گیا حالانکہ اسکو یہ معلوم نہین پھر یہ سب حال اس شخص کے واسطے جسکے لیے عنایت ازلی تقدیر مین سابق نہین ہوچکی ہے اور رہا وہ شخص جو تقدیر ازلی مین برگزیدہ ہوچکا کہ درجہ ولایت پر پہونچے اسکو استدراج کہان چھو سکتا ہے وہ الطاف ازل کی نگہداشت مین محفوظ ومصئون ہے۔ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استدراج انپر اسطرح ہوتا ہے کہ نعمتون سے انکو مالا مال کردیا اور شکر گزاری بھلادی پس جب نعمتون پر قادر ہوئے اور شکر منعم فراموش کیا تو گرفتار کیے گئے۔ اور بعض نے فرمایا کہ استدراج یہ ہے کہ انکو اوہام مین ڈالدیا کہ وے تقدیر ازلی مین خدا رسیدہ وبرگزیدہ ہین حالانکہ انکی قسمت مین خواری وبربادی کے لچھن ظاہر ہین۔ قولہ تعالے اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ جو شخص کہ چشم حقایق وکشف سے ملکوت مین اسرار جبروت کے دقائق دیکھنے والا نہین وہ کیونکر آئینہ صفات مین جہان انوار ذات ظاہر ہین نظر کرے گا۔ حق سبحانہ تعالے نے ان لوگون کو مشاہدہ وقرب کے ہرے وادیون سے غیب مین نظر کرنے کے لیے تنبیہ فرمائی تاکہ صفائے عقول وارواح وچشم دل سے وہ کچھ ادراک کرین جو تمام جہان کی عبادات سے نہین پایا کیونکہ نظر مذکور مورث فکر ہے اور فکر مورث ذکر ہے اور ذکر مورث معرفت ہے جس سے حکمت واُس سے محبت اور اُس سے شوق واس سے عشق واس سے اُنس واس سے انفراد اور اُس سے توحید اور اس سے فنا اور اس سے بقاء حاصل ہوتی ہے اور بقاء سے دیدار ازل ملتا ہے اور اس سے دیدار ابد حاصل ہوتا ہے اور بندہ اس مقام پر انھین پرون سے ازل سے ابد کو اور ابد سے ازل کو پرواز کرتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ قوم جنپر آیت کریمہ مین مذمت ہے اگر مشاہدہ وایمان کا کشادہ راستہ انکے لیے ملا ہوتا تو حق عزوجل انکو اپنی طرف نظر کرنے کا حکم فرماتا اور ملک وملکوت کی طرف حوالہ نہ فرماتا کیونکہ توحید حق تعالے مین غیر کی طرف نظر کرنا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے صحیح کہا اسمین کوئی شک نہین کہ غیر کی طرف نظر کرنا توحید مین شرک ہے اور زبانی بحث وجدال والون مین سے جس نے یہ زعم کیا کہ نظر استدلالی کا حکم کلام مجید مین عموماً ہے اسنے بڑا دھوکا کھایا اور منشاء اس غلطی کا یہ واقع ہوا کہ اسنے غیر پر نظر کرکے استدلال سے توحید حق واثبات باری تعالے کی طرف مؤدی ہونا چاہا حالانکہ یہ وہم ہے بلکہ ان چیزون مین عظیم قدرت وصنعت الٰہی پر نظر کرکے انوار ذات کی طرف پہونچنا مقصود ہے اور یہی تفکر ہر جگہ مراد ہے بھلا تو نہین دیکھتا کہ قل ہو اللہ احد مین ہو مقدم ہے اسکے اثبات کے واسطے کسی معلول سے علت کیطرف کہین اثبات مذکور نہین ہے کیونکہ وہ بلا دلیل واضح وظاہر ہے وقد قال تعالے اللہ نور السموات والارض الآیہ۔ اسیواسطے ائمہ فقہاء ومشائخ نے علم کلام کو ضلالت وگمراہی قرار دیا حتی کہ متکلمی کے پیچھے نماز مکروہ ہونا امام ابو یوسف وامام احمد سے صریح مروی ہے اور زیادہ تفصیل ترجمہ عالمگیر پکتاب الکراہیۃ سے تلاش کرو واللہ الہادی و

ہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ بعض نے کہا کہ ملکوت مین نظر کرنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور مالک کی قدرت مین جب نظر عبرت پہونچ گئی تو سب شغل جاتا رہتا ہے اور بندہ کسی غیر سے مشغول نہین رہتا۔ بعض نے فرمایا کہ ملکوت مین نگاہ کرنے کے تین مرتبہ ہین۔ اول یہ کہ چشم عبرت سے نگاہ کرے جسمین نفسانی شہوت کو دخل نہو۔ دوم یہ کہ قدرت خالق جل سبحانہٗ مین چشم یقین سے نگاہ کرے۔ سوم یہ کہ چشم معرفت کے ساتھ مالک کے مالک عز و جل مین نگاہ کرے پس چشم عبرت سے نگاہ کرنے مین توحید کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ اور چشم یقین سے نظر کرنے مین اخلاص کی حقیقت ملتی ہے۔ اور چشم معرفت سے دیکھنے مین معرفت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ شیخ استادؒ نے فرمایا کہ حضرت حق تعالےٰ نے آیات کے چاند منور فرمائے ہین انکی روشنی مین شبہات کی تاریکی مٹ جاتی ہے پس جسنے ان چاندون کو دیکھا وہ مشاہدۂ قدرت مین پہونچا۔ بعض نے کہا کہ اوتعالےٰ نے چشم فکر نظر کرنے والون کے لیے حقائق تحصیل ظاہر فرمائے ہین پس جسنے اسطرح نہ دیکھا وہ کور باطن ہو کر درجہ بہائم سے نیچے گرا۔ نعوذ باللہ من العمی والعمہ والضلال۔ قال الخطیب وغیرہ پھر جب اللہ عز و جل نے توحید کو اور نبوت و قضا و قدر کو بیان فرما دیا تو اسکے پیچھے قیامت و حساب برحق ہونا بیان فرمایا تاکہ چارون باتین جو قرآن کے مطالب مین سے گویا اصل ہین مکمل ہو جاوین اور اس بیان کے ضمن مین مشرکون کی عناد و حماقت کا اظہار بھی ہو تاکہ ایسے لوگ جہالت سے باز آوین۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ

تجھسے پوچھتے ہین قیامت کس وقت ہے اسکا ٹھہراؤ توکہہ اسکی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھاویگا اسکو اپنے وقت

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْـَٔلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ

بھاری بات ہے آسمان و زمین مین تمپر آویگی تو بیخبر آویگی تجھسے پوچھنے لگتے ہین گویا کہ تو اسکا تلاشی ہے توکہہ

إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

اسکی خبر ہے خاص اللہ پاس لیکن اکثر لوگ سمجھ نہین رکھتے توکہہ مین مالک نہین اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا

إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۚ إِنْ

مگر جو اللہ چاہے اور اگر مین جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیان لیتا اور مجکو برائی کبھی نہ پہونچتی مین تو

أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَّبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ۝

یہی ہون ڈر اور خوشی سنانے والا مانتے لوگون کو

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ بعض نے کہا کہ سوال کرنے والے کفار قریش تھے اور بعض نے کہا کہ چند علماء یہود نے آکر کہا کہ اے محمدؐ اگر تم رسول ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب آویگی کیونکہ ہم جانتے ہین۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول اول اشبہ ہے اسواسطے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور قریش کے مشرکین اسکو پوچھا کرتے نہ بطور خوف و تصدیق کے بلکہ اسکو بعید جانتے اور اسکے ہونے کو جھٹلاتے تھے کما قال تعالےٰ ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ اور فرمایا یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین آمنوا مشفقون منہا ویعلمون انہا الحق الا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید۔ اور الساعۃ قیامت۔ یہ لفظ بھی منجملہ ان الفاظ کے ہے جو بطور غلبہ کے کسی چیز کا نام ہو گئے ہین اگرچہ اصل معنے لفظ ساعت کے بہت قلیل زمانہ کے ہین لیکن الف لام درصورت غلبہ کے لازمی ہے اور نظیر اسکی النجم بمعنے ثریا۔ اور البیت خانہ کعبہ وغیرہ ہین اور اطلاق الساعۃ کا قیامت پر یا اسوجہ سے ہے کہ اچانک واقع ہوگی یا جلد حساب ہو جائیگا یا اسوجہ سے کہ باوجود زمانہ دراز ہونے کے

اللہ تعالےٰ کے نزدیک بمنزلہ ایک ساعت کے ہے۔ کذا قال البیضاوی وغیرہ اور یا اسوجہ سے کہ بندہ کی حیات دنیا بمقابلہ دوام آخرت
کے ایک ساعت سے بھی کم ہے کذا سنح للمترجم وہو الاوجہ۔ حاصل آنکہ سوال کرتے ہین لوگ تجھسے قیامت کا۔ اَیَّانَ مُرْسٰهَا کب ہے
مرسا اس کا۔ مرسا مصدر ہے یا ظرف اور جملہ بدل اشتمال ہے یعنے قیامت کے وقت ارسار سے سوال کرتے ہین۔ ارسا بمعنے اثبات
واستقرار ہے۔ رسُوّ الشئ ثبات آن واستقرار آن۔ یقال رسا الجبل وارسی السفینۃ۔ کذا قال البیضاوی۔ اور طیبیؒ نے کہا کہ رسو کا استعمال
اجسام ثقیلہ مین ہوتا ہے اور قیامت پر اطلاق بدین طور کہ معانی کو اجسام سے تشبیہ دیدے۔ اور ایّان مشتق از ای ہے کیونکہ بمعنے اسکے ایُّ
وقت ہے اور یہ ماخوذ از اوی یا وی ہے کیونکہ بعض کا مادی بجانب کل ہے اور بات یہ ہے کہ ایُّ بدون اضافت کے مستعمل نہین ہوتا اور
جسکی طرف مضاف ہوا اسکا بعض ہوتا ہے جسکا ماوی بجانب کل ہے پس ایُّ من رجوع کے معنے ہین لہذا اشتقاق اسکا از اوی یا وی ہے
یہان بمعنے ای وقت ہے لہذا مفسرؒ نے کہا متی مرسا ہا۔ یعنے کون وقت اور کب ہوگا اسکا استقرار واثبات۔ قال علی بن ابی طلحہؒ عن
ابن عباسؓ اے متی منتہاہا۔ کب ہے اُسکا منتہی۔ یعنے کب ہوگا انتہار وقت دنیا کا جوابتدا ہے وقت قیامت ہے۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ رَبِّيْ۔ کہدے ان لوگون سے کہ علم قیامت کا کہ کب ہوگی فقط میرے پروردگار کو ہے یعنے وہی پاک پروردگار جانتا ہے
پھر اسی مضمون کو مؤکد فرمایا بقولہ۔ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اللام بمعنے فی لَا هُوَ نہین ظاہر کریگا قیامت کو اسکے وقت مین مگر او تعالےٰ
تجلیہ از باب تفعیل بمعنے ظاہر کرنا کسی شئ کا۔ بولتے ہین کہ جلّی الخبر اے اظہرہ اُسنے خبر کو ظاہر کر دیا۔ وعن مجاہدؒ قولہ لایجلیہا نہین لاویگا
قیامت کو الخ۔ وعن السدیؒ نہین ارسال کریگا اسکو الخ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا۔ اے لا یعلم جلیۃ امرہا ومتی یکون علی التحدید الا ہو۔
یعنے نہین جانتا اسکے جلی حال کو اور کس وقت محدود پر ہوگی مگر او سبحانہ تعالےٰ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر احسن ہے۔ اور محققین نے کہا کہ
قیامت کے وقت مخفی رکھنے مین ایک یہ بھید ہے کہ لوگ طاعت کی طرف مائل اور معصیت سے محترز رہین۔ پھر لوقتہا کی لام بمعنے فی موافق
بتفسیر شیخ جلال ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ لام توقیت ہے اور یہ اوفق بتفسیر شیخ ابن کثیرؒ ہے۔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے عظمت
علی اہلہا لہولہا۔ قیامت بھاری وعظیم ہے آسمان والون وزمین والون پر بسبب ہول قیامت کے کیونکہ مخلوق مین سے کوئی نہین جسکو
قیامت کا ضرر بالکل نہ پہونچے بلکہ کچھ نہ کچھ پہونچیگا۔ کذا روی عن ابن عباس والحسن۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ احیاء موتی مین گذرا کہ
سام بن نوح کو جب زندہ کیا تو آدھا سر سپید ہوگیا تھا بسبب ہول قیامت کے۔ اور صحاح احادیث مین سورہ عم یتساءلون عن النبأ العظیم
وغیرہ جنمین قیامت کا ذکر ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انھون نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اس تفسیر پر ثقل خود قیامت کا ہے اور قتادہؒ نے کہا اے
ثقل علمہا علی اہلہا انہم لا یعلمون۔ یعنے آسمان وزمین والون پر قیامت کا نجاننا گران ہے۔ اور ابن جریجؒ نے کہا کہ جب قیامت آویگی
تو آسمان پھٹ جاوینگے اور ستارے بکھر جاینگے اور سورج اندھا اور پہاڑ ریزے ہوجاینگے یہی اسکا ثقل ہے اور ابن جریرؒ نے قول قتادہ اختیار کیا
کہ مراد اسکے قائم ہونے کے وقت نجاننے کا ثقل ہے اور یہ انسب ہے بقولہ تعالےٰ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہین آویگی تمپر مگر اچانک۔ سدیؒ
نے کہا کہ قولہ ثقلت الخ یعنے قیامت مخفی ہوگئی آسمانون وزمین مین پس اسکے قائم ہونے کا وقت کوئی نہین جانتا ہے کسی فرشتہ وکسی نبی کو
کیسا ہی مقرب ہو کچھ علم نہین ہے وہ اچانک آویگی۔ مترجم کہتا ہے کہ علم نہونے کے معنے یہ کہ قطعاً کوئی محدود وقت نہین معلوم کہ کون
سنہ مین اور کس صدی مین آویگی۔ ہان اس کی نشانیان بیان ہوئی ہین چنانچہ مشہور حدیث سوال جبرئیل مین جو آدمی کی صورت
بنکر حضرت صلعم سے سوالات دین پوچھنے آئے تھے یہ سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ ما المسؤل عنہا باعلم

من السائل یعنے پوچھنے والا جس سے پوچھتا ہے اسکو پوچھنے والے سے زیادہ معلوم نہین ۔ حاصل آنکہ مجھے نہین معلوم ۔ پھر پوچھا کہ اُس کی نشانیان فرمایئے تو آپ نے چند نشانیان فرمائین اور دیگر احادیث مین قیامت کی نشانیان بہت ہین اور عنقریب کچھ توضیح آتی ہے ۔ ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے اچانک قیامت آجاویگی ایسے حال مین کہ آدمی دودھ دوہتا ہوگا پس اُسکے مُنھ تک نہ پہونچیگا کہ قیامت قائم ہوجاویگی اور باہم کپڑا خرید و فروخت کرتے ہونگے پھر بیع پوری ہونے پاویگی یہانتک کہ قیامت آجاویگی الحدیث رواہ مسلم ۔ اور مراد ساعت یعنے قیامت سے وہ ساعت ہے جسمین سب کے سب مخلوق جو اسوقت روے زمین پر زندہ ہو مرجاویگی اور یہی صور کا نفخۂ اولی ہے پھر اسکے بعد نفخہ کا قیام ہوگا جب قبرون وغیرہ سے حتی کہ جو جسطرح سڑ اگلا ہے مبعوث ہوکر میدان حشر و حساب کو ہانکے جاوینگے والبغتۃ الفجارۃ ۔ یعنے بغتۃ بمعنے اچانک ہے ۔ حاصل کلام آنکہ مشرکین کے سوال قیامت کے جواب کا یہ حکم دیا کہ تو کہدے کہ وہ ہولناک چیز جس سے کافر و منافق غافل ہین وہ اچانک غفلت مین انپر ایسے وقت قائم ہوگی جسکو بطور معین و محدود کے سوائے اللہ تعالے جل جلالہ کے کوئی نہین جانتا ہے ۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا تجھسے یہ کافر لوگ ایسے پوچھتے ہین کہ گویا تو اس سے حفی ہے ۔ ابن فارسؒ نے کہا کہ حفی بجارہلہ وفا روہ شخص جو ایک چیز جانتا ہو اور نیز حفی وہ شخص جو پوچھنے مین یا مانگنے مین مبالغہ کرے والسائل الحفی جو مانگتا فقیر کہ اڑ جاوے ۔ اور نیز حفی وہ شخص جو پیارا دوست مہربان ہو پھر آیت مین ہر ایک معنے مذکورہ سے تفسیر آئی ہے ۔ قال ابن عباسؓ مشرکون نے یون سوال کیا کہ گویا محمد صلعم اُنکے حفی ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ہمکو قرابت کے حق سے بتلادو کہ کب قیامت ہے ۔ قال العوفی عن ابن عباس ای کانک صدیق لھم وبینک وبینھم مودۃ ۔ یعنے گویا تو انکا بڑا دوست ہے تیرے انکے بڑی دوستی ہے اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و ابومالک و سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے ۔ اور ابن ابی نجیح وغیرہ کی روایت حضرت مجاہدؒ سے صحیح یون ہے کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ یعنے گویا تو نے اڑ کرکے قیامت کو اللہ تعالے سے پوچھ لیا ہے یہان تک کہ اسکا وقت تجھے معلوم ہے حالانکہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ۔ اور یہی قول شیخ جلالؒ نے اختیار کیا ۔ اور معمرؒ نے بعض علما تابعین سے اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ ای کانک عالم بہا ۔ گویا تو وقت مقدرہ قیامت کو جانتا ہی حالانکہ اللہ تعالے نے اسکو اپنی مخلوق پر مخفی رکھا اسکو سوائے حق تعالے کے کوئی نہین جانتا ۔ عن بمعنے با ہے اور پڑھی یہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ ۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول معنے مین پہلے دونون قول سے ارجح ہے لہذا موکد فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ تو کہدے کہ محدود وقت قیامت کا علم فقط اللہ تعالے ہی کے پاس ہے ۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ان علمہا انما ہو عند اللہ تعالے ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے اس بات کو کہ اسکا علم فقط اللہ تعالے ہی کو ہے ۔ ان لوگون کی نادانی تھی کہ قیامت کا وقت دریافت کرنے کی فکر مین پڑے حالانکہ اُسپر ایمان لانا اور اُس کے واسطے سامان مہیا کرنا البتہ امر اہم اور دانائی تھی علاوہ برین جب آدمی مرا وہی اُسکے حق مین قیامت ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ایک اعرابی کو جو پوچھنے آیا تھا کہ قیامت کب ہے یون فرمایا کہ ارے قیامت تو خواہ مخواہ آنے والی ہے پس تو نے اسکے واسطے سامان کیا جمع کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرے پاس نہ کچھ بڑی نماز ہے نہ روزہ صرف اتنی بات ہے کہ مین اللہ تعالے و اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہون تو فرمایا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی اسی کے ساتھ ہے جسکو وہ چاہتا ہوگا ۔ پس صحابہؓ کو جیسی خوشی اس حدیث سے ہوئی ویسی کسی چیز سے نہ ہوئی تھی ۔ یہ حدیث صحیحین و سنن و مسانید وغیرہ مین متعدد طرق سے ایک جماعت صحابہؓ سے مرفوعاً مروی ہے اور بہت سے حفاظ متقنین کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے ۔ کما ذکرہ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے

بالجملہ انسان کی دانائی یہ ہے کہ یہ کارخانہ عظیم قدرت الٰہی جل سلطانہ کو مہمل خیال نہ کرے بلکہ جزا و سزا و ثواب و عقاب کو نیک اعمال و بدکردار پر یقین کرکے قیامت آنے والی جان لے پھر اسکے وقت کی تلاش لا یعنی ہے بلکہ اسکے واسطے سامان جمع کرے اور وہ اس کی زندگی تک جتنے دنون کی ہوسکے ممکن ہے ورنہ مرا اور قیامت آگئی لہذا حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اعرابی لوگ جب حضرت صلعم کے پاس آتے تو قیامت کو پوچھتے پس آپ نظر فرما کر ایک کم عمر آدمی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو بڈھا پھوس نہونے پاویگا کہ تمھاری قیامت آجاویگی اور مراد آپ کی اس کلام سے یہ ہوتی کہ تمھاری موت آجائیگی جو دار الآخرۃ کا برزخ ہے۔ رواہ مسلم۔ اور اسی معنے پر حدیث مین ہے کہ قبر جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے کھڈون مین سے ایک کھڈ ہے۔ اور جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ سے سُنا کہ تم لوگ مجھسے قیامت کو پوچھتے ہو سو اسکا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور مین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہون کہ جو نفس منفوس (جان ۱۲) روے زمین پر آج کے روز موجود ہے اُسپر سو برس نہ گذرینگے۔ رواہ مسلم اور صحیحین مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسکی مثل مروی ہے اور ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی مراد اس سے یہ تھی کہ یہ قرن اس سو برس مین ناپید ہو جائیگا۔ اور امام احمدؒ کی روایت قصہ معراج مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا قصہ قریب قیامت نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا ذکر کرکے کہا کہ جب یہ وقت پہونچیگا تو اُسوقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی جیسے عورت حاملہ کو پورے دن ہو جاتے ہین کہ دن مین جنے یا رات مین۔ و رواہ ابن ماجہ وغیرہ پس اس حدیث مین جملہ انبیاء علیہم السلام نے وقت قیامت سے لاعلمی ظاہر کی اور عیسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا اسوجہ سے کہ قریب قیامت کے وہی نازل ہونگے اور انھون نے بھی لاعلمی بتلائی ہان اسقدر مثال جو مذکور ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے کی بیان فرمائی کہ مجھے اسیقدر بتلایا گیا ہے اور واضح رہے کہ آنحضرت صلعم نے قیامت کے آثار بہت کچھہ بیان فرمائے ہین جو جابجا متفرق مذکور ہوئے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے اور طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ قیامت کا ذکر کیا کرتے یہانتک کہ نازل ہوا قولہ و یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا الآیۃ۔ رواہ النسائی باسناد جید قوی قالہ ابن کثیر۔ اور حذیفہؓ کی روایت مین مرفوع آیا کہ آنحضرت صلعم نے سوال قیامت کے جواب مین فرمایا کہ اسکا علم فقط اللہ تعالیٰ ہی کو ہے و لیکن مین اسکے بعض علامات جو قائم ہونے کے روبرو ہونگے بیان کرتا ہون کہ قرب قیامت کے فتنہ و ہرج واقع ہوگا اور فرمایا ہرج بزبان حبشہ یعنے قتل ہے اور فرمایا کہ اس زمانہ مین لوگون کے درمیان جان پہچان ایسی کم ہو جائیگی کہ قریب ہے کہ کوئی کسی کو نہ پہچانے رواہ احمد۔ اور صحیح مین حدیث انس و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بعثت انا والساعۃ کہاتین یعنے حضرت صلعم نے اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ والی انگلی دونون کھڑی ملاکر فرمایا کہ مین ایسے وقت مین مبعوث ہوا کہ قیامت ایسی ملی ہوئی ہے جیسے یہ دونون اُنگلیان۔ پھر واضح ہو کہ علم وقوع قیامت کی اور عدم علم قیامت کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی یقیناً جانتا ہے کہ مین مرجاؤنگا لیکن یہ نہین جانتا ہے کہ کب مرونگا لہذا جو شخص مغرور ہو کر بیٹھ رہے کہ موت سے پہلے توبہ کرونگا یا ایمان لاکر خاتمہ بخیر حاصل کرونگا وہ احمق ہے کیونکہ یہ نفع کے لینے و ضرر دور کردینے کی قدرت کا دعویٰ ہے پس جیسے اسکو وقت موت کا علم غیب نہین ویسے ہی اسکا بھی نہین ہے اور اللہ عز و جل نے خود اپنے رسول سید المرسلین صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ تو کہدے کہ مین مالک نہین اپنی ذات کے واسطے کسی نفع کا کہ اسکو اپنے لیے خود کھینچ لون اور نہ کسی ضرر کا کہ اسکو اپنی ذات سے خود دور کردون مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ قال البیضاویؒ اس مین اپنے بندہ ہونے کا اظہار ہے

اور غیب جاننے کے دعوی سے بیزاری ہے قال ابن کثیرؒ اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جملہ امور کو حق عزوجل کے سپرد کرے اور یہ خبر دے کہ مین علم غیب اور آیندہ ہونے والی بات نہین جانتا ہون مگر اسیقدر جو اللہ تعالے نے مجھے بتلا دی چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ - وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ اور اگر مین غیب جانتا ہوتا یعنے جو مجھسے پوشیدہ ہے وہ جانتا ہوتا تو خیر مین سے بہت کچھ حاصل کرتا اور مجھے بُرائی نہ پہونچتی یعنے محتاجی فقر کی یا اُسی کے مانند کوئی بُرائی مجھے نہ پہونچتی کیونکہ جو چیز مضر ہے مین اُس سے بچاؤ کر لیتا - وفی الکمالین پس ہر لڑائی مین مجھے غلبہ ہوتا اور دشمن مغلوب ہوتے اور یہ نہوتا کہ کبھی مین نے فتح پائی اور کبھی کافرون کو غلبہ ہوا اور یہ نہوتا کہ خرید و فروخت مین کبھی نفع ہوا اور کبھی خسارہ ہے اور یہ نہوتا کہ کبھی میری اپنے طرف کی بات ٹھیک پڑی اور کبھی اس مین چوک ہوئی انتہت ترجمۃ قولہ کما وصل الی - اور مترجم کہتا ہے کہ اس عبارت مین جو مزید توضیح کے واسطے لایا فی الجملہ نکارت ہے اور کسی قدر ادب مین جیسا چاہیئے ٹھیک نہین علاوہ برین جہاد مین غالب و مغلوب ہونے کا ذکر بے موقع ہے اسلیئے کہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور اسوقت تک جہاد کا حکم ہی نہ تھا تو غالب و مغلوب کیسا پس شاید توضیح باعتبار امر فی نفسہ کے ہے اور اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بات مین چوک نہونا تو قطعی ہے جواب یہ کہ ہان بیشک یہی اُن سب باتون مین ہے جو امور دین سے بوحی جلی یا خفی ہین اور اسپر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام امور دین مین معصوم ہین انکی دینی بات مین وہم کا یا چوک جانے کا دخل نہین اور جس شخص نے اسمین خلاف کیا اسکا کچھ اعتبار نہین لیکن صاحب کمالین کی مراد دینی بات نہین بلکہ ایسی باتین جو آپ نے اپنی طرف سے فرمائین - اگر کہا جاوے کہ انمین بھی ٹھیک ہی ہونا لائق ہے تو جواب یہ کہ یہی کہا جاتا لیکن اللہ تعالے کے اس مین اسرار و حکمتین تھین کہ علاوہ امور دین کے جو متعلق برسالت و نبوت ہین اور باتون مین کبھی کسی خاص حکمت الٰہی کے بھید سے آپ سے چوکنا ثابت ہے چنانچہ صحیح وغیرہ مین نماز مین سہو ہو جانا مذکور ہے اور آپ نے خود بھی فرمایا ہے کہ مین تو ایک آدمی ہون جیسے تم لوگ بھول جاتے ہو مین بھی بھولتا ہون - اور نیز ثابت ہوا کہ اہل مدینہ درختان خرما مین نر مادہ لگاتے جس سے خوب پھل آتے پس جب حضرت سرور عالم صلعم تشریف لائے تو اُنھون نے آپ سے اس معاملہ مین استفسار کیا آپ نے اس فعل کے ترک کرنے پر اشارہ کیا پھر اس سال ایسا نہ کرنے سے پھل بہت کم آئے تو آپ نے فرمایا کہ امور وحی و شرع مین میری بات مانو اور اپنے دنیاوی کامون مین یعنے جنمین شرعی اباحت ہے تم جانو - یہ کلام توضیح مین آگیا اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون سو واضح ہو کہ غیب مصدر غاب یغیب ہے اور مراد یہان ما غاب ہے یعنے وہ چیز جو آنحضرت صلعم سے غائب تھی خواہ اورون سے غائب ہو یا نہو - اور اس سے واضح ہوا کہ آسمان کا اور دوزخ و بہشت کا حتی کہ عرش و لوح محفوظ سے اوپر کا علم بھی آنحضرت صلعم کی بہ نسبت علم غیب نہ تھا کیونکہ آپ نے اسکو دیکھ لیا تھا اور نیز آیندہ قیامت تک کے واقعات جو آپ نے اللہ تعالے کے وحی فرمانے سے جان لیے اور لوگون کو اُنسے آگاہ فرمایا وہ کوئی علم غیب آپ کی بہ نسبت نہ تھے ہان اورون کی بہ نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اُنکو اُنکے غیب کی خبر دیدی لہذا وہ اخبار سب معجزات مین مثلاً فرمایا کہ قریب قیامت کے یعنے آخر زمانہ مین نصرانی پھلے پھولے بہت کثرت سے ہونگے یا میری اُمت آپس مین پھوٹ کر تہتر فرقے ہو جاویگی یا میری اُمت والے وہ بری باتین کرینگے جو اگلی اُمتون والون نے کیے انھین کے قدم بقدم چلینگے اور مانند اسکے بہت کثرت سے غیب کی خبرین ہین جو احادیث مین وارد ہین اور بحمد اللہ تعالے وہ سب ٹھیک پڑتی آئین اور آتی جاتی ہین تو ان سب چیزونکا غیب ہونا آنحضرت صلعم کی نسبت نہ تھا کیونکہ آپ کو وحی اظہار الٰہی سے یہ سب

معلوم تھیں بلکہ ہم لوگون کی بہ نسبت غیب ہین۔ اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جن لوگون نے یہان متردد ہوکر کہ آنحضرت صلعم نے غیب کی خبرین فرمائی ہین اور آیت کریمہ سے غیب جاننے کی نفی نکلتی ہے یون تاویل کی کہ آیت مین انکسار و تواضع کے طور پر غیب جاننے سے انکار مراد ہے ان لوگون نے خطا کی اسواسطے کہ تواضع کے طور پر جھوٹ بولنا روا نہین ہے اور ایسی تاویل تو سخت غلطی ہے اور ایسی کھلی ہوئی کہ مجھے اسکی خرابیان ظاہر کرنے کی حاجت نہین اور صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو حکم دیا وہ واقعی ہے اور آنحضرت صلعم نے تحقیقی خبر دیدی جسطرح آپ پر وحی ہوئی اور غلطی والون کو جو تردد ہوا تھا اُسکی تحقیق بتوفیق آلہی عزوجل اوپر گذری۔ اور حاصل آنکہ اللہ تعالی ہی کے واسطے علم غیب ثابت ہے کما قال تعالےٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ یعنے غیب کو کوئی نہین جانتا ہے فقط اللہ تعالےٰ ہی عالم الغیب ہے اور آسمانون و زمین والے یہ نہین جانتے کہ کب انکا بعث ہوگا یعنے کب قیامت آوے گی پس اس مقام پر اسلوب بالعکس ہے کہ پہلے سوال قیامت مین قطعی حکم دیدیا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا اور آنحضرت صلعم کی نسبت جو گمان کرتے تھے کہ انکو معلوم ہے اسکو مکرر رد کر دیا کہ علم قیامت کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہی علم مین رکھا وہ کسی کو نہین معلوم ہے اگرچہ بحکم قولہ لا یطلع علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الآیۃ کے رسولون کو بعض غیب پر اطلاع دیجاتی ہے لیکن قیامت کا علم اس بعض مین سے نہین ہے اور رسول کی طرف یہ اعتقاد کہ وہ اپنی قدرت سے غیب جاننے والا ہوتا ہے یہ کفر کا اعتقاد ہے اور کافرون کو کیا کہا جاوے کہ وے بدبخت تو کاہنون وغیرہ کو غیبدان سمجھتے تھے پس آنحضرت صلعم کو دوسری بار یہ کہنے کا حکم دیا کہ مین اپنے نفع و ضرر کا مالک نہین ہون یعنے غیب کا اختیار فقط اللہ تعالےٰ ہی کو ہے وہ جسکو چاہے آگاہ فرماوے اور کسی بندہ کے اختیار مین نہین ہے چنانچہ وقت قیامت کا علم جب نہ دیا تو سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو معلوم نہوا کیونکہ خود غیب جان لینا کسی مخلوق کے اختیار مین نہین اور یہان ایک لطافت ہے کہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق آلہی سے اور تمام رسولون سے اللہ تعالےٰ کے یہان مقرب و برگزیدہ ہین جب آپ کو معلوم نہین تو کسی کو معلوم نہین اور جب آپ کو غیب جان لینے کا اختیار نہین تو دوسرے کی کیا ہستی ہے پھر اس کو مدلل بیان کر دیا کہ ولو کنت اعلم الغیب الخ۔ یعنے اگر مین خود غیب جاننے پر قادر ہوتا بدون مشیت آلہی کے تو خیر کا استکثار کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہونچتی۔ اس دلیل سے ان کج فہم لوگون کو آسانی سے سمجھا دیا تاکہ اپنے زعم فاسد و ناقص سے باز آوین اور عظمت و جلال آلہی پر نظر کرین اور غیر کی طرف نفع و نقصان کی نظر رکھنا جو بظاہر انکی گمراہی کا منشا پڑا ہے وہ دور ہو۔ مدارک مین تفسیر قولہ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الخ مین لکھا۔ یعنے مین ایک ضعیف بندہ مملوک ہون مین اپنی ذات کے واسطے مالک نہین کہ کوئی نفع کھینچ لون اور نہ کوئی ضرر ہٹا دون جیسے مملوک ہوا کرتے ہین الا وہی کہ جو میرا مالک چاہے کہ مجھے نفع دیدے یا مجھسے ضرر دور کر دے۔ اور حرف الا بمعنے لکن ہے اور استثنا منقطع ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی ابن عطیہ کا قول ہے اور صاحب مدارک نے اس تفسیر مین یہ بھی اشارہ کیا کہ بندے کے افعال سب اللہ تعالےٰ کے پیدا کرنے سے حاصل ہوتے ہین جیسا کہ اہلسنت کا سچا مذہب ہے اور تقدیر برحق ہے۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین ایک سبب نزول کی طرف اشارہ کیا کہ مکہ والون نے حضرت صلعم سے کہا کہ بھاؤ گران ہونے سے پہلے آپ ہم کو کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم سستے مین خرید لین پھر گرانی کے وقت بیچکر نفع کماوین اور جس زمین مین قحط و خشک سالی ہونے والی ہے اسکو آپ کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم وہان سے ایسی زمین مین کوچ کر جاوین جہان خوب پیداوار ہونے والی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے قولہ قل لا املک لنفسی الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین تامل ہے کہ یہ امر سبب نزول واقع ہوا ہو کیونکہ آیت کو اپنے ماقبل سے ارتباط ظاہر ہے اور آیت دیگر یعنے قولہ قل لا یعلم

مین فی السموات الآیۃ اسکے واسطے مفسر ہے جیسا کہ اشارہ گذرا بنا برین کہ بعض آیت بعض کی تفسیر کرتی ہے اور جو سبب نزول ذکر کیا اسکی تصحیح و تنقید روایت مجھے نہین ملی مگر اسپر دلالت کرتا ہے جو شیخ ابن جریرؒ نے تفسیر قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت آخر مین لکھا کہ ابن عباسؓ سے ایک روایت مین لفظ خیر کے معنے بیان کرنے کی تفسیر یون آئی ہے کہ اگر مین کوئی چیز خریدنے کے وقت جان لیتا کہ اسمین کیا نفع اٹھاؤنگا تو جو چیز مین فروخت کرتا اسمین مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر و محتاجی مجھے نہ پہونچتی۔ اور لکھا کہ دیگر علما نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اگر مین علم غیب جانتا ہوتا تو فراخ سال کی پیداوار سے خشک سالی کے واسطے رکھ لیتا اور سستے وقت مین مہنگے کے لیے خرید لیتا اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے قولہ وما مسنی السوء مین کہا کہ برائی ہونے سے پہلے مین اُس سے اجتناب اور بچاؤ کر لیتا۔ یہ روایات البتہ شاہد ہین لیکن یہ تحقیق نہین کہ سبب نزول مذکور کی بنا پر یہ تفاسیر ہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خیر کی یہ مثالی تفسیرین ہین جنسے سمجھانا اس امر کا مقصود ہے کہ خیر سے یہان دنیاوی نفع مراد ہے نہ آخرت کی بھلائی جیسا کہ دوسری روایت جو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اسپر شاہد ہے اور وہ یہ کہ قولہ لاستکثرت من الخیر کی تفسیر مین کہا۔ اے من المال۔ یعنے مال بہت حاصل کر لیتا اور مجھے نقصان نہ پہونچتا۔ مجاہدؒ سے منصور و ابن ابی نجیح نے نیکی آخرت کی روایت کی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر مین جانتا کہ کب مرونگا تو نیک عمل کر لیتا اور یہی ابن جریجؒ کا قول روایت کیا گیا لیکن اس تفسیر مین تامل ہے اسلیے کہ ایک عمل کیا بلکہ بہت اعمال صالحہ آنحضرت صلعم کے بالیقین معلوم ہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ بر تقدیر معلوم ہونے کے مزید اعمال مین کوشش کرنا مقصود ہے تو جواب یہ کہ پسندیدہ اعمال عند اللہ تعالیٰ وہ ہین جو مداومت کے ساتھ ہون اور حضرت صلعم کے جملہ اعمال ایسے ہی تھے اور ہر حال مین آپ حضرت حق عز و جل کی طرف انابت کے ساتھ رجوع تھے پس اس تفسیر کی تو راہ نہین نکلتی ہان یہ مراد ہو کہ دوسرون کو ہدایت و ارشاد کرنا تو خیر کچھ وجہ بھی ہے لیکن بتکلف بعید ہے پس حق یہی ہے کہ یہ تفسیر محل تامل ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا پس سبب نزول مذکور شاید ان مثالون سے ماخوذ کر کے بنا لیا گیا ہے واللہ اعلم۔ پھر یہان سبب نزول مین ایک اور قول ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ بنی المصطلق سے لوٹے تو راہ مین آندھی آئی اور سواری کے جانور بھڑک کر بھاگ نکلے اور حضرت صلعم نے اس روز بطور معجزہ کے یہ خبر فرمائی تھی کہ مدینہ مین آج رفاعہ مر گیا اور اس سے منافقون کو جلن ہوئی جو آپ کے لشکر کے ساتھ تھے پھر آپ نے فرمایا کہ میرا ناقہ تلاش کرو کہ کہان گیا ہے تو عبداللہ بن اُبیّ منافق آپس مین کہنے لگا کہ تم دیکھتے ہو عجیب بات ہے کہ یہ شخص مدینہ مین ایک مرد کے مرنے کی خبر دیتا ہے اور اسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکا ناقہ کہان ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحی خفی سے آگاہ فرمایا کہ چند منافقون نے میرے حق مین ایسی ایسی باتین کی ہین اور حکم دیا کہ میرا ناقہ اس وقت پہاڑ کے درہ مین ہے اسکی مہار ایک درخت سے الجھ گئی ہے جا کر لے آؤ پس لوگ اسکو اسیطرح پاکر لائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قل لا املک لنفسی الآیۃ۔

مترجم کہتا ہے کہ شاید ائمہ علما تابعین مین سے کسی نے یہ واقعہ بھی بطور مثال کے اس آیت کریمہ کے واسطے باین معنے بیان کیا ہوگا کہ علم غیب مخصوص بجناب باری تعالیٰ عز و جل ہے کسی اور کے اختیار مین نہین چنانچہ حضرت صلعم کے ساتھ خود ایسا ایسا واقعہ ہوا اور بعد اعلام الٰہی تعالیٰ آپ نے آگاہ فرمایا جیسے قصہ افک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ مین آپ خاموش تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے منافقون کا بہتان باندھنا اور حضرت صدیقہ کا اس سے پاکدامن ہونا قرآن مین بوحی جلی نازل فرمایا اور دیگر وقائع کثیرہ ہین اور کچھ حضرت صلعم پر مخصوص نہین بلکہ یعقوبؑ کو یوسفؑ کا پتہ نہ لگا یہان تک کہ آخر مین باعلام الٰہی تعالیٰ معلوم ہوا لیکن حضرت صلعم کا واقعہ کافی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام عالم سے آپ افضل ہین۔ بالجملہ یہ واقعہ بطور مثال کے کسی بزرگ نے بروقت تعلیم و تفسیر

اس آیت کے بیان کیا ہوگا اسکو متاخرین اہل علم نے چوک کر سبب نزول کر دیا ۔ پھر مین نے جو کہا کہ یہ متاخرین کی چوک ہے تو اسلیے کہ یہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور غزوہ بنی المصطلق بعد ہجرت مدینہ کے ایک زمانہ پیچھے واقع ہوا پس وہ سبب نزول کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ سبب متقدم ہوتا ہے نہ متاخر اور رہا یہ کہ شاید یہ آیت بھی مدینہ ہو تو یہ وہم ہے بدون نقل صحیح کے درست نہین اور مستثنیات مین داخل نہین ہے ۔ فافہم واللہ اعلم ۔ پس صحیح یہ ہے کہ یہ سب اقوال امثلہ ہین اور تفسیر وہی ہے جو اول مذکور ہوئی یعنے جناب باری تعالے کے واسطے عالم الغیب ہونا اور اسی کا قیامت کے وقت سے آگاہ ہونا اسکا رسول پاک ظاہر فرما دے اور اپنا بندہ و رسول ہونا اور غیب کے دعوی سے بری ہونا مصرح بیان کرے یعنے جو اللہ تعالے مجھے بتلاتا ہے اسی کو مین جانتا ہون پس مین غیب جاننے والا نہین ہون ۔ ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون ۔ اے ما انا الا نذیر للکافرین بالنار و بشیر بالجنۃ لقوم یؤمنون ۔ مین نہین ہون مگر ڈر سنانے والا کافرون کو دوزخ کے ساتھ یعنے اگر اللہ تعالے پر ایمان نہ لائے اور محمد رسول اللہ کو نہ مانا اور کفر پر رہے تو ہمیشہ دوزخ مین طرح طرح کے عذاب سے جلینگے اور خوشخبری سُنانے والا جنت کی قوم مومنین کو ۔ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے اور اسکے رسول صلعم کی تصدیق و اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہونگے ۔ حدیث مین ہے کہ جسنے دل سے سچ جانکر لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت مین داخل ہوگا ۔ اسمین لطیفہ ہے کہ محمد رسول اللہ اس کلمہ توحید کو ضرور لازم ہے یعنے لا الٰہ الا اللہ کہنے والا جبھی ہوگا کہ جب محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہو ۔ اور معنے یہ کہ کوئی معبود نہین مگر اللہ تعالے ۔ یہ حضرت صلعم کی معرفت کہ اسکی عظمت و جلال و پاکی دیدہ کو محمد صلعم سے معلوم کر و لہذا ایمان والے نے اگر لا الٰہ الا اللہ کہا تو اسنے وہ جسکو چاہے اللہ تعالے پر ایمان لایا تو اسکی کیسی شان ہے یہ جناب مین اسکی جناب مین کیا اعتقاد رکھون پس وہ جناب محمد رسول اللہ کو معلوم نہوا کیونکہ نہ سیکھے یعنے جو شان الٰہی کہ کلام مجید و احادیث صلعم مین ہین انھین پر اعتقاد رکھے مثلاً اللہ تعالے اکیلا ہے اسکا کسی بات مین کسی فعل مین کسی صفت مین کسیطرح کوئی شریک نہین اور وہ کریم رحیم ہے جو چاہے کرے اور جو وہ نچاہے کبھی نہین ہو سکتا وہ خالق رازق علیم حکیم سمیع بصیر ہے اسیطرح جملہ صفات کو معلوم کرے اور اپنی عقل سے باتین نہ بنا دے ورنہ شرک و کفر اہی مین پڑ جائیگا نعوذ باللہ تعالے منہ ۔ اور آگے کی آیت مین فی الجملہ بیان آتا ہے ۔ پہلے اس سے آیت کریمہ مذکورہ بالا کے حقایق کو سنو ۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل لا املک لنفسی ضرا و لا نفعا الا ما شاء اللہ ۔ اس کلام مین اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی درگاہ کا ہر طرح کی شرک سے پاک برتر ہونا ظاہر فرمایا اور صاف کہدیا کہ وہان کسی بندہ کی کچھ طاقت و قدرت نہین اور نہ اسکی کمائی و کرنے کی کوئی تاثیر ہے بلکہ افعال سب اللہ تعالے کی قدرت و مشیت پر ہین ۔ حاصل آنکہ اس سے یہ معنے ثابت ہین کہ مجھے اپنی ذات سے یہ اختیار حاصل نہین کہ اسکا قرب حاصل کرون یا اس سے دور پڑون بلکہ دوری و نزدیکی سب اسی کی طرف سے ہے اور اگر مجھے غیبی تقدیر معلوم ہوتی تو بر وصف ربوبیت مجھکو قدرت حاصل ہوتی کہ اپنی ذات کے لیے نفع لیتا اور ضرر دور کرتا ۔ قولہ تعالے و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر الخ ۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ زمانہ موجودہ مین مخلوق کو یہ اختیار نہین کہ اپنے آپ کو کوئی نفع پہونچا دے یا کوئی ضرر اپنے اوپر سے دور کرے پھر بھلا اسکے ایمان پر یا اسکی طاعت پر کیا بھروسا ہو سکتا ہے چنانچہ سید المرسلین افضل الخلائق اجمعین کو حکم ہوا کہ قل لا املک لنفسی الآیۃ ۔ بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ لو کنت املک الغیب الخ ۔ یعنے اگر مین غیب کا مالک ہوتا یا اسپر قدرت رکھتا ہوتا تو مجھے کوئی برائی کبھی نہ چھو جاتی ولیکن حالت اصلی یہ ہے کہ غیب تو ہم سے تر کر دیا گیا ہے اور ہر بدی وغیرہ کی علامت ہمپر لازم ہوئی ہے ۔ ثم قال تعالے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا

وہی ہے جسنے تمکو بنایا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل

فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا

پھر چلتی پھری اُس سے پھر جب بوجھل ہوئی دونون نے پکارا اللہ اپنے رب کو اگر تو ہمکو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کرین پھر جب

آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

دیا انکو چنگا بھلا ٹھہرانے لگے اُسکے شریک اُسکی بخشی چیز مین سو اللہ اوپر ہے اُنکے شریک بنانے سے

یہ آیت کریمہ منجملہ مشکلات قرآن مجید کے ہے اور اسکی تفسیر مین تامل سے نگاہ درکار ہے اور چونکہ کلام باری تعالےٰ اپنے معانی مین صحیح و راست و درست ہے تو اشکال کا مرجع فقط یہ ہوتا ہے کہ آیا بندہ کی نظر اسکی ٹھیک تاویل پر پہونچی یا نہین اگرچہ مقصود اصلی اسکا واضح ہو اسمین کوئی اشکال نہین ہے پھر جن تاویلات پر نظر پہونچتی ہے آیا اُنمین سے کون معنے مراد ہین یہ مشکل ہے لہذا پہلے تو مفسر سیوطی رح کے مختار پر تفسیر مذکور ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ هُوَ الَّذِي ہو اللہ الذی۔ اللہ تعالےٰ وہی ہے جسنے خَلَقَكُم تمکو پیدا کیا مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک جان سے۔ وہ آدم علیہ السلام ہے۔ اسمین سیاق ہے کہ خطاب اہل مکہ کو جو اُسوقت مشرک تھے اوّلاً اور تمام زمانہ کے مشرکون کو قیامت تک ثانیاً ہے پس آیندہ جو تشنیع شرک کرنے پر وارد ہے خصوص آخر آیت کریمہ وہ انھین مخاطبین پر ہے لہذا درمیان کا حال بھی انھین کے حق مین تاویل کیا گیا جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ تحقیق مین بیان ہوگا۔ بالجملہ اوتعالےٰ نے اپنی کمال قدرت ظاہر فرماتے ہوے انپر احسان رکھا کہ اللہ تعالےٰ نے تمکو یون پیدا کیا کہ پہلے ایک جان پیدا کی۔ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پیدا کی اُسی سے اُسکی زوجہ علماء نے کہا کہ اُسی سے زوجہ پیدا کرنے مین ایک یہ حکمت ہے کہ جنسیت کے سبب سے میل خوب ہوتا ہے پس آدمؑ کی بائین پسلی سے پیدا کی تاکہ باہم میل خوب ہو۔ رہا یہ کہ کیون پیدا کی تو خود فرمایا۔ لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا تاکہ اس سے مانوس ہو جیسے ایک چیز اپنی جنس کی طرف مائل و مطمئن ہوتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ منہا مین ضمیر مونث بجانب لفظ نفس جو مونث معنوی ہے راجع ہے اور یہان لیسکن بصیغہ مذکر غائب ہے تو جواب دیا گیا کہ یہان معنے نفس کی طرف رجوع ہے اور وہ مذکر ہے تاکہ آیندہ غشیان کے قصہ سے مناسب ہو چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا پھر جب ڈھانپ لیا اُس سکون حاصل کرنے والے نے اپنی زوجہ کو۔ یعنے جماع کیا پس غشیان اس سے کنایہ ہے اور یہ بہت عمدہ کنایہ ہے اور اسمین دلیل ہے کہ اصلی وضع عورت پاس جانے کی اوپر سے ڈھانپ لینے کی شکل پر ہے۔ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا حاملہ ہوگئی نسوجہ بحکم و قدرت الٰہی حمل خفیف۔ حَمل بالفتح پیٹ یا درخت کا پھل اور بالکسر لادی یعنے آدمی جو اپنی پیٹھ یا سر پر لادتا ہے لیکن ہر دونون مین فتح و کسر حکایت کیا گیا اور یہان مراد اگر مصدر ہے تو مفعول مطلق ہے اور اگر محمول مراد ہے تو حمل خفیف یعنے نطفہ ہے قالہ السدیؒ اور یہی مفسرؒ نے لیا ہے۔ فَمَرَّتْ بِهِ اے ذہبت وجارت لخفتہ۔ یعنے آتی جاتی رہی کیونکہ بوجھ ہلکا تھا۔ قال البیضاوی رح بعض قراءۃ مین فمرت تخفیف الراء ہے اور بعض مین فاستمرت از استمرار ہے اور بعض مین فمارت از مور بمعنے آمد و رفت ہے یا از مریۃ بمعنے گمان ہے یعنے حمل کا گمان و شک کیا یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اور مرت تخفیف الراء بمعنے جرعت یعنے ٹھہر گئی۔ اور ایک روایت مین ابن عباسؓ و میمون بن مہران سے ہے کہ فمرت بہ۔ اے فاستمرت بہ۔ یعنے اسکو خفیف رکھا اور برابر آمد و رفت کام کاج کرنے مین اُسکو اُٹھائے ہوئے ایسا برتاؤ کیا۔ جیسے ہلکی چیز لیے ہوے آدمی کام کرتا ہے۔ فَلَمَّا أَثْقَلَت پھر جب بھاری ہوگئی بسبب اسکے کہ پیٹ کا بچہ بڑھ گیا مفسرؒ نے لکھا کہ

اسوقت دونون کو خوف پیدا ہوا کہ یہ کہین چوپایہ جانور نہ پیدا ہو تو دَعَوَا اللّٰہَ رَبَّہُمَا دونون نے اللہ تعالےٰ اپنے پروردگار سے دعا کی کہ
لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا اگر تو ہم کو فرزند صالح یعنے شکل صورت سے درست عطا فرماویگا تو لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ہم بندے ضرور
تیرے شکرگزارون مین سے ہونگے صالح سے مراد بدن وصورت مین درست بچہ ہے جیسا کہ حسنؒ وغیرہ سے تفسیر آئی ہے اور خوفناک ہوکر
دعا کرنا ابو صالح ومجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ بالجملہ صالح فرزند پر شکرگزاری کی نذر کی باوجودیکہ انپر یہ خود واجب تھا اور یہین دلیل ہے
کہ فرزند کی خواہش کرنا اس شرط سے کہ صالح ہووے اور اُسپر اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا روا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰہُمَا صَالِحًا پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان دونونکو فرزند صالح
دیا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰہُمَا تو دونون نے بنائے اللہ تعالیٰ کے شرکا اُس چیز مین جو عطا فرمائی دونونکو شرکا جمع شریک۔ اور ایک قراءۃ مین شرکا بکسر
شین معجمہ وتنوین آیا پس مصدر بمعنے اسم فاعل ہے اور اخفشؒ نے اس قراءۃ پر انکار کیا اور رد کیا گیا کہ یہ قراءۃ اہل مدینہ ہے اور تاویل درست ہے پھر شریک
کرنے کی وجہ مفسرؒ نے یہ ذکر فرمائی کہ فرزند مذکور کا نام عبد الحارث رکھا حالانکہ اللہ کے سوائے کسی اور کا بندہ نہین ہوتا اور نہ کسی اور کے
نام پر رکھا جاوے۔ اور سمرہ رضہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب حوا رضہ کے فرزند پیدا ہوا تو ابلیس آیا اور حوا کا فرزند زندہ نہین رہتا تھا
پس ابلیس نے کہا کہ تو عبد الحارث اسکا نام رکھ تو زندہ رہیگا پس حواؑ نے یہی نام رکھا پھر یہ لڑکا زندہ رہا پس یہ شیطانی وسوسہ تھا اور
شیطان نے یہ نام رکھنے کا حکم کیا تھا۔ رواہ الحاکم وقال حدیث صحیح ورواہ الترمذی وقال حسن غریب۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کو
امام احمد وابو یعلی وابن جریر وابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور واضح ہو کہ ملائکہ کے درمیان
شیطان کا نام حارث کہلاتا تھا۔ اور یہ حدیث تو آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے اسی کے معنے مین آثار بھی آئے ہین چنانچہ محمد
بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حواؑ کی اولاد ہوتی تو آدمؑ اُنکا نام عبد اللہ وعبید اللہ و اُسکے مانند رکھا
کرتے پھر انکو موت آجاتی وہ مرجاتے تھے پھر دونون کے پاس ابلیس آیا اور کہا کہ ایسے نام کے سوائے تم نام رکھو تو جیتا رہے پس
عبد الحارث نام رکھا اور وہ زندہ رہا پس اسی مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے قولہ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ الی آخر الآیۃ۔ و
قد روی العوفی وسعید بن جبیر عنہ نحوہ اور سعید بن جبیر کی روایت مین مصرح ہے کہ شیطان نے دونون سے کہا کہ مین وہی ہون
جسنے تمکو جنت سے نکالا تاکہ تم میری پیروی کرو اور انکو ڈرایا کہ اگر ایسا نہ کروگے تو مین سینگون والا بچہ بناؤنگا اور پیٹ پھٹ جائیگا اور
ایسا ہوگا وایسا ہوگا خوفناک باتین کرتا رہا اور دو مرتبہ نہ مانا اور مردہ بچہ ہوا اور تیسری مرتبہ بچہ کی محبت غالب ہوئی اور عبد الحارث
نام رکھا پس یہی فرمایا کہ جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰہما الآیۃ۔ کما رواہ ابن ابی حاتم۔ اور اس اثر کو ابن عباسؓ سے اُنکے شاگردون مین سے ایک جماعت
نے لیا ہے چنانچہ طبقہ اول مین سے مجاہد وسعید وعکرمہ وغیرہ ہین اور طبقۂ دوم مین سے قتادہ وسدی وغیرہ ہین اور بہت سے سلف و
خلف سے مروی ہے اور متاخرین مفسرین مین سے ایک بھاری جماعت نے بیان کیا جنکا شمار دشوار ہے۔ یہ حال تو اس قصہ کا سرسری
روایت کے ذکر مین مرفوع وموقوف ہے اور اسی پر اعتماد کرکے مفسرؒ نے تفسیر کی ولیکن اسپر ایک اشکال سخت وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آدمؑ
نے نبی ہوکر شرک کیا۔ اور مفسرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہ نام رکھنے مین شرک ہے اور عبادت مین شرک نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ
مقصود فقط یہ تھا کہ بچہ کا عبد الحارث نام رکھنا سبب نجات ہے پس عتاب ہوا کہ اپنے سبب پر نظر کی اور مسبب پر نظر نہ رکھی۔ اور یہ
جواب اور ذکر دیا گیا کہ شرک کرنا تو آیت کریمہ مین مصرح ہے اور بالاجماع انبیاء کی شان سے نہین کہ شرک کرین اور بر تقدیر تسلیم اگر نام رکھنے
مین شرک کیا اور وہ آسان ہے تاہم حرام سے خالی نہین اور انبیاء تو اہلسنت کے نزدیک معصوم ہین پھر یہ گناہ کیسا۔ یہ بات تو بدیہی فریق

جو انبیاء علیہم السلام کو گناہ سے معصوم نہیں جانتے ہین کہہ سکتے ہین اور نیز مسبب پر سے نظر اُٹھانا اور سبب کو ملحوظ رکھنا کب انبیاء کی شان ہے حالانکہ اصلین تو یہ اعتقاد لازم آیا کہ عبد الحارث نام رکھنے سے بچہ جیتا رہیگا اور اس کی مان سلامت رہیگی اور یہ ضرور شرک ہے اور کوئی انکار نہیں کرتا کہ شرک جیسے افعال مین ویسے اعتقاد مین کیونکہ وہ عمل قلب بلکہ اشد ہے اور آخر کم سے کم تو یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے اسیواسطے علامہ بیضاوی رح نے فرمایا کہ ایسی باتین انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہین اور ملا علی قاری رح نے شرح مشکوٰۃ مین کہا کہ عبد الحارث و عبد النبی وغیرہ جو نام لوگون مین پھیل رہے ہین وہ جائز نہیں ہین اور شیخ ابن حجر المکی نے تحفہ مین کہا کہ عبد النبی اور عبد الکعبہ و عبد الدار و عبد علی اور عبد الحسین وغیرہ کے مانند نام حرام ہین۔ اور یہین سے رد ہوگیا جو بعض نے وہم کیا کہ نام مین معانی کا لحاظ نہیں ہوتا ہے سوائے علمیت کے۔ کیونکہ یہ انحصار غلط ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مقصود اس سے وہ ہوتا ہے جسکا علم ہے اور اصل معانی کا لحاظ تو بالتبع باقی ہوتا ہے اور علماء معانی نے اسکی تصریح کر دی ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے فلح و برکت وغیرہ غلامون کے نام رکھنے سے حدیث بخاری وغیرہ مین منع فرمایا اور حضرت صدیق رضہ کا نام زمانہ جاہلیت مین عبد الکعبہ تھا اس کو بدلکر عبد اللہ صدیق رضہ نام رکھا اور ابوہریرہ کا عبد الشمس نام تھا اسکو عبد الرحمن کیا۔ اور برّہ سے بدلکر زینب اُم المومنین رضہ کا نام کیا اور بہت سے نام انھین معانی کے لحاظ سے بدلے ہین جو احادیث مین مصرح ہین۔ یہان سے یہ مسئلہ نکل آیا کہ ہندوستان مین جو غفانی و بدھو و رمضانی و شبراتی و جُمّا و امامی و منگلی وغیرہ نام رکھے جاتے ہین سب نہیں جائز ہین۔ بالجملہ اعتراض مذکور کا یہ جواب تو کچھ نہیں ہے اور کبھی یون جواب دیا جاتا ہے کہ یہ نام رکھنے مین شرک کرنا حضرت آدم سے نہیں واقع ہوا بلکہ فقط حضرت حوا نے ایسا کیا تھا چنانچہ حدیث مرفوع سمرہ رضہ سے واضح ہوا اور قولہ جعلا لہ شرکاء۔ مین تثنیہ ہونا کہ دونون نے شرک کیا ہے کچھ منافی نہیں اسواسطے کہ بیان مین تثنیہ ہے مگر مقصود اکیلی حوا ہین بدلیل روایت مذکورہ اور عرب کی زبان مین شائع ہے کہ ایک کے فعل کو دو کی طرف نسبت کر دیتے ہین چنانچہ کلام مجید مین قولہ فتلقی آدم من ربہ کلمات الآیۃ کے بعد دوسرے مقام پر فرمایا۔ قالا ربنا ظلمنا الآیۃ۔ اور ایسے ہی قولہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ حالانکہ فقط شوہر مراد ہے اور جیسے قولہ ونسیا حوتہما۔ حالانکہ فقط یوشع بھولے تھے نہ موسیٰ علیہ السلام مگر ساتھ ہونے کی وجہ سے دونون کو ذکر فرمایا اور جیسے قولہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان۔ حالانکہ فقط کھاری سمندر سے نکلتے ہین نہ شیرین سے۔ اور اسکے مانند بہت ہین پس مراد آیت مین قولہ جعلا لہ شرکاء سے یہ کہ جعل واحد منہما۔ اور وہ حوا ہے نہ آدم ۔ یہ جواب بھی شکست کر دیا گیا کہ فعل واحد کو دو کی طرف نسبت کرنا التباس معنوی سے مامون ہونے کی صورت مین جائز ہے مطلقاً جائز نہیں ہے چنانچہ اگر دو آدمیون نے زید کو مار ڈالا تو دونون کا فعل اور اگر ایک نے مارا ہو تو ایک ہی کا بیان کیا جاوے ورنہ دوسرا بے خطا قصاص مین سولی دیا جائیگا۔ اور آدم رح نے اگر یہ نام بدل دیا ہوتا تو تثنیہ کے معنے نہ تھے اسیواسطے کسی مفسر نے اسطرف توجہ نہ کی علاوہ برین ماخوذ فی الخطاب اصل ہے نہ تبع حالانکہ اوپر سے دونون کا تذکرہ کرنا اور دعا کرنا مصرح ہے اور نیز آثار ابن عباس رضہ وغیرہ مین تصریح موجود ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ مخلص اس اشکال سے نہیں ہوا۔ علاوہ برین یہ وارد ہوگا کہ جعلا لہ شرکاء، شرکاء جمع شریک ہے اور روایات مذکورہ مین فقط ایک عبد الحارث سے اشراک ہے اگر کہا جاوے کہ دوسری قراءۃ مین شرکاً مصدر واحد آیا پس جمع سے واحد مراد ہوگا تو جواب یہ ہے کہ نہیں یہ خلاف اصول تاویل ہے بلکہ مصدر جو جنس محتمل ہے وہ منصوص خاص کی طرف جو جمع ہے راجع کیا جاوے تاکہ ہر دو اپنے اصل سے متفق ہون۔ اور اس اشکال کا بھی کوئی جواب نہیں ہے اسیواسطے علامہ بیضاوی و امام رازی و ابو السعود وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے اس قصہ مذکورہ سے انکار کیا۔ اور بعض الناس نے

جو اسکو محض رائے سے انکار تصور کیا اُسنے غلطی کی۔ پھر جبکہ یہان تحقیق درکار ہے تو سننا چاہیئے کہ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ جسکو امام احمد وغیرہم نے روایت کیا وہ تین وجہ سے معلول ہے۔ اول آنکہ اسمٰعیل عمر بن ابراہیم راوی کی نسبت ابو حاتم الرازی نے کہا کہ قابل حجت نہین ہے۔ دوم آنکہ یہ حدیث بدون رفع کے قول سمرہؓ روایت کی گئی ہے۔ سوم آنکہ حسن بصریؒ جنھون نے سمرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے خود اس آیت کی تفسیر دوسرے طور سے بیان کی ہے پس اگر سمرہؓ سے حسنؒ کے پاس یہ روایت مرفوع ہوتی یعنے آنحضرت صلعم کا قول ہوتا تو اس سے عدول نہ کرتے حالانکہ ابن جریرؒ نے بسند صحیح حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ بعضے ملت والون کے حق مین یہ آیت ہے اور حضرت آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور معمرؒ کے طریق سے بسند صحیح حضرت حسنؒ سے روایت کی کہ اس سے آدم علیہ السلام کی ذریت مراد ہے اور جنھون نے بعد حضرت آدمؑ کے شرک کیا ہے۔ اور قتادہؒ کے طریق سے بسند صحیح روایت کی کہ حسنؒ نے کہا کہ یہ یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ پس اگر حسنؒ کے پاس یہ حدیث آنحضرت صلعم سے محفوظ ہوتی تو باوجود تقویٰ و وَرَع کے اس سے عدول نہ کرتے پس صریح دلیل ہے کہ یہ روایت مرفوع نہین بلکہ صحابی کا قول ہے جسمین احتمال ہے کہ مانند کعب احبار و وہب بن منبہ وغیرہ مومنین اہل کتاب سے لی گئی ہو پس مرفوع حدیث ہونے کے عہدہ سے مین برأت کرتا ہون۔ ہذا کلامہ اس سے ظاہر ہوا کہ جنھون نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیکر اس سے حجت پکڑی ہے یہ انکی خطا ہے اور یہ آنحضرت صلعم کا قول نہین ہے اب رہا بیان آثار کا یعنے اقوال بعض صحابہ و تابعین کے تو انکا اضطراب ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو خفیف و ثقیل ہونے کا ذکر لغو ہوتا اسواسطے کہ حوا کے کئی اولاد اس سے پہلے ہو چکی تھین جیسا کہ ان آثار مین مذکور ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ شاید واللہ اعلم دراصل یہ قصہ اہل کتاب سے لیا ہوا ہے کیونکہ ابن عباسؓ نے اسکو ابی بن کعب سے لیا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے روایت کیا کہ ابن عباسؓ نے ابی بن کعب سے مصرح اس قصہ کو بیان کیا پس اہل کتاب سے ان آثار کا لیا جانا ظاہر ہے اور رسول اللہ صلعم سے یہ حدیث صحیح ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تم سے کوئی بات بیان کرین تو تم نہ انکی تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پھر اُن کی خبرین تین قسم کی پائی گئین ایک وہ کہ ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کہ یہ خبر صحیح ہے کیونکہ کتاب الٰہی یا سنت رسول اللہ صلعم سے اس پر دلیل موجود ہے۔ دوم وہ کہ اسکا دروغ ہونا ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کیونکہ قرآن یا حدیث مین اسکے برخلاف موجود ہے۔ اور سوم وہ کہ جس سے قرآن و حدیث مین سکوت ہے حالانکہ ایسی خبر روایت کرنے کی اجازت حدیث مین پائی گئی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ چاہو بنی اسرائیل سے روایت کرو کچھ حرج نہین ہے۔ پھر یہ اثر جو یہان مروی ہے اسکو جس صحابی یا تابعیؒ نے روایت کیا شاید اُسنے اسکو قسم سوم مین شمار کیا ہے ولیکن ہم اسکو قسم سوم مین نہین رکھتے ہین بلکہ ہمارے نزدیک وہی قول صحیح ہے جو حسن بصریؒ نے کہا کہ اس سیاق سے آدم و حوا نہین مراد ہین بلکہ اُنکی ذریات مین سے مشرکین مراد ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس برتر ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے جسکو یہ لوگ شرک لاتے ہین۔ یا برتر ہے ان لوگون کے شرک سے۔ پس پہلے جو آدمؑ و حوا کا ذکر فرمایا وہ ان دونون کی ایسی مشرک اولاد کے وجود کے واسطے توطیہ تھا پس شخص کے ذکر سے جنس کی طرف رجوع فرمایا جیسے قولہ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح الآیۃ مین ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جن ستارون سے آسمان کو زینت دی انھین سے شیاطین کو رجم نہین کیا جاتا بلکہ وہ شہاب دیگر ہین پس ذکر مصابیح سے اسکی جنس کیطرف استطراد ہے اور اُسکے اور نظائر بھی قرآن مجید مین موجود ہین۔ یہ سب کلام شیخ ابن جریرؒ کا مختار ہے جو شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ اقوال بعض صحابہ

وتابعین کے جو قصہ آدمؑ وحوّا کے بارہ مین ہین وہ ان لوگون نے اہل کتاب کے اقوال بیان کردیے ہین بدون اسکے کہ ان اقوال سے
آیت کریمہ کی تفسیر سمجھین چنانچہ حسن بصریؒ نے یہ قصہ روایت کیا مگر تفسیر آیت کی اور طرح سے فرمائی چنانچہ اوپر مذکور ہوئی اور ایسی ہی
سدیؒ نے بھی اپنے طور پر تفسیر مین کہا کہ قولہ فلما تغشاہا سے آدمؑ کے ذکر سے جدا کرکے اہل عرب کے بت پرستون کے حق مین ہے یعنے
وے لوگ اپنی اولاد کے بارہ مین جو اللہ تعالیٰ انکو عطا فرماتا تھا اپنے شرکا یعنے بتون سے شریک لاتے تھے اور ایسا ہی ابو مالکؒ
سے مروی ہے اور ابن کیسانؒ نے کہا کہ یہ کافرون کا حال ہے جو اپنی اولاد کا نام عبدالحارث وعبدالعزیٰ وعبدالشمس وعبدالدار
وغیرہ رکھتے تھے حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ بعضے اہل ملت کے حق مین ہے آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے موافق ابن جریرؒ
کے اسکو سب تفاسیر مین سے بہتر قرار دیا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ان قریش کے حق مین ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین موجود تھے
اور وہ قصیؔ کی اولاد تھی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمکو ایک گروہ قریش کے نفس قصیؔ سے پیدا کیا اور اُس کے
ساتھ مین اُسکی زوجہ اسکی جنس سے عربیہ قرشیہ دیدی اور اُسنے اولاد صالح طلب کی مگر آخر بجاے شکر کے شرک کرکے اپنے چارون
بیٹون کے نام عبدمناف وعبدالعزیٰ وعبدالدار وعبد قصیؔ رکھے اور قولہ عما یشرکون مین ضمیر جمع کی قصی واسکے پیروی کرنے والے
اولاد کے حق مین ہے اور زمخشریؒ نے کہا کہ یہ تفسیر اچھی ہے اُسپر کوئی اشکال نہین ہے۔ اور مدارک مین کہا کہ آدم وحوا سے ذریات کثیر
پیدا کی جنکا یہ حال ہوا کہ انہین سے جورو اور مرد نے فرزند صالح کی درخواست کی جب انکو اللہ تعالیٰ نے دیا تو اُنھون نے شرک کیا
اور علی ہذا التفسیر بحذف مضاف ہے یعنے قولہ وجعلا لہ شرکاء وجعل اولادہما لہ شرکاء۔ یعنے آدم وحوا کی اولاد نے اپنے فرزندون
کے پانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے بتون کو شریک کیا۔ اور یہی قفالؒ نے ذکر کیا اور امام رازیؒ نے اسکو ذکر کرکے کہا کہ یہ
تفسیر نہایت صحت وسداد پر ہے اور یہی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور قریب اسکے معالم مین کہا کہ خطاب اس سے ہر واحد کو
مخلوق مین سے ہے بقولہ خلقکم۔ اور اسی کے جنس سے اسکی جورو کردی۔ معالم مین کہا کہ یہ قول تو اچھا ہے اگر سلف کا قول اس کے خلاف
نہوتا۔ اور شیخ دہلویؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے آدم سے لوگون کو پیدا کیا اور ابتداے خلقت انکی اسطرح ہوئی کہ آدم سے
اسکی جورو پیدا کی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پس دونون سے نسل کثیر پیدا ہوئی پھر اول کلام کی طرف رجوع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے
تم کو پیدا کیا مگر تم نے حق ادا نہ کیا اور بات یہ کہ جب انہین سے کسی نے اپنی جورو کو غشیان کیا اور اس کو حمل خفیف ظاہر ہوا الی آخرہ
پس آیت مین اختصار ہے جس سے عوام کو یہ دقت پیش آئی کہ حضرت آدمؑ کیطرف اشراک کا شبہہ پیدا کیا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا
توحید پر ہونا جب منصوص ہے تو اس شبہہ کو گنجایش نہ تھی اسیواسطے اختصار بھی ہوا اور اصل کلام اگرچہ عام ہے وہ حوا وغیرہ سبکو
شامل ہے لیکن جملہ امور کا جو تمام کلام مین مذکور ہین حوا پر صادق آنا ضرور نہین ہے پس بمانند قولہ تعالیٰ الذی خلقکم من نفس واحدۃ
وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء الآیۃ کے یہان بھی آدم وحوا سے خلق کثیر ظاہر کرکے اسکی ناشکری وشرک کرنے کا بیان مقصود
ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا۔ اس کلام مین حقائق کے بعض لطیف اشارات ہین یعنے آدمؑ نے
جنت مین تجلی حق عزوجل کے نور کو پایا اور برابر اُنپر مستر الم ہوئی تو قریب ہوا کہ برداشت نکرسکے اور مضمحل ہو جاوے پس اللہ عزوجل نے
بنظر کرم جنت کی چیزون مین سے کسی پر حوالہ نہ کیا کیونکہ وہ سب نور مین ڈوبی ہوئی ہین پس آدمؑ ہی سے حوا کو پیدا کیا تاکہ سکون حاصل
کرے اور درحقیقت تجلیات سے وحشت پاوین اور اسیواسطے آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو یا حمیرا خطاب سے متوجہ فرمایا۔ خلاصہ یہ

کہ اللہ تعالےٰ نے حوا کا پیدا کرنا آدمؑ کے واسطے امتحان رکھا تھا کہ اسکے ساتھ مشغول ہوکر حق عز وجل سے فی الجملہ غفلت کرکے راہ امتحان مین پڑ جاوے۔ بعض نے کہا کہ آدمؑ کے واسطے حوا کو اسکی طرف سکون حاصل کرنے کو پیدا کیا پھر جب سکون پایا تو حقیقت خطاب سے غفلت ہوئی پس درخت بہشت سے کھالیا جو کھایا۔ واسطیؒ نے کہا کہ بڑا امتحان یہ تھا کہ آدمؑ کے بدن سے حوا کو پیدا کیا پس اپنی طرف سے اسکی نظر اٹھادی کیونکہ فرمایا لیسکن الیہا۔ حالانکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے کیطرف سکون پانا بڑا امتحان ہے انتہی کلامہ پوشیدہ نہ رہے قولہ فتعالی اللہ عما یشرکون۔ یعنے اہل مکہ جو بتون کے ساتھ شریک لاتے ہین اللہ عز وجل اس سے پاک برتر ہے اور یہ جملہ مسببہ ہے عطف ہے خلقکم پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہے کذا قال المفسرؒ حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے تمکو پیدا کیا پس تمنے شرک کرکے ناشکری کی پس اس شرک سے اللہ عز وجل پاک برتر ہے۔ فلیتامل۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کلام ابتدائی ہے اس سے اہل مکہ کی بت پرستی و شرک کا کار دے اور قرآن مجید مین اسطرح بہت آیا۔ کمافی قولہ ساحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون پس من ارضکم تک تاعظ فرعونیون کی گفتگو ہے اور فماذا تامرون۔ فرعون کا مقولہ ہے پس عما سے اصنام اور یشرکون سے کفار مراد ہین۔

اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ۝ وَ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ لَہُمۡ نَصۡرًا وَّ لَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ
کن کو شریک بناتے ہین جو پیدا نہ کرین ایک چیز کو اور آپ پیدا ہوتے ہین اور نہ کر سکتے ہین انکی مدد اور نہ اپنی

یَنۡصُرُوۡنَ ۝ وَ اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَتَّبِعُوۡکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡہُمۡ اَمۡ
مدد کرین اور اگر انکو پکارو راہ پر نہ چلین تمھاری پکار پر برابر ہے تم کو کہ انکو پکارو یا

اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ۝ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا
چپکے ہو رہو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہین تم سے بھلا پکارو انکو تو چاہیے قبول کرین تمھارا

لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ
پکارنا اگر تم سچے ہو کیا انکو پانون ہین جنسے چلتے ہین یا انکو ہاتھ ہین جنسے پکڑتے ہین یا انکو

اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ
آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین یا انکو کان ہین جنسے سنتے ہین تو کہہ پکارو اپنے شریکون کو پھر برا کرو میرے حق مین اور

فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ۝
مجکو ڈھیل نہ دو

مشرکین مکہ جو بتون وغیرہ سے شرک لاتے اسمین انکی توبیخ و ملامت ہے۔ اَیُشۡرِکُوۡنَ کیا شریک بناتے ہین اللہ تعالےٰ کے ساتھ عبادت مین۔ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا ایسی چیز کو جسنے کچھ بھی نہ پیدا کیا نہ کرے یعنے کچھ پیدا نہین کر سکتی ہے یعنے بت وغیرہ مورتین جو کچھ بھی پیدا نہین کر سکتی ہین انکی عبادت قرار دیکر اللہ تعالےٰ سے شرک کرتے ہین۔ کما قال تعالےٰ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبہم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ۔ یعنے جنکو تم پکارتے ہو اللہ تعالےٰ کے سوائے وہ کبھی ایک مکھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب اکٹھے ہو جاوین اور اگر مکھی انسے کچھ چھین لے تو اس سے چھڑا نہین سکتے ہین۔ وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ بلکہ انکی صورت تو یہ ہے کہ وے خود گڑھے و بنائے جاتے ہین یعنے خود مخلوق ہین کما قال الخلیلؑ اتعبدون ما تنحتون الآیہ تم کیا اسی کو پوجتے ہو

جسکو اپنے ہاتھون تراشتے گڑھتے ہو ضمیر ہم ان بتون کے حق مین ہے باوجودیکہ یہ سب بے عقل بیجان تھے مشرکون کے اعتقاد کے موافق ہے کہ وہ اپنے آلہہ کو ایسا سمجھتے تھے اور انھین کو سمجھانا مقصود ہے۔ حاصل آنکہ معبود وہ پاک سبحانہ تعالے ہے جو پیدا کرتا ہے وہ معبود اور تمام مخلوق اُسکی عابد یعنے پوجنے والی ہے اور یہ بُت تو کچھ بھی پیدا نہین کر سکتے بلکہ خود بنائے وگڑھے ہوئے ہین پھر کیا اُنکی عبادت کرتے ہو شیطان نے وسوسہ دلایا کہ تمھاری مدد کرینگے پس یہ بھی رد فرمایا۔ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا اور کوئی استطاعت نہین رکھتے کہ اُنکی یعنے اپنی عبادت کرنے والون کی کچھ مدد کرین۔ یہ تو دوسرون کی مدد ہے وہ اپنے آپ ہی کو نہین بچا سکتے کما قال وَلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ یعنے جو کوئی انکو ضرر توڑ ڈالنے وغیرہ کا پہونچا دے تو اپنے آپ کو نہین بچا سکتے ہین۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ مشہور ہے کہ اپنی قوم کے خوبصورت تراشے ہوئے بتون کو توڑتے اور سخت اہانت کرتے تھے۔ اور اسلام مین حضرت معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو بن الجموح کا قصہ معروف ہے کہ یہ دونون نوجوان مسلمان ہوگئے اور رات مین دونون جاکر مشرکون کے بُت توڑ کر تلف کر ڈالتے اور انکی لکڑیان نکالکر غریب بیوہ عورتون کو جلانے کو دیتے تھے اور معاذ بن عمرو کا یہ قصہ ہے کہ انکا باپ عمرو بن الجموح اپنی قوم کا سردار تھا اور اسکا ایک بُت تھا جسکو روز نہلاتا اور خوشبو لگاتا پس یہ دونون رات مین آکر اس بُت کو اوندھا کرکے پلیدی سے لتھاڑ جاتے تاکہ کچھ سمجھے پس صبح کو عمرو نے آکر اس حال مین دیکھکر اسکو پھر نہلا کر معطر کیا اور اسکے پاس تلوار رکھدی کہ تو اس سے قتل کر ڈالنا پھر جو دوسرے روز دیکھا تو ویسا ہی بیچارہ لتھڑا پڑا ہے پھر اُسکو درست کر دیا تب تو ان دونون نے اسکو اُٹھاکر ایک مردہ کُتّے کے ساتھ ایک رسّی مین باندھ کر ایک اندھے کنوین مین لٹکا دیا پھر صبح کو جو عمرو بن الجموح نے یہ حال دیکھا تو جان گیا کہ مین باطل دین واعتقاد پر ہون اور بُت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوگیا اور نہایت پاکیزہ ایمان پر ہوکر روز اُحد کے معرکہ مین شہید ہوگئے رضی اللّٰہ عنہ۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اگر تم پکارو ان بتون کو اِلَى الْهُدٰى ہدایت کی طرف لَا یَتَّبِعُوْكُمْ تو تمھاری اتباع نہ کرین۔ اسمین مشرکون کو مخاطب کرکے تنبیہ و توبیخ و تبکیت فرمائی اور پہلے سے زیادہ اسمین بتون کی عاجزی کا بیان ہے یعنے اپنے عبادت کرنے والے کی مدد کرنا کیسا اُنسے تو یہ بھی نہین ہوسکتا کہ اگر انکا بندہ کی کرنے والا اُنسے راہ پوچھے کسی بھلائی کی تو اسکو راہ بتلا وین۔ حاصل آنکہ اگر تم بتون سے اپنے مطلب کی راہ پوچھو تو تم کو راہ نہین بتلا سکتے ہین یتبعوا بتشدید اور یتبعو بتخفیف دونون قراءۃ بمعنے واحد ہین بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنے اے اہل ایمان اگر مشرکون کو ہدایت اسلام کی طرف بلاؤ تو تمھاری پیروی نہ کرینگے کیونکہ علم آلہی مین انکے حق مین گمراہی مقدر ہے۔ اول قول اولے ہے۔ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ یکسان ہے تمھارے حق مین چاہو تم انکو پکارو۔ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ یا خاموش رہو۔ بہر حال وہ سنتے ہی نہین تو تمھاری اتباع نہین کرینگے بجائے ام صمتم کے جملہ اسمیہ مین افادہ ہے کہ ہمیشہ سکوت رکھنا اور نہ پکارنا دونون یکسان ہین یعنے کبھی کسی وقت تمھارا پکارنا مفید نہوگا کیونکہ وہ دائمی سکوت کے مانند ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ یعنے جنکو تم پوجتے ہو سوائے اللّٰہ تعالے کے وہ تمھارے مثل بندے مملوک ہین۔ بتون کو بندہ فرمایا حالانکہ وہ جمادات سے ہین تو یہ انکے اعتقاد کے موافق ہے اور بعض نے فرمایا کہ عموماً ملائکہ وشیاطین وغیرہ کے پوجنے والون کو ملامت ہے اور بعض نے کہا کہ لات وعزیٰ جنگلی مورتین پوجتے تھے انکو بیان کیا کہ اگر مورتون سے قطع نظر جنگلی مورتین ہین وہ بھی تمھارے مثل بندے ہین انکو خود کسی نفع وضرر کا اختیار نہین ہے۔ اور اول اولی ہے لقولہ تعالے فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ پکارو انکو دین تمکو تمھاری پکار کا جواب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو کہ انکو نفع وضرر کی قدرت ہے اور وہ آلہہ ہین پھر اللّٰہ تعالے نے بیان فرمایا کہ بُت وغیرہ بیچارے تو اتنے بھی نہین جتنے انکی عبادت کرنے والے ہو موقوف ظاہری قدرت رکھتے ہین کیونکہ

بیہودہ قوف انسے افضل ہین چنانچہ فرمایا۔ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا کیا بھلا انکے پاؤن ہین جنسے چلتے ہین۔ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا ام بمعنے بل ہے۔ یعنے یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکے ہاتھ ہین جنسے گرفت کرتے ہین اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَا یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکی آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین۔ اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکے کان ہین جنسے سنتے ہین۔ استفہام سب جگہ انکاری ہے یعنے ان چیزون مین ان بتون کے واسطے کچھ بھی تو نہین ہے حالانکہ خود تم لوگ یہ چیزین رکھتے ہو پھر تم انکو کیونکر پوجتے ہو حالانکہ خود انسے افضل ہو۔ اس مقام سے نکلتا ہے کہ حواس ظاہرہ کی راہ سے بھی انسان کو فضیلت ہے مگر جماعت نماز مین امامت کیواسطے اندھے کے بنسبت آنکھون والے کو اس راہ سے افضلیت نہین معتبر ہے بلکہ براہ احتیاط طہارت ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ ایک جماعت مشائخ نے ان حواس سے چشم پوشی کرنے کو کہا ہے مثلاً مولوی رومؒ نے کہا ؎ چشم بند و لب ببند و گوش بند ✽ گر نہ بینی نور حق برمن بخند ✽ تو جواب اسکا یہ ہے کہ ان حواس سے انسان کو افضلیت واقعی ہے بشرطیکہ انکو انکے کام مین لاوے جسکے واسطے یہ پیدا ہوے ہین مثلاً آنکھ اسواسطے کہ عجائب صنعت و قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرے حالانکہ اندھا اس سے محروم ہے اور کلام الٰہی مین اس نظر عبرت کا حکم بکثرت ہے مانند قولہ افلا ینظرون الی الابل الآیۃ۔ اور۔ قل سیروا فی الارض فانظروا۔ اور قل انظروا ماذا فی السموات۔ اور قولہ وکذلک نری ابراہیم الآیۃ اور قولہ اولم ینظروا فی ملکوت السموات الآیۃ۔ اور جن لوگون نے ان حواس سے یہ کام نہین لیا انسے نفی فرمائی کما قال صم بکم عمی اور فرمایا۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا الآیۃ۔ پس ائمہ صوفیہ کا یہ مقصد نہین کہ انسے مشاہدہ نہین بلکہ لوگ انکو بری طرح کام مین لاتے ہین لہذا انکو ان کامون سے بند کیا۔ کیونکہ تو بالیقین جانتا ہے کہ آنکھ بند کرنے و لب بند کرنے سے حقیقی معنے مراد نہین حتی کہ اندھا بنکر نہ مسجد کو جاوے نہ نماز مین لب ہلاوے نہ حق بات سنے بلکہ مجاز مراد ہے جیسا کہ تجھے بتلایا گیا بالجملہ جب آدمی پورے یقین و ایمان کے ساتھ نظر اٹھاتا ہے تو قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرتا ہے کما قال تعالیٰ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل الآیۃ۔ پس علما و مشائخ مین پھوٹ ڈالنا اپنی نادانی ہے ان مین باہم اختلاف نہین بلکہ سمجھ والون کا قصور فہم ہے کہ مطلب نہین سمجھتے اور اپنی خواہش نفس پر لیجاتے ہین۔ اب تفسیر کی طرف رجوع ہے پس معنے آیت کے یہ ہوے کہ تم لوگون کو جتنی قدرت ہے اتنی بھی تمھارے بتون جھوٹے معبودون کو نہین ہے وہ کسی کو بھی کچھ نفع و ضرر نہین پہونچا سکتے ہین لہذا فرمایا کہ قُلِ ادْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ کہدے اے محمد صلعم ان بت پوجنے والون سے کہ بلاؤ اپنے شرکا یعنے باطل معبودون کو کہ مجھے اپنے اختیار سے ہلاک کرین یا کچھ ضرر ذرہ برابر پہونچاوین۔ ثُمَّ کِیْدُوْنِ اے ثم کیدونی۔ پھر تم اور تمھارے باطل معبود سب ملکر میرے حق مین کید و مکر کرو فَلَا تُنْظِرُوْنِ فلا تنظرونی اے لا تمہلونی۔ پھر تم مجھے کچھ مہلت مت دو اور مت چھوڑو۔ یعنے مین تمھاری طرف سے ذرا پرواہ نہین کرتا اور کچھ بھی مہلت نہین چاہتا کیونکہ واقع تو وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ نہین ہل سکتا پھر مہلت لینے کی کوئی حاجت نہین ہے بلکہ میرا بھروسا اللہ تعالیٰ پر ہے

اِنَّ وَلِيِّ يَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

میرا حمایتی اللہ ہے جسنے اُتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندون کی اور جنکو تم پکارتے ہو اُسکے سوائے نہین

يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۞ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ

کر سکتے تمھاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکین اور اگر انکو پکارو راہ کی طرف کچھ نہ سنین اور تو دیکھے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ٥

تکتے ہین تیری طرف اور کچھ نہین دیکھتے

اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ میرا تو حافظ و ناصر اللہ تعالے ہے۔ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ جسنے قرآن مجید نازل فرمایا مجھپر اسکی شان یہ ہے کہ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ وہ صالح بندون کی تولّی فرماتا ہے اور یہ محض اسکا کرم و فضل ہے پھر بھلا مین ان بتون وغیرہ سے کیونکر خوف کرونگا پس یہ جملہ تعلیل سابق ہے اور حاصل یہ کہ جب اوتعالے اپنے لطف سے بزرگان صالحین کا تولیہ فرماتا ہے تو آنحضرت صلعم تو اسکے برگزیدہ رسول تھے اور انبیاء بدرجۂ اولی اس کرامت سے سرفراز ہین۔ اسیواسطے ہود ع سے جب قوم نے کہا کما قص اللہ تعالے ان نقول الا اعترٰک بعض آلہتنا بسوء۔ تو ہود علیہ السلام نے کہا۔ انی اشہد اللہ واشہدوا انی بریٔ مما تشرکون من دونہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ حاصل آنکہ تمھارے و تمھارے بتون کی کچھ طاقت نہین ہے میرا حافظ و ناصر میرا اللہ تعالے ہے پھر انکے بتون کا حال فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور جنکو تم پکارتے ہو یعنے پوجتے ہو سوائے اللہ تعالے کے وہ تمھاری کچھ مدد نہین کرسکتے اور نہ وے اپنی مدد و حفاظت کرسکتے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات تو ابھی مذکور ہوچکی ہے جواب یہ کہ اول مین تو مشرکون کو ملامت کرنے کے طور پر مذکور ہے اور یہان انکو فرق بتلایا کہ کس کی عبادت روا ہے اور کسکی نہین روا ہے۔ حاصل آنکہ بتون سے تم کو کسی تولیہ و حفاظت کی امید بالکل باطل ہے پس انکو چھوڑو اور اپنے خالق کریم کی عبادت کرو جو صالحین کا متولی ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صالحین وہ ہین جو اللہ تعالے سے شرک نہین کرتے اور اس کی نافرمانی نہین کرتے ہین۔ آیت مین دلیل ہے کہ جو بندہ صالح کہ اللہ تعالے کی ولایت مین ہوا اسکو کوئی چیز مضر نہین ہوسکتی ہے اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ اپنی اولاد کے واسطے کچھ ذخیرہ نہین رکھتے تھے تو بعض نے عرض کیا کہ آپ کیون نہین رکھتے ہین فرمایا کہ میری اولاد یا تو صالح ہوگی یا نہین پس اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالے اسکا ولی ہے پھر اسکو میرے مال کی کیا حاجت ہے اور اگر وہ مجرم ہوگی تو اللہ تعالے نے فرمایا فلن اکون ظہیرا للمجرمین۔ پس جسکو اللہ تعالے نے رد کیا اسکے اہتمام مین مجھے مشغول ہونا مہمل ہے۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا سدیؒ و مجاہدؒ سے مروی ہے کہ یہ مشرکون کے حق مین ہے یعنے اے مومنو اگر تم مشرکون کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو نہین سنینگے۔ وعلی ہذا یہ مخصوص انھین مشرکون کے ساتھ ہوگا جو علم الٰہی مین کافر مقدر ہوئے ہین اور ارجح واولی یہ ہے کہ یہ بھی بتون کی تحقیق حالت کا بیان اور مشرکون کو فہمایش ہے جیسا کہ قتادہؒ سے مروی اور ابن جریرؒ کا مختار ہے اور خطاب مشرکون کو اور ضمیر ہم بتون کی طرف موافق انکے اعتقاد کے ہے حاصل آنکہ اے مشرکو اگر تم ان بتون کو ہدایت کے لیے پکارو تو نہین سنینگے اور جب نہ سنا تو ظاہر ہے کہ تم کو ہدایت کیونکر کرینگے۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور اے محمد صلعم تو دیکھتا ہے ان بتون کو گویا تیری طرف دیکھ رہے ہین حالانکہ انکو کچھ سوجھتا نہین ہے۔ حاصل آنکہ مشرکون نے انکو آدمی کی صورت گڑھکر قائم کیا تو انکے مقابلہ و مواجہ مین جو کھڑا ہو گویا بت اپنی لکڑی یا پتھر کے دیدون سے دیکھ رہے ہین حالانکہ کچھ بھی سوجھتا نہین پس ترٰہم خطاب خواہ آنحضرت صلعم کو ہو یا ہر مخاطب سمجھدار کو ہو۔ قال الحافظ رح چونکہ مصور بصورت انسان تھے لہذا ضمائر و بیان مین انکے ساتھ انسان کا سا معاملہ کیا گیا و قلت اور نیز مشرکین اپنے زعم مین انکو نفع و ضرر دہندہ سمجھتے پس اُن کی فہمایش مین اسی انداز سے انکے ساتھ کلام کیا گیا۔ فی العرائس قولہ تعالے ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ۔ اسمین اپنے حبیب محمد مصطفے صلعم کے واسطے محبت ازلی و رعایت ابدی ثابت فرمائی

یعنے عین عنایت ازلیہ ورعایت کفایت ابدیہ سے اسکے تولی فرمائی اور اپنے کلام ازلی ابدی سے اسپر خطاب شریف نازل فرمایا اور جیسے اپنے حبیب علیہ السلام کی تولی اپنی طرف رکھی اسکے طفیل مین اسیطرح صدیقین وعارفین کی تولی بھی اسی کے ساتھ ملا کر اپنی طرف رکھی ہے پس انبیاء علیہم السلام کو انوار ذات سے تولیہ فرمایا اور اولیاء رحمہم اللہ کو انوار صفات سے تولیہ فرمایا اور باقی عالم کے لوگون کو انوار افعال سے تولیہ فرمایا پس عوام لوگ تو نور آیات مین لغزش سے معصوم ہین۔ اور خاص لوگ انوار صفات مین خطرات سے معصوم ہین اور خاص الخاص انوار ذات مین مکر و قہر سے معصوم ہین۔ بعض نے فرمایا کہ بندونپر بنظر احسان لحاظ فرمایا اور اولیاء پر بچشم لطف اور انبیاء پر بچشم تولی۔ اور بعض نے قولہ یتولی الصالحین۔ مین کہا کہ مقتضائے بشریت اور اسکی کشمکش سے محفوظ فرمایا پس خاص لوگون کو اسطرح کہ انکا مقصود صحیح ہے اور خالص اپنے معبود کے واسطے منفرد ہین اور عوام کو اسطرح کہ انکے اوقات درست رہتے ہین۔ حضرت جعفر الصادقؒ سے پوچھا گیا کہ قولہ یتولی الصالحین۔ مین کیا حکمت ہے حالانکہ بالیقین معلوم ہے کہ اوتعالے حی قیوم ہے اسکی ولایت مین تمام عالم ہے تو فرمایا کہ تولیہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک تولیہ تو قائم رکھنے کا اور دوسرا تولیہ یہ کہ عنایت ورعایت سے حق پر قائم رہے۔ واسطیؒ نے کہا کہ تولی جو صالحین کے ساتھ مخصوص ہے وہ تولی بکفایت ہے یعنے حق تعالے انکے واسطے کافی ہے اور دوسری تولی جو فاسقین کے ساتھ ہے وہ انکے نفس کی خواہشین انکو پوری کر دینا پس انکا بھی متولی ہے اور نیز واسطیؒ نے کہا کہ بندون مین سے جو پیشوا ہین انکی اصلاح کر دی اسطرح کہ خواہش و مقتضائے بشریت سے انکو بچایا اور خاص لوگون کی اصلاح اسطرح کہ مقصود انکا صحیح کر دیا اور عوام کی اصلاح اسطرح کہ انکو دین قویم پر ثابت رکھا۔ اُستادؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کے حقوق ادا کرنے پر قائم ہوا اللہ تعالے اُسکے اُمور کی کفایت فرماتا ہے پس اپنے مثل بندون کی طرف نہین جھکتا اور جس حال مین وہ ہو اللہ تعالے اسکو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے اور اگر افضال مرادی نہ ملا تو جو کرتا ہے اسپر بندہ کو راضی فرماتا ہے اور اسرار پر رضا کی خوشی اس سے زیادہ ہے جتنی دل پر عطاء کی راحت ہوتی ہے۔ قولہ تعالے وان تدعوہم الی الہدیٰ الآیۃ اہل غفلت کے حال سے خاص سننا و خاص دیکھنا یعنے جو مفید ہے وہ اللہ تعالے نے نفی فرمایا یعنے یہ انکے پاس نہین ہے کیونکہ انکے کان و آنکھین پردۂ ضلالت و غفلت سے ڈھکے ہوئے و بند ہین پس وہ اپنے دل کے کانون سے آواز غیب نہین سُنتے ہین اور دل کی آنکھون سے شواہد مین مشاہدہ غیب نہین پاتے ہین اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اوتعالے جل سلطانہ نے انکو اس سننے و دیکھنے سے مردود کر دیا ہے اور اگر چاہتا تو دکھلا و سُنا دیتا لیکن قہر ازلی و خذلان ابدی نے انکو اس سے محروم کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برنگ الوہیت مصبوغ اور بنور مشاہدہ مزین تھے اور دست قدرت نے لباس خاص منقش بطراز رسالت انکے قد نیکو پر آراستہ فرمایا اور تاج ملکوتی سے متوج کیا اور میدان جبروت مین مرکب ہو پر مشاہدہ خاص کے واسطے روانہ کیا پس بندون کو آپ سے ایک تجلی خاص حاصل ہوتی تھی مگر وہی دیکھتا تھا جو ازل مین اس نعمت سے سرفراز ہوا ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلعم نے فی قولہ من رأنی فقد رای الحق۔ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے پس جب ازلی نورانی آنکھ والے نے آپکو دیکھا تو اللہ تعالے داناتر ہے کہ کس مرتبہ قریب پر پہونچ گیا و قد قال علیہ السلام طوبیٰ لمن رآنی و لمن رأی من رآنی الحدیث۔ یعنے بہت بشارت فرمائی اس شخص کو جسنے آپکو دیکھا یا آپکے دیکھنے والے کو دیکھا الحدیث۔ اور بعض نے قولہ تعالے وان تدعوہم الی الہدیٰ الآیۃ مین کہا کہ جسکو دعوت کرنے والے نے اپنی دعوت سننے سے بہرا کر دیا وہ کیونکر دعوت کو سُن سکتا ہے اور ندائے حق کوئی نہین سُن سکتا مگر وہی جسکو حق عز و جل سنا دے پس وہ حق تعالے کے سنانے سے سنتا ہے اپنے کانون سے نہین سُن سکتا ہے۔ قولہ تراہم ینظرون الیک۔ یعنے تیری صورت ظاہری کو دیکھتے ہین اور جو خصائص و انوار تجھ مین ودیعت ہین انکو نہین دیکھتے ہین اور جو برکات ہم نے تجھے

خلق کے واسطے رکھے ہین اس سے یہ بدبخت محروم ہین اور ایسے ہی جنے اپنی خودی کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر نظر کی وہ معانی کے ادراک سے محروم رہا اور اگر برکت رسول اللہ صلعم سے آپ کو دیکھے تو البتہ پاوے مگر وہ بھی قاصر ہے ہان اگر بنظر حق عز وجل دیکھے تو تمام طور پر اپنا نصیب پاویگا اور اسوقت اُسکو ظاہر ہوگا کہ وہ شرف کے امور کون کون ہین جنسے آنحضرت صلعم مخصوص ہین۔ سہل رح نے کہا کہ اس کلام مین ان لوگون کا بیان ہے جنکو انوار قرب سے زینت حاصل نہین ہوئی پس وہ اور آک حقائق سے اندھے ہین اور اکابر کی بزرگی اُنکو نظر نہین آتی ہے اور نیز تجھکو ایسی آنکھون سے دیکھتے ہین جنکو نور توفیق نہین ملا ہے پس تیرے حق کو کہان پہچان سکتے ہین اور ایسے دیون سے دیکھتے ہین جنمین نور ہدایت سے کوئی ثبات نہین ہے۔ بعضے کہتے ہین کہ بزرگون کا دیکھنا انکی صورت سے نہین حاصل ہوتا بلکہ ان مکاشفات سے جو قلب مین غیب سے حاصل ہون اور یہ بقدر احترام کے اور بقدر ایمان کے ہوتا ہے۔ پھر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بڑھکر تھی کہ مخلوق مین سے کسی کو آپ کے جلال وجمال پر اطلاع حاصل ہو اور حق عز وجل کو معلوم کہ تمام مخلوق آپ کے ادائے حق اور تمام احترام سے عاجز ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عفو کرین ان لوگون کو جو انوار رسالت ونبوت آپ کے چہرہ پاک سے حاصل کرنے سے عاجز ہین۔ کذا قال وفی السراج ہر گاہ کہ اللہ تعالے نے بیان فرمادیا کہ بت اور اُنکے پوجنے والے کسی نفع وضرر پر قدرت نہین رکھتے اور اللہ تعالے ہی ان امور کا متولی ہے تو لوگون کے معاملہ مین جو ٹھیک راستہ ہے وہ بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ

خو پکڑ معاف کرنا   اور کہہ نیک کام کو   اور کنارہ کر   جاہلون سے   اور کبھی اُبھار دے تجکو   شیطان کی   چھیڑ   تو پناہ پکڑ

بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللہ کی   وہی ہے   سنتا   جانتا

خُذِ الْعَفْوَ- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معنے عفو کے فاضل وزائد ہین یعنے لوگون کے اموال مین سے جو تیرے واسطے عفو کیا جاوے یا جو کچھ تیرے پاس لاوین وہ لے لے۔ سدی رح نے کہا کہ یہ امر سورہ براءۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا جسوقت تک کہ فرائض وتفصیل صدقات کی نازل نہین ہوئی تھی۔ اور ضحاک وسعید بن جبیر نے مانند قول اول کے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ اللہ تعالے نے دس برس تک آنحضرت صلعم کو مشرکین سے عفو وچشم پوشی کرنے کا حکم دیا پھر اُسکے بعد انپر سختی کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن جریر رح نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بہتون نے مجاہد رح سے اسکی تفسیر مین روایت کیا کہ لوگون کے اخلاق مین سے عفو لینے کا حکم دیا بدون بحث وتفتیش کے۔ ایسا ہی عروہ بن الزبیر وعبداللہ بن الزبیر وابن عمر وعائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ زیادہ مشہور قول یہی ہے اور شاہد اسکا وہ ہے جو ابن جریر رح وابن ابی حاتم نے مرسل روایت کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے جبرئیل سے کہا کہ اس کے معنے کیا ہین پس جبرئیل نے جاکر واپس آکر کہا کہ اللہ تعالے نے آپ کو حکم دیا کہ جو آپ کے حق مین ظلم کرے اسکو عفو کیجئے اور جس نے آپ کو محروم کیا ہو اسکو آپ دیجئے اور جو آپ سے ناتا قطع کرے اس سے جوڑیے اور مرفوع روایت جابر وقیس بن سعد بن عبادہ جسکو امام احمد وابن مردویہ وترمذی نے روایت کیا ہے وہ بھی اسکی شاہد ہے اور معنے اسکے بھی اسی مرسل کے مانند ہین۔ عبداللہ بن الزبیر نے کہا کہ نہین نازل ہوئی یہ آیت مگر لوگون کے اخلاق کے بارہ مین کما رواہ البخاری اور یہی قول شیخ مفسر جلال نے اختیار کیا۔ اور بخاری مین طویل روایت مین ہے کہ عیینہ بن حصن آکر اپنے بھائی کے بیٹے حر بن قیس کے پاس اُترا اور حر نے اسکے واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایام خلافت مین

اجازت مانگی پس عیینہ نے مجلس مین داخل ہوکر کہا کہ اے عمر بن الخطاب آپ نہ ہمکو بہت مال دیتے ہین اور نہ ہمارے درمیان عدل سے حکم کرتے ہین یہ سُنکر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا قریب تھا کہ اسکو مارین کہ اتنے مین حُر بن قیس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ یہ جاہلون مین سے ہے ابن عباسؓ کہتے ہین کہ جیسے ہی یہ آیت اُسنے پڑھی پس واللہ ذرا نہین تجاوز کیا عمرؓ نے اور یہ اُنکی عادت تھی کہ کتاب اللہ تعالےٰ کے سامنے وقاف تھے یعنے فوراً ٹھہر جاتے تھے رواہ البخاری۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر ایک قافلہ اہل شام کی طرف گذرے انمین جرس دیکھکر منع کیا تو وہ لوگ بولے کہ ہم اس بارہ مین آپ سے زیادہ جانتے ہین انمین کچھ مضائقہ نہین ہان بڑا جلجل منع ہے تو سالمؒ نے یہ آیت پڑھی واعرض عن الجاہلین۔ اور خاموش ہو رہے رواہ ابن ابی حاتم۔ بالجملہ یہی راجح ہے کہ مراد اس سے اخلاق الناس ہین وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ اے المعروف اور حکم کر امر معروف کا۔ عروہ بن الزبیر وسدی وقتادہ وابن جریر وغیرہ نے صریح کہا کہ عرف بمعنے معروف ہے اور اس مین جملہ طاعات داخل ہین۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ یعنے جب امر بالمعروف پر حجت قائم کردی اور جاہلون نے نہ مانا تو اُنسے اعراض کر اور ان کی بیوقوفی وجہالت کا مقابلہ مت کر۔ واضح رہے کہ اعراض اُنھین اُمور مین ہے جو اخلاق کی راہ سے لوگون کی ظلم وتعدی برداشت کرنے سے متعلق ہین نہ ایسے شخص سے جو اللہ تعالےٰ کے حق واجب مین جہالت کرے یا اللہ تعالےٰ سے کفر کرے کیونکہ انمین تو جہاد واجب ہے واس تقدیر پر یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہین جیسا کہ مجاہدؒ وقتادہؒ سے مروی ہے اور عطاء وابن زید نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کا اول وآخر منسوخ ہے اور اوسط محکم ہے قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد مین منجملہ شہداء کے حضرت حمزہ سید الشہداء بھی تھے جنکو کافرون نے مُثلہ کرڈالا تھا پس جب حضرت صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ واللہ مین انمین سے ستّر آدمیون کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے رواہ ابن مردویہ وَاِمَّا دراصل آن ما۔ تھا۔ پس ان شرطیہ کو ما زائدہ مین ادغام کیا گیا۔ يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ نزغ دراصل بمعنے بگاڑ دینا چنانچہ بولتے ہین کہ نزغ بیتا۔ اُسنے گھر بگاڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ بمعنے اغوا ہے پس آیت مین استعارہ تبعیہ ہے کہ معاصی پر اغوا کو نزغ سے تشبیہ دی گئی پھر اغوا کے واسطے نزغ مستعار لیا اس سے ینزغنک کا اشتقاق ہوا پس نزغ بمعنے وسوسہ اور ایسے ہی نغز ونخس ونسغ اسی معنے مین آتے ہین۔ زجاجؒ نے کہا کہ نزغ ذراسی حرکت کو کہتے ہین اور شیطان کی طرف سے ذراسا وسوسہ نزغ ہے اور مفسرؒ نے معنے آیت مین کہا اے ان یصرفک عما امرت بہ صارف۔ اگر تجھے اس چیز سے جسکا تجھکو حکم کیا گیا ہے کوئی پھیرنے والا پھیرے۔ شاید یہ تفسیر بنظر عموم بمعنے نزغ کے ہے ولیکن آیت مین نزغ مقید از جانب شیطان ہے پس اولی واظہر یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اگر تجھکو وسوسہ شیطانی سے کچھ بھی وسوسہ پہونچے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو اللہ تعالےٰ سے تو پناہ مانگ۔ یہ شرط کا جواب ہے اور فاستعذ امر کا جواب محذوف ہے اے فاستعذ باللہ یدفعہ عنک تو اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگ وہ تجھسے وسوسہ شیطان کو دور کردیگا۔ روایت ہے کہ جب قولہ خذ العفو۔ نازل ہوا تو حضرت صلعم نے دعا کی کہ اے پروردگار مین غضب کا یعنے غصہ آجانے کا کیا علاج کرون تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنے قولہ اما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وہ سننے والا ہے قول کا اور جاننے والا ہے فعل کا یعنے سمیع وعلیم ہونا اُسکی صفت قدیم ہین پس نزغہ شیطان سے استعاذہ کا بھی وہ سمیع علیم ہے اور صحاح مین دو شخصون کا جھگڑنا اور ایک کا غضب مین ہوجانا اور حضرت صلعم کا فرمانا کہ مین ایک کلمہ جانتا ہون اگر اسکو یہ کہتا ہو تو اس سے یہ دور ہو جاتا جو اپنے جی مین پاتا ہے اور وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے۔ اور عیاذ کے معنے التجا کرنا اور بھروسا کرنا اور شرو برائی سے چھٹکارا مانگنا۔ پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے جسقدر شیطانی وساوس ہوتے ہین اللہ تعالےٰ انکو دور کرتا ہے بشرطیکہ حالت

مذکورہ کے وقت بندہ اپنے سچے دل سے اللہ تعالے کی طرف التجا لاوے اور اسی پر بھروسا کرکے شر و بدی سے چھٹکارا مانگے۔ واضح ہو کہ یہان ایک سوال وارد کیا گیا اور وہ یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے پس اگر آنحضرت صلعم نبی معصوم ہوتے تو شیطان کو کوئی راہ نہ ملتی کہ آپ کے قلب مین نزغ و وسوسہ کرے جس سے استعاذہ کی ضرورت ہوتی حالانکہ یہ بات یقینی ہے کہ آنحضرت صلعم معصوم تھے۔ اور اس سوال کا بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ خطاب اُمت کے ہر فرد کو ہے اور رد کیا گیا کہ وہ خلاف ظاہر ہے اور بعض نے جواب دیا کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے لیکن مراد اس سے افراد اُمت ہین۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب بطریق فرض و تقدیر کے ہے یعنے اگر بالفرض ایسا ہو تو استعاذہ کر۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک سوال ہی نہین وارد ہوتا ہے یہ سوال تو بالکل مہمل ہے اسواسطے کہ جملہ شرطیہ مذکورہ مین ملازمت مدار دہے یعنے اگر آنحضرت صلعم معصوم ہوتے تو نزغ شیطان کو راہ نہوتی۔ اسکی ملازمت ممنوع ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم معصوم ہین تو نزغہ شیطان کے موافق معصیت سرزد نہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہین ہوئی پس آپ معصوم ہین۔ حاصل یہ کہ معصوم ہونے مین اور نزغ شیطان مین کوئی منافات نہین ہے کیونکہ دل مین وسوسہ آنے سے عصمت باطل نہین ہوتی بلکہ جب کوئی امر جو شرع مین منکر ہے وہ سرزد ہو تو البتہ عصمت باطل ہو ولیکن اللہ تعالے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور معلوم ہے کہ صحاح مین وہ حدیث مروی ہے کہ ایک عورت آپ کے سامنے سے گذری پس آپ اُٹھکر حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین تشریف لے گیے پھر باہر آئے تو آپ کے سر سے قطرات پانی کے ٹپکتے تھے اسکے بعد فرمایا کہ عورت کے آگے پیچھے شیطان مزین کرتے چلتے ہین پس جب تم مین سے کوئی شخص اچانک نظر مین اپنے دل مین کچھ پاوے تو اسکو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کرلے پس دفع ہو جائیگا ہذا حاصل مافی الحدیث۔ اور وسوسہ کے بعض متعلقات قصۂ آدم علیہ السلام مین گذرے مع قول حسن بصریؒ کہ شیطان کو اختیار دیا گیا ہے کہ ساتوین آسمان پر وسوسہ پہونچاوے اور مراد آنکہ وسوسہ اُسکا اسکی ذات کے وہان رسائی پر موقوف نہین ہے اور بعض کلام تحت قولہ ثم یحکم اللہ آیاتہ الآیۃ انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا پس اگر تحقیق حال منظور ہے تو ان مقامات کو جمع کرکے بوسعت نظر براحادیث غور کرنا چاہیئے واللہ تعالے اعلم ف فی العرائس قولہ تعالے خذ العفو۔ اگر تیرا حق نہین پہچانتے یا کم پہچانتے ہین تو معاف کر اسلیئے کہ بعضے تو دل سے خواستگار و جان نثار ہین مگر اپنی وسعت بھر پہچان سکتے ہین اور بعضے مقہور بقہر ازل ہین وہ کچھ بھی نہین پہچانتے ہین۔ قولہ وأمر بالعرف۔ اپنے حکم دینے اور بدکامون سے ممانعت کرنے مین اُنپر مہربانی و نرمی فرما کیونکہ وہ حقائق احکام کے اُٹھانے سے ضعیف ہین۔ قولہ واعرض عن الجاہلین۔ ان جاہلون سے اعراض فرما جنکو تجھپر نظر ڈالنے کی استعداد ہی نہین ہے۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ منکر کرامات اولیاء و معجزات انبیاء ہین وہ آدمیت کے درجہ کو کبھی نہین پہونچینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین دونون فریق موجود ہوئے ہین اور دونون ایمان سے خارج اور ایک دوسرے سے بدتر ہین نعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ۔ اللہ تعالے عزوجل نے چاہا کہ اپنے حبیب کو قدیم کے اخلاق سے لباس پہناوے یعنے تجلی کشف و ظہور انوار فضل سے ملبوس فرماوے پھر چاہا کہ اسکو امر قدیم و کلام کریم سے ملبوس فرماوے تاکہ جمیع صفات کے ساتھ جمیع معانی سے متصف ہو کر جمیع اخلاق کریمہ سے آراستہ ہو جاوے اور اس فیض سے ایک قطرہ امت کو بھی مرحمت ہوا چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ یعنی تم لوگ اپنے خلق ویسے بناؤ جو اللہ تعالے عزوجل کے ہین قال المترجم ابتدائے حال یہ ہے کہ بندہ ان اخلاق مین متکلف ہوتا ہے یعنے جیسے نقل کسی اصل سے بتکلف ہوتی ہے اسیطرح کرتا ہے اور آخر رحمت الٰہی سے وہ اپنے افعال سے فنا ہو کر حقیقت حال سے متصف ہو جاتا ہے بدون حلول وغیرہ کے اور بدون کسی تشبیہ کے اور یہان استدلال زبانی کا کام نہین بلکہ تصدیق ایمانی

درکار ہے اور حدیث قرب النوافل ایمان کے واسطے کافی ہے والسلام۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باطن بزرگ اخلاق کا حکم دیا اور وہ یون کہ خلایق کی لغزشون سے چشم پوشی کرین اور انکو اخلاق پاکیزہ کا حکم دین اور جاہلون سے اعراض کرین یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے سے مڑے ہوئے ہین ان جاہلون سے مُنھ موڑین۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو کہا کہ جو آپ سے انقطاع کرے آپ اُس سے ملین اور جو آپ کو کسی چیز مین محروم رکھے آپ اُسکو دین اور جو آپ کے حق مین ظلم کرے آپ اُس سے عفو کرین اور جو آپ سے بدی کرے آپ اُسکے حق مین نیکی کرین۔ ابن عطا رحؒ نے فرمایا کہ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ صاف لے لے اور تلچھٹ چھوڑ دے۔ وقولہ تعالے واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم۔ شیطان قہر قدم کا کتا ہے جو وہ قلب کے ایک طرف نفس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بھونکے تو ہمارے قہر سے ہمارے لطف کی طرف بھاگ آنا چاہیئے۔ اور یون کہنا چاہیئے کہ اعوذ بک منک۔ پھر جب اس نور سے قلب منور ہو گیا تو اُسکے کنارے شیطان کی رسائی نہوگی کیونکہ اگر وہ ذرہ برابر بھی اس سے قریب ہو جاوے تو جلکر مر جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ فاسق و فاجر یعنے کافر و مشرک تو شیطان کے رووے کھدوے بندے ہین اُنپر تو اس کو حاکم کہنا چاہیئے اور یہ اس سبب سے نہین کہ شیطان کو خود کچھ قدرت ہے بلکہ یہ لوگ مقہور ازلی ہین اور مقہور ہونے مین شیطان ان سب کا سردار ہے۔ اور رہے بندگان حق تعالے تو وہان شیطان چور ہے پس ایمان جب قلب مین ہے تو شیطان ہر وقت اسکی چوری کرنے پر آمادہ ہے ؎ گربہ موش دزد در انبانہاست ❊ خرمن عمر چہل سالہ کجاست ❊ پس نفس کے سراغ سے نواحی قلب تک پہونچتا ہے پھر جب اسمین تعوذ وغیرہ کی روشنی چمکی تو شیطان بھاگا۔ جہان انوار الٓہی کا نزول ہو وہان شیطان مخذول ہے۔ فافہم۔ جریری رحؒ نے کہا کہ جو اپنا ہتھیار بھولا اسکو شیطان نے ایکدم مین اپنی بیڑیون مین قید کیا۔ اُستاد رحؒ نے کہا کہ اگر تیرے دل مین شیطان کا کچھ وسواس اچانک آتا نظر آیا تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ کہ وہ اپنی توفیق سے تجھے محفوظ فرماویگا اور اگر تیرے سینہ مین حظوظ نفسانیہ کو دخل ہوتا نظر آوے تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ وہ تجھکو تائید سے مستغنی فرماویگا اور اگر مقام ترقی مین تجھے مشکوک کیا تو پناہ مانگ کہ اللہ تعالے تجھے تحقیق سے فیضیاب کریگا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے اولیاء مین سے اہل تقوی کو بیان فرمایا کہ انپر وساوس شیطانی وہواجس نفسانی سے

امتحان لیا جاتا ہی اور وہ اللہ تعالے کو یاد کرکے بیدار ہوجاتے ہین کما قال تعالے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ

جو | لوگ | ڈر رکھتے ہین جہان پڑ گیا اُنپر | شیطان کا گذر | چونک گیے | پھر تبھی اُنکو | سوجھ آگئی | اور جو شیطان کے بھائی ہین

يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝

وہ انکو کھینچے جاتے ہین | غلطی مین | پھر وہ کمی نہین کرتے

پہلی آیت مین انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شیطان کے نزغ کا ذکر کیا اور وہ خفیف وسوسہ ہوتا ہے اور شاید وہ خفیف الحرکۃ بسبب رقت کے ہو یعنے باریکی کی وجہ سے نزغ فرمایا اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شیطان کو کھلے کھلے وسوسہ کی مجال نہین ہے جیسے عوام کے ساتھ وسوسہ انداز ہوتا ہے۔ بالجملہ یہان اہل تقوی کا حال بیان فرمایا کہ جب انکو طائف شیطان پہونچتا ہے تو وہ بیدار ہوکر اللہ تعالے کی یاد سے ہوشیار ہو جاتے ہین بخلاف غیر متقیون کے کہ وے اور زیادہ گمراہی مین گھُسے چلے جاتے ہین چنانچہ فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا۔ جن لوگون نے تقوی کیا یعنے شرک و نافرمانی سے بچے۔ إِذَا مَسَّهُمْ اصابہم۔ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ جب پہونچا اُنکو شیطان سے کوئی

طائف ۔ یہان دو قراءۃ ہین ایک طیف بروزن سیف اور وہ قراءۃ ابن کثیر و ابو عمرو و کسائی کی ہے اور دوسری قراءۃ طائف وہ باقی قراء رحمہم اللہ کی قراءۃ ہے پس طیف یا تو مصدر ہے یا مخفف طیّف بروزن خیّر ہے کما قال الکسائی اور لغت مین اسکے معنے وہ چیز جو قلب مین متخیل ہو یا خواب مین نظر آوے کما قال النحاس و قال الشاعر ؎ فولی لطیفک ابنی عن مقلتی عند المنام ؛ کیما انام فتنطفی نار تاجج فی العظام ؛ یعنے اے معشوقہ تو اپنے طیف سے یعنے خیال و تصور سے کہدے کہ سوتے وقت میری آنکھون کے سامنے سے ذرا ہٹ جاوے تاکہ مین سو جاؤن کہ جو آگ میری ہڈیون مین بھڑک رہی ہے وہ ذرا ٹھنڈی ہو جاوے ۔ بالجملہ طیف ایسے امر متخیل کو کہتے ہین ۔ و یقال طاف الخیال یطوف طیفاً ۔ پھر بعض نے کہا کہ طائف کے بھی یہی معنے ہین جو طیف کے مذکور ہوے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ دونون مین فرق ہے اسواسطے کہ طاف الخیال کے محاورہ سے طائف اسم فاعل نہین لاتے ہین کیونکہ وہ محض تخیل بے حقیقت ہے اور طائف وہ شیطان خود ہے اور قولہ فطاف علیہا طائف من ربک ۔ مین طیف نہین کہہ سکتے ہین اور وسوسہ و جنون و غضب و صرع یعنے مرگی کو بھی طیف کہتے ہین کیونکہ وہ ایک لمۂ شیطانی مشابہ خیال کے ہے ۔ مفسرؒ نے قراءۃ طیف اختیار کی اور مسّ کی تفسیر اصابت سے ذکر فرمائی اور طیف سے الہام شیطانی مراد لیا ۔ یعنے انکو چھو جانا پہونچا ۔ و قال البیضاویؒ طائف از طاف یطوف ہے گویا وہ اُنکے گرد پھرا اور یہ قدرت نہ پائی کہ ان مین اثر کرے اور یہ بنا بر اسکے کہ دونون کے معنے واحد ہین ۔ اور تیسیر مین ہے کہ طیف و طائف جو عوارض شیطانیہ مین سے انسان کے اندر نازل ہو ۔ اور بر تقدیر یکہ مراد طائف سے نفس شیطان ہو تو بھی اسکے مس سے مراد وسوسہ وغیرہ ہوگا ۔ قال ابن کثیرؒ طیف و طائف دونون قراءۃ مشہور ہین بعض نے کہا کہ دونون کے ایک معنے ہین اور بعض نے کہا کہ فرق ہے پھر بعض نے اسکی تفسیر غضب سے بیان کی یعنے جب انکو غصہ آیا جو وسوسہ شیطانی ہوتا ہے اور بعض نے صرع وغیرہ سے اور بعض نے گناہ کا قصد کرنے سے اور بعض نے گناہ ہونے سے تفسیر کی ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ ارجح وہ تفسیر ہے جو شیخ مفسر جلالؒ نے ذکر فرمائی ۔ حاصل آنکہ اہل تقویٰ کو جب الہام شیطانی سے کچھ پہونچتا ہے تو ۔ تَذَكَّرُوا یاد کرتے ہین اللہ تعالے کے عذاب کو اگر اس الہام کے موافق بُرا کام کرین اور ثواب کو اگر اطاعت پر رہین ۔ فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ پس وہ حق بات کو ناحق سے دیکھنے والے ہو جاتے ہین یعنے اس تذکر و یاد کے ساتھ ہی اُنپر حق و ناحق کھل جاتا ہے یا وہ وسوسہ شیطانی و اسکی راہ کو جدھر سے آتا ہے دیکھ لیتے ہین ۔ پھر واضح ہو کہ ظاہر آیت کریمہ سے الہام ایسے امر کا مراد ہے جو شرع مین معصیت ہے اور امراض مانند صرع وغیرہ کے مراد نہین و لیکن بعض ائمہ تفسیر نے اس سے بھی تفسیر کی جیسا کہ گذرا اور ابن مردویہ وغیرہ نے یہان ایک حدیث وارد کی جسکو اہل سنن وغیرہ نے بھی روایت کیا اور وہ یہ کہ ایک عورت نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس حالت مین بستر کھل جاتا ہے پس آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفا عطا فرماوے آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین دعا کر دون اور اللہ تعالے تجھے اچھا کر دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہی وہ بولی کہ مین صبر کرتی ہون اور مجھے جنت ملے و لیکن آپ یہ دعا فرماوین کہ مین اس حالت مین برہنہ نہوا کرون پس آپ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالے نے اُسکو اس سے نجات دی وقد رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم ۔ ابن عساکر نے ترجمہ عمرو بن جامع مین ذکر کیا کہ ایک نوجوان آدمی مسجد مین عبادت کیا کرتا تھا اسپر ایک عورت عاشق ہوئی اور اسکے پیچھے لگ گئی یہانتک کہ قریب ہوا کہ اس عورت کے ساتھ اس کے مکان کے اندر داخل ہو پس اُسکو یہ آیت یاد آئی ان الذین اتقوا اذا مسہم الآیۃ ۔ پس بیہوش ہو کر گر پڑا پھر افاقہ ہوا تو اُسکو پھر یاد آئی اور دوبارہ بیہوش ہو کر مر گیا رحمۃ اللہ علیہ پس عمرو بن جامع نے آکر اسکے باپ کو اسکی تعزیت دی اور وہ رات مین دفن ہو چکا تھا پس عمرو نے

اپنے ساتھیون سمیت جاکر اُسکی قبر پر نماز پڑھی پھر عمرو بن جامع نے آواز دی کہ اے فرزند سعید کلام اللہ مین حق تعالے نے فرمایا ولمن خاف
مقام ربہ جنتان ۔ پس قبر مین سے اس جوان نے آواز دی کہ اے عمرو مجھے اللہ عز وجل نے دو نون عطا فرمائی ہین اور دو بار عطا فرمائی ہین
یعنے چار جنتین عطا ہوئی ہین ۔ وَاِخْوَانُهُمْ اے اخوان الشیاطین من الکفار ۔ اور کافرون مین سے شیطانون کے بھائیون کا یہ حال ہے
کہ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ۔ مدد کرتے ہین شیاطین اُن کو غیّ مین ۔ اخوان الشیاطین وہ گمراہ فاسق فاجر آدمی ہین جو شیاطین کی
باتین مانتے اور اُن کی پیروی قبول کرتے ہین اور مراد ان سے کافر لوگ ہین کما قال تعالے الم تر انا ارسلنا الشیاطین علے الکافرین
تؤزہم الآیۃ ۔ اور ضمیر اخوانہم مین شیطان کی طرف جو سابق مین مذکور ہے راجع ہے اور جمع کی ضمیر اس بنا پر کہ الشیطان سے جنس مراد
ہے پس ضمیر جمع اس کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور مَدَّ بتشدید دال اور اَمَدَّ دو نون ایک معنے مین ہین اور ایک جماعت اہل لغت نے
جنمین سے ابو عبید بھی ہین کہا کہ جب کوئی چیز دوسری چیز کو بذات خود بڑھاوے تو بولتے ہین کہ مَدَّہ ۔ اور اگر کسی اور چیز سے بڑھاوے
تو اَمَدَّ بولتے ہین کما قال تعالے یمددکم ربکم ۔ اور بعض نے کہا کہ مَدَّ کا استعمال برائی مین ہے اور اَمَدَّ کا استعمال بھلائی مین ۔ بالجملہ معنے اسکے
دراز کرنا و بڑھانا ۔ اور غی بمعنے ضلالت وجہالت وگمراہی ۔ حاصل آنکہ اخوان الشیاطین کا بیان یہ ہے کہ شیاطین ان کو گمراہی
مین بڑھاتے اور انکے واسطے مدد ہوجاتے ہین زمخشری نے اسی تفسیر کو اوجہ قرار دیا اور یہی عامہ مفسرین کا قول ہے ۔ اور قتادہ رحمہ سے
مروی ہے کہ معنے یہ ہین کہ شیاطین جو جاہلون یا غیر متقیون کے بھائی ہین وہ جاہلون وغیر متقیون کو جہالت مین مدد کرتے ہین ۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ جن ہین جو اپنے دوستون کو انسانون مین سے وحی کرتے ہین ۔ یعنے ان کے دلون مین شیطانی وسوسہ ڈالتے
حتی کہ اُن کے اعتقاد بگاڑتے اور فسق وفجور پر آمادہ کرتے چلے جاتے ہین ۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ اقصار کسی چیز سے باز رہنا ثم لایقصرون
پھر باز نہین رہتے ہین ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ تھکتے نہین اور ملال آگین نہین ہوتے یعنے شیاطین اپنے بھائی کافرون غیر متقیون کو ضلالت
مین کھینچتے چلے جاتے ہین باز نہین آتے یہانتک کہ دم مرگ سے انکے لیے جہنم واجب ہوجاوے اور کافر کو اپنے اوپر نظر نہین ہوتی اور نہ متقیون
کے مانند وہ عہد یاد کرتا ہے تاکہ اس سے باز آوے ۔ الحاصل نہ انسان اپنی بدکرداری سے باز رہتا ہے اور نہ شیاطین اُن کو گمراہی مین گھسیٹنے
سے رکتے ہین ۔ ہکذا روی عن ابن عباسؓ وعلی ہذا قولہ لایقصرون ۔ انس وشیاطین دونون کے فعل پر محمول ہے لیکن ثم لایقصر الشیطان
والانسان اور مفسر سیوطیؒ نے فقط انسان سے متعلق کیا یعنے جیسے متقی بندے حکم الٰہی یاد کرکے بیدار ہوجاتے ہین ویسے کافر متذکر ومتبصر نہین
ہوتے جو اخوان الشیاطین ہین ۔ ف فی العرائس قولہ ان الذین اتقوا اذا مسہم الآیۃ ۔ شیطان جو حسد کرنے والے دشمن ہین وہ دور سے
اولیاء اللہ تعالے کو تاک کر وسوسون کے تیر چلاتے ہین اور سب خطا کرتے ہین کوئی نہین لگتا مگر جبھی کہ وہ لوگ ایک لحظہ اپنے معبود کی یاد سے
غافل ہوے ورنہ اگر حضوری پر قائم ہوتے ہین تو سزاوار کیس انکے پاس پھٹکنے کی طاقت وقدرت نہین رکھتے ہین ۔ پھر جب غفلت کے دم مین
اُنکو کوئی وسوسہ پہونچ گیا تو محسوس کرکے اُسکو فوراً یاد الٰہی سے دور کرتے اور جناب ازلی اور درگاہ باری تعالے عز سلطانہ وجل جلالہ
کی طرف رجوع لاتے ہین پس یاد الٰہی کے شہاب ثاقب سے اُنکو مار کر جلا دیتے ہین وقال تعالے فاذا ہم مبصرون نقل ہے کہ شیخ جنیدؒ نے
خواب مین ابلیس کو دیکھکر پوچھا کہ بھلا تم مین سے کسی کو یہ قدرت ہے کہ ان بندون کی مجلس مین گذرے جو یاد دین مشغول ہوتے ہین وہ بولا
کہ جیسے ہم مین سے کوئی شیطان تم مین سے کسی عوام کو چھوکر صرع مین ڈال دیتا ہے ایسے ہی جب ہم مین سے کوئی تمھاری مجلس ذکر مین گذرتا ہے
تو صرع مین پڑجاتا ہے پس جیسے تم اپنے آدمی کو مصروع کہتے ہو ویسے ہم اپنے کو مانوس کہتے ہین ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ آیت کریمہ مین اُن

متقیون کا بیان ہے جنھون نے اپنے سر باطنی کو انس و قرب کے حوالہ کیا اور اپنے نفس کو فتنہ وطیف شیطانی سے ممنوع رکھا اور ہر دم زبان یا دل سے یاد حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہین ہین

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

اور جب تو نہ لیکر جاوے اُن پاس کوئی آیت کہین کچھ چھانٹ کیون نہ لایا تو کہہ مین چلتا ہون اُسی پر جو حکم آوے مجکو میرے رب سے یہ سوجھکی باتین ہین تمھارے رب کیطرف سے اور راہ کی اور مہر ہے اُن لوگون کو جو یقین لاتے ہین

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم اور جب نہ لایا تو انکے پاس یعنے اہل مکہ کے پاس۔ بِآيَةٍ ایسی کوئی آیت جسپر انھون نے ہٹ کی یعنے اُن کی ہٹ کا معجزہ نہ دکھلایا جیسے مکہ چوڑا ہو جاوے یا کوہ صفا سب سونے کا ہو جاوے اور مانند ان کے اور خرافات ہٹ کی باتون کے تو۔ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کہتے ہین کہ کیون نہین تونے اسکو اجتبا کیا۔ محاورہ بولتے ہین کہ اجتبی الشئ یعنے اپنے واسطے وہ شئی جمع کر لی۔ پس معنے یہ ہوے کہ کیون نہین تونے اُسکو جمع کیا اپنی طرف سے بنا کر۔ پس اجتبا رباب افتعال سے ہے پس اپنی طرف سے افتعال اور بنا لینا اس سے نکلتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اجتبا ر بمعنے اختلاق ہے بولتے ہین کہ اجتبی الکلام اے اختلقہ یعنے اپنی طرف سے بات بنائی لہذا ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی کہ کیون نہین تونے آیت کو اپنی ذات سے پیدا کیا۔ اور قتادہ وسدی وعبدالرحمن بن زید نے کہا یعنے تو اپنی طرف سے اسکو کیون نہین نکال لایا۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا ضحاکؒ نے فرمایا یعنے تو اسکو آسمان سے خود کیون نہین لے آیا بعض نے کہا کہ جب وحی مین دیر ہوتی تو کافر لوگ آنحضرت صلعم سے یہ بات کہتے تھے۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کفار قریش آنحضرت صلعم سے کہا کرتے کہ ہماری مانگی ہوئی نشانی آپ کوشش کر کے اللہ تعالیٰ سے کیون نہین مانگتے ہین کہ ہم اسکو دیکھکر ایمان لے آوین۔ اللہ عزوجل نے آنحضرت صلعم کو جواب دینے کا حکم فرمایا کہ۔ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي یعنے تو ان لوگون سے کہدے کہ مین تو اسی بات کی اتباع کرتا ہون جو میرے پروردگار کی طرف سے مجھے وحی کیجاوے۔ یہ مجھے اختیار نہین ہے کہ اپنے آپ سے کوئی بات لے آؤن۔ ابن کثیرؒ نے کہا یعنے مین جناب الٰہی مین پیش قدمی کر کے نہین مانگتا پس اگر اجازت ہوئی تو مانگتا ہون اور خود دیدی گئی تو لے لیتا ہون ورنہ جرأت نہین کرتا۔ پھر اُن کو ارشاد کیا کہ تمھارے مقدر مین اگر ایمان ہے تو اس قرآن سے بڑھکر کون معجزہ و نشانی ہوگی۔ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ یہ قرآن تو کھلی حجتین ہین تمھارے پروردگار کی طرف سے۔ بصائر جمع بصیرت بمعنے حجت۔ چونکہ قرآن مجید سبب ہے عقول کے بصائر کا پس بطریق اطلاق اسم سبب بر مسبب کے اسپر بصائر کا اطلاق ہوا اور اخفش نے کہا کہ قرآن کو بصیرت بطریق مجاز یون کہا جیسے کہتے ہین کہ انت حجۃ علیک۔ تو خود اپنے اوپر حجت ہے اور حدیث مین ہے کہ قرآن تیرے لیے حجت ہے یا تجھپر حجت ہے یعنے قرآن مجید سے جنھون نے نفع پایا انکے واسطے قیامت مین حجت ہے اور جنھون نے اس سے کفر کیا انپر یہ حجت ہے۔ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ اور ہدایت اور رحمت ہے ایسی قوم کے واسطے جو اس پر ایمان لاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ لوگون کے درجات متفاوت ہین بعض تو علم توحید مین انتہا درجہ کو پہونچکر گویا آنکھون دیکھنے والے ہوگئے اور یہی عین الیقین کے مرتبہ پر ہین اور بعضے بطریق استدلال و نظر کے یقین پر ہین جنکو علم الیقین والے کہتے ہین۔ اور بعضے مسلمان ماننے والے ہین اور یہی حق الیقین والے عامہ مومنین ہین۔ پس پہلون کے واسطے تو قرآن بصائر ہے اور دوسرون کے واسطے ہدایت ہے اور عامہ مومنین کے واسطے رحمت ہے۔ اور اولیٰ وہ ہے جو ابو السعود رحؒ نے کہا کہ

قرآن کا قلوب کے واسطے بصائر ہونا سب کی نسبت متحقق ہے اور اسی سے سب پر حجت قائم ہے اور رہا اسکا ہدایت ورحمت ہونا تو یہ مومنون کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ یہی اس کے انوار سے مستفیض ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہے اسواسطے کہ اگر عین الیقین والون کے واسطے بصائر ہو تو مشرکین کے واسطے درحقیقت بصائر نہوا پس انپر حجت قائم نہوگی حالانکہ یہی عین مقصود ہے علاوہ برین مخاطبین کفار کے واسطے بصائر قرار پاوے اور عامہ مومنین اس سے محروم ہون لہذا قول شیخ ابو السعود صواب ہے واللہ اعلم

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسطرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تمپر رحم ہو

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اس کلام مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ اوپر سے مربوط و اسی پر معطوف ہو یعنے جب بیان فرمایا کہ قرآن مجید لوگون کے واسطے بصائر و مومنون کے واسطے ہدایت ورحمت ہے تو حکم دیا کہ اسکی تعظیم واحترام کے واسطے جب پڑھا جاوے تو خاموش ہو کر سنو اور جو کفار قریش نے نکالا تھا کہ۔ لاتسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ الآیہ۔ یعنے آپس مین ایک دوسرے کو تاکید کرتے کہ اس قرآن پر کان نہ دھرو اور کانون کانون مچاو جیسا کہ ایک آیت مین آیا ہے اس سے منع فرمایا کہ نہین بلکہ تم کان دھر کر سنو تاکہ جو حکمتین وخوبیان اس مین بھری ہین اس سے تمکو نصیحت حاصل ہو۔ دوم احتمال یہ کہ کلام مستانف ہو یعنے یہان سے ایک جدید حکم شروع کر کے بیان فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جاوے یعنے آنحضرت صلعم پڑھکر سناوین یا کبھی کوئی پڑھے۔ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو تم کان لگا کر سنو۔ وَاَنْصِتُوْا اور چپ رہو تاکہ حواس ٹھیک رہین اور خوض سے سمجھو اور نفع پاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ شاید تم رحم کیے جاؤ۔ یعنے اگر گوش دل سے یقین وانتفاع حاصل کرو تو اُمیدوار ہو کہ اللہ تعالے تمپر رحمت فرما وے۔ اور بعض نے کہا فاستمعوا لہ۔ کے یہ معنے ہین کہ اسپر عمل کرو اور اس کے حکم سے تجاوزت کرو۔ اور یہ جیسے کہتے ہین کہ اے فلانے ہماری بات سُن یعنے اسی پر کاربند ہو۔ پھر واضح ہو کہ آیت مین استماع وانصات کا حکم آیا وجوب کے واسطے ہے یا سوا اسکے ہے۔ تو بیضاوی نے لکھا کہ ظاہر لفظ تو اسی کو مقتضی ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو استماع وانصات واجب ہے خواہ نماز مین ہو یا نماز سے باہر ہو ولیکن عامہ علما رکے نزدیک نماز سے باہر یہ دونون مستحب ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ عامہ علمار سے شاید شافعیہ عامہ علمار مراد لیے ہین واللہ اعلم و علما رحنفیہ کے نزدیک موافق اصول کے سننے والے پر مطلقاً ہر حال مین سننا وسکوت واجب ہے کما فی الخلاصتہ وغیرہا سوائے چند صورتون کے جو فقہ مین مستثنی ہین اور وہین بتفصیل پوری تلاش کرنی چاہیئے۔ اور یہی حضرت حسن بصریؒ واہل ظاہر کا قول ہے۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جماعت کا امام اگر کوئی آیت رحمت یا آیہ عذاب پڑھے تو مقتدی کو رحمت مانگنا یا عذاب سے پناہ چاہنا مکروہ ہے بلکہ سکوت کرے۔ کما فیہ رواہ عبد الرزاق عنہ۔ ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جسنے کتاب اللہ تعالے کی کوئی آیت کان لگا کر سُنی تو اُسکے لیے کئی گونہ نیکی لکھی جائیگی اور جسنے اُسکو پڑھا اُسکے لیے قیامت مین نور ہوگا۔ رواہ احمد۔ معاویہ بن قرہؒ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے اپنے مشائخ مین سے ایک سے یہ بات پوچھی۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا تو جواب دیا کہ جو کوئی قرآن سُنے اسپر خاموش ہونا اور کان لگا کر سننا واجب ہے کما رواہ ابن مردویہ۔ پھر واضح ہو کہ برتقدیریکہ آیت کریمہ استیناف ہو تو سبب نزول اسکا کیا واقع ہوا۔ اسمین اختلاف ہے۔ ایک قول یہ کہ نماز مین ہے اور اس مین دو قول گویا متحد المعنے ہین ایک یہ کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے اس سے ممانعت فرمائی۔ دوم یہ کہ نماز مین امام کی قرأۃ سننے و خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ قول دوم یہ کہ خطبہ جمعہ و عیدین مین نازل ہوئی ہے۔ قول سوم یہ کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھتے تھے اور ایک

جوان انصاری حاضر تھا تو جب آنحضرت صلعم کچھ پڑھتے وہ بھی رہی پڑھتا جاتا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ کمارواہ ابن جریر عن الزہری رحمہ اللہ۔ اور اس روایت کی اسناد جید ہے اور ائمہ حنفیہ کے واسطے دلیل ظاہر ہے کیونکہ نماز سے خارج استماع و انصات کا حکم ہوا ہے اور بتکلف سے تاویل کرنا نہیں چاہیئے ہے۔ واضح ہو کہ شیخ مفسرؒ نے قول دوم کو ارجح قرار دیا اور کہا کہ خطبہ میں باتین کرنی چھوڑنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور خطبہ ہی کو قرآن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ خطبہ مین قرآن کی آیات ضرور ہوتی ہین۔ کما لین مین کہا کہ یہ قول سعید بن جبیر و عطاء و مجاہدؒ سے مروی ہے اور ابو الشیخ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خطبہ جمعہ و عیدین کے بارہ مین ہے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیرؒ حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ آیت نمازمین و خطبہ سننے کے وقت ہے۔ اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ روز عید الفطر و عید الضحی و روز جمعہ اور ان نمازون کے بارہ مین ہے جنمین امام جہر سے پڑھے۔ اور اسی قول کو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا کیونکہ خطبہ جمعہ کے وقت خاموشی کا حکم ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرؒ نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف جمہور ہے اور ارجح بھی نہیں حالانکہ خطبہ کتاب مین وعدہ کیا ہے کہ ارجح قول اختیار کرونگا۔ معالم و کشاف و بیضاوی وغیرہ مین اولی و ارجح قول اول قرار دیا کہ یہ آیت نماز مین استماع قراۃ الامام و خود سکوت کرنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ خطبہ جمعہ و عیدین تو مدینہ مین ہوا ہے اور یہ آیت مکیہ ہے پس نزول اس کا نماز کی قراۃ کے بارہ مین ہوا اور یہی قول حضرت حسن بصریؒ و زہری و نخعیؒ کا ہے اور بیہقی نے امام احمدؒ سے روایت کی کہ کہا کہ علماء نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قراۃ مین نازل ہوئی ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے ولیکن نماز فریضہ مین یہ اور زیادہ مؤکد ہوا ہے جبکہ امام جہر سے قراۃ کرے جیسا کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ یعنے امام اسی واسطے کیا گیا ہے کہ اسکے پیچھے اقتدار کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ رواہ مسلم واہل السنن۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو خاموشی کا حکم کیے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کسی اور سے سنکر یہ سبب نزول روایت کیا ورنہ ابو ہریرہؓ کا اسلام لانا زمانہ خیبر مین بعد ہجرت کے واقع ہے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نماز مین آپسمین ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے پس قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ ابن جریر اور نیز ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھون نے نماز پڑھی پس کچھ لوگون سے سنا کہ وے امام کے ساتھ پڑھتے تھے پس جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اے لوگو کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم سمجھو اور کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم بوجھو اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو فرمایا ہے رواہ ابن جریر۔ پھر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایسی نماز سے جسمین جہر سے قرارت فرمائی تھی سلام پھیر کر فرمایا کہ کیا تم مین سے کسی نے ابھی میرے ساتھ کچھ پڑھا ہے تو ایک نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ تو فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ یہ میرے واسطے کیا ہے کہ مین قرآن مین منازعت کیا جاتا ہون راوی کہتا ہے کہ پھر جس نماز مین آنحضرت صلعم جہر سے قراۃ فرماتے اس مین لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قراۃ کرنے سے باز رہے جبکہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے یہ سُن لیا۔ رواہ احمد واہل السنن وقال الترمذی حدیث حسن وصححہ ابو حاتم الرازی اور زہری رحمہ اللہ نے جو تابعین مین سے بڑے ثقہ مشہور عالم ہین فرمایا کہ جن نمازون مین امام جہر سے پڑھے اس مین کوئی مقتدی کچھ قراۃ نکرے اور مقتدیون کو امام کی قراۃ کافی ہے اگرچہ وہ انکو اپنی آواز نہ سنا وے ولیکن جن نمازون مین امام آہستہ پڑھتا ہے اُن مین مقتدی آہستہ بدون آواز نکالے پڑھین اور امام کے پیچھے والے لوگون مین سے کسی کو نہین چاہیئے کہ آہستہ یا آواز سے اُسکے پیچھے کچھ پڑھے کیونکہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علماءؒ میں سے ایک گروہ کا یہی مذہب ہے کہ جہریہ نمازمیں مقتدی پر کچھ قرارۃ نہیں واجب ہے نہ سورۂ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورۃ کی اور یہی امام شافعی کا قول قدیم مانند مذہب امام مالکؒ کے ہے اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے اور شافعیؒ نے قول جدید میں کہا کہ امام کے سکتات میں وہ سورہ فاتحہ پڑھ لے اور یہی صحابہ و تابعین واتباع میں سے ایک گروہ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ واحمد بن حنبل نے کہا کہ مقتدی پر کچھ قرارۃ نہیں واجب ہے نہ نماز سریہ میں اور نہ جہریہ میں۔ بدلیل حدیث کہ جسکا امام ہو تو امام کی قرارۃ اسکے واسطے قرارۃ ہے اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند میں مرفوع روایت کیا اور موطا مالک میں جابر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے اور یہی اصح ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ نماز مفروضہ میں ہے۔ یعنے استماع قرآن وانصات کا حکم نماز مفروضہ میں ہے اور ایسا ہی عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن جریر وغیرہ نے عبید بن عمیر وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے ایسا ہی روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ جمہور کا قول اس کے سبب نزول میں کہ نماز میں استماع قرآن وانصات میں یہ حکم نازل ہوا ہے یہی صحیح ہے اور خطبہ جمعہ وعیدین میں استماع وانصات اس میں داخل ہے نہ اسکہ یہی سبب نزول واقع ہوا اسواسطے کہ سبب نزول فی الحقیقۃ متقدم ہوتا ہے اور جمعہ وعیدین بعد ہجرت کے مدینہ میں واجب ہوئے ہیں اور اس تکلف کی حاجت نہیں کہ حکم پہلے نازل ہو گیا پھر سبب کا وجود ہوا حالانکہ نماز میں کلام کرنے وغیرہ سے ممانعت واس میں استماع وانصات کی روایات موجود ہیں پس متعین ہوا کہ نماز میں استماع وانصات کے واسطے یہ حکم نازل ہوا ہے پھر واضح ہو کہ نماز میں قرآن کا استماع وانصات جبھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا شخص پڑھتا ہو کیونکہ خود پڑھنے والے سے انصات کیونکر ہوگا پس جب امام پڑھے تو مقتدی پر استماع وانصات واجب ہے اور یہ بھی جب ہے کہ امام جہر سے یعنے آواز سے پڑھتا ہو۔ اور اسکا حاصل یہ ہوا کہ جب نماز میں امام آواز سے قرآن پڑھے تو مقتدی اس کے سننے پر کان لگادیں خواہ دوری کی وجہ سے اُن کو سنائی دے یا نہ دے اور خاموش رہیں اور جب امام آواز سے قرآن نہ پڑھتا ہو مثلاً ظہر یا عصر کی نماز ہو تو اس میں استماع وانصات کا حکم جاری نہیں ہو سکتا ہے پھر واضح ہو کہ جہریہ نمازوں میں مقتدی پر امام کی ابتداء سے سب قرارۃ یعنے سورۃ الفاتحہ سے سننا وخود سکوت رکھنا واجب ہے یا یہ حکم سوائے سورۃ الفاتحہ کے ہے۔ کلام اس میں منحصر اور یوں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بارہ میں شرع سے کیا حکم ثابت ہے وہ بیان ہو پھر ہر دو صورت میں غور کرنا چاہیئے پس صحیحین میں حدیث ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ نماز نہیں اس شخص کی جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ادا سے کافی نہیں نماز اس شخص کی جسنے فاتحہ نہ پڑھی۔ مترجم کہتا ہے کہ لفظ میں لاتجزی۔ ہے ومنہاج میں بیضاویؒ نے کہا کہ الاجزاء ہو الاداء الکافی۔ یعنے کافی طور پر ادا ہونے کو اجزاء کہتے ہیں جس میں سے کہا گیا کہ اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی اور قرآن میں کچھ اور پڑھ لیا تو ادا کافی نہ ہوگی بلکہ ناقص ہوگی اور یہ نہیں کہ بالکل باطل ہوا اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ یعنے پڑھو جو میسر ہو قرآن سے۔ اور اسی پر دلیل ہے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جسنے ایسی نماز پڑھی جسمیں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ خداج ہے یعنے ناقص ہے۔ رواہ الجماعۃ الا البخاری جس میں سے حنفیہ نے فرمایا کہ بقدر ما تیسر تو قرآن فرض ہے کیونکہ دلیل قطعی متواتر سے یعنے قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث صحاح سے سورہ فاتحہ تمام پڑھنا نکلتا ہے لیکن یہ احادیث متواتر نہیں ہیں پس بسبب فرق متواتر وغیر متواتر کے کہا کہ اول تو فرض ہے اور دوم واجب ہے اور یہ فرق خود بدیہی ہے محتاج بیان نہیں ہے بدین معنے کہ فرض وواجب میں اس طور پر تفریق کیجاوے اور شارح منہاج نے یہ فرق تسلیم کیا اور کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پھر ایک حدیث میں سورہ فاتحہ زیادہ نہ پڑھنے والے کی

نماز کو لاصلوٰۃ فرمایا یعنے آنکہ اجزا نہین ہے۔ اور حدیث معروف جسمین حضرت صلعم نے ایک شخص کو جو اچھی طرح رکوع سجدہ پورا نہ کرتا تھا نماز کا کافی طریقہ سکھلایا اور ایک رکعت کا حال بیان فرماکر اُس سے کہا کہ اپنی تمام نماز مین ایسا ہی کر۔ تو اس سے بعض نے نکالا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ واجب ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے یہ استدلال ضعیف ہے اسواسطے کہ اول رکعت مین سورۂ فاتحہ مع ماتیسر پڑھنے کا حکم دیا تھا پس اگر ایسا ہی کرنے سے ہر ہر جزو کی طرف اشارہ ہو تو ہر رکعت مین فاتحہ مع سورہ واجب ہوا جاتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہین ہے ابو سعیدؓ کی حدیث مین البتہ آیا کہ ہم کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ پڑھین۔ پس اگر یہ حدیث اپنے اسناد سے ثابت ہو تو دلیل ہوگی کہ ہر رکعت مین فاتحہ واجب ہے۔ اب یہ غور چاہیئے کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا وجوب تنہا پڑھنے والے اور امام پر ہے یا مقتدی پر بھی ہے پس بدلیل بعض روایات کے جنمین سورۂ فاتحہ کے ساتھ زائد کا بھی حکم ہے یہ ثابت ہوا کہ تنہا پڑھنے والے یا امام پر یہ حکم ہے کیونکہ مقتدی پر زائد پڑھنا کسی نے نہین کہا اور جابرؓ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی رکعت پڑھی اور اس مین سورۂ فاتحہ نہین پڑھی تو اُسنے وہ پڑھی الا آنکہ امام کے پیچھے ہو۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوا کہ نماز فجر مین آنحضرت صلعم پر پڑھنا بھاری ہوگیا تو بعد سلام کے فرمایا کہ جب مین جہر سے قرارت کرون تو کوئی کچھ نہ پڑھے سوائے ام القرآن یعنے سورۂ فاتحہ کے کیونکہ جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز نہین ہے۔ اور اسی حدیث کو ابن حبان نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اس مین یون ہے۔ فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ یعنے امام جہر سے پڑھتا ہو تو تم قراءۃ مت کرو اور چاہیئے کہ تم مین سے آدمی سورۂ فاتحہ کو اپنے جی مین پڑھ لے۔ اسیطرح اس حدیث کو طبرانی و بیہقی رح نے بھی روایت کیا۔ اب مین سوال سابق کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حکم استماع و انصات کا مطلقاً ہے یا سوائے سورہ فاتحہ کے ہے تو جواب کے دو طریقے ہین ایک تو بیان مذاہب مجتہدین اور دوم تحقیق مقام ولیکن اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام بسیط درکار ہے یہان فی الجملہ دلائل کے ساتھ بیان مذاہب پر اقتصار کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و نیز تابعین و اتباع رحمہم اللہ مین دونون مذہب والے موجود تھے اور بسبب اُلفت باہمی کے جو لوازم و مقتضیات ایمان سے ہے ایک دوسرے پر انکار نہین کرتے تھے پھر مجتہدین مین سے جس نے تاکید سورۂ فاتحہ پڑھنے پر نظر کی اُنھون نے مقتدی پر بھی امام کی قراءۃ کی حالت مین سورہ فاتحہ پڑھنا واجب جانا ہے لیکن یہ استدلال انکا تعمیم سے ہے یعنے مثلاً آنحضرت صلعم کا ارشاد جسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نماز نہ پڑھی۔ یہ عام ہے امام و مقتدی دونون کو شامل ہے پس مقتدی پر بھی واجب ہے اور اس استدلال مین ضعف ہو جائیگا اگر یہ ثابت ہو کہ امام کی قراءۃ کے ساتھ مطلقاً معارضہ نہین ہو سکتا جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے اگرچہ آیت کریمہ بھی عام ہے پس میرا مقصود اثبات و تضعیف نہین اور نہ قواعد اصولیہ کے موافق تحقیق کرتا ہون بلکہ طریقہ اور راہ بتانا مقصود ہے۔ ہان اُن احادیث سے تقویت لائی جاتی ہے جن مین مقتدی کو سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور بعض علما نے اسکو بھی نص نہین جانا کیونکہ آواز سے پڑھنے کی اجازت تو مسلم ہے کہ نہین دی گئی بلکہ بقرینہ روایات دیگر اس کی تاویل کرکے کہا گیا کہ عام اجازت سے مراد یہ کہ اپنے جی مین پڑھے یعنے خفیہ پڑھے پس بعید نہین کہ بقرینہ دلائل و روایات دیگر و رفع اختلاف کے جی مین پڑھنے سے حقیقی صورت مراد ہو اگرچہ پڑھنے کا اطلاق مجاز سہی یعنے دل مین (اپنے مقتدی کو روا) پڑھنا ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ متضمن حمد و ثناء الٰہی و دعا کو ہے اور خود حدیث قدسی قسمت الصلوٰۃ جو تفسیر سورہ فاتحہ مین گذری ہے اس کی شاہد ہے پس اس تقدیر پر یہی قول اصح ہوگا کہ امام کی قرارت سُننا اور خود سکوت کرنا مطلقاً واجب ہے جیسا کہ عموم آیت کریمہ سے ظاہر ہے اور نیز حدیث صحیح مسلم وغیرہ جو ابو موسیٰ اشعری رضہ کی روایت سے گذری کہ اذا قرأ فانصتوا۔ یعنے جب امام تکبیر کہے تو تم اسکے ساتھ تکبیر کہو پھر

جب قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو-یہ شاہد قوی ہے اور حدیث مالی انازع القرآن جو اوپر گذری اپنے عموم پر باقی ہے اور حدیث جابرؓ کہ جسنے ایسی رکعت پڑھی جسمین سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نہ پڑھی الا آنکہ وہ امام کے پیچھے ہو-تو اس سے جیسے اس امر کی تائید نکلی کہ موافق ظاہر آیت کے استماع و انصات مطلقاً واجب ہے ویسے ہی حدیث عموم وجوب قراءۃ فاتحہ کے معنے ظاہر ہوے کہ امام و منفرد مراد ہے نہ مقتدی اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جو اوپر گذری اس معنے کے واسطے صریح ہے اور حدیث انما جعل الامام لیوتم بہ الخ کی مؤید و متفق دوسری حدیث ہے کہ جس نمازی کے آگے امام ہو تو امام کی قراءۃ وہی اس کی قراءۃ ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معنے آیت کریمہ کے اپنے عموم پر ہین یعنے جب امام قرارت کرے تو مقتدیون پر استماع و سکوت واجب ہے خواہ سورۂ فاتحہ پڑھے یا اس سے زائد اور سابق مین بیان ہو چکا کہ یہی ائمہ حنفیہ کا اور مشہور امام احمدؒ کا مذہب ہے ہان دعا کرنا دل ہی دل مین جیسے امام آواز سے دعا کرتا ہے جائز ہے بلکہ مؤکد ہے اور یہ گویا استماع و انصات کے معنے مین ہے-اب رہا یہ کہ جن نمازون مین امام جہر نہین کرتا تو پہلے بیان ہوا کہ انمین آیت کریمہ کا حکم جاری ہونا بنظر سبب نزول کے مقصود نہین ہے لہذا بعض ائمہ نے اس مین مقتدی پر قراءۃ فاتحہ واجب جانی ہے لیکن ائمہ حنفیہ نے بدلیل حدیث قراءۃ الامام قراءۃ لہ کے کہا کہ امام ہی کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہو گئی پس وہ نہ پڑھے لیکن اس سے عدم جواز نہین نکلتا ہے. ہان ظہر کی نماز مین آنحضرت صلعم کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تھا اور اسطرح پڑھا تھا کہ آنحضرت صلعم نے سُن لیا تو اسکو فرمایا حتی ظننت ان بعضکم قد خالجنیہا-پس اس سے نکلتا ہے کہ مکروہ جانا ولیکن عدم جواز پر استدلال اس سے ضعیف ہے واللہ اعلم-بالجملہ بندۂ ضعیف کو یہان آیت کریمہ کی تفسیر سے غرض ہے اور اس مین نماز سرّیہ مین یعنے جسمین امام جہر سے نہین پڑھتا استماع و انصات کا حکم جاری نہین پس اس سے بحث کی بھی یہان کچھ ضرورت نہین ہے اور نماز جہریہ مین مطلقاً استماع و انصات جیسا ائمہ حنفیہ کا مذہب موافق ظاہر آیۂ کریمہ ہے مترجم کے نزدیک قوی و مختار ہے پس حاصل تفسیر موافق اس سبب نزول کے جو جمہور کا قول ہے یہ ہوا کہ نماز مین جب امام آواز سے قرآن پڑھے خواہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہو یا زائد اُس سے تو لوگون پر واجب ہے کہ کان لگا کر سنین اور خاموش رہین-اور لفظ آمین چونکہ قرآن مین سے نہین ہے لہذا جب امام اسکو کہے تو مقتدی بھی آمین کہے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ائمہ حنفیہ نے اجتہاد کرکے نکالا ہے یا آواز سے جیسا کہ ائمہ شافعیہ وغیرہ کا مختار ہے بدلیل احادیث صحاح وغیرہ-حاصل آنکہ آمین کے وقت استماع و انصات اسوجہ سے نہین ہے کہ آمین قرآن سے نہین ہے-فافہم واللہ اعلم

ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالے واذا قرئ القرآن الآیۃ-اس مین اللہ تعالے نے سب بندون کو ارشاد فرمایا کہ قرآن کو اس حال سے سنین کہ اُنکے دل حاضر ہون یعنے غفلت مین اڑے ہوے نہون بلکہ دل جمعی سے سنین اور نیتین سچی رکھین اور فضول باتون سے اپنے اسرار کو ساکن رکھین اور یہ قرآن مجید کا احترام و وقار ہے پس جب حق عز و جل اپنے بندون کو دیکھیگا کہ خطاب کی منزل مین دست بستہ کھڑے اور فرمان باری تعالے کی تعظیم و احترام کرتے ہین تو اُمید ہے کہ فضل سے اُن کے دلون کے اسرار کھول دیگا اور اپنے خطاب کے اسرار سے اُن کو ذوق عطا فرماویگا اور لطیف اشارات و عجیب اخبار و غریب حکمتین اُنکو کرامت فرماویگا پس جس بندے نے اسکے اسرار کے مقامون کو اسی کے نور سے دیکھا اور اللہ تعالے کے کلام پاک کو اسی سے سُنا تو قرآن مجید اسکے حق مین بصائر ہو گیا پس اس سے جمیع صفات کے انوار دیکھیگا اور ان انوار مین مشاہدۂ ذات پاک جل جلالہ پاویگا اور قولہ ہذا بصائر من ربکم-کے معنے مستفیض ہو نگا والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ حرف لعل اس مقام پر ادب و سکون کے ساتھ کلام الٰہی سننے والون کو اُمید دلاتا ہے یعنے جب تم ایسے ہوگے تو امیدوار رہو کہ اسکے اسرار و انوار تم پر کشف کیے جاوین-بعض مشائخ نے کہا کہ استمعوا الآیہ کے معنے یہ ہین کہ دل لگا کر سُنو شاید تم کو دل کے کانون سے سنائی دیوے اور وہ

مراد سمجھو جو حق تعالےٰ نے تمکو خطاب فرمانے مین رکھی ہے اور لطائف فیوض سے سرفراز ہوکر بسبب خوبی استماع کے وصال تک پہونچو اور برکت خطاب سے اس کی رحمت مین غرق ہو جاؤ یعنے جیسے تمکو شریعت عطا ہوئی ہو ویسے ہی آداب خدمت سے توفیق ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بندون کو جو نعمتین عطا فرمائی ہین ان مین سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آداب بندگی کی توفیق حاصل ہو اور یہ آداب وہ ہین جنسے انبیا علیہم السلام و اولیا رحمہم اللہ مخصوص فرمائے گئے ہین۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر مین خاموشی اختیار کرنا ان لوگون کے آداب مین سے ہے جو درگاہ کے دروازہ پر ہین اور سرائر سے خاموشی ان لوگون کے آداب سے ہے جو درگاہ مین پہونچ گئے ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک صلعم کو خفیہ یاد کا حکم دیا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا
اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل مین گڑگڑاتا اور ڈرتا اور پکار سے کم آواز بولنے مین صبح اور شام کے وقتون اور رہتا
تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَ
رہ بے خبر جو لوگ پاس ہین تیرے رب کے بڑائی نہین رکھتے اسکی بندگی سے اور یاد کرتے ہین اسکی پاک ذات کو اور
لَهُ يَسْجُدُونَ ۝
اُسی کو سجدہ دیتے ہین

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً اور یاد کر تو اے محمد صلعم اپنے پروردگار کو اپنے جی مین یعنے بسِرّ ا بحالت تضرع یعنے تذلل کے اور بحالت خیفہ یعنے اُس سے خوف رکھنے کے۔ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ محتمل ہے کہ خطاب ہر مخاطب کو عام طور پر قرار دیکر مقتدیون کو حکم ہو کہ امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد خود یہ لوگ آہستہ قراۃ کرین جیسا کہ شافعیؒ کا مذہب ہے۔ وقال ابن کثیرؒ فی التفسیر اور شیخ ابن جریرؒ نے اور اُنسے پہلے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے زعم کیا کہ مراد اس سے قرآن سننے والے کو حکم ہے کہ استماع کی حالت مین وہ اس صفت پر ہو یعنے اپنے جی مین ذکر کرتا جاوے ثم قال الحافظ اور یہ قول بعید ہے اور پہلی آیت مین جو حکم دیا گیا کہ استماع کے وقت سکوت و انصات رکھین اسکے منافی ہے اور استماع خواہ نماز مین مراد ہو جیسا کہ اوپر گزرا یا نماز و خطبہ جمعہ مین ہو بہرحال یہ معلوم ہے کہ زبان سے اسوقت ذکر کرنے کے بہ نسبت خاموشی افضل ہے چاہے آواز سے ذکر ہو یا آہستہ سے ہو۔ بالجملہ ان دونون علما کے قول کی کسی نے اتباع نہین کی ہے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا ظاہر کلام یہان اور اوپر کی آیت کی تفسیر مین اسطرف میلان رکھتا ہے کہ مختار اسکے نزدیک استماع و انصات مین قول شیخ زہری و مالک رحہ ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا اعتراض بر کلام ابن جریر و ابن زید اسی صورت مین وارد ہوتا ہے کہ ذکر نفسی سے مراد یہ ہو کہ آہستہ زبان سے پڑھے اور اگر حقیقت مین ذکر نفسی بدون حرکت زبان کے مراد ہو تو اعتراض وارد نہین ہوتا اور وہ انصات کے منافی نہین ہے۔ قال الخطیب فی السراج یہان ذکر سے اعم مراد ہے جو قراۃ قرآن و دعا و دیگر اذکار سب کو شامل ہے اور ذکر فی النفس یعنے جی مین ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی عظمت و جلال کو جی مین حاضر لاوے کیونکہ جب زبان سے یاد کرنا بدون ذکر قلبی کے ہو یعنے دل مین یاد نہو اور زبان سے ذکر کرے تو وہ بیفائدہ ہوتا ہے اور اُس کا اُلٹا نہین ہے کیونکہ ذکر کا یہی فائدہ ہے کہ دل حاضر ہو اور جس کا ذکر کرتا ہے یعنے اللہ عزوجل کی عظمت دل مین آوے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ احادیث مین جو امام کے پیچھے نماز جہریہ مین قراۃ و ذکر و فاتحہ کا حکم آیا ہے انکو اسی معنے کر ذکر نفسی پر محمول کرنے کے واسطے یہان سے شاہد صریح معلوم ہوا اور

ابوہریرہؓ جو راوی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب الحدیث ہین اُنسے سوال کیا گیا کہ ہم کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہین تو اس حالت مین کیا کرین تو جواب دیا کہ اپنے جی مین پڑھ لے۔ پس اس سے نکلا کہ امام کے پیچھے استماع و انصات کا حکم معلوم تھا اور یہان تعارض سمجھکر سائل نے سوال کیا تو اُنھون نے جی مین پڑھنے کا جواب دیا پس وہم تعارض دور ہو گیا اور سائل کو یہ وہم نہین تھا کہ ہر حال مین فاتحہ جہر پڑھنے کا حکم ہے تو امام کے پیچھے جہر کیونکر کرین جس سے آہستہ پڑھنے کا طریقہ بتلانے سے وہم دور رہا۔ اور وجہ ذکر نفسی مخصوص بقراءۃ فاتحہ ہونے کی یہ ہے کہ وہ حمد و ثنا الٰہی و دعا ہے اور مقصود اسمین تعظیم جلال الٰہی و تضرع ہے جسمین اشخاص کی حالت مختلف ہوتی ہے پس ہر ایک کے واسطے ارشاد ہوا تاکہ اپنی حالت کے موافق فوز حاصل کرے اور یہ امور جو مترجم نے ذکر کیے ارشاد طریقہ نظر بآیات و احادیث ہے تاکہ تعصب و حمیت کو چھوڑکر حق بات کی تلاش مین رہین پس ذکر نفسی پر محمول کرنے سے کسی تخصیص وغیرہ کی ضرورت نہین پڑتی اور سب مین اتفاق ہو جاتا ہے اور اس مقام سے ذکر نفسی خود کلام مجید سے ثابت ہوا۔ فافہم۔ قال الرازی مین نے بعض اکابر اہل دل کو سنا کہ جب مریدون مین سے کسی کو خلوت و ذکر کا حکم دینا چاہتے تو اسکو چالیس راتون تک خلوت و تصفیہ کا حکم دیتے پھر جب یہ مدت پوری ہوتی اور تصفیہ حاصل ہوتا تو اللہ تعالےٰ کے ننانوے پاک نام اسکو پڑھنے کا حکم دیتے اور مرید سے کہتے کہ ان نامون کے ذکر کے وقت اپنے قلب کو دیکھتا رہے جس نام کے سُننے پر (قال یعنے اسکو پڑھکر سنائے جائین ۱۲) اسکا شوق بڑھے اور دل مین اسکی تاثیر قوی بڑھے اس کو نگاہ رکھے پھر اس سے فرماتے کہ تو آگاہ رہ کہ اسی نام پاک کی مواظبت و ذکر سے تجھپر ابواب مکاشفات مفتوح ہونگے پس اسی کو ہر دم یاد مین رکھ اور یہ طریقہ لطیف و پسندیدہ ہے انتہیٰ کلامہ۔ پھر اس مقام پر اللہ تعالےٰ نے واذکر ربک۔ فرمایا اور اذکر الٰہک یا اور کسی نام پاک سے نہین فرمایا اور ربک باضافت فرمایا پس اس مین نہایت رحمت و فضل و احسان کی طرف دلالت ہے اور مقصود یہ کہ اس نام کے سنتے وقت بندہ خوش ہو کر پھولا نہ سماوے کیونکہ اس سے ایسے ایسے بے تعداد اقسام کے انعام اسکو یاد آوینگے جس سے اسکی اُمید بہت قوی ہو جائیگی اور گاہے بمقتضاے طبیعت اس احسان پر نظر کرکے حضرت منعم عز وجل کی طرف تضرع لاوے لیکن جب قولہ تضرعاً و خیفۃ۔ دونون کو سنا تو خوف و اُمید دونون بدرجہ کمال ہو جائینگے جیسا کہ خبر مین وارد ہے کہ مومن کا خوف و اُمید اگر تولے جاوین تو برابر نکلین اور بعض نے کہا کہ یہ حالت صحت کا حال ہے اور بنا بر قول بعض علماء کے جسقدر امید کو غلبہ ہو اسیقدر خوف بڑھتا ہے اور حالت مرض مین چاہیے کہ جانب اُمید کو غلبہ ہو اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ایک جوان کے پاس گئے درحالیکہ وہ موت مین تھا پس فرمایا کہ تو کیونکر اپنے آپ کو پاتا ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے پروردگار سے اُمیدوار ہون ولیکن گناہون سے خوفناک بھی ہون تو فرمایا کہ ایسے وقت مین یہ دونون باتین کسی مومن کے دل مین جمع نہین ہوتی ہین مگر آنکہ اللہ تعالےٰ اس کی اُمید اسکو پوری کر دیتا ہے اور اسکے خوف سے اسکو امن مین کر دیتا ہے کذا فی السراج مختصراً تفسیر سے واضح ہوا کہ یاد کر اپنے پروردگار کو اپنے جی مین گڑگڑاہٹ و خوف کے ساتھ۔ وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اے فوق السر و دون الجہر۔ اور سر سے اوپر اور جہر سے نیچے قول کے ساتھ یعنے درمیانی آواز سے نہ بالکل آہستہ ہو اور نہ بلند ہو۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ غدو اور آصال مین۔ غدو جمع غدوہ اور وہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک یعنے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک اور غدوہ بضم اول کہلاتا ہے اور آصال جمع اصیل مانند ایمان و یمین ہے اور وہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ حاصل کلام آنکہ طلوع فجر سے سورج نکلنے تک اور عصر سے غروب تک اپنے پروردگار کو اپنے جی مین تضرع و خوف کے ساتھ اور درمیانی آواز سے یاد کر۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور غافلون مین سے مت ہو۔ یعنے اپنے پروردگار کی یاد سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے اس کی رضامندی و قرب حاصل ہو اس سے غافل مت ہو۔ پس اگر خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بمانند۔ قولہ ولا تکونن

من المشرکین - وغیرہ کے بطریق فرض وتقدیر کے ہے یا خطاب آپ کو اور مقصود امت والے لوگ ہین یا تعریض ہے کافرون پر یعنے تو اپنے پروردگار کی یاد کر بخلاف ان مشرکون کے جو ضلالت وگمراہی مین غافل پڑے ہین اور تاویل دوم وسوم اظہر ہے - اگر کہا جاوے کہ غدو اور آصال کی جمع کیون ہے تو جواب آنکہ دوام کی طرف ارشاد ہے یعنے ہمیشہ ایسا ہی کر اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے کو بندہ کی وہ عبادت پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑی ہو - اگر کہا جاوے کہ انھین دو وقتون مین منحصر ہے تو جواب یہ کہ نہین بلکہ ہمیشہ یاد الٰہی مین رہنا مقصود ہے اور اسیواسطے کہا گیا کہ غدو اور آصال سے جملہ اوقات مراد ہین مگر تغلیباً اُن کو غدو وآصال کہا ہے - اگر کہا جاوے کہ تغلیب مین انھین دو وقتون کو ترجیح کیون دی گئی - تو جواب یہ کہ مفسرین نے اسکے وجوہ بیان کیے ہین ازانجملہ یہ کہ دونون وقت بہ نسبت اور اوقات کے اشرف ہین اور یہ کہ فجر کو آدمی نیند سے اُٹھتا ہے جو چھوٹی موت ہے پس مستحب ہے کہ جاگتے ہی یاد الٰہی مین شکرانہ ادا کرتا ہوا اُٹھے اور ایسا ہی آصال مین خواب کے وقت یاد الٰہی پر سونا مستحب ہے تاکہ اس موت کے وقت خاتمہ یاد پر ہو کیونکہ یہ نہین جانتا کہ صبح کو اُٹھایا جاویگا یا خاتمہ عمر ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ بندہ جس حال پر مرا اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا - تمام تفصیل فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب الاذکار جلد چہارم مین ہے - ازانجملہ آنکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر روز اللہ تعالے کے ستر ہزار فرشتے رات مین اُترتے اور بندون کے اذکار واعمال صالحہ لیکر بعد نماز فجر کے آسمان کو جاتے ہین اور اسیوقت دیگر ستر ہزار اُترتے ہین اور دونون گروہ باہم ملاقی ہوتے ہین اور دوسرا گروہ بعد نماز عصر کے چڑھتا ہے اور دیگر ستر ہزار جدید اُترتے اور باہم ملاقی ہوتے ہین پھر اسیطرح برابر جاری ہے پس بعد نماز فجر اور نماز عصر کے ہر دو گروہ کے صعود ونزول کا وقت متبرک ہے پس یاد الٰہی ہر دو وقت مستحب ہے واضح ہو کہ یہ توجیہ وتاویل اس تقدیر پر ہے کہ اب بھی ایسا ہی فضل موجود ہے چنانچہ احادیث اسپر دلالت کرتی ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے شروع روز اور آخر روز مین کثرت سے یاد الٰہی کرنے کا حکم دیا جیسا کہ دوسری آیت قولہ تعالے فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب مین ہے اور یہ حکم اُسوقت تک تھا کہ معراج شریف واقع نہوئی اور پنجگانہ نماز فرض نہوئی تھی اور یہ آیت مکیہ ہے - مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ اگرچہ مکیہ ہے لیکن اس سے نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے یہ حکم ہونا متیقن نہین ہوسکتا اس واسطے کہ معراج بھی مکہ مین واقع ہوئی ہے اسیواسطے علماء نے موافق احادیث کے ان دونون وقتون کی فضیلت بیان کردی پھر واضح ہو کہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو رکھا جاوے تاہم شمول اسکا امتیون کو بھی ہے اور اللہ تعالے نے ملائکہ کی عبادت سے مومنون کو آداب خدمت پر آمادگی دلائی - کما قال تعالے - اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ البتہ وہ بندے جو تیرے پروردگار کے پاس ہین - قرطبیؒ نے کہا کہ بالاجماع اس سے ملائکہ مراد ہین - عند ربک سے مراد یہ کہ ایسے مقام مین ہین کہ سواے اللہ تعالے کے وہان کسی کا حکم نافذ نہین ہے - اور بعض نے کہا کہ یہ بطور تکریم کے ہے یعنے ازراہ کرامت کے انکو تقرب الٰہی حاصل ہے اور مسافت کی راہ سے نزدیکی مراد نہین ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل ہر مکان وزمان سے پاک برتر ہے اور ہر چیز اسکی مخلوق ہے - بالجملہ فرشتے جو آسمانون پر ہین - لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ تکبر نہین کرتے ہین اللہ عزوجل کی بندگی کرنے سے کیونکہ اللہ تعالے جل جلالہ کی عظمت وکبریائی کے آگے خائف وہراسان وگڑگڑاتے ہوئے ہردم اسکی یاد مین ہین - حدیث سے ثابت ہے کہ آسمانون مین چار اُنگل جگہ نہین مگر آنکہ کوئی فرشتہ وہان سر بسجدہ پڑا ہے اور برابر اللہ تعالی کی تسبیح کرتے ہین - وَیُسَبِّحُوۡنَہٗ اور فرشتے اللہ تعالے کی تسبیح کرتے ہین یعنے ہر ایسی چیز سے جو جناب باری تعالے جل جلالہ کے لائق نہین ہے اس سے پاکی بیان کرتے ہین - وَلَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ اور اسی کے واسطے سجدہ کرتے ہین - اس میں آدمیون پر تعریضاً

کیونکہ یہ لوگ شرک وکفر کرتے اور سربسجدہ نہین ہوتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بھلا تم لوگ ویسی صف نہین باندھتے جیسی ملائکہ اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھتے ہین کہ پہلے صف پوری کرتے ہین پھر اُس کے بعد والے صف پوری کرتے ہین پھر اس کے بعد والے پوری کرتے ہین اسیطرح صفین بھرتے ہین اور باہم صف مین ملے ہوے جمے ہوے رہتے ہین الحدیث۔ قرآن مجید مین یہ پہلا سجدہ ہے پڑھنے والے اور سننے والے دونون پر بالاجماع واجب ہے اور احادیث وآثار اس سجدہ ودیگر سجدات مین بہت ہین - و فی السراج اس آیت مین اشارہ ہے کہ اعمال کی دو قسمین ہین ایک اعمال قلوب ودوم اعمال جوارح پس اعمال قلوب مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کو ہر ایسی چیز سے جو اُسکے سولے ہے پاک وبرتر سمجھے اور قولہ ویسبحونہ سے اس طرف اشارہ ہے اور اعمال جوارح جو اعضا سے ادا ہوتے ہین ان سے بقولہ ولہ یسجدون۔ اشارہ فرمایا پس اعتقاد پاکیزہ رکھے جو اللہ تعالے کے کلام وسنت رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے اور اعمال خیر خواہ قلبی ہون یا جوارح سے ہون ادا کرے اور ملائکہ کے ساتھ موافقت کرے پس ثواب ان سے زیادہ پاویگا انشاء اللہ تعالے اور ملائکہ ایسے بندون کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہین۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ مامن عبد یسجد للہ سجدۃً الحدیث۔ یعنے جو کوئی بندہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اُسکا درجہ بڑھاتا اور اُس سے گناہ میٹ دیتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہے کہ نماز کے سوائے آنحضرت صلعم سجدہ کی سورہ پڑھتے اور آپ سجدہ کرتے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتی کہ بعضے ہم مین سے اپنی پیشانی رکھنے کو ٹھکانا نہین پاتے تھے۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آدمی نے جب سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو شیطان ایک طرف ہو کر روتا ہے کہ ارے میری موت آوے آدمی کو سجدہ کا حکم کیا گیا اُس نے سجدہ کیا تو اُس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا مین نے انکار کیا تو میرے لیے دوزخ ہے - و فی الباب احادیث ف فی العرائس قولہ تعالے واذکر ربک فی نفسک۔ یاد کر اپنے پروردگار کو یہان تک کہ اپنے آپ کو حی القیوم کی بقا سے باقی اور اپنی خودی سے فانی کرے اس حال سے کہ تجھے اپنی عبودیت کا یقین ہو اور حضرت حق عز وجل کی جناب کبریائی مین سوائے اس کی عظمت وجلال کے تجھے اپنا نفس نظر نہ آوے اور بغیر حق عز وجل کو نہ دیکھے اور یہی قولہ تضرعًا وخیفۃ کے معنے ہین کہ عظمت وجلال کے سوائے کچھ نظر نہ آوے اور اپنے بندہ ہونے کا یقین ہو۔ اور نیز قولہ واذکر ربک الخ یعنے پروردگار کے اوصاف سے اپنے نفس مین اس کو یاد کر گویا تو اسرار قدم کو اُٹھائے ہوئے ہے اور اپنے نفس واس کے اوصاف سے فانی ہے۔ اور نیز یہ معنے ہین کہ یاد الٰہی عز وجل کو اپنے نفس تک پہونچا کیونکہ قلب ہی اُس کا تختگاہ ہے جسکو تو یاد کرتا ہے۔ حسین رح نے اس آیت مین کہا کہ واذکر ربک فی نفسک سے اشارہ ہے کہ یاد الٰہی کو اپنے نفس پر بھی ظاہر مت کر کہ وہ اس کے عوض کا خواستگار ہو اور سب سے زیادہ بہتر ذکر وہ ہے جسپر سوائے حق عز وجل کے اور کوئی واقف نہو اور علی ہذا جسقدر اذکار زیادہ خفی ہون اُسیقدر بہتر ہین۔ قولہ تعالے ولاتکن من الغافلین۔ یعنے ہم سے کسی اور طرف مشغول نہو اور ایسے لوگون مین سے مت ہو جو انعام فرمانے والے سے نظر خطا کر کے انعام کی طرف ڈالتے ہین۔ اشارہ مین حق تعالے نے اپنے رسول علیہ السلام کو خطرات وسواس سے نفس کو بچائے رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے میرے ساتھ یاد کر نہ اپنے ساتھ۔ کیونکہ جو حق تعالے کو اپنے آپ سے یاد کرے وہ غافل ہے اور جو اسکو اسی سے یاد کرے وہ ذکر وفکر سے اٹھا کر کشف جمال تک پہونچایا جاتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ مین تم سے سچ بات یقین کے ساتھ کہتا ہون کہ جس کا کوئی سانس بدون یاد الٰہی چلا گیا وہ غافل گیا۔ بعض نے کہا کہ غافل وہ شخص ہے جو اس بات سے غافل رہا کہ اللہ تعالے کی

مراد اس سے کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ غافل ہے جو حقائق امور سے نادان رہا۔ اُستاد رح نے کہا کہ تضرع یہ ہے کہ کشف جمال بحالت بسط ہو۔ اور خیفہ یہ ہے کہ کشف جلال بحالت ہیبت ہو اور یہ اکابر بندگان خدائے تعالےٰ کا حال ہے اور جو اُن سے نیچے درجہ کے ہین تو اُن کے احوال ازراہ خوف و رغبت وغیرہ کے طرح طرح کے ہوتے ہین اور جو ان سب سے اوپر ہین وہ اصحاب بقار و فنار وصحو و محو ہین اور ان سے اوپر اصحاب حقائق ہین جو مقام تمکین مین ثابت ہین پس ان پر کسیطرح کا تلون اثر نہین کرتا اور کسی امتحان مین وہ مشاہدہ سے اور قیام بحق سے متزلزل نہین ہوتے ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ کے ان بندون کو جو بزرگ عارفین مین سے ملائکہ مقربین مقام عندیہ مین ہر بُرے وصف و بدخصلت سے پاک اور درگاہ الٰہی مین بعبودیت حاضر ہین بیان فرمایا۔ بقولہ ان الذین عند ربک لایستکبرون الآیۃ۔ یہ لوگ بر وقت ظہور انوار عظمت کے عبودیت و فنار کے ساتھ ذات مقدس قدیم کی تنزیہ و پاکی بیان کرتے اور کشف جمال ازلی مین حیران و مبہوت ہین اور اگر قدرت کاملہ حق سبحانہ تعالےٰ سے حجاب نہوتا تو اس کشف جمال و جلال مین جل جاتے۔ کذا قال فی ہذا المقام ولقول المترجم برخلاف ائمہ تفسیر کے شیخ نے اس مقام پر شاید ان الذین سے فرشتے و دیگر بندگان خاص بھی شامل مراد لیے ہین کیونکہ مقام کشف جمال مین مبہوت و عشق مین متحیر قرار دیا حالانکہ تحقیق ہے کہ ملائکہ اس صفت خاص مین شریک نہین بلکہ محض کشف جلال و اُس کے امثال مین شامل ہین۔ فلیتامل فی ہذا المقام حتیٰ یظہر لک حقیقۃ الحال واللہ اعلم

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً

حضرت حسن بصری و عکرمہ و جابر بن زید و عطار و عبد اللہ بن الزبیر وغیرہم علمار مفسرین نے مطلق تصریح کر دی ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے اور یہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انھون نے اس مین سے کچھ استثنار نہین کیا۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ سورہ بدر مین نازل ہوئی اور ایک روایت مین کہا کہ یہ سورۂ بدر ہے اور سعد بن ابی وقاص رض کی روایت جسمین درخواست شمشیر سعید بن العاص ہے اور عنقریب انشار اللہ تعالےٰ آتی ہے وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ کا قول ہے لیکن قرطبیؒ نے لکھا کہ ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے سات آیتون کے یعنے قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیات۔ کہ یہ آیات مکیہ ہین اور اسی طرف مفسر رح نے اشارہ کیا بقولہ اوالا قولہ واذ یمکر بک الذین الخ۔ یعنے یہ سورہ تمام و کمال بدون استثنار کے مدنیہ ہے جیسا کہ جمہور سے اور اکثر روایات مین ابن عباس سے ثابت ہے یا یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے قولہ واذ یمکر بک الآیات کے۔ اور وجہ استثنار ان آیات کی تفسیر سے انشار اللہ تعالےٰ واضح ہوگی لیکن اول قول کہ تمام سورہ مدنیہ ہے ارجح بلکہ اصح ہے اور اس سورہ کے تمام آیات پچھتر (۵) یا چھہتر یا ستتر ہین اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی نماز مغرب مین اس سورہ شریفہ کو پڑھا ہے کما رواہ الطبرانی بسند جید۔ اور ایک ہزار پچھتر (۱۰۷۵) کلمات اور پانچ ہزار اسی (۵۰۸۰) حروف ہین۔ کذا ذکرہ غیر واحد۔ وقال الحافظ وہی مدنیۃ وآیاتہا اربعون وست آیات وکلماتہا الف وستماتۃ واحدی وثلثون کلمۃ وحروفہا خمسۃ آلاف ومائتان واربعۃ وتسعون حرفا واللہ اعلم قلت ہکذا فی النسخۃ الحاضرۃ والظاہر انہ من سہو الکاتب والصواب ما قال غیرہ فافہم۔ واضح ہو کہ آیات کا علم بر قول اصح توقیفی ہے اور اختلاف ان مین بوجہ عدم وقوف اہل شمار کے واقع ہوا اور یہ امور مہمہ مین سے نہین کیونکہ اس سے

کوئی کمی بیشی و کسی قسم کا تغیر کلام مین مطلقاً نہین ہوسکتا ہے اور تمام تحقیق اس کی ضمن مقدمہ سے تلاش کرنی چاہیے والحاصل یہ سورہ مدنیہ پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیات کا ہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع ہی اللہ تعالے کے نام کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ

تجھ سے پوچھتے ہین حکم غنیمت کا تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس مین اور

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝

حکم مین چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو

واضح ہو کہ تفسیر مین کلام تین طرح سے ہے۔ اول تفسیر موافق زبان عربی۔ دوم سبب نزول۔ سوم معانی و بیان مذاہب۔ واضح ہو کہ قولہ یسئلونک۔ مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ انفال کی حقیقت شرعی سے سوال کرتے ہین۔ دوم یہ کہ انفال معہودہ سے کہ کیونکر یہ مال غنیمت تقسیم ہو جیسا کہ بیان سبب نزول سے ظاہر ہوگا۔ انفال جمع نفل بالتحریک مراد اس سے مال غنیمت ہے اور اصل مین نفل بمعنے زیادت ہے اور غنیمت کو نفل اسواسطے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے فضل و عطیہ ہے اور اسواسطے کہ غنیمت اس اُمت کو دیگر اُمتون سے بطور فضل و زیادت کے حلال کی گئی کیونکہ اگلی اُمتون پر حلال نہ تھی اور یہ منجملہ خصائص اس اُمت مرحومہ کے ہے جیسا کہ قولہ تعالے تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیہ کی تفسیر مین احادیث صحیحہ سے بیان ہو چکا ہے اور نفل اس مال کو بھی کہتے ہین جو امام المسلمین یا سردار لشکر کسی ایسے غازی کے واسطے شرط کر دے جو خطرناک امر جہاد مین اپنے آپ کو ڈالے اور اسلیے اُسکو نفل کہتے ہین کہ یہ مال اُسکے معمولی حصہ سے زائد ہوتا ہے اور نیز غنیمت کو نفل اسلیے بھی کہتے ہین کہ غازیون کو راہ حق مین جہاد کرنے سے جو ثواب ملتا ہے وہ تو بہت کچھ ہے اور غنیمت بھی ان کو بطور فضل و زیادت کے حلال فرمائی۔ لفظ نفل کا اطلاق دیگر معانی پر بھی آتا ہے از انجملہ قسم و ابتغاء وغیرہ ہے اور نافلہ نماز تطوع کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہے اور یہین سے کہا گیا کہ قولہ تعالے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک مین نافلۃ بمعنے زائد از فرائض ہیگا نہ ہو اگرچہ آنحضرت صلعم پر تہجد واجب تھی اور ایسے ہی قولہ علیہ السلام زادکم صلوۃ ہی خیر لکم الحدیث۔ درباره وتر کے اسی معنے پر ہے پس فقہی اصطلاح نفل متعین نہین ہوسکتی حتی کہ امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ وتر بدلائل شرعی واجب ہے۔ وصوم نفل یعنے زائد از رمضان و واجبات۔ اور نیز نافلہ معنے فرزند کا فرزند کیونکہ فرزند سے زائد ہے خواہ پوتا ہو یا پوتی ہو ومنہ قولہ تعالے ویعقوب نافلۃ۔ یعنے اسحاق ع سے زائد اسکے فرزند یعقوب کو ہم نے عطا کیا بالجملہ مراد یہان نفل سے غنیمت ہے والانفال ای غنائم۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ الانفال ای المغانم جمع مغنم کی اور یہی غنیمت سے مراد ہے یعنے جو مال کہ جہاد کے لوٹ مین حاصل ہو اور تعریف فقہ مین مسطور ہے۔ پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ کے سبب نزول مین اختلاف ہے اور مفسرون نے اختیار کیا کہ جنگ بدر کے لوٹ کے بارہ مین نازل ہوئی اور سب سے پہلا جہاد آنحضرت صلعم کا جسمین آپ شریک تھے وہ غزوہ بدر واقع ہوا اور اللہ تعالے نے اسمین مومنون کو باوجود بہت قلت کے کھلی ہوئی فتح دی اور عجیب و غریب معجزات آنحضرت صلعم کے ہاتھون پر ظاہر فرمائے اور کافرون کو خوار کیا۔ پس قولہ تعالے یسئلونک عن الانفال

یعنے تجھسے سوال کرتے ہین تیرے اصحاب کہ یہ انفال کسکے لیے ہین۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت دربارہ مغانم بدر کے نازل ہوئی عن
سعید بن جبیرؒ ہین نے ابن عباسؓ سے سورۂ انفال کو پوچھا تو فرمایا کہ بدر مین نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ
علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی انفال بمعنے غنائم ہین اور وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے تھے اس مین سے کسی کا کچھ نہ تھا
مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مرادیہ کہ غنائم بدر کو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے واسطے کر دیا پھر آپ نے اسکو جسطرح چاہا مسلمانون کے درمیان
بانٹ دیا۔ فافہم۔ نیز ابن عباسؓ سے ایک شخص نے انفال کا مسئلہ پوچھا تو جواب دیا کہ گھوڑا بھی نفل سے ہے اور اُس کا مع سوار کا ساز و سامان
بھی نفل سے ہے پھر اُس نے اپنا سوال دوہرایا اور پھر ابن عباسؓ نے وہی جواب دیا تب وہ بولا کہ مین اُس انفال کو پوچھتا ہون
جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ برابر وہ شخص پوچھتا گیا یہانتک کہ قریب ہوا کہ ابن عباسؓ کو
حرج مین ڈالے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس پوچھنے والے کی مثل ضبیع کی سی ہے جسکو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ رواہ
ابن جریر اور عبد الرزاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضہ کا یہ حال تھا کہ جب اُن سے بات پوچھی جاتی تو فرماتے
کہ مین تجھے حکم نہین دیتا اور نہ منع کرتا ہون۔ پھر ابن عباس رضہ نے کہا کہ قسم اللہ تعالےٰ کی کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالےٰ نے اسی واسطے
بھیجا تھا کہ زجر کرین اور حکم دین اور حلال کو حلال بناوین اور حرام کو حرام بناوین پھر راوی نے اُسی شخص کا قصہ بیان کیا جسنے
انفال سے پوچھنا شروع کیا تھا اور ابن عباس رضہ نے آخر کار کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ضبیع تھا کہ عمر رضہ نے اس کو مارا یہانتک
کہ خون اس کی ایڑیون پر جاکر بہا تو سوال کرنے والے نے کہا کہ آپ ہوشیار ہو جایئے کہ آپ نے جو عمر رضہ کے حق مین تعریض کی تھی سو
اللہ تعالےٰ نے آپ سے اس کا بدلا لے لیا۔ قال الحافظ اسنادہ صحیح۔ پھر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ نفل کی تفسیر یہ کی گئی کہ نفل وہ مال جو
امام المسلمین کسی غازی کو ایسے کافر مقتول کا گھوڑا و ہتھیار وغیرہ دیدے جسکو اسی غازی نے قتل کیا ہو اور بہتیرے فقہا رکی سمجھ مین نفل
سے یہی معنے متبادر ہوتے ہین۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ سوال کرنے والون نے آنحضرت صلعم سے پانچوین حصہ کا حال پوچھا تھا جو چار
پانچوین حصے تقسیم کرنے کے بعد رہتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال المترجم واضح ہو کہ اب جہاد مین یہ حکم ہے کہ جو کچھ لوٹ کا مال جمع
ہو اُس کے پانچ حصے کیے جاوین اس مین سے پانچوان حصہ تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ہے اور اس مین اختلاف ہے کہ وہ بیت المال
مین رہیگا یا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے اگرچہ اس زمانہ مین بعد وفات آنحضرت صلعم کے آنحضرت صلعم کے واسطے اسکا مخصوص
ہونا متعذر ہے اور باقی چار پانچوین حصے غازیون پر موافق حکم شرع کے تقسیم ہوتے ہین۔ پس مجاہدؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچوان
حصہ جو نکال لیا گیا اس کے بارہ مین سوال کیا گیا تھا۔ اور عطاء بن ابی رباح سے اس آیت کے معنے مین روایت ہے کہ
پوچھنے والون نے مانند گھوڑے و غلام و باندی کے ہر ایسے مال کا حکم پوچھا جو بدون لڑائی کے مشرکون کے لشکر سے بھاگ کر مومنون
کے قبضہ مین چلا آیا ہے پس حکم دیا کہ وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے ہے جو چاہین کرین۔ قال الحافظ۔ عطاءؒ کا یہ
کلام مقتضی ہے کہ انھون نے انفال کو بمعنے فئے لیا ہے کیونکہ فئے البتہ وہ مال ہے جو بدون لڑائی کے قبضہ مین آیا اور وہ مخصوص
بآنحضرت صلعم ہے۔ اس کو جو چاہین کرین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ و شعبیؒ نے فرمایا کہ بروز زحف کچھ نفل نہین اور نفل جبھی ہے کہ
دونون طرف کے لشکر نہ بھڑے ہون۔ اور ایک گروہ علماء نے کہا کہ انفال سے انفال سرایا مراد ہے۔ علی بن صالح بن حیی سے
روایت ہے کہ آیت مین کہا کہ مراد انفال السرایا ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ امام المسلمین جو کچھ بعض سرایا کو باقی لشکر کے ساتھ اُنکے

حصہ بانٹ سے زیادہ دیوے اور شعبیؒ نے اس کو مصرح بیان کر دیا ہے۔ اور شیخ ابن جریر رحہ نے کہا کہ مراد نفل سے یہاں وہ زیادتی

ہے جو حصہ بانٹ سے زائد ہو اور اسی کا شاہد ہے جو سبب نزول اس آیت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ سے مروی ہے کہ جب

بدر کی لڑائی ہوئی اور میرا بھائی عمیر رضہ شہید ہوا تو میں نے اس کے عوض میں سعید بن العاص کافر کو قتل کر ڈالا اور اس کی تلوار لے آیا

اور اس کا نام ذوالکتیفہ تھا پس جب میں حضرت صلعم کے حضور میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو جا کر قبض میں پھیر دے پس میں واپس

ہوا حالانکہ میرے دل میں بھائی کے قتل اور اسباب چھن جانے سے جو کچھ تھا اس کو اللہ تعالے ہی جانتا ہے پس میں تھوڑی دور چلا تھا

کہ سورہ انفال نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اب جا کر وہ سامان لے لے۔ رواہ احمد وقد رواہ من وجہ آخر عنہ ابسط

من ہذا وقد رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح اور ابوداؤد طیالسی (یعنے تلوار مذکور جو مانگی تھی ۱۲) نے مصعب بن سعد کے طریق سے سعدؓ سے

روایت کی کہ میرے حق میں چار آیتیں اُتریں ایک تو میں نے بدر کے روز ایک تلوار مال غنیمت سے لا کر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یہ

تلوار آپ مجھے نفل دیدیجئے پس آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ جہاں سے تو لایا ہے وہیں اس کو رکھ دے پھر میں نے سوال کو دوہرایا تو فرمایا

کہ وہیں رکھدے جہاں سے تو لایا ہے پھر یہ آیت اُتری قولہ یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ اور پوری حدیث تحت قولہ وصینا الانسان

بوالدیہ حسنا الآیہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالے آویگی باقی تین آیتیں اس حدیث میں ایک یہی قولہ ووصینا الانسان۔ ہے اور دوم قولہ

انما الخمر والمیسر الآیہ ہے۔ اور سوم آیۃ الوصیتہ ہے۔ اس حدیث کو مسلم رحہ نے بھی صحیح میں روایت کیا ہے۔ محمد ابن اسحاق نے ابا اسید مالک

بن ربیعہ سے روایت کی کہ میں نے ابن عائذ کی تلوار جس کا نام مرزبان کہلاتا تھا بدر کے روز پائی پھر جب آنحضرت صلعم نے لوگوں کو حکم دیا

کہ جو کچھ اُنکے ہاتھوں میں نفل ہے وہ سب غنیمت میں واپس کریں تو میں بھی اس کو جا کر ڈال آیا اور حضرت صلعم کی شان سے تھا کہ جو کوئی

آپ سے سوال کرتا اس سے نہیں نہ کرتے پس ارقم بن ابی الارقم مخزومی نے اس کو دیکھکر حضرت صلعم سے مانگا تو آپ نے اسکو وہ تلوار دیدی

وقد رواہ ابن جریر من وجہ آخر۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ بدر میں جو غنیمت جسکے ہاتھ آئی اسکے سوال کرنے کے بارہ

میں آیت اُتری ہے ولیکن مفسر رحمہ اللہ و دیگر ائمہ تفسیر نے تمام نزول اس بارہ میں نہیں قرار دیا اسواسطے کہ تمام کلام اس سبب مذکور سے

خوب مرتبط نہیں ہے ہاں دوسرا سبب نزول البتہ مناسب ہے جو عبادہ بن الصامت رضہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم

کے ساتھ نکلے اور بدر میں حاضر ہوئے اور لشکر اسلام اور لشکر مشرکین میں مقابلہ ہوا پس اللہ تعالے نے مشرکوں کو شکست فاش دی پس

ایک گروہ اہل اسلام کا دشمنوں کے پیچھے ہوا جو ان کو قتل کرتا اور قید کرتا تھا اور دوسرا گروہ لشکر کا مال غنیمت جمع کرتا تھا اور تیسرا گروہ

آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھا اس خوف سے کہ دھوکے سے دشمن آپ پر حملہ آور ہو پھر جب رات ہوئی اور لوگ سب جمع ہوئے تو

جن لوگوں نے غنیمت جمع کی تھی انھوں نے کہا کہ ہم نے اس مال کو جمع کیا ہے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے اور دشمن کا تعاقب کرنے

والوں نے کہا کہ تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا اور آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے

دشمن کی طرف سے فریب کا خوف کر کے آنحضرت صلعم کو بیچ میں لے لیا اور اس کام میں مشغول رہے پس نازل ہوا قولہ یسئلونک عن الانفال

الآیہ۔ پس آنحضرت صلعم نے غنیمت تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن حبان والحاکم اور مانند اسکے

ابن عباسؓ سے بھی کئی طرق سے مروی ہے۔ امام القاسم بن سلام رحہ نے ذکر کیا کہ انفال میں وہ غنیمت کے مال ہیں جو لڑائی میں کفار سے

حاصل ہوں اور وہ اموال جنکو مسلمان لوگ حرب بدون پاویں پس بدلیل قولہ تعالے یسئلونک عن الانفال الآیہ پہلے انفال سب

رسول اللہ صلعم کے واسطے تھے پس آنحضرت صلعم نے بدر کے روز اپنی رائے سے بدون پانچوان حصہ نکالے مسلمانون مین بانٹ دیا پھر اسکے بعد خمس کی آیت یعنے پانچوان حصہ نکالنے اور باقی اہل جہاد پر تقسیم کرنے کی آیت نازل ہوئی پس پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و سدی رح کا ہے اور ابن زید نے فرمایا کہ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے اور تمام تفصیل اس کی فقہ مین ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ غنائم بدر مین سے پانچوان حصہ نہ نکالا جانا منظور فیہ ہے بدلیل اس حدیث کے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو اونٹنیان نوجوان ملی تھین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہی جو بخاری رح نے شراب کے حق مین دوسری آیت نازل ہونے کے بارہ مین حضرت سید الشہدا حمزہ رضہ کے ان دونون اونٹنیون مین سے ایک کا کوہان کاٹ لینے مین ایک قصہ کے ساتھ روایت کی ہے واللہ اعلم۔ قال الخطیب اس مین اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہی یا نہین۔ مجاہد و عکرمہ نے فرمایا کہ قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول۔ اس آیت سے منسوخ ہے یعنے آیت انفال سے تو جملہ غنائم فقط آنحضرت صلعم کے واسطے تھے پھر آیۃ الخمس سے اللہ تعالے نے منسوخ فرما کر فقط پانچوان حصہ مخصوص فرمایا۔ اور بعض نے کہا کہ آیۃ الانفال جیسے منسوخ ہے ویسے ایک راہ سے ناسخ بھی ہے یعنے اگلی اُمتون پر اموال غنیمت کے حرام تھے پس آیۃ الانفال سے اللہ تعالے نے اس اُمت مرحومہ کے واسطے حلال فرمائی اور اگلی شریعت کو اس سے منسوخ کیا۔ عبداللہ بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہین ہے بلکہ ابھی ثابت ہے اور معنے یہ ہین کہ انفال جملہ واسطے اللہ تعالے و اسکے رسول کے ہین یعنے رسول اللہ صلعم کو جہان جسطرح اللہ تعالے تقسیم کا حکم فرماوے وہان تقسیم کرین پھر طریقہ تقسیم کو قولہ واعلموا انما غنمتم من شئ الآیہ سے مصرح فرمایا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر انفال کا واسطے اللہ تعالے ورسول کے ہونے کے کیا معنے ہین جبکہ اورون پر تقسیم ہونگی تو جواب یہ کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تقسیم ان کی کسی اور کی رائے پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالے جسطرح حکم فرماوے اور رسول اللہ صلعم اس کی تعمیل فرماوین۔ مترجم کہتا ہے کہ آیۃ الانفال دربارہ غنیمت بدر ہے اور اسوقت تک طریقہ تقسیم کی آیت یعنے آیۃ الخمس نازل نہین ہوئی تھی پس یہ کہنا پڑیگا کہ وقت حاجت کے بعد بیان کا نازل ہونا جائز ہی جیسا کہ اہل اصول مین سے بعض کے نزدیک متقرر ہوا ہے۔ اللہم الاان یقال ان غنائم بدر خمست ایضاً ببیان من الوحی الخفی کما سبقت الاشارۃ الی ہذا فتذکر و علی ذلک الوجہ فالمصیر الے القول بالنسخ یکون مرجوحاً لانہ ضروری متاخر فتدبر۔ بالجملہ آیت کریمہ سے یہ حاصل ہوا کہ انفال جملہ مخصوص بآنحضرت صلعم ہین کسی کو اس مین دعویٰ نہین ہان یہ رحمت خاصہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہم لوگون پر حلال فرما دیا پس جو کچھ حضرت صلعم موافق ارشاد حق سبحانہ تعالے بانٹ کر دیدین وہ پاک حلال ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس تقویٰ اختیار کرو اللہ عزوجل سے۔ یعنے اس کی طاعت کرو اور کسی حکم مین مخالفت نہ کرو اور غنائم کے بارہ مین آپس مین جھگڑا اکھیڑا چھوڑو۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ذات کا لفظ موافق قول زجاج رح کے کسی شئ کی حقیقت و نفس کے معنے مین آتا ہے اور یہی متکلمین کا استعمال ہے اور بین کا لفظ ایک تو ظرفیہ ہے اور جب اسمیہ ہو تو اس کے معنے وصل کے اور جدائی کے دونون ہوتے ہین پس یہ لغت منجملہ اضداد کے ہے مانند قرء کے کہ حیض و طہر دونون پر آتا ہے اور قولہ تعالے لقد تقطع بینکم مین بقراءۃ رفع یہی معنے لیے گئے یعنے البتہ کٹ گیا تمھارا وصل و میل۔ اور یہی یہان مراد ہے یعنے ذات بینکم اے حقیقۃ وصلکم۔ یعنے اپنے میل کی حقیقت و نفس کو۔ یا کہا جاوے حقیقۃ ما بینکم۔ جو تمھارے درمیان اتصال ہے اس کی حقیقت کی اصلاح کرو باین طور کہ دلی دوستی رکھو اور جھگڑا چھوڑ دو جسمین اللہ تعالے و اُسکے رسول کی رضامندی ہے۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور تم لوگ کہا مانو اللہ تعالے و اسکے رسول کا۔ یعنے اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم جو تمکو حکم دین اُسکو مانو

واطاعت کرو۔ اِن کُنتُم مُّؤمِنِینَ ۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ یعنے اگر ایسے ہو تو اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کی اطاعت کرو۔ اگر کہا جاوے
کہ کیا ایسے نہ تھے جو حرف اِن سے فرمایا حالانکہ حرف اِن واسطے شک کے ہے تو جواب یہ کہ اللہ تعالے کی طرف سے کسی امر مین شک نہین
ہو سکتا پس حرف اِن ۔ یہان شک کے لیے نہین بلکہ ان کو خوشی دلانے و اُبھارنے و جوش مین لانے کے لیے ہے۔ گویا یون کہا کہ تم
لوگ تو متقی مومن ہو پس ضرور تم اللہ تعالے و رسول صلعم کی پیروی کروگے۔ اگر کہا جاوے کہ اگر خطا سے کسی بندہ نے اللہ تعالے و اس کے
رسول کی اطاعت نہ کی تو کیا وہ مومن نہ رہا حالانکہ اہل سنت تو فاسق مسلمان کو کافر نہین کہتے اور نہ دونون مین کوئی اور واسطہ بیچ کا
نکالتے ہین تو جواب یہ کہ مومن کا لفظ یہان اطلاق کے ساتھ ہے پس فرد کامل مراد ہوا یعنے کامل مومن ہو تو ضرور اطاعت کروگے اور یہ معلوم
ہے کہ فسق کرنے والا کامل ایمان والا نہین ہوتا بعض نے کہا کہ قولہ ان کنتم مومنین ۔ ای ان کنتم دائمین علی الایمان و مستمرین علیہ ۔ یعنے اگر تم
برابر ایمان پر ثابت رہنے والے ہو تو ضرور اطاعت کروگے جیسے قولہ اهدنا الصراط المستقیم مین ہے کیونکہ یہ دعا کرنے والا تو صراط مستقیم پر ہے پس
مراد یہی کہ دائم ثابت رکھ ہم کو راہ مستقیم پر۔ عطا رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے و رسول کی اتباع و اطاعت یہی ہے کہ قرآن مجید و سنت
الرسول صلعم کی پیروی کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم ف اصلاح ذات البین شرع مین بہت بڑا کام ہے جابجا اللہ عز وجل نے حکم دیا اور
احادیث مین بہت کچھ ارشاد ہے حتی کہ دو مؤمنون مین صلح کرا دینے کی فضیلت معروف ہے اور حدیث مین ہے کہ تنافس مت کرو اور آپس مین
بغض مت رکھو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو اور اللہ تعالے کے بندے بھائی بھائی بنے رہو۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جسنے موقع مناسب
باتون سے دو مومنون مین صلح کرا دی وہ جھوٹا نہین ہوا۔ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ اس وقت مین آنحضرت صلعم بیٹھے تھے کہ
ناگاہ مسکرائے یہانتک کہ آپ کے دونون دندان مبارک کھُل گئے تو عمر رضہ نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ
کونسی بات ہے جس پر آپ ہنسے تو فرمایا کہ میری اُمت مین سے دو آدمی حضرت رب العزۃ تبارک و تعالے کی حضور مین ادب سے حاضر ہو کر بیٹھے اور
ایک نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے اس بھائی سے اس کا عوض لے جو اُسنے مجھپر ظلم کیا ہے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی کو
اس کا مظلمہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری نیکیون سے میرے پاس کچھ نہین رہا۔ تو مدعی نے عرض کیا کہ اے پروردگار
پھر یہ میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لادے۔ حضرت انس رض کہتے ہین کہ اتنا کہکر رسول اللہ صلعم کی مبارک آنکھون سے آنسو جاری ہوے
پھر فرمایا کہ لوگو یہ بڑا بھاری دن ہوگا اس لوگ اس بات کے محتاج ہونگے کہ کون اُنکے گناہ اُٹھالے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالے نے مدعی سے
ارشاد کیا کہ تو اپنی آنکھ اُٹھا کر دیکھ۔ اُس نے جو دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار مین تو چاندی کے شہر و سونے کے مکانات
موتیون و جواہرات سے جڑاؤ دیکھتا ہون۔ یہ کس نبی کے لیے ہین۔ یہ کس صدیق کے لیے ہین۔ یہ کس شہید کی قسمت کے ہین۔ ارشاد ہوا کہ جو
کوئی اس کے دام دے اُسی کے ہین۔ وہ عرض کرنے لگا کہ اے رب کریم اس کے دام بھلا کون دے سکتا ہے۔ فرمایا کہ تو بھی دے سکتا ہے
وہ بولا کہ میرے پاک پروردگار ارحم الراحمین مجھ بندے کے پاس کیا ہے فرمایا کہ ہان تو اپنے بھائی کو اسکا مظلمہ معاف کردے وہ بولا کہ اے
رب کریم مین نے چھوڑا معاف کیا۔ پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ اچھا اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت مین دونون داخل ہو۔ پھر حضرت صلعم نے
پڑھا فاتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم ۔ تم اللہ تعالے سے تقوی کرو اور اپنے ذات البین کی اصلاح کرو دیکھو اللہ تعالے قیامت کے روز مومنون
مین اصلاح فرماتا ہے۔ رواہ ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی رح ۔ ف فی العرائس قولہ تعالے یسئلونک عن الانفال ۔ مجاہدہ و ریاضت
کرنے مین بندگان الٰہی کے ہر گروہ کو نفس کے ساتھ قتال و جہاد پیش آتا ہے پھر فتح و غنیمت ملتی ہے۔ پس مریدون کو جو غنیمت ملتی ہے وہ یہ ہے

کہ جو عمل وہ لوگ کرتے ہین وہ صفائی نیت وصفائی دل سے حاصل ہوجاتا ہے اور محبین کی غنیمت یہ کہ حالات مین ذوق ہوتا ہے اور عارفین کی غنیمت یہ کہ نور مشاہدات سے آنکھین ٹھنڈی ہوتی ہین۔ اب پوچھو کہ اس کا سوال کرنا کیا معنے ہین سنو کہ آفتاب نبوت سے جو نور شریعت ظاہر ہوا اُسکو حاصل کرنا مانگتے تھے اور چاہتے تھے کہ راہ معرفت مین کس ادب کے ساتھ جاوین۔ یہ کرامت ہے کچھ اپنے حاصل کیئے نہین حاصل ہوسکتا لہذا فرمایا۔ قل الانفال للہ والرسول۔ یعنے یہ ہدایت اللہ تعالےٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہے جسکو چاہے عطا کرے اور رسول کے ساتھ خصوصیت اس راہ سے کہ اُمت کی تربیت کرنے مین آپ ہی سرفراز ہین اور تعالےٰ تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اس کا رسول پاک اپنے نفس کی خواہش سے پاک اس کی رسالت ادا کرتا ہے۔ پھر راہ حق مین بندون کو اپنی عظمت وجلال سے ڈرایا اور آپس مین بندون کو مواسات کا حکم فرمایا بقولہ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔ راہ حق مین کسی طرف التفات نہ کرو سوائے حق عزوجل کے۔ اور اسکی راہ مین اسی کے واسطے اپنے بھائیون کے دلون کی مواسات اسطرح کرو کہ انکی تربیت مین اپنی جان سے مصروف ہو۔ واطیعوا اللہ۔ یعنے حقیقت مین اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور شریعت مین رسول اللہ صلعم کی پیروی ہے۔ ان کنتم مومنین۔ یعنے اگر تم محبت کے دعوی مین سچے ہو تو ایسا ہی کرو۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر ایسے قول وفعل کو چھوڑ دینا جسپر شرع مین مذمت وارد ہوئی ہے یہی تقویٰ ہے۔ اُستادؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہش ومراد چھوڑے اور حق تعالےٰ کی رضامندی چاہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تقوی کے مراتب مختلف ہین جو بعض حواشی ہدایہ مین مفصل مذکور ہین اور سابق مین مترجم بھی ذکر کرچکا اور جو قول سہل رحمہ اللہ سے نقل ہوا اچھا درمیانی قول ہے کہ عموماً اسقدر تقوی کافی ہے لیکن واضح رہے کہ مذمت سے مراد شرعی اطلاق مین وہ فعل ہوتا ہے جسپر عذاب کی وعید آئی ہے لیکن یہان اولیٰ یہ ہے کہ اس سے اعم معنے لیے جاوین حتی کہ جو کوئی اپنا مُنہ مسواک وغیرہ سے پاک کرکے نماز نہ پڑھتا ہو وہ بھی مخالف تقوی ہے فافہم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندون کی بعضی ٹھیک ٹھیک نشانیان ان کی سچائی کی بیان فرمائین اگر تو یہ نشانی کسی بندہ مین دیکھے یا خود وہ اپنے نفس کے غرور سے بچا ہوا ان نشانیون کو اپنے آپ مین دیکھے تو اسکے مومن ہونے مین شک نہوگا اور یہ انوار غیب وارد ہونے کی تاثیر ہے جو انکے دلون پر پہونچی اور انکا اثر انکے چہرون سے ٹپکتا ہے۔ حاصل آنکہ اگر تم سچے مومن ہو تو مطیع رہو اور سچے مومن کی علامت فرمائی بقولہ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ

ایمان والے وہی ہین کہ جب نام آوے اللہ کا ڈر جاوین دل اُنکے اور جب پڑھے جاوین انپر اُسکے کلام زیادہ آوے انکو

إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

ایمان اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہین جو کھڑی رکھتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہین وہی ہین

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

سچے ایمان والے اُنکو درجے ہین اپنے رب پاس اور معافی اور روزی آبرو کی

اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر منافقون کی مذمت ومومنون کی مدح مین فرمایا۔ واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ہذہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون۔ یعنے جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعضے منافق کہتے ہین کہ اسنے تم مین سے کس کا ایمان بڑھایا رہے وہ لوگ جو سچے مومن ہین تو انکو سورہ ایمان بڑھاتی ہے اور وہ خوشی مین دل سے کھل جاتے ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے اس مقام کی تفسیر آیت مین روایت کیا کہ منافقون کے دلون مین فرائض ادا کرنے کے وقت اللہ تعالےٰ کی یاد سے کچھ نہین سماتا اور وے لوگ

کسی آیت پر ایمان نہین رکھتے اور نہ انکو توکل ہے اور نہ پیٹھ پیچھے نماز پڑھتے ہین اور نہ زکوۃ دیتے ہین پس اللہ تعالے نے ان کے حال سے
تو آگاہ کر دیا کہ وے مومن نہین ہین پھر مومنون کا وصف بیان فرمایا بقولہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ کلمہ انما حصر کے واسطے آتا ہے پس لازم آیا کہ
آیت مین جو صفت مذکور ہے وہ جنمین ہو وہی مومن ہون اور جنمین نہو وہ مومن نہون حالانکہ فاسق گنہگار بھی مومن ہوتا ہے اور تاویل یہ
ہے کہ المومنون سے مومنین کامل مراد ہین اور مفسرؒ نے کہا کہ وہ لوگ مراد ہین جنکا ایمان پورا ہے اسمین کمی نہین ہے اور یہ قول بنابر ینکہ ایمان
مین کمی بیشی ہوتی ہے وسیاق الکلام فیہ انشاء اللہ تعؔ۔ یعنے پورے مومن وہی لوگ ہین۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کہ
جنکی یہ صفت ہے کہ جب اللہ تعالے ذکر کیا جاوے تو انکے دل وجل مین ہو جاتے ہین مفسرؒ نے کہا کہ ذکر اللہ ای وعیدہ۔ یعنے اللہ تعالے کے
ذکر کیے جانے سے مراد یہ کہ اللہ کی وعید ذکر کیجاتی ہے یعنے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایسے کام پر جو بدکام ہے یون عذاب کرنے کا
حکم دیا ہے تو وے ڈر جاتے ہین۔ اور وجل بمعنے خوف ہے۔ وقال مجاہدؒ وجلت ای فرقت بروزن سمعت یعنے جو گھبرا کر خوفناک ہو جاتے ہین
وکذا قال السدی وغیر واحد رحمہم اللہ۔ وہذا کقولہ تعالے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ یعنے جو
بندہ اپنے پروردگار کے مقام سے ڈرا اور نفس کو اسکی خواہش مین مقام وحد سے بڑھنے سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے قلت بلکہ دو جنت
لقولہ تعالے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنے جسنے مقام رب تعالے سے خوف کیا اسکے لیے دو جنت ہین۔ وعن السدیؒ فی الآیۃ کہا کہ یہ
ایسے بندہ کا بیان ہے کہ کوئی ظلم یا گناہ کیا چاہتا تھا اس سے کسی نے کہدیا کہ اے مرد آدمی تو اللہ تعالے سے ڈر پس اس کا دل لرز گیا۔ قال
الخطیبؒ۔ حاصل آنکہ مومن تبھی کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے خوفناک ہو کما فی قولہ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون۔ اور فی قولہ
الذین ہم فی صلوتہم خاشعون۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو ذکر الٰہی سے ڈر جانا بیان کیا اور دوسری آیت مین مطمئن ہونا آیا ہے اور ایک
آیت مین ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب پس دونون مین جمع کیونکر ہے تو جواب یہ کہ دونون مین کچھ منافات نہین اسلیے کہ وجل تو خوف
عذاب سے ہے اور اطمینان بوجہ یقین کے ہوتا ہے اور یہی خوف و اُمید کا مقام ہے جو مومن کی شان ہے چنانچہ دونون ایک آیت مین جمع
ہوے یعنے قولہ تعالے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسرا جواب یون ہو سکتا ہے
کہ بنابر تاویل مذکور کے وجل تو ذکر وعید آلٰہی سے ہے۔ اور اطمینان یاد آلٰہی سے ہے پس موجب جدا جدا ہوا۔ التحقیق یہ ہے کہ خوف دو طرح کا
ایک گنہگارون کو عذاب کا خوف اور دوسرا پرہیزگارون کو عظمت و جلال آلٰہی کا خوف پس یہ ہیبت ہے۔ اسی سے کہا گیا کہ وجل ایک
ہیبت ہے جس مین محبت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے شمائل مین آیا کہ جو آپ کو دور سے دیکھتا وہ ہیبت کھاتا اور پاس بیٹھتا تو اُٹھنے کو
اس کا جی نہ چاہتا۔ پس مومن کے پاس جب اللہ عزوجل کا ذکر ہوا تو اس کا قلب وجل ہو جاتا ہے اور یہ ہر ایک کے مرتبہ کے موافق متفاوت
ہے۔ حاصل اس تحقیق کا یہ ہے کہ جو لوگ مومن کامل ہین انکے دل ذکر آلٰہی سے وجل ہو جاتے ہین عقاب آلٰہی ذکر ہونے کی حاجت نہین
ہے۔ ہان گنہگار البتہ عقاب آلٰہی بیان ہونے سے ڈرتے ہین اور اُن کے حق مین وجل بمعنے ہیبت نہین بلکہ خوف ہے۔ پس کاملون کی ایک
پہچان تو وجل قلوب بذکر اللہ عزوجل ہے اور دوم۔ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا اور جب تلاوت کیجا دین انپر
آیات آلٰہی تو بڑھاتی ہین یہ آیتین انکو ایمان۔ یعنے ان آیتون کے سننے سے انکا ایمان بڑھتا ہے مفسرؒ نے کہا کہ ایمان یعنے تصدیق بڑھتی
ہے۔ اس قول سے اشارہ کیا کہ نفس تصدیق ایسی چیز ہے کہ اس مین کمی بیشی ہوتی ہے اور یہی امام شافعی وائمہ محدثین کا قول ہے اور ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ ایمان کا گھٹ بڑھ جانا جمہور اُمت کا قول ہے بلکہ بہتیرے امام شافعی و امام احمد کے بہتیرون نے نقل کیا کہ اس قول پر اجماع اُمت ہی

اور بڑا استدلال انکا اسی آیت سے ہے کیونکہ اسمین ایمان بڑھنا منصوص ہے اور جب بڑھنا ثابت ہوا تو گھٹنا بالاستلزام ثابت ہوا اور کہا بعض نے کہا کہ جو لوگ ایمان کے حق مین گھٹنے بڑھنے کے قایل نہین ہین یعنے جیسے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ تو وہ کہتے ہین کہ آیت مین ایمان بڑھ جانے کے یہ معنے ہین کہ جس باتون پر ایمان پہلے تھا اب ان باتون مین کچھ باتین اور بڑھ گئین قلت یعنے یہ نہین کہ ایمان کی حقیقت بڑھ گئی اسلیئے کہ وہ تو تصدیق کا نام ہے یعنے دل مین یقین رکھنا مثلاً اللہ تعالےٰ واحد ہے اسپر یقین ہے تو مومن ہے اور اگر یقین مین کمی ہے تو وہ مذبذب اور بے عمل یقین ہوا پس منافق ہوا وہ مومن نہوا اور اسپر زیادتی بھی متصور نہین ہے۔ کرخیؒ نے کہا ہے کہ حقیقت ایمان کی یعنے یقین تو اکثر کے نزدیک نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے ہان امام شافعی وغیرہ سے جو گھٹنا بڑھنا منقول ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ تصدیق قابل قوت وضعف ہے پس اسی کو زیادتی وکمی سے تعبیر کیا کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ جو یقین کہ انبیاء علیہم السلام وارباب کشف وشہود کو حاصل ہے اس مین اور عوام امت والے آدمی کے یقین مین ضرور فرق ہے اور انبیاء و اولیاء کا یقین قوی ہوتا ہے اسیواسطے کاملون کو فرمایا۔ وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اور فقط اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہین نہ کسی اور پر۔ توکل یہ کہ اپنے سب کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرے بسبب کمال یقین اس امر کے کہ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندہ پر یہ البتہ لازم ہے کہ جہان تک عقل وحواس و شرع کی اجازت ہے اسکو بجا لاوے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا انکا قلب مطمئن ہوتا ہے اس مین اگر مگر کی گنجائش نہین ہوتی اور کبھی نہین سوچتے کہ اگر ایسا کرتے تو یون ہوتا اور مگر ایسے کیا تو یہ ہوا۔ بلکہ سب وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا فرمایا قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ یہ تو انبیاء و اولیاء کی تصدیق ہے اور عوام خواہ مخواہ بسبب عدم قوت تصدیق کے گھبرا جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ بعد تحقیق کے ظاہر ہوا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین بلکہ لفظی بحث ہے اور خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ جنکے نزدیک ایمان تصدیق قلبی ہے وہ گھٹنے بڑھنے کے قائل نہین۔ اور جنکے نزدیک اعتقاد واقرار وعمل کے مجموعہ کا نام ہے وہ کمی بیشی کے قائل ہین قلت وفیہ نظر۔ وعمر بن حبیبؒ نے کہا کہ ایمان کی زیادتی یہی کہ اللہ تعالےٰ کو یاد رکھین واس کی تحمد کرین اور نقصان یہی کہ سہو وغفلت مین پڑین ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین ہین ان مین سے سب سے اونچی شاخ تو گواہی اس بات کی کہ لا الٰہ الا اللہ اور سب سے نیچی یہ کہ راہ مین سے موذی چیز ہٹا دینا۔ اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہے کہ تیسیر الوصول مین اس حدیث کو ایمان کی تعریف مجازی مین داخل کرکے اشارہ کیا کہ یہ نفس حقیقت ایمان نہین پس اس سے زیادت و نقصان نفس حقیقت پر دلیل لانا سہو ہوگا اور تحقیق بات تو معلوم ہوچکی پھر زیادہ کلام بیکار ہے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرنا یہی اصل ہے اور تقوی مین بڑا درجہ ہے۔ پس آیت مین کامل مومنون کے تین صفات بہت عمدہ ترتیب سے بیان فرمائے مرتبہ اول تو یہ ہے کہ یاد الٰہی کے وقت وجل ہوا اور دوم یہ کہ مقامات تکالیف سنکر خوشی سے یقین کو رونق ہوا اور آخری مرتبہ یہ کہ سب سے منقطع ہو کر فقط اللہ تعالےٰ پر اعتماد کرے اور سورۂ قل ہو اللہ احد پیش نظر رکھے۔ پھر یہ تینون مراتب تو ایسے احوال تھے جو قلب و باطن مین معتبر ہین اور یہی اصل ہین پھر انسے ظاہر کی طرف منتقل کرکے فرمایا۔ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اقامت کے معنے قائم کرنا اور یہ بھی کہتے ہین کہ ٹھیک ٹھیک پورے طور سے کیا ہوا اسیواسطے مفسرؒ نے تفسیر مین کہا کہ یا تون بہا بحقوقہا۔ یعنے نماز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ جسطرح چاہیے ہے ادا کرتے ہین۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ جن جن وقتون مین نمازین ادا کیجاتی ہین اور وہ مواقیت کہلاتے ہین انکی محافظت رکھے اور نماز کے وضو اور رکوع وسجود کی محافظت رکھے۔ مقاتلؒ نے فرمایا کہ اوقات کی محافظت اور پھر پورا اچھی طرح طہارت کرے اور رکوع

کو پورا و سجود کو پورا ادا کرے اور نماز مین قرآن کی قراءۃ کرے اور تشہد پڑھے اور آخر مین درود پڑھے۔ یہی نماز کی اقامت ہی۔ حدیث مین ہے کہ نماز کی اوقات مین سے اول وقت ادا کرنا افضل ہے اور رکوع مین اور سجدہ مین تین تسبیح تک تو واجب ہے اور اس سے زیادہ کرنا افضل ہے۔ اور باقی تفصیل فقہ سے تلاش کرنا چاہیئے۔ بالجملہ کامل مومنون کے ظاہر افعال مین سے ایک یہ کہ نماز کو اقامت سے یعنے جسطرح اداکرنی چاہیے اسطرح اداکرتے ہین۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز مین سے جو ہم نے انکو رزق کی یعنے عطا کی ہے خرچ کرتے ہین یعنے اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرتے ہین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ زکوٰۃ دینے اور جہاد مین خرچ کرنے اور بندون کو نفقہ دینے وغیرہ سب کو خواہ فرض و واجب ہون یا مستحب ہون شامل ہے اور تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کی پرورش مین ہین پس جو کوئی خلق کو نفع پہونچاوے وہی اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ قتادہ رحؒ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا یہ تمام مال تیرے ہاتھ مین امانت و عاریت ہے مگر تجھے خرچ کرکے ثواب لینے کا فضل دیا گیا ہے پس تو خرچ کرکے اس سے بڑھکر نعمت دائم و باقی حاصل کر ورنہ قریب ہی کہ تو اسکو چھوڑ جاوے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ لوگ یعنے جنکے یہ اوصاف بیان ہوے ہین یہی مومنین ہین حقا یعنے سچ ٹھیک ٹھیک اس مین کچھ شک نہین۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ ان کی منزلتین ہین جنت مین۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار کے یہان۔ یعنے جنت مین کما فی قولہ ہم درجات عند اللہ۔ یا اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان کے بڑے بڑے مرتبے ہین۔ وَمَغْفِرَةٌ اور مغفرت ہے یعنے اللہ تعالےٰ ان کی لغزشون کو بخشیگا اور فضل فرماویگا۔ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور بڑا رزق ہے ف ظاہری اعمال مین سے فقط نماز و انفاق زکوٰۃ وغیرہ کو مخصوص ذکر کیا اس واسطے کہ یہی دونون نفس پر زیادہ شاق ہین پس جب نفس ان مین مطیع ہوا تو باقی اعمال فاضلہ مین ضرور مطیع ہوگا جیسے افعال قلوب مین سے خوف حق تعالےٰ و اخلاص و توکل پر اکتفا فرمایا ہے پس جب یہ افعال قلب اور یہ اعمال جوارح جمع ہوگئے تو جملہ اخلاق پاکیزہ اس مین موجود ہونگے۔ واضح ہو کہ اصحاب حنفیہ نے کہا کہ آدمی کو روا ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاوے کہ تو مومن ہے تو کہے کہ ہان مین برحق مومن ہون۔ اور یون نہ کہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ مین مومن ہون اور اصحاب شافعیہ نے کہا کہ آدمی کو یہی کہنا چاہیے کہ مین انشاء اللہ تعالےٰ مومن ہون اور یون نہ کہنا چاہیے کہ انا مومن حقا۔ اور بعضے محققین نے لکھا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ آدمی سے جب سوال کیا جاوے کہ تو ایمان لایا تو وہ انشاء اللہ تعالےٰ بطور شک کے نہین کہہ سکتا ہے کیونکہ ایمان تو تصدیق کا نام ہے پس یہی کہیگا کہ مین قطعی یقین رکھتا ہون اور رہا یہ کہ خاتمہ اسکا کیونکر ہوگا تو اس کو کوئی نہین جانتا سواے اللہ تعالےٰ کے پس اس لحاظ سے یہی کہنا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالےٰ مین مومن ہون یعنے جنتی ہون اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا اور بعض نے کہا کہ اگر سوال کیا جاوے اور وہ کہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ مین مومن ہون اور انشاء اللہ تعالےٰ سے اُس کی نیت شک کی نہو بلکہ بطور تبرک کے ہو تو بھی جائز ہے جیسے قولہ ع۔ وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ یعنے زیارت قبور مین کہا کہ مین بھی انشاء اللہ تم لوگون سے ملنے والا ہون۔ حالانکہ یہان قطعی علم ہے کہ اہل قبور سے آدمی ملیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے استشہاد کرنا محل تامل ہے اسواسطے کہ اہل قبور سے لاحق ہونا جبھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہے ورنہ اگر آسمان پر اُٹھالے تو وہ قادر ہے اور نیز ہر اہل قبر سے لاحق ہونا قطعی نہین معلوم کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی مشیت پر ہے اور نیز احتمال ہے کہ لحوق باعتبار نیک انجام کے ہو یعنے زیارت کنندہ و اہل قبر سب کا انجام بخیر ہوا اور باہم ملاقی ہون پس یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالےٰ حدیث مین محض تبرک کے لیے ہے۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین تو فرمایا کہ اگر تو پوچھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ و ملائکہ و رسولون و کتابون و قیامت و

حساب وغیرہ پر ایمان رکھتا ہون تو مین قطعی ایمان رکھتا ہون اور اگر پوچھتا ہے کہ جن مومنون کا اللہ تعالیٰ نے قولہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ مین ذکر کیا ہے تو مجھے نہین معلوم کہ مین ایسا ہون یا نہین ہون۔ وعن سفیان الثوریؒ جو کوئی اپنے حق مین یہ قطع کرلے کہ مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن حق ہون۔ پھر یقین نہ کرے کہ مین قطعی جنتی ہون تو آدھی آیت پر ایمان لایا۔ حاصل یہ کہ انجام کار کی راہ سے کسی کو معلوم نہین ہوسکتا کہ مین مومن ہون جیسے کوئی یقین نہین کرسکتا کہ مین جنتی ہون فافہم۔ قولہ تعالیٰ ہم درجات عند ربہم الخ۔ یہ درجات اہل جنت کے اپنے اپنے ایمان واعمال کے موافق فضل آلٰہی سے متفاوت ہون گے چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ہے کہ علیین والون کو اُنسے نیچے والے ایسے دیکھینگے جیسے تم افق آسمان مین ڈوبے ہوے جگمگاتے تارے کو دیکھتے ہو یعنے ایسے بلند منزل ہونگے تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ انبیاء علیہم السلام کے درجے ہین ان کو کوئی اور اُن کے سوائے نہین پاویگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیون نہین قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اور لوگ بھی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی ہے پاوینگے۔ ابوسعید خدریؓ کی حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنت والے آپس مین اپنے اوپر درجہ والون کو اسطرح دکھلا دینگے جیسے تم آسمان مین گھُسے ہوئے تارے کو آپس مین ایک دوسرے کو دکھلاتے ہو اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما انھین بلند درجہ والون مین سے ہونگے انپر اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمائی ہے۔ رواہ احمد واہل السنن۔ یہان بعض نے سوال وارد کیا کہ نیچے درجہ والون کو جب بلند درجہ والون کی فضیلت دیکھکر تمنا ہوئی تو عیش مکدر ہوگا پھر غم کیونکر نہوگا اور رزق کریم کیونکر رہا۔ اور جواب دیا کہ ہر شخص اپنی نعمت موجودہ مین ایسا مستغرق ہوگا کہ غیر کی طرف لحاظ بھی نہ کریگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جواب مین تساہل ہے اور حق یہ ہے کہ ایسے حسد وغبطہ وتمنا وآرزو اور دیگر خصال جو پسندیدہ نہین ہین یہ دنیاوی جسم وقوی کی خاصیت ہین اسی واسطے یہ جسم دیکر ان بداخلاق سے بچنے کا امتحان رکھا گیا ہے اور وہان کے جسم مین یہ پلیدی نہوگی پس کسی کے اندر یہ خواہش پیدا نہوگی اسی واسطے کہا گیا کہ آخرت کے حالات کو دنیاوی احوال سے فقط نام کے سوائے کچھ مناسبت نہین ہے علاوہ برین حسد وغبطہ وغیرہ کوئی فعل بدون خلق آلٰہی تعالیٰ کے پیدا نہین ہوسکتا جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے اہل جنت سے بالکل رنج وغم دور کیا تو اپنے کرم سے وہ ایسی کوئی چیز نہین پیدا فرماویگا جس سے ان کو اندوہ ہو بلکہ جائز ہے کہ ہر ایسی حالت جس سے رنج پیدا ہونے کا گمان کیا جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے خوشی پیدا ہو۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنت والے متفاوت درجات پر بعضے اونچے اور بعضے نیچے ہونگے پس جو لوگ اونچے ہین وہ نیچے والون پر اپنا فضل دیکھینگے اور جو نیچے ہین وہ اپنے اوپر کسی کی فضیلت نہین گمان کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے وہی ہین جو ہم نے اوپر بیان کردیے اور اسکے واسطے احادیث مین شواہد موجود ہین فاستقم ف فی العرائس فی قولہ تعالیٰ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان والایقان کا اسطرح وصف فرمایا کہ اوتعالیٰ کا ذکر جاری ہونے اور خطاب سننے وکتاب پڑھنے کے وقت وجل مین ہوجاتے ہین جو ذکر آلٰہی سننے کے وقت اللہ تعالیٰ کی دیدار عظمت وجلال سے پیدا ہوتا ہے اس کی تجلی سے انکے ایمان کو نور غیب بڑھتا ہے اور اُنکے ایقان کو نور قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت مین ان کی رضامندی اچھی طرح ہونے سے راحت اُنس پیدا ہوتی ہے یہان تک کہ وہ لوگ اسی کی عظمت سے خائف اور اُسی کی ربوبیت کے عارف اور اسی کی کفایت پر متوکل ہوجاتے ہین۔ ہمارے شیخ ابوعبداللہ بن خفیف قدس سرہ نے اس آیت مین وجل کے بیان مین فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ وجل کے احکام اہل وجل کے واسطے

اسیوقت صحیح ہوتے ہین جب اللہ کا پردہ اور غفلت کے حجاب اُنکے دلون سے دور ہوتے ہین پس بسبب قوت علم و صفائی یقین کے سطوات خوف کا مشاہدہ ہوتا ہے پس رقت اشفاق کی وجہ سے لطیف وجل انکے دلون مین سماتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ عظمت الٰہی کے دیدار مین جو کچھ پردہ تھا وہ اپنی استعداد کے موافق اُٹھ جاتا ہے پس ہیبت اپنا ظہور کرتی ہے - مترجم کہتا ہے یعنے اس انوار ہیبت و عظمت سے میٹھا میٹھا رعب انپر چھا جاتا ہے اور یہی وجل کہلاتا ہے - ابو سعید خراز نے فرمایا کہ بھلا تو نے اللہ تعالےٰ کے ذکر کے وقت یا اس کی کتاب مجید سننے کے وقت یہ وجل دیکھا - بھلا ذکر الٰہی سننے کے وقت تیرا یہ حال ہوا کہ تو بول نہ سکتا ہو مگر اسی کے ساتھ - بھلا تیرا یہ حال ہوا کہ تو بہرا ہو گیا ہو ہر بات سننے سے سوائے اس سے اسیکا ذکر سننے کے - کہان تجھے یہ حاصل ہوا ہیہات تو بہت دور رہا - سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ سبحانہ عزوجل وجلت قلوبہم - ان کے دلون مین اس بات کی ہیبت چھا جاتی ہے کہ کہین اس پاک بے نیاز کی درگاہ سے دور نہ ہو جاوین پس ان کے اعضاء ظاہری خوف کھا کر خدمت کی طرف جھک پڑتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ دوسری آیت مین جو ذکر نماز و زکوٰۃ وغیرہ کا ہے اُس کا نکتہ بھی نکل آیا یعنے پہلے اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت و جلال کا خطور ہوتا ہے پس گڑگڑا کر ادائے خدمت کی طرف جھک پڑتے ہین فافہم - واسطی رح نے کہا کہ وجل کے درجات متفاوت ہین ہر ایک کو اسکے مطالعہ کی مقدار وجل حاصل ہوتا ہے پس بسا اوقات تو بندہ کو مواضع سطوت کا دیدار ہوتا ہے اور بسا اوقات مواضع محبت و مودت کا اور بسا اوقات نزدیک کرنے اور دور کر دینے کا دیدار ہوتا ہے شیخ جنید رح نے کہا کہ حق عزوجل کے فراق سے انکے دل حالت وجل مین ہو جاتے ہین - بعض نے کہا کہ وجل کے درجات موافق مطالعات کے متفاوت ہوتے ہین پس اگر سطوت و عظمت الٰہی کا مطالعہ ہوا تو بندہ ہیبت مین آجاتا ہے اور اگر مودت کا مطالعہ ہوا تو اس خوف سے کہ جاتی نہ رہے وجل مین ہو جاتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جسنے قرب حاصل ہونے کو ادب دیے جانے سے مطالعہ کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور جسنے دوری دیے جانے کو دھمکی اور جھڑکی سے معلوم کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور جسنے اسکو اسطرح مطالعہ کیا کہ شہود سے غائب اور اس کی سرمدیت سے قائم اور اس کے ازل و ابد سے خالی ہے تو ایسے حال مین کچھ وجل نہین ہوتا اور نہ کچھ اضطراب اور نہ تباعد اور نہ اقتراب کیونکہ وہ محقق بذات اور فراموش از صفات ہے اور ذات مین ذات سے فنا رہے جیسے آنحضرت صلعم نے صفات سے ذات کی طرف گریز فرمایا کما قال علیہ السلام اعوذ بک منک - یعنے تجھسے تیرے ہی ساتھ پناہ لیتا ہون - جنید رح نے قولہ واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا الآیہ - مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف وصول نہین مگر باو تعالےٰ - اُستاد رح نے کہا کہ وجل تو ان کو مقامات غفلت سے نکالتا اور مساکن غیبت سے ہانک دیتا ہے اور جب تفرقہ کے جنگلون سے نکلکر مشاہدہ ذکر کی طرف آگئے تو سکون بحق عزوجل انکو حاصل ہو گیا پس جب ان کو آیات الٰہی سنائی گئین تو اُس سے ان کی تصدیق پر تصدیق بڑھتی گئی اور تحقیق پر تحقیق زیادہ ہوتی گئی جبکہ اُنھون نے جلالت قدر حق عزوجل کو پہچانا اور اُسکے ادراک سے اپنے آپ کو قاصر یقین کیا تو اپنی امداد مین اسی کی رعایت پر توکل کیا اور جیسے اسنے ابتدا مین ان کو اپنی عنایت سے چھوڑا یا ویسی ہی انتہا مین اس کی کفایت پر متوکل ہوے - عارفون کے ساتھ حق تعالےٰ کی سنت یہ ہے کہ اپنے کشف جلال و لطف جمال کے ساتھ انکو مودت مین لے لیا پھر جب اپنے جلال سے ان کو کشف کیا تو انکے دل حالت وجل مین آئے اور جب کشف جمال سے انپر ملاطفت کی تو انکے دل ٹھہر گئے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب - بعضے مشائخ نے کہا کہ وجل قلوب ان کو بسبب خوف فراق کے ہوتا ہے یعنے اس سے ڈرتے ہین کہ قرب و مشاہدہ سے دور کر کے دور فراق مین ڈالے جاوین پھر راحت وصال سے ان کے دلون کو اطمینان و تسکین ہوتی ہے پس فراق کے ذکر سے فنا ہو جاتے ہین اور وصال کے ذکر سے باقی و زندہ

ہوجاتے ہین ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی راہ مین ان کا جان فدا کرنا بوصف مزید یاد فرمایا بقولہ الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناہم ینفقون ۔ پھر ان کے ایمان کامل ہونے کو بیان فرمایا ۔ بقولہ اولئک ہم المومنون حقا ۔ پس حقیقت ایمان کی شرط انھین خصلتون سے ہے جنکو ان دونون آیتون کے بیان مین ذکر فرمایا پس جو کوئی ان خصائل مذکورہ سے آراستہ ہوا گویا وہ حقیقت ایمان سے آراستہ نہین ہی یعنے یہ خصائل ہون تو حقیقی مومن ہوگا تقویٰ و مومنون مین اصلاح اور انقیاد بوقت حکم اللہ تعالےٰ والرسول بطریق اخلاص ۔ اور وجل قلب بوقت سماع قرآن و ذکر آلٰہی اور مزید یقین بوقت استماع آیات ۔ اور ترک تدبیر بوقت تقدیر اور قیام مناجات بصفت صلوٰۃ اور انقطاع از اشتغال بدنیا اور مقدم رکھنا حقوق برادران ایمانی کو اپنی ذات پر پس جب یہ خصال پورے ہوے تب اسپر حقیقی مومن ہونے کا نام صادق آیا بسبب قول الٰہی عزوجل اولئک ہم المومنون حقا ۔ پھر جب ایمان مین محقق ہوا تو جو تعریف اُسکے بعد اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمائی اور جو وعدہ دیا ہے اس کا مستحق ہوا یعنے پوری مغفرت سے سرفراز ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے سوائے اپنے خطرات کی طرف اس نے التفات نہین فرمایا اور اوتعالےٰ اس کو اعلیٰ درجات پر ترقی دیگا اور کشف مشاہدات کے وقت شراب وصال سے سیراب فرماویگا کما قال تعالےٰ لہم درجات عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم ۔ اس مین بیان ہے کہ حقیقت ایمان یہ ہے کہ غیب کا مکاشفہ ہوجاوے اور جو اللہ تعالےٰ نے اُن کو وعدہ فرمایا ہے وہ ظاہر ہوجاوے ۔ اسکی تصدیق حدیث حارثہ رضی اللہ عنہ سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سے کہا کہ ہر شئی کی ایک حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مین نے دنیا سے اپنے نفس کو منقطع کیا پس اپنی رات کو جاگتا رکھا اور اپنے دن کو مین نے پیاسا رکھا اور گویا مین اپنے پروردگار کے عرش کو کُھلا ہوا ظاہر دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو جنت مین آپس مین ایک دوسرے کی زیارت کرتا دیکھتا ہون اور گویا دوزخیون کو آتش مین بھونکتے چلاتے دیکھتا ہون پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو پہچان گیا پس اسکو لازم پکڑ ۔ قال المترجم تخریج حدیث کی معجم طبرانی مین ہے کما مر فی الحاشیۃ ۔ پس آیت و حدیث سے صحیح ہوا کہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ غیب کی نظر سے غیب کا دیدار حاصل ہو اور اسکا ثمرہ وہ ہے جو آیت مین اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کہ معاملات روشن و حالات شریفہ حاصل ہون ۔ بعض نے کہا کہ اس مین چند چیزین مجتمع ہوئی ہین جس سے انکا ایمان محقق ہوا ۔ اول تعظیم و ذکر ۔ دوم سماع کے وقت وجل ۔ سوم تلاوت ذکر واس کے سماع کے وقت اظہار زیادت ایمان ۔ چہارم اللہ تعالےٰ پر توکل ۔ پنجم شرائط عبودیت پر قائم ہونا اسطرح کہ حکم کے موافق انکو پورا ادا کرنا ۔ پھر حقیقت سے انکے اوصاف کامل ہوگئے پس ایمان مین محقق ہوے ۔ شیخ جنید رح نے قولہ ہم المومنون حقا مین کہا کہ حق ہوئی یعنے ثابت و متحقق ہوئی یہ بات کہ ان کے واسطے اللہ تعالےٰ کی طرف سے سعادت ازلیہ سابق ہوچکی ہے ۔ شیخ ابوبکر بن طاہر رح نے فرمایا کہ حقیقت ایمان کی پانچ چیزون کے ساتھ ہوتی ہے یقین و اخلاص و خوف و اُمید و محبت ۔ پس یقین ہونے سے شک نکل جاتا ہے اور اخلاص کی وجہ سے ریا نہین رہتا ہے اور خوف ہونے سے مکر سے بچا رہتا ہے اور اُمید ہونے سے مایوسی سے بچتا ہے اور محبت ہونے سے وحشت و حیرت سے بچتا ہے ۔ اُستاد رح نے قولہ لہم مغفرۃ و رزق کریم مین کہا کہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ گنہگارون کے عیب چھپاتا اور انکو فضیحت نہین فرماتا ہے تاکہ افضال کے اُمیدوار ہونے سے محجوب نہو جاوین ۔ اور عارفون کے مناقب چھپاتا ہے تاکہ اپنے اعمال و احوال پر ناز نہ کرین اور رزق کریم وہ ہے جو انکو کشف اسرار سے حاصل ہوتا ہے ۔ اب جاننا چاہیے کہ آگے کی آیات مین اس امر کو ظاہر فرمایا کہ جو لوگ حقائق ایمان کی اہلیت رکھتے ہین ان مین یہ لازم نہین ہے کہ بالکل فرشتہ کی طینت پر ہوجاوین بلکہ بعض طباع بشریت و حرکات نفس امارہ انمین

رہجاتے ہین کہ حکم وامر آلہی کے وقوع پر انکا ظہور ہوتاہے مگر اس سے جو تعریف انکے حق مین مقدر ہے وہ منقلب ہوکر مذمت نہین ہوجاتی بلکہ فضل ورحمت سے سرفراز ہوتے ہین کیونکہ اوتعالے جل جلالہ نے ان کرامات سے اُن کو اُنکے وجود سے پہلے ازل ہی مین بدون انکی طرف سے کسی علت وسبب ہونے کے محض اپنے فضل سے برگزیدہ فرمایا ہے۔ اور اس امر کو ظاہر فرمایا کہ ولی صادق اگرچہ درجہ ولایت پر پہونچ گیا ہو نفس کے بعض خطرات سے معصوم نہین ہوجاتا اور کسی نبی ورسول کے درجہ تک نہین پہونچ سکتا ہے حالانکہ بعض ادنی خطرات سے فی نفسہ رسول معصوم نہین ہان بعصمت آلہی معصوم ہین یعنے کوئی خطرہ ان کو ضرر نہین پہونچا سکتا ہے اور ولی کے حق مین یہ عصمت نبوت نہین ہوتی ہے ہان ایسے خطرات سے ان کو نقصان نہین پہونچتا بلکہ انکا اختصاص جو بسبب تقدیر وبرگزیدگی قدیم کے ہے مقترن بصفت جمیلہ ہوجاتاہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ ولی وہی ہوتا ہے جب تمام مدارج عبودیت کو تمام وکمال اداکرے کیونکہ تو یہ نہین دیکھتا کہ مقام نبوت تو بعض خطرات سے خالی ہی نہین پھر مقام ولایت کا کیا ذکر ہے اور ان تمام مقاصد کو جو ہم نے مجملاً اوپر ذکر کردیا ہے یعنے حقیقی ایمان والا بعض طباع وحرکات بشریت سے خالی نہین ہوتا اور زلات بشریت اس کو کچھ مضر نہین ہوتے ہین اگرچہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہو وے کیونکہ برگزیدگی تو اُنکے وجود سے سابق بتقدیر ازلی ہے اسکو

کلام اوتعالے سے بتوفیق اللہ تعالے سمجھو وقد قال اللہ تعالے

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ص وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ

جیسے نکالا تجکو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر اور ایک جماعت ایمان والی نہ راضی تھی

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ؕ وَاِذْ يَعِدُكُمُ

تجھسے جھگڑتے تھے درست بات مین واضح ہوچکے پیچھے گویا انکو ہانکتے ہین موت کی طرف اور آنکھون دیکھتے ہین اور جسوقت وعدہ دیتا ہے

اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اللہ تمکو ایک ان دو جماعت مین سے کہ تمکو ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جسمین کانٹا نہ لگے وہ ملے تمکو اور اللہ

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلامون سے اور کاٹے پیچھا کافرون کا تا سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کرے جھوٹھ کو اور اگرچہ نہ راضی ہون گنہگار

وجہ ارتباط اس کلام کی ماسبق سے بتقریر عرائس البیان مذکور ہوئی اور وہ بحسب المعنے پسندیدہ ہے اور اہل تفسیر نے اعراب قولہ تعالیٰ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ مین اختلاف کیا کہ کاف کس سے متعلق ہے لیکن اولی یہ ہے کہ بعض معنے کلام پہلے بیان کرکے تب اس کو ذکر کیا جاوے۔ واضح ہو کہ بالحق متعلق اخرج ہے یعنے حق وصدق کے ساتھ تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر سے نکالا۔ بعض نے کہا کہ گھر سے یعنے مکہ سے اور مراد سفر ہجرت ہے اور جمہور نے کہا یعنے مدینہ سے اور مراد جہاد بدر ہے اور بدر ایک کنوان یا مقام ہے یا کنوان بنانے والے کا نام تھا مگر اب وہ ایک مقام ہے جس مین پانی ملتا ہے اور سال مین ایک بار وہان عرب ایک میلہ کیا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم برتتے تھے جو زمانۂ اسلام مین موقوف ہوئین۔ اور قریش کے ساتھ آنحضرت صلعم سے پہلی لڑائی وہین واقع ہوئی۔ حاصل آنکہ جیسے تجھکو تیرے پروردگار نے حق کے ساتھ تیرے گھر یعنے مدینہ سے قتال بدر کے واسطے نکالا۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ یعنے اور حال یہ کہ مومنون مین سے ایک

فریق البتہ کراہت رکھنے والا تھا یعنے اس نکلنے سے کراہت رکھتا تھا اگر کہا جاوے کہ یہ جملہ حالیہ کیونکر ہو سکتا ہے اسلیے کہ حالت اخراج میں
ان لوگون کی کراہت متحقق نہ تھی بلکہ بعد خروج کے جب وادی ذفران میں پہونچے ہیں تب کراہت پیدا ہوئی ہے جیسا کہ قصہ
مابعد سے واضح ہوگا۔ جواب یہ کہ حال مقدرہ ہے اسے مقدرین الکراہتہ۔ اب جاننا چاہیے کہ ترکیب کاف میں جو مقتضی تشبیہ چیزے
بچیزے دیگر ہے چند اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ تقدیر کلام یون ہے۔ اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم فان ذلک خیر لکم کما ان اخراج محمد من بیتہ
خیر لکم وان کرہہ فریق منکم۔ دوم آنکہ کاف متعلق بما بعد ہے یعنے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق علی کرہ فریق منہم کذالک ہم یکرہون
القتال ویجادلونک فیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ نکلنے کے وقت تحقیقاً بعض سے کراہت موجود تھی وفیہ نظر لما عرفت
فتذکر۔ سوم آنکہ کاف بمعنے علی اور ما بمعنے الذی ہے اے امض علی الذی اخرجک ربک الخ۔ چہارم آنکہ کاف بمعنے اذ ہے اے
اذکر اذ اخرجک ربک الخ پنجم یہ کہ اصلحوا ذات بینکم اصلاحا کما اخرجک ربک۔ پس جماعت کی طرف خطاب کرنے سے ایک کی طرف
رجوع ہے۔ ششم یہ کہ اطیعوا اللہ ورسولہ طاعۃ محققۃ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق۔ ہفتم یہ کہ یتوکلون حقا کما اخرجک الخ اور ایسے ہی
اس مقام پر بہت وجوہ اعراب ہیں جنکو ہم نے مفصل ذکر کیا اور اولی وجہ وہ ہے جو زجاج نے بیان کی کہ تقدیر کلام یون ہے
کہ الانفال ثابتۃ للہ والرسول وان کرہوا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان کانوا کارہین۔ یعنے انفال سب مخصوص بآنحضرت
صلعم ہیں جسے چاہیں تقسیم کریں اور یہ لوگون کے حق میں بہتر ہے اگرچہ وہ اسکو گران سمجھیں جیسے کہ حق تعالے نے تجھے ان غنائم کے
حصول کے سبب میں جیسا پہلے گھر سے نکالا یعنے واسطے جہاد کے تب بعضے لوگون نے مکروہ جانا تھا حالانکہ یہ اخراج حق تھا اور
انکے حق میں بہتر تھا۔ رازی نے کہا کہ جو وجوہ اس مقام پر مذکور ہوئے ہیں سب سے یہ وجہ اعراب و بیان کی بہت اچھی ہے واضح ہو کہ
کراہت ایک فریق مومنین کی بطریق عصیان و ضعف الیقین کے نہ تھی بلکہ بمقتضاے بشریت تھی اور بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم کو
مدینہ میں خبر پہونچی کہ ابو سفیان ملک شام سے بہت بڑا مال تجارت قریش کا لیے ہوے مکہ کو جاتا ہے پس حضرت صلعم نے لوگون کو آمادہ کیا
کہ اہل شرک و کفر جو ان اموال کے سرکشی پر ملک الٰہی میں فساد مچاتے ہیں اور راہ راست چھوڑے ہوئے ہیں اس مال کو ان سے چھین لو
پس مومنون میں سے قریب تین ۳۱۳ سو تیرہ آدمی کے نکلے اور باقی لوگ سستی کرکے رہگئے کہ اس مال کے پیچھے کون جاوے اور ابو سفیان کو
جو یہ خبر پہونچی کہ محمد صلعم مع اپنے اصحاب کے اس کی جستجو میں نکلے ہیں تو اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجارہ پر اسواسطے مقرر کیا کہ
مکہ کو جاکر قریش کو نفیر کرے کہ جلدی دوڑو تمہارا مال لٹا جاتا ہے پس ابو سفیان تو قافلہ کو لیکر راہ چھوڑکر سمندر یعنے بحر قلزم کے کنارے
کنارے ہو رہا اور مکہ میں سے دلاور بہادر قریب ایک ہزار مسلح جوان کے نکلکر بدر کے کنوین پر اترے اور اس کو گھیر لیا اور شراب میں
پینا و گانا و ناچ دیکھنا و اونٹون کے کباب لگانا شروع کیے۔ اور حضرت صلعم کے ہاتھ سے جب قافلہ نکل گیا تو حضرت جبرئیل عم نے
آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل تم کو وعدہ دیتا ہے کہ قافلہ یا نفیر دونون میں سے ایک طائفہ یعنے ایک گروہ تمہارا ہے چاہو قافلہ گرفتار
کرکے لیلو اور چاہو یہ ہزار آدمی جو لڑنے آئے ہیں ان کو لے لو۔ مومنون نے جو فقط تین ۳۱۳ سو تیرہ تھے اور وہ کچھ اچھے ساز و سامان سے
نہ تھے بلکہ بہت سے ننگے بدن بدون زرہ و پورے ہتھیار کے تھے ان لوگون نے خوف کیا اور ان کو رعب چھا گیا اور حضرت صلعم سے کہا
کہ ہم تو بدون سامان کے قافلہ لینے کو نکلے تھے اب ایسی حالت میں دشمن سے کیونکر لڑین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا۔ یجادلونک فی الحق
بعد ما تبین تجھ سے جدال کرتے ہیں جھگڑتے ہیں دربارہ حق کے بعد ظہور حق کے۔ یعنے حق انپر ظاہر ہو گیا کہ ہر چیز بقبضہ قدرت الٰہی میں

کسی ساز وسامان وغیرہ کی تاثیر نہین ہے اور کوئی نفع وضرر بدون قضاے حق عزوجل کے نہین پہونچ سکتا اسیواسطے خوبی ایمان کے مقتضی سے اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہین پس بعد ظہور حق کے بمقتضاے بشریت اس مقام پر تجھسے جھگڑتے ہین۔ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ گویا وے موت کی طرف کھینچے جاتے ہین۔ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ درحالیکہ موت کو آنکھون دیکھ رہے ہین۔ یعنے ظاہری اسباب سب موجود دیکھنے سے گویا خود موت ہی کو دیکھ رہے ہین۔ پس یہ کراہیت انکو اس جہت سے تھی کہ تعداد بہت تھوڑی وسامان جنگ بہت کم تھا گویا ایسے زبردست لشکر سے ایسی حالت مین مقابلہ کرنا خواہ مخواہ قتل ہوجانا سمجھکر گھبرا گئے اور یہ بمقتضاے بشریت تھا ورنہ توکل بحق سبحانہ تعالے کے منافی ہے۔ واضح ہو کہ اس لڑائی مین اللہ تعالے نے مومنون کو عجیب عجیب آیات قدرت دکھلائین ازانجملہ یہ کہ باوجود اس حالت کے کہ ابتدا مین اس لشکر سے لڑنے جانا گویا موت کی طرف کھینچے جانا سمجھتے تھے اور انتہا مین ایسی کھلی فتح دیدی۔ اور آمد ملائکہ اور خواب عاتکہ ہمشیرہ عباس رضو وغیرہ کافرون کے واسطے بھی آیات تھین ولیکن سال آیندہ فی الجملہ غلبۂ مشرکین سے کافرون کو مکر مین ڈالدیا وعنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالے۔ فی المعالم والسراج وغیرہ غزوۂ بدر مین آنحضرت صلعم پہلے واسطے لڑائی کے نہین نکلے تھے بلکہ قافلہ کے واسطے نکلے تھے اور بات یہ ہوئی کہ ابوسفیان چالیس سوارون کے ساتھ جن مین عمرو بن العاص ومخرمہ بن نوفل الزہری وغیرہ تھے شام سے قافلہ لیکر مکہ جاتا تھا اور اس مین قریش کی کثرت تجارت تھی پس جبرئیل نے آکر آنحضرت صلعم کو آگاہ فرمایا کہ آپ نے مومنون کو آگاہ کیا پس کثرت مال اور قلت دشمن کی نظر سے مومنون کو قافلہ سے تعرض کرنا بھلا معلوم ہوا ولیکن کچھ لوگ ساتھ ہوئے اور کچھ لوگ بے پروائی کرکے ٹھہر گئے۔ جب ابوسفیان نے آنحضرت صلعم اور مومنون کا روانہ ہونا سنا اور وہ ملک حجاز مین پہونچکر ہوشیار بیدار اور متجسس اخبار تھا پس اسنے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر مقرر کرکے اہل مکہ کے پاس روانہ کیا کہ بہت جلد اپنے قافلہ کی خبر لو۔ ضمضم کے آنے سے پہلے مکہ مین یہ واقعہ ہوا کہ عاتکہ بنت عبد المطلب جو عباس بن عبد المطلب کی بہن تھین انھون نے خواب مین دیکھا کہ ایک اونٹ سوار اونچے ٹیلے پر آکر چلایا کہ اے آل غالب جلد اپنے مصارع کو چلو اور لوگ اس کی طرف جمع ہوگئے پھر ایک فرشتہ آسمان سے اترا اسنے پہاڑ سے ایک پتھر لے کر اوپر پھینکا پس مکہ کا کوئی گھر نہ بچا جسمین اس پتھر کی کرچ نہ گری ہو۔ عباس نے سنکر کہا کہ اسکو کسی سے مت بیان کر اور خود نکلکر ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات کرکے یہ خواب بیان کیا اور اسکو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی پس اسنے اپنے باپ سے بیان کیا اور خواب فاش ہوگیا۔ پھر دوسرے روز عباس طواف کرنے لگے اور ابوجہل مع ایک گروہ کے سایۂ کعبہ مین بیٹھا خواب عاتکہ کی باتین کرتا تھا اسنے کہا کہ اے عباس جب طواف سے فارغ ہو تو ادھر آنا پھر مین فارغ ہوکر گیا تو اسنے کہا کہ اے بنو عبد المطلب یہ فتنہ تم مین کہان سے آیا یعنے خواب عاتکہ اور بولا کہ اے بنو عبد المطلب کیا تم اس پر راضی نہوئے کہ تم مین سے مرد نبوت کا دعوی کرین یہانتک کہ عورتین مدعی ہوئین اب ہم تین روز تک تمھارا انتظار کرتے ہین اگر یہ بات سچ ہوئی تو خیر ورنہ ہم تین روز بعد ایک نوشتہ لکھدینگے کہ عرب مین تمھارا خاندان بڑا جھوٹا ہے۔ عباس کہتے ہین کہ مجھسے اس سے بہت باتین نہین ہوئین بغیر ازینکہ مین نے انکار کیا کہ عاتکہ نے کچھ نہین دیکھا۔ پھر شام ہوئی تو بنی عبد المطلب مین سے کوئی عورت نہ بچی جسنے مجھسے آکر شکایت نہ کی ہو کہ تم نے اس فاسق خبیث کو اپنے مردون کی غیبت کرنے دیا یہان تک کہ اسنے عورتون کی بدگوئی کی اور تم سنتے رہے کیا تمھارے پاس کچھ غیرت نہین رہی۔ پھر مین تیسرے روز صبح کو گیا تاکہ ابوجہل خبیث کو چھیڑکر اسکی گفتگو کا بدلا لون۔ جب مین مسجد مین پہونچا تو مین نے اسکو دیکھا اور اسکی طرف چلا اور وہ دبلا پتلا تر شرو تیز نظر تیز زبان آدمی تھا اتنے مین وہ دروازہ کی طرف سے نکل کر

تیز چال چلدیا تو مین نے کہا کہ شاید میرے خوف سے چلدیا ہے حالانکہ جو اُسنے سُنا وہ مین نے نہین سُنا تھا یعنے اسنے ضمضم بن عمرو کی آواز سنی
کہ وہ بطن الوادی سے چلاتا اور گریبان پھاڑتا تھا کہ لے آل غالب اے قریش جلد دوڑو کہ محمد اور اُنکے ساتھیون نے تمھارے اموال
تجارت کو جو ابوسفیان کے ساتھ ہین گھیرا ہے پس ابوجہل نے ٹیلہ پر کھڑے ہوکر قریش کو نفیر کیا اور قریب ہزار مسلح جوان کے نکلکر جلد روانہ ہوکر
پہونچے تو اس سے کہا گیا کہ تمھارا قافلہ سمندر کے کنارے کی راہ لیکر سلامت بچ گیا اب لوٹ چلو پس اُسنے نہ مانا اور کہا کہ بدر کے مقام مین شراب
و کباب و راگ و رنگ کرکے مومنون کو خفیف کرکے واپس آوینگا پس بدر مین آکر اُترا اور پانی پر مشرکون نے قبضہ کر لیا محمد بن اسحاق بن یسار
نے زہری و عاصم و یزید بن رومان وغیرہ کی حدیثون کو جو عروہ بن الزبیر کے طریق سے ابن عباس رضہ سے ہین مجتمع کرکے مختصر سیاق سے یون
ذکر کیا کہ رسول اللہ صلعم جب وادی ذفران مین پہونچے تو آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے نفیر کرکے نکلے اور روانہ ہوئے
ہین پس آنحضرت صلعم نے لوگون سے مشورہ مانگا تو بعض نے کہا کہ ہم کو نفیر سے لڑنے کی طاقت نہین - پھر مشورہ مانگا اور پھر بعض نے یہی جواب دیا
کہ ہم تو عیر یعنے قافلہ کو لینے نکلے تھے اور نفیر سے لڑنے کی طاقت ہم کو نہین ہے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ متغیر ہوگیا پس فوراً حضرت ابوبکر رضہ نے
کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر عمر رضہ نے کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر مقداد بن عمرو نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو آپ کو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے
آپ اسی پر چلین اور ہم آپ کے ساتھ ہین اور قسم ہے اللہ عز و جل کی کہ ہم آپ سے ویسے نہ کہینگے جیسے بنو اسرائیل نے موسیٰ ع سے کہا تھا کہ فاذہب
انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون - بلکہ ہم یون کہینگے کہ فاذہب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون - اور قسم ہے اُس پاک پروردگار
کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ ہم کو برک الغماد لیجاوین تو ہم اُس کے ورے نہ ٹھہرینگے یہانتک کہ وہان پہونچ جاوین پس حضرت
صلعم نے مقداد کو دعاے خیر دی - پھر فرمایا کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو - مراد آپ کی یہ تھی کہ انصار جواب دین کیونکہ بڑا گروہ وہی تھے اور
اُنھون نے جب عقبہ مین آنحضرت صلعم کے مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے آپ کے ساتھ بیعت کی تھی تو عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے ذمہ دار
ہونے سے بری ہین اسوقت تک کہ آپ مدینہ مین آجاوین پھر مدینہ پہونچنے کے بعد ہم آپ کو ہر ایسی چیز سے جس سے اپنی اولاد کو بچاتے ہین بچاوینگے
پس آنحضرت صلعم خیال فرماتے کہ شاید انصار یہی جانتے ہون کہ مدینہ پر اگر کوئی دشمن بقصد ضرر رسانی آنحضرت صلعم ہجوم کرے تو انپر بچانا و مدد
کرنا لازم ہے اور بس اور یہ لازم نہین کہ مدینہ سے ساتھ ہوکر دشمنون کے ملک مین مددگاری کرین - پس جب آنحضرت صلعم نے یون فرمایا تو سعد
بن معاذ رضہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ ہم کو مُراد لیتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان - تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ تو آپ پر
ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور شہادت دی کہ جو کچھ آپ لائے سب برحق ہے اور اسپر ہم نے عہود و مواثیق دیے کہ بسر و چشم جان و دل
سے مطیع و فرمانبردار ہین پس جو کچھ آپ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہو آپ اس راہ چلین پس قسم ہے اُس ذات پاک کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ
آپ اگر ہم کو اس سمندر پر پیش کرین اور اُس مین گھُسین تو ہم بھی گھس پڑینگے ایک بھی ہم مین نہین پیچھے رہیگا اور ہم اُسکو برا نہین جانتے کہ آپ ہم کو کل کے روز
کسی دشمن سے بھڑا دین - ہم لڑائی کے وقت سراسر ثابت قدم اور بھڑ جانے کے وقت راسخ دم ہین اور اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے طرف سے
آپ کو ایسی باتین دکھلادے جس سے آپ کی آنکھین ٹھنڈی ہون پس آپ اللہ تعالےٰ کی برکت پر ہم کو لے چلین - جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
نے یہ بات کہی تو آنحضرت صلعم بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالےٰ کی برکت پر روانہ ہو اور تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھسے
عیر و نفیر مین سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے اور قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ گویا مین اسدم قوم کے مصارع کو دیکھتا ہون یعنے جہان جہان اُن مین
کے مشہور لوگ قتل ہوکر گرینگے ہر ایک کے ٹھکانے کو دیکھتا ہون - قال ابن کثیر رح اور عوفی رح نے ابن عباس رضہ سے اسکے مانند روایت کیا

ور ایسا ہی سدیؒ و قتادہؒ و ابن زیدؒ و دیگر علما سلف نے بیان کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میدان جنگ میں پھر کر لڑائی واقع ہونے سے پہلے ہر ایک کے مقتول ہونے کا ٹھکانا بتلایا تھا جس سے سر مو تجاوز نہیں ہوا۔ اور یہ روایت سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ اس تمام بیان سے واضح ہوا کہ قولہ تعالے یجادلونک فی الحق الخ میں بوجہ اضطراب کے بمقتضائے بشریت جو منافشہ واقع ہوا وہ فقط بعض لوگوں کی طرف سے تھا جنکے بدن پر زرہ بھی نہ تھے اور لڑائی کے واسطے بالکل آراستہ نہ تھے وہی یوں خیال کرتے کہ کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون۔ اور یہ بات بھی ان کی طرف سے قبل وعدۂ الٰہی و بشارت کے واقع ہوئی تھی چنانچہ بعد منافشہ کے جب قتال کے واسطے روانہ ہونے پر متفق ہوئے تب حضرت صلعم نے اُن کو بشارت دی کہ اللہ تعالے نے مجھے عیر و نفیر دونوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ دیا ہے وقد قال تعالے۔ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ اس میں یاد دلایا اپنے وعدہ کا اور اس کے پورا کرنے کا اور طائفتین سے مراد عیر و نفیر ہے اور جملہ انہا لکم بدل اشتمال ہے یعنے احدی الطائفتین کا وعدہ کہ وہ تمہارے واسطے ہے اور یہ وعدہ بطور منع خلو سمجھا گیا یعنے دونوں میں سے کوئی ایک طائفہ تمکو ملیگا۔ اور عباس رضؓ بن عبد المطلب نے اس سے منفصلہ حقیقیہ سمجھا چنانچہ امام احمد نے بسند جید ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ بدر کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم سے کہا گیا کہ اب عیر پر بھی بھیجئے اس سے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور عباس بن عبد المطلب اسوقت مشرکوں کے ساتھ بدر کے قیدیوں میں تھے انہوں نے آواز دی کہ یہ بات لائق نہیں ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیوں تو عرض کیا کہ اسلیے کہ اللہ تعالے نے آپ سے احدی الطائفتین کا وعدہ کیا تھا سو وہ پورا کر دیا۔ الحاصل مومنوں کو اللہ تعالے نے احدی الطائفتین کا مبہم وعدہ دیا ولیکن یہ لوگ چاہتے تھے کہ عیر ہم کو ملے اسواسطے کہ بہت مال تھا اور لڑائی سے بھی خطرہ نہ تھا چنانچہ فرمایا۔ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ اور تم یہی چاہتے تھے کہ بے شوکت والا یعنے بے ہتھیار و زرہ والا گروہ یعنے عیر تمکو ملے کیونکہ اسمیں آدمی کم اور جنگی سامان کم تھا بخلاف نفیر کے کہ ایک ہزار کے قریب پورے مسلح تھے۔ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ۔ اور اللہ تعالے چاہتا تھا کہ ثابت و ظاہر کرے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ یعنے اس تقدیر کے ساتھ جو ازل میں اسلام کے ظاہر و غالب ہونے کے واسطے ثابت ہوئی ہے۔ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالے چاہتا تھا موافق کلمات قدیم کے کہ قطع کرے دابر یعنے آخر کافرین کو یعنی اس طور کہ ان کی جڑ کاٹ دے چنانچہ اس واقعہ میں ابوجہل وغیرہ ان کے سرکش بڈھے لوگوں کو قتل کر دیا جس سے جڑ کٹ گئی پس چونکہ اللہ تعالے نے علم قدیم میں یہ چاہا تھا اسلیے مومنوں کو قتال کا حکم اس لیے دیا کہ۔ لِیُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت و ظاہر کرے حق کو وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور میٹا دے باطل یعنے کفر کو۔ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ اگرچہ بڑے برا جانا کریں مجرم لوگ یعنے مشرک لوگ اگرچہ اسلام و حق کو برا جانا کریں مگر اللہ تعالے اسکو پورا کرنے والا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارہون پھر کراہت بخطرہ نفسانی تھی پھر اور زیادہ کیا بقولہ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین سدیؒ رحمہ نے کہا کہ جھگڑتے حق میں جدال کرتے ہیں بعد ازانکہ انکو ظاہر ہو گیا کہ تو نہیں کرتا مگر وہی جو تجھکو اللہ تعالے حکم فرماوے کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون (کذا فی تفسیر ابن کثیر ۱۲)۔ پاک ہے وہ معبود قادر قدیم جسنے اپنے ان بندوں کو حقائق ایمان و درجات و انوار و مکاشفات سے مخصوص فرمایا ان صفات کی کوئی پروا نہیں کی تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ فضل الٰہی عز و جل ان بندوں پر سابق اور عنایات الٰہی انپر قدیم ہے اور آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ اموال غنیمت کی تقسیم انکے موافق حکم ازلی کے ہے اور ان کے نفوس کی خواہش کے موافق نہیں ہے جیسے تجھکو تیرے گھر سے تیرے پروردگار

نے دشمنون پر جہاد کرنے کو نکالا حالانکہ وہ لوگ اس مین کراہت کرتے تھے یعنے جہاد مین جیسے انکی کراہت تھی ایسے ہی اموال غنیمت کی تقسیم مین ہر اور یہ بخواہش نفس ومقتضاے بشریت ہے اور اس جہت سے نہین ہے کہ انکے دل حکم اللہ ورسول کے قبول سے انکار کرتے ہین اسلیے کہ وے لوگ حکم اللہ تعالے ورسول پر کامل یقین رکھتے ہین اور یہی حال جملہ سالکین کا ہے کہ انکے نفوس انکے اوطان قلوب مین ہر دم نہین ٹھہرتے سواے اُن اوقات کے جنمین حق عزوجل کا مشاہدہ ہوتا ہے پس ان اوقات مین تو روے زمین پر جتنے قلوب اس کرامت سے مشرف ہین سب انوار غیب سے منور ہوکر تاریکی نفس وبشریت سے چھوٹ جاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ نفس کو کبھی امر حق سے الفت نہین ہوتی۔ اور بعض صحابہ رضہ نے جو اس مقام پر آنحضرت صلعم سے ہٹ مچائی تھی تو یہ بچون کی سی ہٹ تھی کہ پیار دیکھکر پانون پھیلائے کہ وے لوگ وصال کی گود مین پالے جاتے تھے جیسے خلیل علیہ السلام نے ازراہ خلت وانبساط کے قوم لوط کے بارہ مین اللہ تعالے سے جھگڑا کیا کما قال اللہ تعالے یجادلنا فی قوم لوط الآیہ۔ یعنے ابراہیم نے ہم سے قوم لوط کے بارہ مین جھگڑنا شروع کیا۔ پھر پردہ نفس قبل مشاہدہ تک رہتا ہے پھر جب حق ہی حق رہا تو پردہ اُٹھ گیا اور نفس کے آثار مین سے ایک ذرہ بھی باقی نہین رہتا ہی قال المترجم کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ اولیاء اُمت سے حجاب دور اور مشاہدہ کا ظہور ہوتا ہے پھر کیا صحابہ اس سے بھی کم تھے کیونکہ ہم نے تحقیق اوپر بیان کردی کہ ہر ایک فرقہ کے واسطے مقام قرب مختلف ہین پس اولیاء اُمت کو جو مرتبہ انتہاء درجہ کا ہے وہ پہلا قدم مرتبہ شہداء کا ہے اور انتہاء مرتبہ شہداء کا اول درجہ صدیقین کا ہے اور انتہاء درجہ صدیقین کا اول مرتبہ نبوت ہے اور علی ہذا اگلی اُمتون مین سے جو صدیقین کو ملا وہ اس اُمت کے اولیاء کو نصیب ہوا واللہ تعالے اعلم پس یہ فرقہ صحابہ رضہ کا اسوقت مین مقام غیبت مین تھا پھر جب انکی مراد انکو کھلی تو خوشی خاطر سے دوسری بار جنگ احد مین اپنی جان قربان کرنا قبول کیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے کی سنت جاری ہے کہ اہل سلوک کو انکے گھرون سے نکالتا ہے تاکہ غربت ومسافرت مین فرقت کی تلخی پاوین اور بشریت ونفس جن چیزون سے مالوف ہے انکا اثر باقی نہ رہے اسیواسطے فرمایا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق۔ اور اشارہ حقیقت اس مین یہ ہے کہ مردان حق اپنے نفوس کے وطنون سے نکلکر میدان مشاہدہ مین حاضر ہوتے ہین تاکہ انکے ساتھ کسی غیر کا وجود سواے حق کے نہ رہے شیخ ابو یزید بسطامی رح نے کہا کہ مین نے وصال کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اپنا نفس چھوڑ دے اور چلا آ۔ ابن عطار رح نے کہا کہ اشارہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر اندھے دلون کو نور حق سے زندہ کر اور قولہ وان فریقا من المومنین لکٰرہون یعنے وہ اپنے اوطان چھوڑنے سے کراہت رکھتے ہین اور کسی بندہ کے واسطے صحبت ونصیحت کی حقیقت پوری نہین ہوتی جب تک اپنے اقارب کو چھوڑ کر وطن سے ہاتھ نہ اُٹھادے پس انکے وطنون سے نکال دیا کہ دوسرے شہرون مین جاوین پھر جب انکے نفس سے مطالبہ نہ رہا تو انکو واپس کر دیا کہ سواے حق تعالے کے کوئی اور انکا الک نہووے۔ بعض نے اس آیت مین لکھا کہ تجھکو تیرے اوصاف سے فانی فرماکر باوصاف حق باقی کیا اور تیرے نفس کے سکون واعتماد سے باہر کرکے حق سے ساکن ومعتمد کیا تاکہ تو کسی مالوف پر ظاہر لحاظ نہ فرماوے پس تجھکو تیرے مالوفات سے نکالکر حق سے باقی کیا کہ اسی سے تیرا قیام اور اسی پر تجھے اعتماد ہو اور مومنین سے ایک فریق تیری ظاہر مفارقت اوطان سے کراہت رکھتا ہے حالانکہ انکو یہ معلوم نہین کہ اس مفارقت سے تیرا وطن حق ہوگا۔ پھر حق تعالے نے قوم کی رفاہیت طلبی کو بیان فرمایا بقولہ وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم۔ ازل مین سنت الٰہی جاری ہوئی کہ ہر مشاہدہ کے وقت ایک مجاہدہ ہے اور ہر نعمت کے ساتھ ظہور فضل الٰہی ہے تاکہ مخلوقات اپنی بندگی کے ساتھ امر قدم کا یقین کرین۔ بعض نے کہا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ اپنی کوشش سے واصل بحق ہوگا وہ جاہل احمق ہے اور جسنے یہ گمان کیا کہ بدون کوشش کے پہونچ جاویگا وہ کاہل واہی ہے۔ قولہ تعالے لیحق الحق ویبطل الباطل۔ اللہ تعالے نے سچی محبت والون اور جھوٹے دعوے

والون مین اپنے لطف وکرم سے تیز کردی نیز خطرات نفسانیہ جاری ہونے سے وہ اپنی جانین اللہ تعالے کی راہ مین قربان کرکے حق ایمان وپوری سچائی سے متصف ہون۔ قال المترجم یعنے نفس تو ہر ایک کو فریب دیتا ہے کہ تو مومن صادق ہے پس وہ اپنی جانین قربان کرکے دیکھین کہ سچے ہین۔ اور نیز مشاہدہ سے انکے دلون مین سچی محبت ڈالے اور انکے نفس کے خیالات کو باطل کردے۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کرین کہ اُسپر متوجہ ہووین اور ابطال باطل اسطرح کہ باطل سے مُنھ موڑین۔ واسطیؒ نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ خاص تجلی فرماوے اور ابطال باطل اسطرح کہ تاریکی باطل میٹ دے اور منکرون کو وحشت مین بھٹکاوے۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق تو کشف ہے اور ابطال باطل استار سے۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ حکم حق پر راضی ہون اور سخط اور ترشروئی کو باطل کرین۔ بعض نے کہا کہ مومنون کے لیے تحقیق حق ہو اور کافرون کے باطل کو مٹادے۔ بعض نے کہا کہ اولیاء کو جذب کرلے اور مردودون کو اُلٹے پھیردے۔ بعض نے کہا کہ اہل حق کی برہان روشن کرے اور مدعیون کے دعوے مٹاوے

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہونچا تمھاری پکار کو کہ مین مدد بھیجونگا تمھاری ہزار فرشتے لگا تار آتے جاتے اور یہ تو دی

جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑین دل تمھارے اور مدد نہین مگر اللہ سے بیشک اللہ زور آور ہے

حَكِيمٌ ۝ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم

حکمت والا جسوقت ڈالدی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اُتارا تمپر آسمان سے پانی کہ اُس سے تمکو پاک کرے

بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ إِذْ

اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمھارے دل پر اور ثابت کرے تمھارے قدم جب

يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا

حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتون کو کہ مین ساتھ ہون تمھارے سو تم دل ثابت کرو مسلمانون کے مین ڈالدونگا دل مین کافرون کے

الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا

دہشت سو مارو اوپر گردنون کے اور مارو اُنکے پور پور یہ اسواسطے کہ وہ مخالف ہوے

اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ

اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہے یہ تو تم چکھ لو

وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ

اور جان رکھو کہ منکرون کو ہے عذاب دوزخ کا

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ ظرف متعلق لفعل محذوف ہے مانند اذکروا کے اے اذکروا وقت استغاثتکم۔ ای تطلبون منہ الغوث بالنصر یعنے یاد کرو وقت اپنے استغاثہ کا یعنے معرفت اللہ تعالے سے مدد طلب کرتے تھے کافرون پر فتح پانے کی۔ یہ دوسری نعمت ان کو یاد دلائی۔ اور مقام مقتضی ماضی ہے لیکن مضارع بطریق حکایت حال ہے تاکہ وہی وقت یاد آجاوے۔ استغاثہ طلب غوث۔ یقال استغثتہ فاغاثنی

یعنے مین نے اللہ تعالے سے مدد مانگی پس اُسنے مجھے مدد دی - اور کسی کی فریاد کو پہونچنا - غیاث اسم ہے - بالجملہ جب مومنون نے معلوم کیا کہ قتال ضرور ہے اور کافرون کی کثرت وشوکت دیکھی اور اپنی قلت وبے سامانی تو اللہ عزوجل سے استغاثہ کیا اور معالم مین ہے کہ یون کہنا شروع کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان دشمنون کافرون پر فتح دے اے غیاث المستغیثین ہماری فریاد رسی فرما - اور مفسر رح نے مانند بعض کے اشارہ کیا کہ لفظ اذکر با فراد مقدر ہے اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور ضمیر جمع تستغیثون بطریق تشریف ہے - علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے اذ تستغیثون ربکم - آنحضرت صلعم کی دعا کے بارہ مین ہے - امام احمد نے اپنے اسناد سے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب بدر کا روز ہوا تو آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھیون کو کچھ اوپر تین سو دیکھا اور مشرکون کو ہزار سے اوپر دیکھا پس آنحضرت صلعم قبلہ کی طرف مُنھ کرکے کھڑے ہوے اور تہبند باندھے اور چادر اوڑھے تھے اور دعا مانگنی شروع کی - اللھم انجزلی ما وعدتنی الخ یعنے میرے پروردگار جو تونے مجھسے وعدہ فرمایا وہ پورا کردے میرے مولی جو تونے مجھے وعدہ دیا وہ پورا فرمادے میرے باری تعالے اگر اہل اسلام مین سے یہ گروہ مارا گیا تو زمین مین تیری عبادت کی اُمید نہین - اسیطرح برابر اپنے پروردگار سے استغاثہ کرتے و دعا مانگتے تھے یہانتک کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر چادر اُٹھا کر اوڑھا دی اور ایک طرف سے آپ کو دبوچ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ آپ کی مناجات اپنے پروردگار سے کافی ہے اوتعالے عنقریب آپ کا وعدہ پورا فرمادیگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم الآیہ - پھر جب یہ دن ہوا اور دونون گروہ بھڑ گئے تو اللہ تعالے نے مشرکون کو ہزیمت دی اور مومنون نے انمین سے ستر آدمی قتل کیے اور ستر قید کیے - پھر آنحضرت صلعم نے ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو ابوبکر رض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لوگ آپ کے بھائی بھتیجے کنبے قبیلہ کے ہین میری رائے مین آپ انسے فدیہ لے لیوین پس جو ہم نے لیا وہ ہمارے لیے کافرون پر قوت ہوگا اور شاید اللہ تعالے انکو ہدایت دے تو یہ لوگ ہمارے قوت بازو ہوجاوینگے پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا رائے ہے مینے کہا کہ واللہ میری تو وہ رائے نہین جو ابوبکر رض کی رائے ہے بلکہ میری رائے ہے تو آپ مجھے اجازت دین تو مین فلان کو قتل کرون یعنے اپنے ایک قریب ناتے دار کا نام لیا - اور علی رض کو اجازت دیجیے کہ وہ عقیل کو قتل کرین اور حمزہ رض کو اجازت دیجیے کہ وہ فلان اپنے بھائی کو قتل کرین تاکہ عنداللہ تعالے اس امر کا ثواب ملے کہ ہمارے دلون مین مشرکون کی طرف کچھ میلان کبھی نہین ہے اور یہ لوگ مشرکون کے پیشوا وبڈھے ہین - پھر رسول اللہ صلعم نے ابوبکر رض کے قول کی طرف میل کیا اور اُنسے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پھر جب دوسرا روز ہوا تو مین صبح کو آنحضرت صلعم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم وابوبکر رض رو رہے ہین - مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ و آپکا یار غار کیون روتے ہین آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ تیرے ساتھیون پر فدیہ لینے کی وجہ سے اس درخت سے زیادہ قریب عذاب پیش ہوا آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا جو قریب لگا ہوا تھا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تا قولہ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا پھر جب دوسرا سال آیا تو احد کے واقعہ مین جو اُنھون نے بدر کا فدیہ لیا تھا اسیقدر ستر آدمی شہید ہوے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے فرار کیا اور آنحضرت صلعم کے دندان پیشین ٹوٹے اور خود آپ کے سر مُبارک پر ٹکر کر درآیا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر خون جاری ہوا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ہذا قل ہو من عند انفسکم الآیہ - یعنے تمھارے نفسون کی طرف سے ہے کہ تم نے مشرکین بدر کا فدیہ لے لیا - رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن جریر وابن مردویہ وصححہ الترمذی وابن المدینی - ابوصالح سے روایت ہے کہ جب بدر کے روز حضرت صلعم نے بہت ہی دراز عاجزی سے مناجات شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اپنی

مناجات الس فرمادین عنقریب اللہ تعالے آپکا وعدہ پورا فرمادیگا ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ۔ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود کے ساتھ
ایک موقع پر مین تھا اور انکو جو بات حاصل ہوئی وہ مجھے دنیا و ما فیہا سے بہتر آتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت صلعم مشرکون پر فتح و مدد کی دعا
کرتے تھے کہ مقداد نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لیک ویسے نہ کہینگے جیسے موسیٰ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ اذہب انت وربک فقاتلا۔ بلکہ ہم
آپ کے داہین و بائین و آپ کے روبرو اور آپ کے پیچھے آپ پر جان فدا کرینگے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا رواہ البخاری اور
ابن عباس رض نے کہا کہ بدر کے روز حضرت صلعم یون دعا کرتے تھے کہ اللھم انشدک عہدک و وعدک اللھم ان شئت لم تعبد پس ابوبکر نے آپ کا
دست مبارک پکڑ لیا کہ یا رسول اللہ آپ کو کافی ہے پس آنحضرت صلعم ہمپر یہ پڑھتے ہوئے نکلے سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ اسکو بھی بخاری وغیرہ
نے روایت کیا ہے۔ بہر حال بدر کے روز آنحضرت صلعم کی طرف سے یا عموماً مومنون کی طرف سے بھی حضرت باری تعالے مین مدد کا استغاثہ ہوا
اور حضرت صلعم نے بہت مناشدت کی۔ فاستجاب لکم پس قبول کیا تمھارے پروردگار نے تمھارے استغاثہ کو یعنے اغاثہ فرمایا۔ عطف ہے
تستغیثون پر اور نعمت یاد دلانے مین یہ قبولیت بھی داخل ہے اور معطوف علیہ اگرچہ لفظاً مضارع ہے مگر معنے مین وقت یاد دلانے کے
ماضی ہے پس معطوف علیہ معنوی ماضی پر معطوف لفظاً و معنے ماضی کا عطف ہوا۔ اور قبولیت کی تفسیر یہ ہے کہ۔ انی ممدکم بالف
حرف جر حذف کرکے استجاب کے تحت مین منصوب المحل کیا گیا۔ یعنے بانی ممدکم بالف من الملائکۃ یعنے قبولیت کا جواب دیا باین طور
کہ مین تمھین مدد دینے والا ہون ہزار ملائکہ سے۔ مردفین اے متتابعین یردف بعضھم بعضا۔ جو کہ مردف بکسر دال ہونگے یعنے پے در پے
ہونگے کہ بعض کا بعض ردیف ہوگا۔ کذا قال ابن عباس اور احتمال ہے کہ مردفین بمعنے آنکہ تمھارے لیے نجدت (دلیری ۱۲) ہون چنانچہ ابن عباس رض سے
ایک روایت مین ہے کہ مردفین یعنے مددین کذا قال مجاہد و ابن کثیر و ابن زید اور ایک روایت مین ابن عباس نے کہا کہ مردفین
یعنے ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا۔ اور ایک قراءۃ مین مردفین بفتح دال ہے اور جبکہ ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا تو معنے ظاہر ہین کیونکہ جن
بعض کے پیچھے دوسرے ردیف ہین وہ مردف بالفتح ہوئے اور پیچھے والے مردف بالکسر ہوئے پس دونون طرح تعبیر صحیح ہے اور شیخ عکبری نے
مفعول مردفین محذوف رکھا اے مردفین امثالھم یعنے اپنے مثل دیگر فرشتون کو اپنے پیچھے ردیف کرنے والے تھے۔ وعلی ہذا ایک ہزار سے
زائد ہونگے اور ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میمنہ (طرف داہنی ۱۲)
مین اُترے اور میمنہ مین اُسدن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میسرہ (طرف بائین ۱۲) مین اُترے اور مین
اُسدن میسرہ مین تھا۔ قال ابن کثیر اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو یہ مقتضی ہے کہ الف ملائکہ مردفین بنا تھے اسی واسطے بعض نے مردفین بفتح
الدال پڑھا ہے اور مشہور وہ ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم و مومنون کو ہزار
ملائکہ سے مدد دی جنمین سے پانچ سو کو لیکر جبرئیل داہنی طرف اُترے اور پانچ سو کو لیکر میکائیل بائین طرف اُترے۔ واضح ہو کہ یہان
دو سوال ہین۔ اول یہ کہ سورہ آل عمران مین تعداد زیادہ مذکور ہے اور یہان فقط ایک ہزار فرمائی جواب دیا گیا کہ پہلے ایک ہزار
سے مدد کا وعدہ دیا پھر تین ہزار ہوئے پھر پانچ ہزار ہو گئے جیسا کہ آل عمران مین مذکور ہوا۔ وکذا قال قتادہ رح۔ وعن الشعبی ایک ہزار
تو مردفین تھے اور تین ہزار منزلین تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک دونون مین کچھ منافات نہین ہے کیونکہ مومنون کو مشرکون کے
ایک ہزار لشکر سے گھبراہٹ ہوئی تھی تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین تمکو ایک ہزار ملائکہ مردفین سے مدد دونگا یعنے ملائکہ پے در پے ردیف وار
جماعتون سے تمھاری مدد کو آوینگے جنمین سے اول جماعت ایک ہزار ہوگی پس انمین ایک ہزار مین انحصار نہین ہے اور جو آثار دربارہ ایک ہزار

کے مذکور ہوئے وہ کچھ منافی نہین کیونکہ اول جماعت ایک ہزار کی آکر اسطرح کھڑی ہوئی کہ آدھی داہنی طرف اور آدھی بائین طرف
آگئی اور باقی ردیفون کی تفسیر مذکور نہین سوائے قول علی کرم اللہ وجہہ کے کہ میمنہ مین ایک ہزار ٹھہرے اور ایسے ہی میسرہ مین - سوال دوم
آنکہ ملائکہ نے قتال کیا یا نہین - پس بعض نے کہا کہ قتال نہین کیا بلکہ جوان مردون کی صورت سپید کپڑے پہنے سفید عمامے باندھے جن کا
چھور پشت پر دونون مونڈھون کے بیچ مین ڈالے ابلق گھوڑون پر سوار اسواسطے آئے کہ مومنون کو ثابت قدم رکھین اور اُن کی بھیڑ
بڑھاوین - اور اگر قتال کرنا مقصود ہوتا تو ایک فرشتہ تمام دنیا کے ہلاک کرنے کو کافی ہے چنانچہ قوم لوط کے شہرون کو جبرئیل نے کیونکر
تہ و بالا کر دیا اور ایک آواز سخت سے قوم صالحؑ وغیرہ ہلاک کر دی - پھر اسقدر جماعت کثیرہ کی کیا ضرورت ہوتی لہذا قتال نہین کیا -
مترجم کہتا ہے کہ یہ دلیل ضعیف ہے اسواسطے کہ جیسے جماعت مومنین کی بھیڑ بڑھانا مقصود تھی ویسے اسمین اور بھی فوائد حاصل تھے
جیسے جمی ہوئی صف بستہ ہونا اور مضطرب نہونا اور آدمیون کی صورت مین لباس کی پسندیدہ ہیأت کی تعلیم وغیرہ اسیواسطے حدیث
مین عمائم کا حکم دیا کہ وہ سیما ملائکہ ہے یعنے ملائکہ جب بصورت آدمی متمثل کیے جاتے ہین تو عمامہ کے ساتھ ہوتے ہین - اور ایسے ہی عمامہ کا
چھور پس پشت دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا وغیرہ اور نیز یہ تعلیم کہ دشمن کا قتل بقدرت الٰہی ہے اور ہتھیار امر ضروری نہین
چنانچہ آثار ذیل سے یہ بات ظاہر ہوگی - بالجملہ ایک فرشتہ کا تمام دنیا کے ہلاک کو کافی ہونا اس بات کے منافی نہین کہ فرشتون نے بدر
مین قتال نہین کیا کیونکہ بالکل اہلاک تو مقصود ہی نہ تھا علاوہ برین اسی مقصود کے لیے ایک فرشتہ کی بھی ضرورت نہین ہے لہذا
مختار قول جمہور ہے کہ فرشتون نے بدر مین قتال کیا اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالےٰ اذ یوحی ربک الی الملائکۃ الآیۃ - کیونکہ قولہ واضربوا
منہم کل بنان - اسپر تنصیص ہے اور حضور ملائکہ بدر مین خود ان ملائکہ کے واسطے موجب فضیلت تھا چنانچہ رفاعہ بن رافع سے روایت
ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت صلعم سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا سمجھتے ہین فرمایا کہ مسلمانون مین سے افضل یا ایسی
ہی کچھ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ ملائکہ مین سے جو بدر مین حاضر ہوئے وہ بھی ایسے ہی ہین - رواہ البخاری - ابن عباس رضؓ نے کہا کہ مسلمانون
مین سے ایک نے ایک مشرک کا پیچھا کیا ناگاہ اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سُنی اور کسی سوار نے کہا کہ اقدم حیزوم - یعنے اے حیزوم آگے بڑھ
اتنے مین مشرک کو جو دیکھا تو گُدی کے بل گر پڑا ہے اور دیکھا تو کوڑے کی چوٹ سے اُس کا چہرہ پھٹ گیا ہے پس مرد انصاری نے آکر
آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تو نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد والون مین سے تھا - روایت ہے کہ ابوجہل ملعون جب زخمی پڑا
ہوا مر رہا تھا تو اُسنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آواز کہان سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس کرتی تھی حالانکہ ہم کسی شخص کو نہین دیکھتے
تھے تو کہا کہ وہ ملائکہ کی آواز تھی تو ابوجہل بولا کہ وہی ہم پر غالب ہوئے تم غالب نہین ہوئے ہو - ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
بدر کے روز مین نے ایک مشرک کا پیچھا کیا کہ اسکو تلوار مارون تو میری تلوار پہونچنے سے پہلے مشرک کا سر میرے سامنے آگرا - اور سہل بن
حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم مین سے آدمی اپنی تلوار سے مشرک کی طرف اشارہ کرتا اور تلوار پہونچنے سے پہلے
اس کا سر کٹ کر گر پڑتا - اور ایسے ہی اور آثار کثیرہ ہین جو دلالت کرتے ہین کہ ملائکہ نے بدر کے روز قتال کیا - رہا یہ امر کہ سوائے بدر کے
کبھی قتال کیا ہے یا نہین تو سلیمان جمل نے کہا کہ سوائے بدر کے اور کہین ثابت نہین ہوا - وقال الخطیب صحیح یہ ہے کہ انھون نے
بدر مین قتال کیا اور کہین مانند احد و حنین وغیرہ کے قتال نہین کیا - اور یہی اکثر کا مختار ہے - وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اور نہین کیا
اللہ نے اسکو - یعنے امداد ملائکہ سے مدد کو مگر بشارت یعنے تاکہ تمہارے دلون کو خوشی ہو اور اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر مطمئن ہو۔ وَلِتَطْمَئِنَّ

بِهٖ قُلُوْبُكُمْ اور تاکہ اس سے تمھارے دل مطمئن ہون اور اضطراب مین نہ پڑین۔ ورنہ او تعالے قادر ہے کہ تمھارے دشمنون کو بدون مدد کے تمھین سے ہلاک کردے بلکہ خود بخود ہلاک کردے وقد قال تعالے ولوشاء اللہ لانتصر منہم ولکن لیبلو بعضکم ببعض۔ یعنے اگر او تعالے چاہتا تو کافرون سے یون انتقام لے لیتا ولیکن نہین چاہا اور تمکو جہاد کے واسطے حکم دیا تاکہ بعض کو بعض سے امتحان مین ڈالے۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور مدد و فتح نہین مگر اللہ تعالے ہی کی طرف سے یعنے درحقیقت مدد و نصرت فقط حضرت باری تعالے عز وجل کی طرف سے ہے اور کسی چیز سے نہین ہے اور ملائکہ کی امداد یا لشکر کی کثرت و سامان وغیرہ تو یہ سب وسائط ہین انمین خود کچھ تاثیر نہین ہے پس تم ان چیزون سے نصرت مت سمجھو اور اگر یہ چیزین نہون تو فتح و نصرت سے مایوس مت ہو اور اس مین تنبیہ ہے کہ مومن کو واجب ہے کہ ہر حال مین فقط اللہ تعالے پر بھروسا کرے اور کسی دوسری چیز پر اعتماد نہ کرے کیونکہ اسی کے قبضۂ قدرت مین سب امور ہین اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالے عزیز حکیم ہے۔ یعنے وہی ہر چیز پر غالب اور سب اس کے زیر حکم مقہور ہین اور وہی حکمت والا ہے جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اُس کی حکمت ہے جسکی حقیقت تک بندہ کی سمجھ نہین پہونچ سکتی ہے پھر اللہ تعالے نے تیسری نعمت یاد دلائی بقولہ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً یاد کر یا یاد دلادے جبکہ ڈھانپ دیا تمپر نعاس کو واسطے امن پانے کے اس چیز سے جو تم کو پہونچے خوف سے مِّنْهُ حق تعالے کی طرف سے یعنے امن از جانب حق تعالے حاصل ہونے کے لیے۔ یہ تفسیر بنابر قول شیخ جلال کے ہے کہ امنہ کو مفعول لہ قرار دیا یعنے نعاس سے ڈھانکنا اسواسطے تھا کہ خوف سے امن از جانب حق عز وجل حاصل ہو۔ قال فی الکمالین۔ یہ اس اعتبار سے کہ یغشی متضمن معنے یغشون ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ امنہ بدل از نعاس ہے یعنے تمپر نعاس ڈھانپ دی جو کہ امنہ از جانب حق تعالے تھی۔ نعاس ہلکی نیند کو کہتے ہین اور یہ عجیب نعمت تھی کہ باوجود خوف و اضطراب کے انکو سلا دیا لہذا کہا گیا کہ معجزہ کے حکم مین تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قتال مین نعاس امن از جانب حق تعالے ہے اور نماز مین نعاس از جانب شیطان ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ سجدہ مین جو بندہ سو جاتا ہے اُس کو اللہ تعالے ملائکہ کو دکھلاتا ہے کہ دیکھو یہ میرا بندہ میری یاد مین سر بسجدہ سو گیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ نعاس تو سر مین ہوتی ہے اور نیند دل مین ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جس رات کی صبح کو قتال واقع ہوا اُس رات مین نعاس کی دو وجہین تھین ایک یہ کہ صبح قتال مین چاق چوبند ہون دوم یہ کہ خوف زائل ہو اور امن حاصل ہو جاوے۔ علی رض سے روایت ہے کہ ہم مین سوائے مقداد کے کوئی سوار نہ تھا اور مین نے دیکھا کہ ہم مین سبھی سوتے تھے سوائے رسول اللہ صلعم کے کہ آپ درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھا کیے اور رو کر دعا کیا کیے یہان تک کہ صبح ہو گئی۔ قال المترجم انحضرت صلعم کو کسی طرح کا اضطراب و خوف نہ تھا بعض نے کہا کہ حالت قتال مین یہ نعاس طاری ہوئی تھی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اُحد مین یہ واقعہ ہونا مشہور ہے اور بدر مین یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے پس جب امر سخت ہوتا ہے اور خوف طاری ہوتا ہے تو مومنون پر یہ نعاس چھا جاتی ہے جس سے انکے دل اللہ تعالے کی مدد و رحمت پر مطمئن ہو جاتے ہین اور صحیحین مین ہے کہ بدر کے روز انحضرت صلعم مع صدیق رضی اللہ عنہ کے عریش مین تھے اور دونون دعا مانگتے تھے کہ اتنے مین انحضرت صلعم پر ایک اونگھ کے مانند خفیف نوم طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوے بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر بشارت ہو کہ جبرئیل یہ آئے اور اُنکے اگلے دونون دانتون پر غبار پڑا ہے پھر عریش کے دروازہ سے یہ پڑھتے ہوے نکلے سیہزم الجمع ویولون الدبر یعنے جماعت کفار عنقریب ہزیمت کھاوین اور پیٹھ پھیرینگے۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل فرمایا تمپر اس حال مین پانی آسمان سے

یعنے مینھ برسایا۔ مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نعاس سے پہلے پانی برسایا پس غبار بیٹھ گیا اور ریگ جم گئی اور مومنون کے دل خوش ہوئے اور قدم جم گئے۔ بعض نے کہا کہ نعاس کے بعد پانی برسایا۔ لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ تاکہ اس سے تم کو پاک کرے یعنے وضو و غسل وغیرہ کی طہارت کرو جو ظاہری نجاست تھی۔ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ اور دور کردے تم سے رجز شیطان یعنے وسوسہ شیطان۔ اور وہ یہ کہ اُسنے تمھارے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ اگر تم حق پر ہوتے اور تم مین اللہ تعالے کا رسول ہوتا تو تم اسطرح پیاسے نہوتے اور حالت جنابت و حدث سے نماز نہ پڑھتے حالانکہ مشرک لوگون نے پانی پر قبضہ کیا ہے۔ اور تھوڑی دیر مین جب تمپر پیاس کا سخت غلبہ ہوگا تو مشرکین اپنے مقام سے آکر تمکو باندھ لیجاوین اور قتل کرینگے پس اس سے اضطراب شدید پیدا ہوا اور جب مینھ برسایا تو مومنون نے خوب پیا اور نہائے اور جانورون کو پلایا اور وسوسہ شیطان دور کردیا۔ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ بندش کرے تمھارے دلون پر یقین و صبر کے ساتھ۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ اور تمھارے قدم ثابت کرے کہ ریگ مین نہ دھنس جاوین۔ کیونکہ مینھ پڑنے سے ریگ جم گئی تھی اور اسپر اچھی طرح چلنا ممکن ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے علی بن ابی طلحہ و عوفی کی روایت ابن عباس سے ایسی ہی ذکر کی کہ بدر مین جو پانی کی جھیل تھی اسپر مشرکین قابض تھے اور مسلمانون کو پانی نہ ملنے سے ویسی حالت پیش آئی جو مذکور ہوئی پھر خوب پانی برسا جس سے مشقت رفع ہوئی اور مسلمانون و مشرکون کے درمیان ایک میدان بلند ریگ کا تھا پس جب مینھ سے وہ سخت ہوگئی تو قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شعبی و زہری وغیرہ علماء سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہلکا پانی برسا تھا اور مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو پہلا پانی پایا وہین اُتر پڑے تھے پس خباب بن المنذر نے آکر عرض کیا کہ اگر بحکم الٰہی آپ یہان اُترے تو ہم کو چڑھنا روا نہین اور اگر لڑائی کے لیے اُترے تو یہ پڑاؤ نہین ہے بلکہ آپ ہم کو لیکر قوم مشرکین سے قریب جو پانی ہے وہان اُترین اور ایک فرشتہ نے آکر حضرت باری تعالیٰ کا سلام پہونچایا اور اس رائے کی خوبی بیان کی اور جبرئیلؑ موجود تھے اُنھون نے کہا کہ یا رسول اللہ مین اسکو پہچانتا نہین ولیکن یہ درحقیقت فرشتہ ہے کوئی شیطان نہین ہے پس حضرت صلعم روانہ ہوکر موافق رائے خباب کے قریب قوم کے اُترے اور درمیان مین ایک تودہ ریگ تھا اور ابن اسحاق نے عروۃ بن الزبیر سے روایت کیا کہ وہ میدان نرم ریگ کا تھا جسمین پاؤن دھنستے تھے پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے پانی برسا۔ اور مسلمانون کو صرف اسقدر پہونچا کہ زمین جم گئی اور چلنے سے معذور نہوئے اور قریش کو اسقدر پہونچا کہ دلدل ہوگئی اور چلنے سے عاجز ہوئے۔ ابن جریرؒ نے علی رضؓ سے روایت کی کہ جس رات کی صبح جنگ بدر واقع ہوئی اسمین خفیف مینھ پڑا کہ ہم لوگ درخت کے سایہ مین اور ڈھالون کے نیچے چھپ رہے اور آنحضرت صلعم نے لڑائی پر آمادہ کرتے ہوئے رات گذاری۔ بالجملہ مفسرؒ نے تو یہ قول اختیار کیا کہ بدر کے تالاب پر مشرکین قابض ہوگئے تھے اور مومنون کو مینھ کے پانی سے سیرابی حاصل ہوئی اور مغازی ابن اسحاق وغیرہ سے ثابت ہے کہ مشرکین بسبب شدت بارش و دلدل کے کوچ کرنے سے عاجز رہے اور مومنین نے بڑھکر تالاب پر قبضہ کرلیا اور بارش کا پانی مومنون کو صرف اتنا پہونچا کہ ریگ جم گئی اور چلنے پر بخوبی قادر ہوگئے اور قدم جمنے لگے اور یہی قولہ و یثبت بہ الاقدام کے معنے ہین۔ اور زمخشریؒ نے کہا کہ ربط کے واسطے ہوسکتا ہے یعنے جب اطمینان قلب و طہارت از رجس شیطان حاصل ہوئی تو معرکہ مین ثابت قدمی ہوگی۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ یاد دلادے اے محمدؐ جبکہ وحی فرمائی تیرے رب نے ملائکہ کو جن سے مسلمانون کو مدد دی تھی۔ أَنِّي مَعَكُمْ اے بانی بایں طور کہ مین تمھارے ساتھ ہون یعنے اپنے فتح و نصرت سے تمھارے ساتھ ہون۔ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا پس تم ایمان والون کو ثابت قدم رکھو یا تثبیت بایں طور کہ انکے ساتھ ہوکر لڑو۔ یا بشارت دینے سے اُنکے

دل مضبوط کرو پس فرشتہ آدمی کی صورت مین صف لشکر کے سامنے بیان کرتا کہ تم کو بشارت ہو اللہ تعالے تمهارا ناصر ہے تم اسی کو پوجتے ہو اور مشرکین بت پرست ہین - یا اسطرح کہ مومنون کے دلون مین نیک الہام کرو جیسے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کی قوت ہے - پھر اللہ تعالے نے معیت کو بیان فرمایا بقولہ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ مین عنقریب کافرون کے دلون مین رعب ڈالدونگا پس وے ثابت قدم نرہ سکینگے - یہ اللہ تعالے کی طرف سے مومنون پر نعمت تھی کہ مشرکون کے دلون مین خوف ڈالدیا - فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ پس مارو کافرون کو اعناق کے اوپر - اعناق جمع عنق بمعنے گردن اور اسکے فوق وہ جگہہ جہان ذبح کرتے ہین اور جوڑ اور سر کیونکہ یہ سب اعناق کے اوپر ہین اور بعض نے کہا کہ فوق یہان صلہ ہے اور مراد اعناق ہین یا فوق بمعنے علی ہے یعنے علے الاعناق وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ بنان جمع بنانہ وہ ہاتھ پیرون کی انگلیون کے کنارے اور مراد یہان اطراف ہین کما قال ابن عباس یا جوڑ و بند ہین کما قال ابن عطیہ - معنے یہ کہ مارو کافرون کے کل اطراف کو - بعض نے کہا کہ سر و بنان کو خاصکر اسلیئے ذکر کیا کہ سر تو اعلی و اشرف ہے و بنان ادنی و اضعف ہے پس درمیان مین بدن کے جملہ اعضاء داخل ہوگئے اور بعض نے کہا کہ سر کے ضرب سے آدمی مرجاتا ہے اور انگلیون کے اطراف قطع کرنے سے ہتھیار وغیرہ تھامنے و لڑنے سے بیکار ہوجاتا ہے - ربیع بن انس سے مروی ہے کہ بدر کے روز لوگون کو ملائکہ کے مارے ہوے مقتول اس نشان سے معلوم ہوجاتے کہ مقتول کے سر و بنان پر جیسے آگ سے جلے ہوے داغ ہوتے تھے - قال المفسرؒ وغیرہ سہل بن حنیف رض سے روایت ہے کہ ہم نے بدر کے روز دیکھا کہ ہم مین کا آدمی مشرکون کے آدمی پر تلوار کا حملہ کرتا پھر قبل اسکے کہ تلوار اس تک پہونچے اس کا سر جدا ہوکر گرپڑتا - رواہ الحاکم وصححہ البیہقی - پھر آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی سنگریزہ لیکر مشرکون کی طرف ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ پس کوئی مشرک نہین بچا مگر آنکہ اس کی آنکھ مین اسکے ریزے بھر ہوے اور مشرکون نے بھاگنا شروع کیا اور مسلمان انکے تعاقب مین ہوے کہ انکو قتل کرتے و قید کرتے تھے - ذٰلِكَ یہ عذاب جو مشرکون پر واقع ہوا - بِاَنَّهُمْ بسبب اسکے کہ انھون نے شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مخالفت کی اللہ تعالے و اسکے رسول سے گویا اللہ تعالے کی راہ کو ایک شق چھوڑا اور آپ دوسری شق اختیار کی - وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ تعالے و اُسکے رسول سے تو اللہ تعالے اسکو عذاب کریگا فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ پس اللہ تعالے سخت عذاب کرنے والا ہے - ذٰلِكُمْ مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنے یہ تو عذاب ہے - فَذُوْقُوْهُ پس اسکو چکھو لوا ے کافرو اس دنیا مین وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ اور البتہ کافرون کے لیے آخرت مین - عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب یعنے دوزخ ہے جسمین ہمیشہ پڑے جلینگے - بجاے ضمیر یعنے وان لہم کے وان للکافرین فرمایا بغرض اہانت کے اور اس اشعار کے کہ عذاب آخرت ان کی شرک و کفر کا بدلا ہے کہ حق عز و جل نے انکو پیدا کیا اور اسقدر نعمتین دین اور رسولون سے ہدایت کی مگر وہ کچھ نہ مانے سواے اسکے کہ اپنے پروردگار تعالے سے منھ موڑین و بتون وغیرہ کے بندے بنین ف فی العرائس قولہ اذ تستغیثون ربکم الخ - استغاثہ مقام شکوی و تواضع مقام انبساط اور فنا ہر بیدار بقا ہے پس جسنے حالت استغاثہ مین اس سے تعرض کیا وہ اس سے اسی کی طرف فرار کرتا اور اسکو اسی سے طلب کرتا ہے اور اسی کے ساتھ مستغیث نہ از جانب خود چنانچہ قوم مومنین نے اس سے استغاثہ کے ساتھ اپنی مراد بہ معونت چاہی کہ فتح و غنیمت حاصل ہو پس اللہ تعالے نے ملائکہ کی امداد سے ان کی فریادرسی کی پھر ان کو غیر کی طرف نظر رکھنے سے موڑا چنانچہ فرمایا وما النصر الا من عند اللہ - ان کی دعا پر فوراً قبولیت اسوجہ سے ظاہر ہوئی کہ سچی التجاے اللہ تعالے کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور پوری قبولیت اسلیئے کہ اسکے انوار جمال و جلال

ہین مستغرق ہوکر فریاد کی تھی۔ بعض نے کہا کہ جسنے سچی التجا رسے استغاثہ کیا فوراً اسکی التجا رقبول ہوتی ہے۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ استغاثہ دو طرح کا ہے ایک تو استغاثہ اُس سے اور دوسرا استغاثہ اسکی طرف پس جو استغاثہ اس سے ہوتا ہے ایسے استغاثہ کرنے والے کو جواب نہین دیا جاتا بلکہ وہ اسی استغاثہ پر ہمیشہ معلق ہوتا ہے۔ اور جو استغاثہ اسکی طرف ہے اسی کی طرف انبیار و اولیار کی قبولیت ہوتی ہے۔ اور نیز شیخ موصوف نے کہا کہ نفس کا یہ استغاثہ ہے کہ اسکو حصہ بقا رملے اور ہمیشہ اسمین عافیت رہے اور قلب کا استغاثہ از خوف تقلیب ہے یعنے وہ راہ مستقیم سے نہ پھیرا جاوے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندہ کا قلب ہمیشہ اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہے جدھر چاہے اُدھر پھیرے۔ روح کا استغاثہ طلب راحت ہے اور سر باطن کا استغاثہ درخواست ہے کہ اُن اسرار پوشیدہ پر آگاہی ہو جو سینون مین چھپے ہوئے ہین۔ استاد رح نے فرمایا کہ جسقدر انسان کو اپنی محتاجی ظاہر ہوئی ہو اُسی کے موافق استغاثہ ہوتا ہے اور حق عز وجل کو قدرت مین منفرد جان لے کہ وہ اس شکایت کے دور کرنے پر قادر ہے۔ قولہ تعالے وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم۔ امداد ملائکہ کی بشارت اسواسطے کہ وعدون کی سچائی ظاہر ہونے سے بندون کے دل بانوار بقا مطمئن ہون اور دلیل و برہان کی خواہش بسبب ضعف یقین کے ہوتی ہے اور اگر یقین بدرجۂ کمال ہوتا تو طمانینت کا تعلق کسی برہان سے نہوتا پھر وسائط سے مومنون کی نظر اپنی عزت و کبریائی کی طرف پھیر دی بقولہ وما النصر الا من عند اللہ۔ مرجع حقائق اس آیت مین یہ ہے کہ نصرت الٰہی کشف انوار مشاہدہ سے ان روحون کے لیے جو شوق سے بیخود ہین پس اپنے وصال سے ان لوگون کو قہریات پر فتح و ظفر دیتا ہے باین طور کہ اپنے لطف کے میدان سے ان لوگون کے روبروے قہریات کو محض اپنے لطف و کرم سے ہانک دیتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے آثار نصرت و سلامتی کے بیان فرمائے پس جسنے ذلت و افتقار ظاہر کرکے نصرت و سلامتی نہین چاہی وہ کبھی نہ پاویگا اسواسطے کہ قدرت قوت سے فتح و نصرت و سلامتی چاہنا اپنی قوت قدرت پر اعتماد ہے اور یہ ربوبیت سے مقابلہ ہے پھر بھلا وہ کون ہے جو ربوبیت سے منازعت کرکے سلامت بچے ہرگز نہین وہ ضرور مقہور و خوار ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس واقعہ بدر مین یہ سب واقع ہوا چنانچہ جب کثیر تعداد سے قریش کا لشکر نظر پڑا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے پروردگار یہ قریش اتراتے اور غرور کرتے آتے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے اور تیری عبادت سے منہ موڑتے ہین۔ اور مومنون کا استغاثہ آیت مین بیان ہے پس اللہ عز وجل نے عاجزی سے مدد و نصرت و سلامت چاہنے والون کو غالب کیا اور تکبر و غرور والون کو خوار و برباد کیا۔ فافہم۔ پھر اپنی عزت و جلال کو بیان فرمایا بقولہ ان اللہ عزیز حکیم۔ اُس کا عزیز ہونا یہ کہ کسی علت و عمل سے اُسکی مخلوق مین سے یعنے جو کچھ ماسوائے اُسکے ہے اسمین سے کسی کو یہ مجال نہین کہ اسکے جمال و جلال مین سے کچھ مطالعہ کرے یعنے ہدایت اسی کی طرف سے ہے اور حکیم ہونا یہ کہ مومنون کو مقام مشاہدہ دینے اور انھین کو اس قرب سے سرفراز کرنے مین مخصوص کیا۔ واسطی رح نے فرمایا کہ عزیز وہ ہے کہ جو اسکے طلب کرنے والے ہون اپنی طاقت سے اسکو نہ پاوین اور اسی کے کرم سے جب پاوین تو اسکے حضور مین عاجز و ہیچ ہو جاوین۔ اُستاد رح نے کہا کہ عزیز کو ڈھونڈھنے والا اسی کے انعام سے پاتا ہے اور چاہت والا اسی کے کرم سے ملجاتا ہے راہ تو آسان ہے ولیکن جبھی کہ اس کا لطف شامل حال ہو جاوے اور حق سبحانہ تعالے تو ہر وصل و فصل و قرب و بُعد سے عزیز و پاک ہے اسکی درگاہ مین تو بدون اسکے کرم و فضل کے کسیطرح راہ نہین ہے۔ اگر دنیا مین کوئی شاہنشاہ بننے پر اترایا اور وہان مقبول نہین تو نجاست کے ناپاک گڈھے سے بدتر جہنم کے کھڈ مین ڈالا گیا اور اگر دنیا مین فقیر ذلیل ہے لوگ دروازے پر آنے سے عار و ننگ رکھتے ہین اور وہان مقبول ہے تو دنیا کے ہر بادشاہ سے کروڑون مرتبہ افضل ہے بلکہ کچھ نسبت نہین ہے۔ پھر اللہ تعالے نے انپر راحت ابدان و ترویح روح کے امتنان کے ساتھ نعاس کا کرم فرمایا بقولہ اذ یغشیکم النعاس امنۃ

منہ۔ نعاس یہ ہے کہ خون جو قلب کے گرداگرد ہے اس سے بخارات اُٹھکر موافق عجیب خلقت الٰہی کے دماغ کو پہونچتے اور پٹھون کو راحت
دیتے ہین پس جب تیزی فکر و ہیجان سے اعصاب دماغی مین کلال لاحق ہوتا ہے تو یہ بخارات خون کے صاف بلغم سے رطوبت ملے ہوئے دماغ
مین پہونچکر پٹھون کو بھاری کر دیتے ہین اور رفتہ رفتہ جب تمام عروق و قلب مین ایسی کیفیت ہو جاتی ہے تو حواس باطل ہو کر نیند آتی ہے اور
یہ صفات انسانیہ مین سے ہے اللہ تعالےٰ اس سے پاک و برتر ہے کما قال تعالےٰ لاتاخذہ سنۃ ولا نوم۔ پھر جب او تعالےٰ اپنے اولیار کو
راحت جسمانی دیتا ہے تو نعاس سے انکے انقباض کو دور کرتا اور مقام انبساط مین پہونچاتا ہے۔ اور واضح رہے کہ نعاس مین مکاشفات کی
صورتین اور ہاتف غیب کی آوازین عالم غیب سے سنائی دیتی ہین اور قلب کی آنکھون مین غیبی صورتین بالبداہتہ نظر آتی ہین جن سے بہت
امن حاصل ہوتا ہے کما قال تعالےٰ امنۃ منہ۔ یعنے اطمینان و امن از جانب حق تعالےٰ تھی یعنے مزید امتحان و غلبہ نفس و شیطان سے امن
دیدیا۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جہاد و لڑائی مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے نعاس امن ہوتی ہے اور نماز مین شیطان کی طرف سے
غفلت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی نیند نعاس ہی ہوتی تھی اسی واسطے فرمایا کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے۔ کیونکہ قلب
جب سویا تو عالم ملکوت مین سے کچھ نہین دیکھتا۔ اور یہی اولیار کا حال ہے کہ ہر حال مین انکے دل جاگتے رہتے ہین اور سونا انکا بہت
نہین ہوتا اور جسنے عالم غیب مین سے کچھ دیکھا اُس کا دل اسوقت مین حالت نعاس ہی مین ہوتا ہے۔ سہل رحؒ نے فرمایا کہ نعاس کا نزول
دماغ سے ہوتا ہے اور اس حالت مین دل زندہ ہوتا ہے اور نیند کا حلول دل مین ظاہر ہوتا ہے اور یہان نعاس کا فائدہ یہ تھا کہ اللہ عزوجل
نے انکو آگاہ کیا کہ فضل و کرم الٰہی عزوجل ان کی کمائی و قدرت سے نہین ہے پس انکو انکے نفس و اختیار سے فانی کر دیا پھر ان کے دشمنون
کے دلون مین رعب ڈالکر بھگا دیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نصرت بالرعب مسیرۃ شہر۔ یعنے ایک مہینہ کی راہ تک مجھے رعب سے فتح و نصرت
دی گئی ہے۔ جب بندہ اپنے حول و قوت سے بری ہوا تو اللہ تعالےٰ کی فتح و نصرت آجاتی ہے اور وہ اپنی سب مرادین پا جاتا ہے۔ پھر
او تعالےٰ نے انپر اپنی رحمت نازل کرنے کا احسان بیان فرمایا وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ۔ ظاہری پانی سے اشباح پاک ہو جاتے ہین
اور آب معرفت سے ارواح پاکیزہ ہوتے ہین۔ پھر جب ارواح نے افعال و صفات کے مقام و حقیقت کو پہچان لیا تو ذات پاک سے
عارف ہو جاتی ہین۔ پس انکی مثال ایسی ہے جیسے سمندر مین سیپیان پڑی ہین پس دریاے افعال مین ارواح کی سیپیان ہین جو صفات
کے موتی بحر ذات سے لیتی ہین اور یہ موتی حقیقت و معرفت کے ہین۔ بعض نے کہا کہ جب دلون پر یقین کے پانی پڑتے ہین تو اُن مین سے
اختلاج و شک سب دُھل جاتا ہے جیسے قولہ لیطہرکم بہ۔ سے ظاہر ہے کہ طرح طرح کی مخالفت و خوف و وسوسہ شیطان سب اس پانی
سے دھوکر انکے دلون کو مضبوط کر دیا۔ پھر اس باران رحمت کا وصف بیان فرمایا بقولہ ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام۔ یعنے اس باران
یقین سے انکو معرفت عبودیت و ربوبیت دیکر انکے دلون کو معرفت الٰہی مین مرتبط و مستقیم کر دیا اور وحشت فرقت انکے دلون سے دور کر کے
دیدار وصل کے شوق مین مستقیم و ثابت قدم فرمایا اور اس تجلی کا حاصل یہ ہوا کہ انکے بدن تو طاعات پر مرتبط و قائم ہو گئے اور انکی عقلین
آیات الٰہی سے مرتبط ہوئین اور انکے قلوب انوار صفات سے مرتبط ہوئے اور اُنکی روحین انوار ذات سے اور انکے اسرار علوم ازلی و
ابدی سے مرتبط ہوئے۔ پھر جب وہ لوگ اسطرح مستغرق ہوئے تو انکی دستگیری فرمائی اور فنار سے نکالکر انکو مقام بقار مین جگہ دی اور
اگر ایسا نہوتا تو ظہور ربوبیت کے پہلے ہی ہلہ مین فنا ہو جاتے کہ پھر حکمت الٰہیہ انسے اس وجہ سے ظہور نہوتی اسلیے کہ سطوات عظمت و
کبریا و عزت کو کون اُٹھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنے اولیار کے دلون کو صبر کے ہتھیار سے بلا و مشقت اُٹھانے پر مرتبط کر دیا اور عارفین کے

دیون کو انوار غیوب اپنے اسرار پر اُٹھا لینے سے مرتبط کیا اور اہل استقامت کے قدم جمائے کہ جملہ احوال مین مستقیم ہوئے اور قدم نہین ہٹاتے بعض نے کہا کہ قلب تین طرح کے ہین اوّل آنکہ خلق سے مربوط ہین۔ دوم آنکہ اسماء و صفات سے مربوط ہین۔ سوم وہ جو حق عز و جل سے بصفت تفرید و تجرید مربوط ہین۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

یہ قلوب تنیسوم ہین ۱۲ یہ اچھے ہین زاہدی ہین ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَن

اے ایمان والو جب بھڑو تم کافرون سے میدان جنگ مین تو مت دو اُنکو پیٹھ اور جو

يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

کوئی انکو پیٹھ دے اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج مین سو وہ لے پھرا غضب

اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اللہ کا اور اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بُری جگہ جا ٹھہرا

اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندون کو حکم دیتا ہے کہ کافرون سے لڑائی مین مت بھاگو اور سوائے تحرف قتال یا تحیز بسوے فئہ کے جو کوئی بھاگا وہ اللہ تعالےٰ کے غضب مین پڑکر جہنمی ہوگا چنانچہ فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان لانے والے بندو یعنے جنکی شان سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرتے اور اسی کی تاثیر سے ہر بات جانتے ہین اور فتح و نصرت اسی کی طرف سے یقین کرتے ہین پس اُن کو خطاب کیا کہ۔ إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا زحف بمعنے آہستہ آہستہ نزدیک ہونا اور اصل مین چوتڑون کے بل کھسلنا یقال زحف الصبی جب بچہ چوتڑون کے بل ذرا رینگنا شروع کرے پھر لڑائی مین دشمن کیطرف چلنے والے کو زاحف کہنے لگے اور یہان زحفا مصدر حال ہے اے زاحفین۔ تزاحف بمعنے آپس مین ایک دوسرے سے نزدیک و قریب ہونا۔ اور لشکر کثیر کو بھی زحف کہتے ہین اور یہ مصدر سے نام رکھا گیا اور چھوٹے لشکر کو جو بہت شجاع ہو زحف با این معنے کہتے ہین کہ بسبب شجاعت کے گویا بہت بڑا لشکر ہے کہ کبھی شکست نہین کھاتا۔ بالجملہ اصلی معنے سے جو لڑنے والے پر اطلاق ہوا تو شاید اسوجہ سے کہ لشکر کثیر کی چال جب آپس مین گوندھے ہوئی چلتے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ گویا چوتڑون کے بل کھسلتے ہین اگرچہ حقیقت مین وہ تیز رفتار ہون اور یا اسوجہ سے کہ مقابل صف قتال مین جب دشمن کی طرف بڑھتے ہین تو دائون سے آہستہ بڑھتے ہین بالجملہ اس تشبیہ سے اسکا لازم مقصود ہے یعنے اجتماع و کثرت گویا دے اپنی کثرت سے زحف کرتے ہین لہذا مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ معنے آنکہ جب بھڑو تم کافرون سے درحالیکہ مجتمع ہو و قال ابن کثیر رحمہ اللہ یعنے جب تم کافرون سے بھڑو و نزدیک ہو جاؤ فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ادبار جمع دُبُر بضمتین بمعنے مقعد اور یہ مقابل قُبُل بضمتین بمعنے مقام پیشاب ہے اور نیز دُبُر بمعنے ظہر یعنے پشت آتا ہے اور یہان اسی معنی مین ہے یعنے کافرون سے لڑنے مین انکو پیٹھ مت دو اور مقصود اس سے لازمی معنے ہین یعنے انکے سامنے سے مت بھاگو۔ اور ابن عطیہ نے کہا کہ بجاے اظہار کے ادبار کہنے مین فصاحت ہے کیونکہ اس فعل کی شناعت و مذمت زیادہ نکلتی ہے پس آگاہ کردیا کہ ایسے فعل شنیع کو مت اختیار کرو۔ حاصل آنکہ کافرون کے روبرو ہو کر پھر منھ موڑ کر اپنی پیٹھین انکو مت دو۔ درحالیکہ تم بھاگنے والے ہو۔ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ اور جو کوئی اس روز کافرون کی طرف اپنی پیٹھ پھیریگا کسی صورت مین إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ سوائے دو صورتون کے ایک یہ کہ قتال کے واسطے متحرف ہو یعنے لڑائی مین کافرون کے ساتھ چال کی ہو با این طور کہ کرتے کافر کو اپنا بھاگنا دکھایا حالانکہ مقصود اسکا یہ ہے کہ اچانک اس پر

لوٹ پڑے اور اسکو قتل کر ڈالے تو اسطرح کرنے مین مضائقہ نہین کما نص علیہ سعید بن جبیر والسدی رحمہ اللہ اور دوسری صورت یہ کہ متحیز ہو کسی فئہ یعنے جماعت کی جانب۔ یعنے انضمام۔ و مل جانا چاہتا ہو مسلمانون کی کسی جماعت کی جانب تاکہ انہین ملکر قوت حاصل کرکے جماعت کفار پر حملہ کرکے انکو قتل و شکست دے تو یہ بھی جائز ہے اور ہمارے نزدیک یہ شرط نہین ہے کہ جس فئہ کی طرف تحیز چاہتا ہے وہ اس سے قریب مقام مین ہو حتی کہ اگر کسی سریّہ مین ہو اور وہان سے فرار کرکے پورے لشکر کے سردار کے پاس آگیا یا بڑے سردار امام المسلمین کے پاس بھاگ آیا تو بھی جائز ہے چنانچہ امام احمد نے اپنے استاد سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین ایک سریّہ مین تھا پس لوگون کے پاؤن اکھڑ گئے اور مین بھی انکے ریلے مین بھاگا پس ہم لوگون نے آپس مین کہا کہ ہم اب کیا کرین کہ ہم زحف سے بھاگے اور غضب الٰہی مین پڑے پھر ہماری رائے ہوئی کہ مدینہ مین رات بسر کرین پھر یہ رائے ہوئی کہ آنحضرت صلعم کے روبرو پیش ہون پس اگر ہماری توبہ قبول ہو تو خیر ورنہ چلے جاوینگے پھر رات بھر پڑے رہے اور صبح نہین ہوئی تھی کہ ہم نے درگاہ نبوت پر حاضر ہو کر اجازت مانگی تو آنحضرت صلعم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کون قوم ہے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمین بھگوڑے ہین تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم متحیزین ہو اور مین تمہارے واسطے فئہ اور مین تمام مسلمانون کے لیئے فئہ ہون پس ہم لوگون نے بڑھکر آپ کے ہاتھ چوم لیے۔ وقد رواہ ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بسبب کثرت لشکر مجوس کے جسر فارس پر شہید ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری طرف متحیز ہو کر چلا آتا تو مین اسکے لیے فئہ ہو جاتا۔ کما رواہ محمد بن سیرین عنہ و ابو عثمان نہدی رح نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس قصہ مین کہا کہ اے لوگو مین تمہارے واسطے فئہ ہون۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون اور عبد الملک بن عمیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اے لوگو تم اس آیت کے معنے سمجھنے مین دھوکا نہ کھانا۔ یہ تو فقط روز بدر کے واسطے تھی اور اب مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون۔ بالجملہ معنے یہ ہوئے کہ جو کوئی لڑائی مین کفار کے روبرو سے منھ موڑ کر پیٹھ دے سوائے اسکے کہ لڑائی کے داؤن گھات کے لیے متحرف ہو یا کسی گروہ اسلام سے خواہ قریب ہو یا بعید ہو حتی کہ بڑا امام ہو قوت و انضمام حاصل کرے پس سوائے ان دونون صورتون کے جو کوئی کفار سے بھاگے فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ تو وہ پھرا اللہ تعالےٰ کے غضب مین۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ اور جہنم اسکا ٹھکانا ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بری جگہ پھر جانے کی ہے یہ جہنم ف اولیٰ جاننا چاہیئے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ کافر لوگ بہ نسبت مسلمانون کے دوچند سے زائد نہون۔ بقولہ تعالےٰ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین الآیۃ۔ پس اگر کافر لوگ دوچند سے زائد ہون اور جہاد کرنے والا بھاگ جاوے تو جائز ہے اور یہ سب بنا بر اس قول کے کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہین ہے بلکہ دوچند کافر ہونے سے مخصص ہے یعنے اس آیت مین تو سوائے دو صورتون کے اور کوئی صورت مستثنیٰ نہ تھی بلکہ عام تھی پھر یہ تیسری صورت اور مستثنیٰ ہوئی لیکن چونکہ دوسری آیت منفصلہ سے ہے لہذا اسکو مستثنیٰ نہین بلکہ مخصص قرار دیا اور بعد اس تخصیص کے اپنے عموم پر باقی ہے اور اکثر علماء کا یہی قول ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرار کرنا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ جہاد انپر فرض عین تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث ابوہریرہ رض مین جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے لڑائی سے بھاگنے کو موبقات سبعہ مین سے شمار فرمایا اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہے پس شاید اس قول دوم والے علماء اسکو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہتے ہونگے ورنہ ظاہر مقتضا ہے حدیث یہ ہے کہ وہ سب پر حرام ہو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تخصیص نہین ہے۔ قول سوم یہ کہ فرار فقط خاصۃ صحابہ انصار رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ خاص انھین نے نشط و مکرہ

مین سمع وطاعت پر بیعت کی تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول تو قول دوم سے بھی زیادہ محل تامل ہے اور جو اشکال ان دونون قول پر وارد ہوتے ہین وہ پوشیدہ نہیں ہین۔ اور قول چہارم یہ کہ اس آیت سے مراد خاص اہل بدر ہین کیونکہ اگر وہ تحیز چاہتے تو سوائے مشرکون کے انکو کہان ٹھکانا ملتا کیونکہ مسلمان اسوقت اور کہان تھے اور آنحضرت صلعم جنکی طرف اصل تحیز تھا وہ ساتھ ہی تشریف رکھتے تھے اور رہا بعد اسکے تو پھر بعض مسلمان بعض کے واسطے فئہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول قوی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابن عمر وابن عباس وابوہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہم وابو نضرۃ ونافع وسعید بن جبیر وحسن بصری وعکرمہ وقتادہ وضحاک وغیرہم رحمہم اللہ علما سلف وخلف سے مروی ہے اور انکی حجت یہ ہے کہ عصابۂ اہل بدر کے واسطے کوئی اور عصابہ مومنین کا ایسا شوکت والا نہ تھا کہ جسکی طرف فرار کرکے منضم ہوتے اور مدینہ مین جو اہل اسلام باقی تھے وہ بسبب معیت حضرت صلعم کے گویا حدوم کے حکم مین تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنی دعا مین کہا اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ اور اقوال عمر رضی اللہ عنہ دربارہ ابو عبیدہ رضہ کے عموماً پہلے مذکور ہوئے اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نافع رحمہ اللہ نے انسے پوچھا کہ ہم ایسی قوم ہین کہ دشمنون یعنے کافرون سے قتال کرنے کے وقت ثابت قدم نہیں رہتے ہین اور ہمکو نہیں معلوم کہ ہمارے واسطے فئہ ہمارا امام ہے یا ہمارا لشکر ہے تو فرمایا کہ فئہ تو رسول اللہ صلعم ہین مین نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اذا لقیتم الذین کفروا زحفا الآیۃ۔ تو فرمایا کہ یہ آیت تو بدر کے دن اتری پس نہ اسکے پہلے کے لئے ہے نہ اسکے بعد کے لیے۔ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے قولہ تعالیٰ ومن یولھم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو فقط اہل بدر ہی کے حق مین اتری ہے رواہ ابوداؤد والحاکم والنسائی وابن جریر وابن مردویہ عبداللہ بن المبارک نے باسناد صحیح حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ ومن یولھم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو روز بدر کے واسطے حکم تھا اور رہا اب تو اگر کسی جماعت مسلمین یا شہر اسلام کی طرف بھاگ آیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نیز ابن المبارک رحمہ اللہ نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے واجب کر دیا تھا کہ بدر کے روز جو کوئی بھاگیگا وہ دوزخی ہے پھر جب اسکے بعد احد کا واقعہ ہوا۔ اور بعض جماعت نے حکم چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان تا قولہ ولقد عفا اللہ عنھم الآیۃ۔ پھر جب اسکے سات برس کے بعد حنین کا واقعہ ہوا تو فرمایا ثم ولیتم مدبرین ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء اور زید بن ثابت رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کہا۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واتوب الیہ تو اسکی مغفرت کیجائیگی۔ اگرچہ وہ زحف سے بھاگا ہو۔ رواہ ابوداؤد والطبرانی والترمذی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن سے بھڑ جانے کے بعد ان سببون مین سے کسی سبب کے بغیر فرار کرے تو حرام ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مومنون کو جہاد مین مقابلہ کفار کے ثبات لازم ہے بشرطیکہ اسباب فرار مین سے کوئی سبب جواز کا موجود نہو اور اگر بدون ان اسباب کے فرار کیا مثلاً بسبب نامردی وبددلی کے تو جمہور کے قول پر مرتکب کبیرہ ہے۔ فلیتامل واللہ اعلم۔ وفی السراج۔ ہرگاہ بدر کی لڑائی سے واپس ہوئے تو لوگون نے کافرون کے قتل کرنے پر افتخار کیا۔ ایک نے کہا کہ مین نے فلان مشرک کو مارا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اس کو زبردست مارا۔ پس نازل ہوا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ

سو تم نے انکو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور کیا چاہتا تھا

الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ایمان والون پر اپنی طرف سے خوب احسان تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا یہ تو ہوچکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کریگا تدبیر کافرون کی

اس کلام مین اللہ تعالے نے تنبیہ کرکے ظاہر فرمادیا اور مومنون کے اعتقاد کو کامل کردیا کہ بندون کے افعال کا پیدا کرنے والا حق سبحانہٗ تعالے ہے اور بندہ خود اپنے افعال پر تمام قادر وانکا خالق نہین ہے پس جو بھلائی کہ بندون سے صادر ہو اس مین اللہ تعالے ہی حمد وثنا کرین کہ اُسی نے انکو توفیق دی واعانت کی اسی واسطے فرمایا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ بیضاوی وزمخشری نے کہا کہ فا جواب شرط محذوف پر داخل ہے اے ان افتخرتم بقتلہم فلم تقتلوہم۔ یعنے اگر تم آپس مین مشرکون کے قتل کرنے پر فخر کرتے ہو تو تم نے انکو قتل نہین کیا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ولیکن اللہ تعالے نے انکو قتل کیا۔ ابن ہشام رحمہ اللہ نے اسکو رد کیا کہ جو جواب منفی بلم ہو اسپر فا داخل نہین ہوا کرتی ہے پس ارتباط کلام بما قبل کے واسطے ہے اور معنے یہ ہین کہ مشرکون کے لشکر کو جو تعداد وساماں مین تم سے بہت زیادہ تھا تمنے اپنی طاقت وقوت سے میدان بدر مین قتل نہین کیا بلکہ انھون نے اللہ تعالے واسکے رسول کی مخالفت کی اور توحید خالق سبحانہ سے تکبر کیا پس اللہ تعالے ہی نے انکو قتل کردیا۔ اور مقصود اس سے یہ کہ اہل ایمان اپنی قوت وقدرت سے بیزار ہوکر توحید آلٰہی پر قائم ہون۔ وقد قال تعالے ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ الآیۃ۔ وقال تعالے ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ پس نصرت فقط اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے اور ہتھیار وساماں وغیرہ جمع کرنا واس مین کوشش کرنا موافق بشری عادت کے انپر لازم ہے ورنہ فتح ونصرت اسی پر موقوف نہین وقد قال تعالے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ پس صابر ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ انکو فتح ونصرت آلٰہی حاصل ہوگی پس خالق فتح ونصرت وہی پاک خالق عزوجل ہے اور اسی طرح اپنے حبیب رسول محمد صلعم کی ایک مٹھی ریت کنکریان ملی ہوئی مارنے کے واقعہ مین بھی یون ہی فرمایا۔ یعنے بدر کے روز حضرت صلعم ایک عریش مین جو آپ کے واسطے لوگون نے بنادی تھی دعا وتضرع کرتے رہے پھر قولہ سیہزم الجمع ویولون الدبر۔ پڑھتے ہوے نکلے اور ایک مٹھی ریگ کنکریان ملی ہوئی لیکر حکم دیا کہ جب مین اسکو مارون تو تم لوگ بھی کافرون پر حملہ آور ہو پھر وہ مٹھی خاک جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میدان سے اُٹھوائی تھی لیکر کافرون پر ماری درحالیکہ وہ لوگ ابوجہل کے کہنے سے سب کے سب حملہ کرکے مسلمانون کی جماعت کو گرفتار کرکے لیجانے پر بڑھے تھے پس آنحضرت صلعم نے وہ مٹھی بھر خاک وکنکریان انکو مارین اور فرمایا۔ شاہت الوجوہ۔ قبیح ہوجاوین یہ چہرے پس کوئی مشرک نہ بچا جسکی آنکھون ومُنہ وناک مین کچھ خاک وکنکریان نہ بھر گئی ہون اور مشرکون پر جب یہ آفت آئی اور مسلمان حملہ آور ہوئے تو انھون نے پیٹھ پھیری اور بھاگنا شروع کیا تو اس واقعہ کی نسبت بھی او تعالے نے فرمایا۔ وَمَا رَمَيْتَ۔ اور نہین پھینک مارا تونے اے محمد صلعم قوم مشرک کی آنکھون کو۔ اِذْ رَمَيْتَ۔ جبکہ تو نے ایک مٹھی کنکریلی ریگ انکو پھینک ماری تھی۔ کیونکہ بشر کے پھینکنے سے ایک مٹھی خاک کا یہ اثر نہین ہوسکتا کہ اتنے بڑے لشکر کی آنکھون مین بھر جاوے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ ولیکن اللہ تعالے نے اُسکو پھینک مارا یعنے اللہ تعالے نے ان مین یہ اثر پہونچایا۔ حاصل آنکہ وہ مشت خاک جو تیرے پھینکنے سے اسقدر موثر ہوئی جسقدر کسی بشر کے مقدور مین نہین تو وہ اسی وجہ سے موثر ہوئی کہ اللہ تعالے کی تاثیر سے تھی۔ پس اُسکا پھینکنا تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ثابت رکھا چنانچہ اذ رمیت فرمایا اسوجہ سے کہ ظاہر مین وہ پھینکنا آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور پھر جو اُسکی نفی کی چنانچہ فرمایا وما رمیت تو یہ نفی اسکے اثر کے اعتبار سے ہے جو بشری طاقت سے باہر اور محض تاثیر فعل آلٰہی ہے

پس اس تدبیر کا حقیقی فاعل وہی حضرت رب العزة جل سلطانہ ہے لہذا گویا رسول اللہ صلعم سے اسکا وجود ہی نہین ہوا پس معلوم ہو گیا کہ خالق و موثر سواے حضرت حق تعالے کے کوئی نہین ہے۔ واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضو سدی رحمہ اللہ وابو معشر و محمد بن قیس و محمد بن کعب و عبد الرحمن بن زید و عروہ و مجاہد و عکرمہ و قتادہ و بہت سے ائمہ تابعین سے اس رمی کی تفسیر یہی مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلعم کے مشت خاک کافرون کو مارنے اور انکی حالت مذکورہ بالا ہو کر ہزیمت اٹھانے کے بارہ مین ہے اگرچہ آنحضرت صلعم نے حنین کے روز بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور عبد الرحمن بن جبیر سے روایت ہے کہ خیبر مین آنحضرت صلعم نے ایک تیر مارا اور وہ ہوا مین بلند ہوا اور اُسنے قلعہ کے اندر جاکر ابن ابی الحقیق کو جو اپنے گھر کے اندر بچھونے پر آرام کرتا تھا قتل کر دیا پس نازل ہوا قولہ وما رمیت اذ رمیت الآیۃ۔ اس کی اسناد جید ہے ولیکن شاید عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر پر قصہ مشتبہ ہو گیا اگرچہ یہ واقعہ صحیح ہے ولیکن سیاق سورۂ انفال تو قصۂ بدر مین ہے پس اگر واقعہ خیبر کا ذکر درمیان مین آوے تو اثنار قصہ مین ایک اجنبی بات آجائیگی اور یہ ایسی بات نہین کہ ایسے عالم پر جو امام ہے پوشیدہ ہو پس ظاہر یہ ہے کہ مراد عبد الرحمن رح کی یہ ہے کہ قولہ وما رمیت اذ رمیت الآیۃ عام ہے جو واقعہ بدر کے ساتھ واقعہ خیبر وغیرہ کو بھی شامل ہو یعنے وہ رمی بھی بتاثیر الٰہی عز وجل ہوئی ہے۔ اور ایسے ہی ابن جریر و حاکم نے جو باسناد صحیح سعید بن المسیب و زہری رحمہما اللہ سے روایت کی کہ اُحد کے روز جو حضرت صلعم نے ابی بن خلف ملعون کو مارا تھا اسکے بارہ مین یہ آیت ہے اور قصہ یہ ہے کہ اُحد کے روز جب آنحضرت صلعم پہاڑی پر جانے لگے تو ابی بن خلف نے دیکھا اور گھوڑا دوڑا کر آیا اور کہا کہ آج اگر آپ بچ گئے تو مین نہ بچا اور پہلے اس سے مکہ مین کہا کرتا کہ اس گھوڑے کو مین نے خوب کھلایا پلایا ہے تاکہ اسپر سوار ہو کر محمد کو قتل کرون اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنکر فرمایا تھا کہ نہین بلکہ مین اس کو قتل کرونگا پس اُحد کے روز جب آیا تو مسلمانون نے چاہا کہ دور ہی سے اسکے مقابل ہون مگر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ آنے دو اور جب قریب آیا تو آپ نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے سانگ لیکر اسکو پھینک ماری اور وہ تمام لوہے مین غرق تھا پس اسکے ترقوہ کے نیچے بہت خفیف سا زخم لگا جس سے کئی مرتبہ گھوڑے پر سے لڑھکر ا یا اور آنحضرت صلعم نے پھر اسکو قتل نہین کیا اور یون ہی چھوڑ دیا اور وہ اس زخم کے درد سے بہت چیختا و چلاتا تھا اور ساتھی اسکے کہتے کہ یہ تو کچھ بھی زخم نہین وہ جواب دیتا کہ اگر تمام ملک حجاز پر بانٹا جاوے تو کوئی زندہ نہ بچے اور تم نہین دیکھتے کہ اُنھون نے پہلے ہی کہا تھا کہ مین اسکو قتل کرونگا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ وہ چند روز تک اس عذاب الیم مین زندہ رہکر مرا اور اسی کے متصل عذاب برزخ مین تا قیامت گرفتار رہیگا جو عذاب آخرت سے متصل ہے اس قول کی بھی وہی تاویل ہے کہ مراد ہر دو امام کی یہ ہے کہ آیت الرمی عام ہے اسکو بھی شامل ہے وقال الرازی رح یہ کچھ بعید نہین کہ آیت کے تحت مین اور وقائع بھی داخل ہون اسواسطے کہ لفظ عام ہے اور اسی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاصۃ واقعہ بدر ہووے فافہم۔ قولہ تعالے۔ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے فعل ذلک لیقہر الکافرین خذلانا ولیبلی المومنین۔ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا اے عطاء حسنا وہی الغنیمۃ۔ یعنے اس قول کا عطف ایک محذوف پر ہے جو رمی مذکور کی علت ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالے نے ایسا فعل اسواسطے فرمایا کہ کافرون کو خواری کے ساتھ مقہور کرے اور اسواسطے کہ مومنون کو اس سے عطاء حسن دیوے یعنے غنیمت عطا فرماوے۔ اور عروہ بن الزبیر رح نے کہا اے لیعرف المومنین من نعمۃ علیہم الخ۔ یعنے تاکہ مومنون کو پہچنوا دے اپنی نعمتین جو اُنپر فرمائی ہین کہ انکو انکے دشمنون پر اسطرح فتح دی تاکہ وہ حقوق نعمت کی شکر گزاری کرین۔ واضح ہو کہ بلاء بمعنے محنت و مشقت اور بمعنے سلامت و نعمت ہر دو ضد معنے مین ہے اور مراد یہان بلاء سے نعمت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ لاقوالہم۔ عَلِيْمٌ باحوالہم۔ یعنے اللہ تعالے کی صفت ہے کہ وہ سمیع و علیم ہے پس مومنون کے اقوال کا بھی سننے والا اور انکے احوال کا جاننے والا ہے۔ قال الخطیب ابن

ترغیب وترہیب دونون ہین کہ بندہ اپنے مولی پر جو سمیع علیم ہے بھروسا کرے اور ڈرے کہ ظاہری امور پر مغرور ہونا چاہیے اور اللہ تعالے
دلون کی باتین اور بھید خوب جانتا ہے پس مومن صادق رہے۔ ذٰلِکُمْ۔ اسے ذلک الابلاء حق۔ یہ انعام برحق ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ
كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور اللہ تعالے وہن وضعف مین ڈالنے والا ہے کافرون کے مکر کا۔ اسمین باوجود اس فتح وغنیمت کے مومنون کو
اور بشارت ہے کہ آیندہ بھی اللہ تعالے کافرون کے مکروفریب وانکے باطل باتون کو ضعیف کرنے والا ہے۔ واضح ہو کہ اہل علم یہان سے
سمجھتے ہین کہ جو لوگ دین پر ثابت وقائم ہون انکو مضرت نہ پہونچیگی ولیکن اہل کفر والحاد درپے زمین سے مٹنے والے نہین ہین اور حدیثا
مین ہے کہ برابر ایک گروہ میری امت مین سے حق پر اور غالب رہیگا انکو کوئی خواری چاہنے والا ضرر نہین پہونچا سکتا یہان تک
کہ امر الٰہی قائم ہوجاوے۔ ہذا والحمد للہ علی ذلک ف فی العرائس قولہ تعالے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم ومارمیت الخ۔ واضح ہو کہ عارفین کو
یہان مقام اتحاد حاصل ہے اور اتحاد مین انکے نزدیک چند مقامات ہین ایک اتحاد بافعال اور دوم اتحاد بصفات وسوم اتحاد بذات۔ اور یہان
اشارہ اتحاد افعال واتحاد صفات کی طرف ہے پس قتل جو فعل قوم تھا اسکی اضافت اپنی طرف کرنا اتحاد فعل ہے اور یہ مقام جمع وتفرقہ ہے اور
صحابہ رضی اللہ عنہم کو تفرقہ در جمع حاصل ہوا پس جبکہ یون فرمایا کہ فلم تقتلوہم۔ تو انکے واسطے فعل ثابت ہونے کے بعد انسے نفی کی پس جب وہ
مباشر قتل تھے تو مقام تفرقہ مین تھے اور جب اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی تو وہ مقام جمع مین ہوے پس تفرقہ تو عالم صورت ورسم خلیقت
ہے جبکہ وہ خلق ہوتے ہین از مصدر خاصہ فعل اوتعالے ہین اور اس راہ سے کہ وہ اپنے جملہ ذرات سے قائم بفعل خاص اوتعالے ہین تو عین
انکا عین فعل خاص اوتعالے ہے پس اوتعالے نے اپنے فعل خاص سے انکے لیے مقتولین کی بصفت قہر قتل ہونے کی تجلی فرمائی پس وے لوگ
مع فعل خاص کے واحد ہین اور اضافت بسوے ذات اوتعالے اضافت حقیقیہ ہے اسلیے کہ سوائے اسکے فعل خاص کے درمیان مین کسی وجہ سے
غیر کا وجود نہین ہے۔ اور اسی طرح عرش سے ثری تک جملہ مخلوق کے احکام انھین دو جہت سے ثابت ہین یعنے بجہت فعلیہ وبجہت خلقیہ۔ لیکن
جبکہ وقت مباشرت قتل کی تجلی فعل بسوے فعل نہ تھی تو اسوقت مین خاصیت اتحاد افعال کا حکم نہوا وہ مارنے والے کے ہاتھ مین تلوار کے مانند
تھے بلکہ تلوار وہاتھ بحسب مراتب وترقی کے ایک ہین۔ اور جبکہ مصدر واحد ہے تو عرش سے تحت الثری تک درمیان مین سوائے حق سبحانہ تعالے
کے کوئی غیر موجود نہین ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہان خاصیت اتحاد صفت بھی ہے کیونکہ اسکی صفت سے اتصاف پایا ہے اسد
کہ اوتعالے کو بطریق کشف تجلی صفت کے قلب وروح وعقل وسر وظاہر وباطن وصورت مین معائنہ کیا پس تمام وجود نبی صلعم کا نور صفت
مین مستغرق ہوا اسی واسطے فعل آنحضرت صلعم کو اپنی صفت کی طرف مضاف کیا نہ اپنے فعل کی طرف۔ اسلیے کہ قوم تو انوار آیات دیکھنے مین
تھے اور آنحضرت صلعم بحر صفات سے عبور کرکے میدان آیات طے کرکے دیدار انوار صفات وخاصیت اتحاد ذات مین تھے اور صفت فعل وصفت
خاص دونون صفتون کے اتصاف اور دونون مقامون کے اتحاد کے بعد آنحضرت صلعم کو اور ایک اجلال ذات اور اسمین فنا ہونا اور اسکے
ساتھ باقی ہونا اور اسکی ازلیت وابدیت مین مستغرق ہونا اور اولیت وآخریت سے سر نکالنا واقع ہوا اسی واسطے آنحضرت صلعم آئینہ ذات و
صفات وفعل ہوگئے پس اللہ تعالے نے آپ کو اپنی ذات پاک وحدہ لاشریک کے اس واسطہ کے ساتھ چھونے کو نکالا جیسے اپنے خلیفہ آدم علیہ السلام
کو ملائکہ کے عرفان کے لیے نکالا اور آدم علیہ السلام متصف ومتحد بصفت تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد اتحاد بنور صفات کے متحد بنور ذات
تھے اور نور ذات سے متحد ہونے مین آدم سے بڑھکر تھے پس جبکہ بندہ مصطفے حبیب مجتبی محمد صلعم کا اتحاد بدرجہ کمال تھا۔ تو اللہ تعالے نے
مخلوق کو اسکے اتحاد سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ تعالے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ تجلی فعل وصفت وذات مین حدوثیت کے اوصاف مین

کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا من رآنی فقد رأے الحق ومن عرفنی فقد عرف الحق مترجم کہتا ہے کہ جملہ من عرفنی فقد عرف الحق۔ روایت حدیث مین نہین ہے شاید مقصود شیخ یہ ہو کہ قولہ من رآنی آلخ کی یہ تفسیر ہے۔ فافہم۔ پس آنحضرت صلعم کا تفرقہ عین فعل مین جمع تھا اور صفت مین آپ کا جمع ہونا عین ذات مین جمع الجمع تھا اور عین ذات مین ازراہ الوہیت کے جمع بدون تفرقہ ہے اور ازراہ خلیقت کے تفرقہ در جمع ہے مین نے اس آیت مین تھوڑا سا اشارہ مقام اتحاد و اتصاف بجمع و تفرقہ کا ذکر کیا ہے اور اسکے معنے کسی کی سمجھ مین نہین آوینگے سوائے ایسے شخص کے جو درد عشق رکھتا ہو اور ربط محبت و روح شوق و انس مشاہدہ و انبساط معرفت و فنا معرفت و توحید و بقار رکھتا ہو۔ اور اسکو وہ علم لدنی حاصل ہو جو ظاہر عالمون و سمجھدارون کے نزدیک علم مجہول ہے۔ پھر مشائخ نے جو اس آیت کے اشارہ مین کہا ہے ازانجملہ قول فارس رح ہے کہ قولہ وما رمیت اذ رمیت الخ مین کہا کہ تو پھینکنے والا نہ تھا اگر ہمارے ساتھ۔ اور تو اس سے کچھ مصیبت پہونچانے والا نہ تھا اگر ہماری معونت سے کہ ہم نے تجھکو اس قوت سے مدد دی۔ بعض نے کہا کہ قولہ ما رمیت یعنے تو نے یہ مشت خاک نہین پھینکی ولیکن تیر جمع پھینکا پس اللہ تعالیٰ نے تجھکو تجھسے غائب کر دیا پھر تو نے پھینکا اور حال یہ کہ ہم تجھے پھینکنے والے تھے یعنے گویا آنحضرت صلعم صرف واسطہ تھے اگرچہ یہان واسطہ کو بھی گنجائش نہین مگر عبارت مین سمجھانا اسیقدر ممکن ہے۔ پس پھینکنا ظاہر مین آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور درحقیقت وجود اسکا درگاہ عظمت کبریاء حق عز و جل سے تھا اسواسطے کہ وہان تفرقہ نہین ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ۔ اذ رمیت۔ تفرقہ ہے اور۔ ولکن اللہ رمی۔ جمع ہے اور تفرقہ راجع بصفت عبودیت ہے اور جمع راجع بستان ربوبیت ہے۔ پھر بندون کو اپنی رمی سے اور انسے قہر دور کرنے سے مقام نعمت ظاہر فرمایا یعنے اہل ایمان سے قہر دور رکھنے اور انکے دشمنون کو قہر مین مبتلا کرنے اور انکی طرف سے انعام کے طور پر خود رمی فرمانے سے مقام نعمت انکو ظاہر فرمایا بقولہ ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا جیسے اپنی صفت کے انوار سے اپنے حبیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بھر دیا اور اسرار قتل سے انکے دلون کو منور کیا یہ بلاء حسن تھی جسنے انکو مخصوص فرمایا تاکہ اس سے معرفت خاص حاصل کرین اور انکو اپنے کرم قدیم و قہر سے بچایا پھر واضح ہو کہ بلاء حسن یہ کہ اولیاء کے دلون مین محبت واقع ہو اور اصفیاء کے واسطے کشف جمال ہو اور نجباء کے لیے سماع خطاب ہو۔ اور جنید رح سے جب اس آیت کو پوچھا گیا تو کہا کہ بلاء حسن یہ کہ حکم کے وقت بندہ ثابت قدم رکھا جاوے اور اسمین جو خفیات (جمع خفیہ ۱۲) اکرام انسے مخفوظ فرمایا جاوے اور غیر کو دیکھنے کے وقت توحید و تفرید حضرت خالق عز و جل مین لغزش نہ پاوے۔ ابو حکیم رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ نزول بلاء سے دیدار حق اسپر سبقت کرے پس بلاء گذری چلی جاوے اور اسکو خبر بھی نہ ہو اسوجہ سے کہ وہ دیدار حق مین مستغرق کر دیا گیا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ بلاء حسن وہ ہے کہ اسکے آنے مین تجھکو صبر عطا ہو اور تو اسپر راضی ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح رہے کہ بلاء اگرچہ ترقی درجات و تقرب و ثواب کی مورث ہے لیکن سوائے مردمیدان رضا کے اس مین ہر بندہ صابر نہین ہوتا الا باللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے اور بلاء سے پناہ مانگے اور حسب تقدیر جب بلاء نازل ہو تو اسمین اللہ تعالیٰ سے صبر کی درخواست کرے واسأل اللہ تعالیٰ لی بفضلہ السلامۃ والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ وہو ربی حسبی ونعم المجیب ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔ علی بن موسیٰ الرضا نے اپنے باپ سے انھون نے امام جعفر صادق سے روایت کی کہ بلاء حسن یہ کہ انکو انکے نفوس سے فانی کر دے پس جب انکے نفوس سے انکو فانی کر دیا تو وہی انکی مراد ہوا۔ استاد رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ ہے کہ خوشی و خوشحالی مین بندہ کو شکر کی توفیق حاصل ہو اور محنت مین صبر کی توفیق ملے بعض نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ عین بلاء مین اسکو مشاہدہ نصیب ہو پھر بلاء فراق و محبت و اشواق برداشت کرنے والون کے دلون کو راحت کی ٹھنڈی ہوا دی بقولہ ان اللہ سمیع علیم۔ اہل وجد کے نالہ پر زبان کے راز سننے والا اور غم فراق سے انکے دلون کی حالت جاننے والا ہے۔ استاد رح نے کہا کہ اسمین ایک قوم کے لیے تنفیس ہے اور ایک قوم کے لیے تہدید ہے چنانچہ

درد فراق کے باوجود تسلیم واطاعت جھکائے بیٹھے ہین انکی لبیک سننے والا ہے انسے انکی بلا رکو وقت معہود پر اٹھانے والا ہے۔ وقد انشد الاستاذ ؎ اذا اتمنی الناس روحا وراحۃ ٭ تمنیت ان اشکو الیہ فیسمع ٭ یعنے وقت وہ ہے کہ لوگ راحت وآرام کی تمنا مین ہین اور مجھے یہی تمنا ہے کہ کچھ درد فراق بیان کرتا اور سُن لیا جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ منجملہ درجات کے حدیث الرؤیا مین ہے کہ صلوۃ باللیل والناس نیام۔ یعنے رات مین کہ لوگ خواب غفلت وراحت مین پڑے ہین بندہ نماز مین مشغول کھڑا ہے۔ وقد قال تعالے تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ومما رزقناہم ینفقون۔ یعنے بستر راحت سے انکے پہلو الگ ہوکر نماز مین کھڑے ہوئے اور اپنے پروردگار سے ہیبت کے ساتھ عاجزی وخشوع سے دعا مانگتے ہین۔ الی آخر الآیۃ۔ فافہم واللہ اعلم۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی درگاہ کی طرف رجوع لائے ہوئے بندون کو اپنی قدرت کاملہ سے عجیب غریب امور خلاف عادت کے ساتھ ان لوگون پر فتح ونصرت دی جو مثل اس زمانہ کے بعض ملحدین کے معجزات رسول اللہ صلعم سے منکر وموذی اور خلاف عادت کو سحر سمجھتے اور نفس کے بنے ہوے بتون کی پرستش کرتے تھے پھر بھی ان کو تنبیہ فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ ۚ وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ۚ وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَـعُدۡ ۚ وَلَنۡ
اگر تم چاہو فیصلہ سو پہونچا تم کو فیصلہ اور اگر باز آؤ سو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھر کروگے تو ہم بھی پھر کرینگے اور کام
تُغۡنِىَ عَنۡكُمۡ فِئَتُكُمۡ شَيۡـئًا وَّلَوۡ كَثُرَتۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ ع
نہ آویگا تم کو تمہارا جتھا کچھ اگرچہ بہت ہون اور جانو کہ اللہ ہے ساتھ ایمان والون کے

اس خطاب مین مفسرین نے اختلاف کیا کہ کافرون کو ہے یا مومنون کو ہے اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا اور وہی جمہور کا قول ہے۔ بسبب ظاہر دلالت کلام کے اور بسبب اسکے کہ امام احمد نے زہری رح کے طریق سے عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کی کہ ابوجہل نے بدر کے روز کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم دونون گروہ مین سے جو ناتے کا قطع کرنے والا ہوا اور ایسی چیز لایا ہو جو ہم نہین پہچانتے ہین اسکو کل کے روز ہلاک کردے۔ پس وہی استفتاح کرنے والا تھا۔ وقد رواہ النسائی والحاکم۔ اور ایسا ہی ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ ویزید بن رومان وغیرہم سے مروی ہے۔ اور سدیؒ نے کہا کہ مشرکون نے نکلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے دونون لشکرون مین سے اعلیٰ کو اور دونون گروہون مین سے بزرگ کو اور دونون قبیلون مین سے بہتر کو فتح دے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا یعنے اگر تم استفتاح چاہتے ہو اے کافرو یعنے فیصلہ وقضا چاہتے ہو۔ فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ تو آگیا تم پاس فیصلہ یعنے جو کوئی ظالم وناتا کاٹنے والا وغیرہ تھا وہ ہلاک ہوا اور وہ ابوجہل واسکے ساتھی مقتول تھے اور دونون گروہ مین سے جو گروہ اعلیٰ واکرم تھا وہ فتح دیا گیا یعنے آنحضرت صلعم ومومنین نے فتح پائی۔ یہان سے لا انکے بدر مین قتال کرنے اور کافرون کو ایسی فاش شکست ہونے کا بھید بھی ظاہر ہوا فافہم۔ وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا اور اگر تم باز رہو کفر سے اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ لڑنے سے فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا اور اگر تم پھر نبی صلعم کی لڑائی کی طرف عود کروگے تو۔ نَعُدۡ ہم بھی اسکو پھر فتح دینے مین عود کرینگے مترجم کہتا ہے کہ احسن تفسیر یہ ہے کہ قولہ وان تعودوا نعد یعنے اگر تم پھر استفتاح کروگے تو ہم اعادہ کرینگے۔ قالہ السدی۔ اور حاصل آنکہ مطلق لڑائی وجہاد جو رسول واسکی اُمت کے درمیان مشروع ہوا اسمین تو سنت الٰہی یہ ہے کہ کبھی مومنون کی فتح اور کبھی کافرون کا زور ہو جاتا ہے تاکہ ابتلا وامتحان ہو اور منافق اور مومن مین تمیز ہو جاوے اور اہل ایمان جو دنیا سے بے رغبت ہین بعض شہادت پاوین ودیگر مصالح ہون اور بطریق استفتاح لڑائی مین قطعاً

مومنون کا غلبہ ہے اور آخر کار بہر حال اللہ تعالے اپنے رسولون کو فتح دیتا ہے اور کافرون کو ہلاک فرماتا ہے۔ جب تجھے یہ بات معلوم ہو گئی تو
اب یہ وہم و وسوسہ شیطانی نہین آسکتا کہ اسکے بعد احد وغیرہ مین کافرون کو فی الجملہ غلبہ کیون ہوا۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا اور
تم سے تمہاری جماعت کچھ دفع نہ کریگی۔ وَلَوْ كَثُرَتْ اگرچہ تمہاری جماعت کثیر ہو۔ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ اور اللہ تعالے مومنون کے
ساتھ ہے یعنے اللہ تعالے کی فتح و نصرت انکے ساتھ ہے پس کسی کو انپر غلبہ نہین ہے۔ یہ بنا بر نیکہ ان بکسر اول ہے جیسے کہ اکثر کی قراءۃ ہے
اور ابن عامر و نافع و حفص کی قراءۃ مین ان بفتح بتقدیر لام ہے یعنے ولان اللہ مع آہ۔ واضح ہو کہ معاملہ رسالت مین آیات الٰہی برابر واقع
ہوتی گئین حتی کہ قیامت قائم ہونے تک آتی جاوینگی پس ایمان لانے والے ایمان لاوینگے اور گمراہ تو سوائے جہنم مین جانے کے کچھ نہ مانینگے پس
اس آیت مین بھی اشارہ ہے کہ مشرکین بڑی جماعت جمع کرینگے چنانچہ غزوۂ خندق و غزوۂ احزاب مین یہی ہوا کہ قریش بہت بڑی جماعت
لائے تھے کہ چل کر مومنون کو نابود کر دینا چاہیئے کہ فیصلہ ہو جاوے پس اللہ تعالے نے فتح دی اور انکو خوار پھیر دیا اور عجیب معجزات ظاہر ہوئے
جیسا کہ انشاء اللہ تعالے وہان بیان آویگا یہ تفسیر بنا بر قول اول کے ہے اور جن لوگون نے کہا کہ یہ خطاب مومنون کو ہے وہ یہ معنے بیان کرتے
ہین کہ جب رسول اللہ صلعم و مومنون نے اللہ تعالے سے استغاثہ کیا تو اللہ تعالے نے فتح دی اور فرمایا ان تستفتحوا فقد جاءکم آہ یعنے جس فتح کا
وعدہ ہم نے دیا تھا اور تم نے مانگی تھی وہ تم کو پہونچی پس اللہ تعالے کا شکر کرو اور اسکی بندگی لازم پکڑو۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہی قول اولے
ہے اسواسطے کہ فقد جاءکم الفتح مومنون ہی کے ساتھ بن سکتا ہے۔ اور رد کیا گیا کہ یہ اسوقت ہے کہ حقیقی معنے مراد ہون تو البتہ حقیقی نصرت
مومنون ہی کو ملی ہے اور اگر مجازاً ہو جیسے ذق انک انت العزیز الکریم مین تو کافرون کے حق مین بھی بنتا ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ
خطاب مشرکون کو بطریق تہکم ہے یعنے لو یہی تمہارے لیئے فتح ہے مترجم کہتا ہے کہ فتح وہ انکا استفتاح تھا کہ فصل قضاء ہو اور یہ مستلزم ہے
کہ مومنون کو نصرت ہو اور کافرون کو ہلاکت پس حقیقۃً بھی فتح آگئی۔ ہان فتح بمعنے نصرت فقط مومنون کو حاصل ہوئی ہے پس خطاب کافرون
ہی کو ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ وان تنتہوا فہو خیر لکم آہ۔ اسواسطے کہ مومنون سے انتہاء مقصود نہین اور تہدید اعادہ بھی انکے حق مین
لائق نہین ہے۔ اور بعض نے بنا بر قول دوم کے یون تقریر کی کہ اے مومنو اگر تم نے اللہ تعالے سے فتح مانگی تو تمکو بدر کے روز نصرت دی گئی اور
قولہ وان تنتہوا فہو خیر لکم۔ اور اگر تم کافر قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑنے سے باز رہو جیسے تم نے بلا اجازت کے بدر کے قیدیون کے ساتھ کیا اور نیز لڑائی
مین کسل کرنے اور دنیا کے مال کی طرف رغبت کرنے سے باز رہو تو وہ تمہارے لیئے بہتر ہے۔ اور قولہ وان تعودوا نعد۔ سے مقصود توبیخ ہے
یعنے اگر تم دوبارہ ایسا کروگے تو پھر ہم ملامت کرینگے مترجم کہتا ہے کہ ملامت اگر بمعنے حرمت ہے تو قیدیون کے فدیہ مین دو امر لازم آوینگے
ایک یہ کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر قبول کیا اور دوم آنکہ مال فدیہ جو بروجہ حرام حاصل ہوا وہ کیونکر حلال ہوا لہذا ملامت بطریق کراہت تنزیہی
ہو گی کیونکہ تحریمی واجب الترک ہے اور اسوقت ابہام کی وجہ بھی نہ تھی اور مآل اسکا جواز ہے اور یہ خلاف مقصود ہے علاوہ برین آگے قولہ لن
تغنی عنکم فئتکم آہ نہین بنتا ہے اور نیز قولہ وان اللہ مع المومنین کے اس تقریر پر کیا معنے ہین پس محض تکلف و تعسف سے توجیہ کرنا ساقط ہے
اور بعض نے جو کہا کہ ان تستفتحوا مین مومنون کو خطاب ہے اور مابعد مین کافرون کو تو اسمین تفکیک النظم و انتشار الضمائر وغیرہ محذور لازم
ہین۔ اور تجھے معلوم ہو گیا کہ صرف فتح کے معنے کی وجہ سے یہ سب تکلفات بعیدہ کرنا عجیب ہے حالانکہ حقیقت سے مجاز یہان ابلغ ہے
علاوہ برین استفتاح بمعنے طلب فصل القضاء جیسے قولہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ مین ہے بے تکلف درست ہین
کیونکہ حکم فیصل کافرون کو قطعاً پہونچ گیا مگر صرف اسی واقعہ مین ورنہ اگر مطلقاً ہوتا تو سب ہلاک ہو جاتے اور یہ سب بمقتضاے حکمت بالغہ

آلہی وامر قدیم کے ہے۔ پس قولہ ان تعوذوا الخ بین حدوث کو دخل نہین ہے۔ فافہم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا

اے ایمان والو حکم پرچلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور اس سے مت پھرو سنکر اور ویسے مت ہو

كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

جنھون نے کہا کہ ہمنے سُنا اور وہ سنتے نہین بدتر سب جاندارون مین اللہ کے پاس وہی بہرے گونگے ہین

الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝

جو نہین بوجھتے اور اگر اللہ جانتا انمین کچھ بھلائی تو انکو سُناتا اور جو انکو اب سُنا دے تو اُلٹے بھاگین مُنھ پھیر کر

اللہ تعالے مومنون کو اپنی بندگی اور اپنے رسول کی طاعت کا حکم فرماتا اور مخالفت سے اور کافرون سے مشابہت پیدا کرنے سے منع فرماتا ہے کہ۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اطاعت کرو اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کی۔ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور اعراض مت کرو اس سے باین طور کہ اسکے حکم سے خلاف کرو۔ وَ اور حال یہ کہ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ تم قرآن و نصیحت کی باتون کو سنتے ہو یعنے جان بوجھکر مخالفت مت کرو۔ یہ تفسیر بنا برینکہ عنہ کی ضمیر راجع بجانب رسول اللہ صلعم ہے کیونکہ طاعۃ الرسول وہی طاعۃ اللہ تعالے ہے اور جائز ہے کہ بمانند قولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ کے ہر ایک دونون مرجع کی طرف راجع ہو اور بعض نے کہا کہ اطیعوا سے امر مفہوم کی طرف راجع یعنے عن امرہ۔ اسکے حکم سے اعراض مت کرو۔ پھر واضح ہو کہ یہ بنا براینکہ خطاب مومنون کو ہے جیسا کہ ظاہر بلکہ اظہر ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور یہ حکم بطریق تثبیت ہے تاکہ جمے رہین۔ اور بعض نے کہا کہ آمنوا سے مراد زبانی ایمان کے مدعی یعنے منافق ہین۔ ابن عطیہؒ نے کہا کہ یہ احتمال اگرچہ ہوسکتا ہے لیکن بہت ضعیف ہے کیونکہ مستقل طور پر انکو ایمان سے متصف کرنا از جانب عالم الغیب والشہادۃ باوجودیکہ انمین دلی تصدیق نہین ہے بہت بعید احتمال ہے اور تالیف قلوب کا احتمال نہین کیونکہ عام خطاب مبہم مین بہت جگہ انکی سخت تفضیح کی گئی ہے۔ فتامل۔ علاوہ برین آگے انکو ایسی صفت سے منع کیا جو نفاق سے ہے فقال۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا اور مت ہو جاؤ مانند ایسے لوگون کے جنھون نے کہا کہ ہم نے سُنا۔ وَ اور حال یہ کہ۔ هُمْ لَا يَسْمَعُونَ وے سنتے نہین ہین یعنے ایسا سننا نہین سُنتے جو نصیحت پذیر ہو اور سمجھے ہو پس بیفائدہ سُننے کے سبب سے فرمایا کہ وے سنتے نہین کیونکہ سننے کا جو فائدہ تھا وہ ندارد ہے۔ اب رہا یہ کہ ایسے لوگ کون ہین تو ایک قول یہ کہ مشرک ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بنی عبدالدار مین سے چند آدمی تھے اور آگے آتا ہے اور ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ مشرک مراد ہین اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ منافق مراد ہین کیونکہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم نے سُنا و مانا حالانکہ ایسے نہین ہوتے ہین اور مفسرؒ نے دونون کو جمع کردیا کیونکہ مشرک ہو یا منافق کسی کو فہم سلیم وسماع صحیح نہین ہوتا۔ پھر ایسون کی مذمت فرمائی بقولہ۔ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ دواب جمع دابہ جو زمین پر چلتا ہو اگرچہ آدمی ہو پس یہان جو آدمیون پر اطلاق ہوا تو یہ اطلاق حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ مجازی کیونکہ یہ شریر بمنزلہ جانورون کے بلکہ انسے بدتر ہین۔ انتہے۔ البتہ دواب مین سے بدتر۔ عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالے کے علم مین یا اسکے حکم مین۔ الصُّمُّ الْبُكْمُ بہرے گونگے یعنے اس جنس کے دواب ہین جو حق بات سننے سے بہرے اور حق بات کہنے سے گونگے۔ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ایسے لوگ ہین جو سمجھتے نہین ہین۔ پس انکے کان و زبان و عقل جو ذی ہونے کے باوجود چونکہ انکو ان حواس سے فائدہ نہ ملا لہذا انکے نفی کی جیسے قولہ لہم قلوب لایفقہون بہا الآیۃ مین ہے پس جب عقل کار آمد نہین تو نہین

اور جانوروں میں کیا فرق ہے لہذا فرمایا۔ اولٰئک کالانعام نہیں بلکہ انعام تو اپنے حواس سے جسقدر ہین اپنا کام لیتے ہین بخلاف کافرون منافقون
کے لہذا فرمایا بل ہم اضل۔ اسیواسطے یہان فرمایا کہ شر الدواب یعنے جاندارون مین سے جو روے زمین پر چلتے ہین یہ جانور بہت بدہین ان مین
کچھ بھی بھلائی نہین ہے۔ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو انمین بھلائی معلوم ہوتی یعنے انکو حق بات سنادینے اور اسکی ہدایت
دینے مین تو۔ لَّأَسْمَعَهُمْ۔ البتہ انکو سنا دیتا اسطرح کہ سمجھ کا سننا سنتے۔ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ۔ اور اگر اللہ تعالےٰ انکو سناتا یعنے بالفرض اُن کو
سناتا اگرچہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ انمین کچھ بھلائی نہین ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ۔ لَتَوَلَّوا اس سے منھ موڑ لیتے۔ وَّهُم مُّعْرِضُونَ اس حال سے کہ
اعراض کنندہ ہوتے۔ یہ تاکید ہے کیونکہ تولی و اعراض ایک ہی ہے اور مقصود یہ کہ علم الٰہی مین تحقیق ہوچکا کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اللہ تعالےٰ کو
انکا بدتر ہونا معلوم ہے پس اگر بالفرض اللہ تعالےٰ انکو سناتا تو بھی عناد و جحود سے منھ موڑ کر اعراض کنندہ ہوجاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ
سے مروی ہے کہ بنی عبدالدار کے چند نفر نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ قصی بن کلاب کو زندہ کیجئے اور وہ نیکبخت آدمی تھا زندہ ہوکر آپ کی
نبوت کی گواہی دیگا تو ہم سب آپ پر ایمان لے آوینگے پس اللہ تعالےٰ نے رد کردیا کہ ان خبیثون کو ایمان سے کیا مناسبت ہے یہ درحقیقت
ایسے ہی گونگے بہرے ہین جیسے تیری باتون پر عناد سے اپنے آپ کو کہتے ہین اور اگر اللہ تعالےٰ انکے لیے قصی کو زندہ کرکے اسکا کلام انکو سنوادے
تو بھی عناد سے سحر و جادو کہکر کافر کے کافر بنے رہینگے حاصل آنکہ مثل قولہ ولو اسمعہم آہ اگر انکو اللہ تعالےٰ مرے ہوؤن کو زندہ کرکے تیرے
صدق نبوت پر انکی گواہی سنوادے تو بھی موافق تقدیر الٰہی کے مومن نہ ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ہدایت و کفر کا خالق وہی ہادی وہی موفق
ہے بدون اسکی ہدایت کے کسی چیز سے ہدایت نہین ہوتی پس ظاہر کے لیے ایک آیت کافی ہے۔ اور جسپر وہ کافی نہو تو کثرت سے آیات و معجزات
مانگنا پہلے جہالت و گمراہ کنندہ ہے کیونکہ آیات کو مؤثر سمجھتا ہے پس کافر یا بلکہ سنو جب عقوبت مزید و شدید ہوگیا لہذا جن انبیاء کی امت کی
منھ مانگی آیت پر بہت پوری ہوئی وہ ایمان نہ لائے پر عذاب کیے گئے وفی العرائس قولہ ولا تکونوا کالذین قالوا آہ۔ اللہ تعالےٰ نے
سچون کو ایسے باطل دعوون سے جنمین کچھ معنے باطنی نہین ہین ڈرایا و یہ بہیر کرنے کو فرمایا کیونکہ سماع ظاہر بدون فہم و متابعت حکم کے غفلت کا سننا
ہوتا ہے پھر جھوٹے مدعیون کو جانورون سے زیادہ غافل کہا بقولہ ان شر الدواب عند اللہ الصم آہ۔ ہاتف غیب کی بشارت سننے سے
بہرے اور فضائل معرفت پھیلانے سے گونگے ہین اور یہ جہالت انکو اپنے نفس سے جاہل ہونے سے ملی ہے اور صانع عزوجل کی معرفت از راہ
عقل و علم حاصل ہوتی ہے پس جہان عقل بادشاہ بدن ہے اس شخص سے وہی مقتضی ہوتی ہے کہ نظر اسکی حق ہی پر ہوا اور حق ہی سنے اور حق کہا
بولے بعض نے کہا کہ جس سننے والے کو اثر و زیادہ فائدہ نہین ملا اور اسکی حال مین ترقی نہوئی وہ سننے والا اور کان دھرنے والا نہین ہے
اور سننے والا درحقیقت وہی ہوتا ہے جسکو زیادہ فائدہ یا زیادت حال ہوا اور جو سماع و عظات بدون اسکے ہوتا وہ نقصان مین رہا بعض نے کہا
کہ قولہ الصم البکم۔ ذکر سننے و سمجھنے سے بہرے اور دائمی تلاوت و طلب زیادت سے گونگے ہین وہی خطاب سے غافل و بے عقل ہین نہین جانتے کہ
کون ہین اور کیون پیدا ہوئے اور کہان جاوینگے اور کیا انجام ہوگا استاد رح نے فرمایا کہ خطاب و اسکے بھید کے سمجھنے سے بہرے ہین اور جس سے
کشف قلب ہے اسکے دیکھنے سے اندھے ہین اور جس امر سے فہم و عقل ہے اور اسکی طرف ارشاد کیے گئے تو اسکے قبول کرنے سے گونگے ہین پس جسکو
اللہ تعالےٰ نے ذلیل و خوار کہا اسکا تبہ خسیس و ذلیل و خوار سے زیادہ بدتر ہے پھر او تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ خطاب کی فہم و ادراک حقائق اور
متابعت حکم سے انکی محرومی موافق قسمت ازلی و حکم قدیم ہے بقولہ ولو علم اللہ فیہم خیرا آہ۔ یعنے اگر علم قدیم الٰہی مین انکے لیے برگزیدہ کرنے کی
بہتری ہوتی تو انکو خطاب کی حقیقت و مراد سے آگاہ فرماتا لیکن چونکہ ازل مین بھلائی سے برگزیدہ نہ تھے لہذا انکو لطائف کلام نہین سنائے

اور نہ انکو اخبار عجیبہ وحقائق غریبہ سے آگاہ کیا اور بیان فرمایا کہ اگر انکو بالفرض اس سے آگاہ فرماوے تو ادراک نہ کرینگے اور متابعت سے اعراض کنندہ ہونگے کیونکہ ازل مین وہ اس سے محروم ہو چکے ہین۔ **قال المترجم** شاید شیخ نے یہ ارادہ کیا کہ ادراک لطائف وحقائق کے بعد اعراض ممکن نہین کیونکہ دونون مین منافات ہے جیسے ہدایت بمعنے وصول کے بعد اضلال وفراق نہین ہوتا فلیتامل فیہ یحیی بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو علم تم سنتے ہو یہ الفاظ ہین جنکو اپنے علماء سے سنتے ہو اور انکے معانی کو اپنے دل کے کانون سے اللہ تعالےٰ سے سنو اور جانکر سمجھو اور اگر جانو گے تو اسکے نفع کی بہ نسبت تمکو اسکا ضرر زیادہ ہوگا۔ بعض نے فرمایا کہ سننے مین بھلائی کی نشانی یہ ہے کہ اپنے اوصاف ونعوت کے فنا ہونے کے طور پر سنے اور حق سے حق کے ساتھ سُنے۔ **قال المترجم** یعنے قوت سمع جو حق عز وجل سے پرہیزگاری کے ساتھ عطا ہوئی ہے اس سے سنے۔ استاد رح نے فرمایا کہ سابقہ تقدیر نے جسکو محروم کیا وہ اس دنیاوی وجود کی خدمات سے قرب والون مین سے نہین ہو سکتا **قال المترجم** یعنے کبھی حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ کسی بندہ کو کچھ توفیق خدمات عطا ہو جیسے ابلیس وبلعم باعورا کو دی گئی لیکن وصول تحقیقی نہین ہوتا۔ فافہم۔ جب محروم ومردود لوگون کا حال بیان ہو چکا تو اہل قرب اور برگزیدہ لوگون کو متابعت رسول اللہ صلعم کی راہ سے قرب ومشاہدہ کے لیے طلب کیا لقولہ تعالےٰ

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو مانو حکم اللہ کا اور رسول کا جسوقت بلاوے تمکو ایک کام پر جس مین تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

روک لیتا ہے آدمی سے اسکے دل کو اور یہ کہ اُسی پاس تم جمع ہو گے

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اسمین مومنون کو اللہ تعالےٰ نے استجابت کا حکم دیا۔ استجابت بمعنے اجابت ہے اے اجیبو اللہ آہ جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے تفسیر مین ذکر کیا اور وہ قول ابو عبیدہ ہے پس سین وتا زائدہ ہین اگرچہ استعمال لفظ مین استجابت متعدی بلام آتا ہے جیسا یہان اور اجابت خود بلا حرف متعدی ہوتا ہے اور کبھی استجابت بھی خود متعدی ہوتا ہے اور اجابت کے معنے قبولیت حکم ہے یعنے اطاعت کرنا پس ظاہر ہوا کہ تاکید ہے کیونکہ سابق مین اطاعت کا حکم بقولہ اطیعوا اللہ ورسولہ۔ دیا گیا ہے اور فرق یون کہا جا سکتا ہے کہ اوپر حکم اطاعت عموماً تھا اور یہان اگرچہ عموم ہے لیکن بصورت خاص بیان فرمایا اور مقید کیا لقولہ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ یعنے اے ایمان والو استجابت کرو اللہ تعالےٰ واسکے رسول کے واسطے جبکہ بلاوے تمکو اس چیز کے لیے کہ زندہ کرتا ہے تمکو اس سے۔ **قال البخاری رح** لما یحییکم اے لما یصلحکم جس سے تمہاری اصلاح فرماتا ہے اور ضمیر دعا مین یہان بھی مانند قولہ ولا تولوا عنہ۔ کے افراد آیا اور توجیہ وہی ہے جو وہان مذکور ہوئی۔ اور للرسول پر لام کا اعادہ بغرض تاکید ہے یعنے حکم کتاب اللہ جو منصوص ہین انکے سوائے جو رسول حکم دے وہ بھی مانو کیونکہ وہ بھی حکم الٰہی ہے اور حدیث مین ثابت ہے کہ مجھکو دیا گیا قرآن اور اسکے ساتھ اسکے مثل اور بھی یعنے سنت لہذا احادیث مین آپ نے اہل بدعت کے فتنہ سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا کہ آدمی تکیہ لگا کر بیٹھے اور کہے کہ یہ بات تو مجھے کتاب الٰہی مین نہین ملتی ہے پس ہوشیار کر دیا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہے وہ جسطرح ثابت ہے واجب العمل ہے اور عموم قولہ تعالےٰ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا اسکا مثبت صریح ہے پس معتزلہ وغیرہ جو اکثر سنن سے منکر ہین انکی آنحضرت صلعم کی خبر غیب اسکے جو بطور معجزہ واقع ہوئی ہے مصداق پیدا ہوئے۔ بالجملہ جن امور سے آنحضرت صلعم نے دعوت فرمائی کہ انمین حیات ہے ان کا قبول کرنا فرض ہے اور اسمین اہلسنت کے درمیان خلاف نہین۔ اور خبر واحد ظنی وغیرہ ہونے کا جو ائمہ حنفیہ وغیرہ کا قول ہے وہ ثبوت کی راہ سے ہے

یعنے آنحضرت صلعم سے یہ بات قطعاً ثابت ہے یا نہیں پس اگر واحد عادل نے روایت کی یا جو اسکے حکم میں ہے وہ ثابت تو ہوئی مگر اسمین قطع نہیں
بلکہ ظن ہے کہ شاید راوی سے سہو ہوا ہو یا جو معنے اسنے ذکر کیے اسکے سمجھنے مین سہو ہوا ہو اور مانند اسکے لہذا خبر متواتر و مشہور کو قطعی لیتے ہین یہ کلام
درمیان مین آیا۔ اب واضح ہو کہ امور حیات دہندہ سے کیا مراد ہے تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ علوم شرعیہ ہین کیونکہ علم حیات اور
جہل موت ہے اور جمہور نے کہا کہ قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی مین طاعت کے ساتھ استجابت کا حکم ہے جس سے حیات ابدی ملتی ہے۔ بعض
نے کہا کہ جہاد اسلیے کہ ظاہری سبب حیات ہے کیونکہ دشمن پر جب جہاد نہ کیا جاوے تو وہ حملہ آور ہوگا اور شہادت تو موجب حیات ہے یہی محمد
بن اسحاق کا قول ہے۔ سدیؒ نے کہا کہ ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ اس سے زندہ ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ حق ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ
وہ قرآن ہے اور مفسرؒ نے آمر دین لیا جو سب کو شامل ہے اور اشارہ کیا کہ اختلاف تفاسیر نہیں بلکہ تفسیر بطور مثال کے ہے اگرچہ بقرینہ سیاق
واقعہ بدر کے اہتمام شان متعلق بجہاد زیادہ ہے اور احتمال ہے کہ لما یحییکم مین لام تعلیل ہو یعنے رسول صلعم کی دعوت قبول کرو اسلیے کہ اس سے
وہ تمھین کو زندہ کرتا ہے۔ اور صحیح مین حدیث ابو سعید بن المعلی سے روایت ہے کہ مین مسجد مین نماز پڑھتا تھا کہ اتنے مین آنحضرت صلعم نے مجھے پکارا
پس مین نے استجابت نہین کی پھر مین نماز سے فارغ ہو کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نماز مین تھا تو فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ اور ایک حدیث مین ابی بن کعب کے ساتھ ایسا ہی واقعہ آیا ہے اور اسمین جب حضرت صلعم نے کہا کہ تجھے
نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ یعنے جب بلاوے و پکارے تو استجابت کرو پس ابی بن کعبؓ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہوئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اب ایسا نہ کرونگا۔ رواہ الترمذی و قال حسن صحیح۔ واضح ہو کہ یہان دو فائدے
ہین اول آنکہ اسطرح استجابت مخصوص بآنحضرت صلعم تھی اور اب کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی اور کے واسطے نماز توڑ دے۔ اور بعض نے کہا کہ نماز
نفل مین اگر باپ پکارے تو درصورتیکہ اسکو گمان ہو کہ دیر کرنے مین باپ کو ملال ہوگا تو نماز توڑ کر جواب دے۔ دوم آنکہ ظاہر آیت سے تو وقت
استجابت مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ فی الفور استجابت کرو اور دوم یہ کہ استجابت کرو خواہ بفور یا کسی عذر سے کچھ دیر کے بعد لیکن جب حدیث کو
ملایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ فی الفور استجابت مقصود ہے کیونکہ ابو سعید و ابی بن کعب نے نماز سے سلام پھیر کر استجابت کی تھی اور آنحضرت صلعم
نے اسپر عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ فی الفور استجابت واجب ہے اور حنظلہ بن صفوان غسیل الملائکہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت سے تھے کہ
اتنے مین جہاد احد کے واسطے حضرت صلعم کی طرف سے پکار ہوئی اور وہ اسوجہ سے نہ نہائے کہ استجابت مین تاخیر ہوگی لہذا اسیطرح جا کر شہید ہوے
اور ملائکہ نے انکو جب نہلایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکا کیا حال تھا کہ ملائکہ اسکو غسل دیتے ہین اسکی جورو سے دریافت کرو۔ پس اس سے سب
حال معلوم ہوا۔ اور یہان سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو امر کہ مطلق ہو کسی قید کے ساتھ نہو وہ فی الفور تعمیل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ بحث دراز ہے
جو اصول فقہ مین مفصل ہے۔ بالجملہ یہان آیت بقرینہ حدیث کے دلیل ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی استجابت فوراً چاہیئے اور چونکہ اب خود تشریف
نہین رکھتے ہین لہذا سنت سے جو حکم ثابت ہوا اسکی استجابت بفور واجب ہے پس اگر اسیوقت ادا کرنے کا ہو تو اسیوقت یا مطلق ہو اور اگر وقت
مقرر ہو تو اپنے وقت پر ادا کرے اور اسمین بھی توضیح و بحث باقی ہے واللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ
بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہوتا ہے آدمی اور اسکے قلب کے درمیان مین۔ یعنے جب ایسا ہے تو کسی کو بدون اسکے
ارادۂ قدیم پاک کے یہ استطاعت نہین کہ چاہے ایمان لاوے اور چاہے کافر ہو جاوے۔ واضح ہو کہ معنے مین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ مراد
یہ ہے کہ استجابت کی طرف جلدی کرے تعجیل کرو پہلے اس سے کہ جن دلوں سے تم کو سمجھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقدر کیے ہوے وقت موت آجانے سے

زائل ہوجاوین پس تمکو قدرت نہ رہے بعض نے کہا کہ بدر کے روز مسلمانون کو کثرت دشمن سے خوف تھا تو انکو آگاہ کردیا کہ قلب باختیار آلٰہی ہین وہ پاک خالق عزوجل چاہے خوف کے بعد امن دیدے جیسے تمکو کیا اور امن کے بعد خوفناک کردے جیسے تمہارے دشمنون کو کیا پس یہ اخبار ہے اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا۔ قال ابن عباس رض۔ اللہ تعالیٰ مومن کے درمیان اور کفر و معاصی کے درمیان حائل ہوتا ہے اور کافر کے درمیان اور ایمان و طاعت کے درمیان حائل ہوتا ہے یہی قول سعید بن جبیر و ضحاک و مجاہد و عکرمہ و ابو صالح وغیرہم کا ہے۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ یہ کلام بمانند قولہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہے۔ مترجم کہتا ہے قتادہ رح کی غرض فقط یہ ہے کہ حائل ہونا جناب باری تعالیٰ کا قدرت و قہر و قوت کے ساتھ ہے جیسے حبل الورید سے اقرب ہونا علم کے ساتھ ہے اور بیان معنے مین سدی رح نے کہا کہ او تعالیٰ حائل ہوتا ہے درمیان آدمی اور اسکے دل کے پس سوائے اسکے ارادہ کے اور کسی کو قدرت نہین کہ خود ایمان یا کفر اختیار کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مفسر رح نے یہی قول اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ اسی قول پر عقلی دلائل بھی قائم ہین اسوجہ سے کہ قلوب کے احوال یا تو اعتقادات ہین یا دواعی و ارادات ہین اور ان چیزون کے لیے کوئی فاعل حقیقی قادر مختار ضرور ہے جیسا کہ اپنے موقع پر ثابت ہوچکا ہے اور ایسا فاعل خالق وہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور کوئی نہین پس قلب مین موافق مشیت کے متصرف فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے پس قلب کے اعتقاد سے یا ادراک و فہم سے چاہے منع کرے اور چاہے عطا کرے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ پاک و برتر ہے اسکا حائل ہونا دو چیز کے درمیان مین کیونکر متصور ہے تو جواب یہ ہے کہ مجازاً حائل فرمایا اور مراد لازم ہے اور بعض محشی بیضاوی نے کہا کہ حول اصل مین بمعنے تغیر از حالی بحالی اور نیز بمعنے انفصال از غیر آتا ہے اور دوسرے معنے کا صلہ لفظ بین سے آتا ہے بخلاف اول کے کہ تحول الشی بمعنے تغیر ہے وہ شے متغیر ہوتی ہے۔ اور تحول عنہا۔ دونون مین منفصل ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ کے حائل ہونے کے معنے یہ کہ آدمی و اسکے دل کے درمیان مین منفصل ہوتا ہے لیکن چونکہ حقیقۃ انفصال حضرت باری تعالیٰ مین متصور نہین لہذا کنایہ ہے کہ وہ پاک پروردگار بندہ سے نہایت قریب ہے اور ابو السعود رح نے کہا کہ یہ کلام تمثیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے بہت قریب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان سے ظاہر ہوا کہ قول قتادہ رح جو اوپر بیان ہوا وہ تفسیر معنے و تاویل دونون کو متضمن ہے۔ ولیکن بنابر تفسیر مختار شیخ رح کے جو موافق قول سدی رح ہے یون اولیٰ ہے کہ تمثیل اس اعتبار سے ہے کہ جیسے حائل چیز دو چیزون کو اپنی خواہش و ارادہ کے موافق نہین ملنے دیتی ہے ویسے ہی ارادہ آلٰہی درمیان بندہ و اسکے قلب کے حائل ہے پس اپنی مراد کے موافق ایمان و کفر نہین کرسکتا فافہم و تامل۔ ربیع بن انس رح سے مروی ہے کہ علم آلٰہی حائل ہوتا ہے اور حسن رح نے کہا کہ حائل ہونا باعتبار قرب کے ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ حائل ہوتا ہے یہان تک کہ آدمی کو نادان چھوڑ دیتا ہے یعنے آدمی کا قلب اسی محل فہم تھا پس جب قلب اسکو نہ ملا تو بے سمجھ رہگیا اور یہ معنے پسندیدہ ہین اور اولیٰ یہ ہے کہ جب شان آلٰہی اعلیٰ و اجل ہے اور حائل ہونا جس شان سے اسکی جناب پاک کے لائق ہووے ممکن ہے تو اسکی کیفیت سے ہمکو تعرض کرنا کچھ ضرور نہین بلکہ ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالیٰ حائل ہوتا ہے جیسے وہ چاہے کیونکہ وہ قادر ہے لیکن جو طریقہ حائل ہونے کا ایسا ہے کہ وہ جناب باری تعالیٰ کی شان کے لائق نہین ہے اس سے وہ پاک ہے اور یہ بحث اوپر بھی گذر چکی ہے فافہم و تدبر۔ بالجملہ آدمی کو اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق مانگنی واجب ہے تاکہ اسی کی ہدایت و توفیق سے آدمی کو رسول اللہ صلعم کے حکم پر استجابت نصیب ہو اور متقی مومن اس دنیا سے گذر جاوے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آدمیون کے دل حضرت الرحمن کی دو انگلیون کے بیچ مین ایک دل کیطرح ہین انکو جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے پھر فرمایا کہ اے میرے پروردگار دلون کے پھیرنے والے ہمارے دلون کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔ رواہ مسلم۔ واضح ہو کہ انگلیون کے لفظ سے ہرگز کوئی یون نہ سمجھے کہ حقیقۃ انگلیان مراد ہین اسلیے کہ یہ کفر ہے اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات وغیرہ تمام مخلوق سے بری ہے بلکہ یہ فہمائش کے طور پر مجازاً

ہے یعنے اسکی قدرت کے پنجہ مین مقہور و مسخر ہین جیسے قولہ ہو آخذ بناصیتہا- یعنے ہر چیز اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے- اور بعض نے فرمایا کہ یہ صفات آلٰہیہ سے تعبیر ہے جنکی کیفیت و ماہیت فہم بشری سے باہر ہے کیونکہ ذات باری تعالےٰ و اسکی صفات کی حقیقت و کیفیت کا کسی کو علم نہین ہے ایسے ہی اس صفت کا بھی علم نہین ہو سکتا- جاننا چاہیے کہ اسی معنے کے احادیث سنن و مسانید مین بہت ہین اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ و بلال و انس وغیرہم سے مروی ہین چنانچہ حدیث نواس مین ہے کہ کوئی قلب نہین مگر آنکہ وہ اصابع الرحمن رب العالمین کے بیچ مین ہے جب چاہا اسکو ٹھیک رکھا اور جب چاہا اسکو موڑ دیا اور اکثر دعا کرتے کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک- یعنے اے دلون کو لوٹ پوٹ کرنے والے میرے پاک مولیٰ تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیو- اور حدیث ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا مین اس معنے مذکور کے بعد یہ ہے کہ پھر مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے آپ دعا نہین سکھلاتے جسکو مانگا کرون- فرمایا کہ ہان یون دعا کر- اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنی میرے پروردگار نبی محمد کے رب تو میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کردے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنے والے ہون مجھے چھوڑالے- رواہ احمد- وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور جان رکھو کہ اسی کی طرف تم محشور ہوگے- یعنے حشر مین رب تبارک و تعالےٰ کی طرف تمھارا پھر نا ضرور ہے [یعنے محشور ہونا رکھ ۱۲] ف فی العرائس- قولہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول آہ- اس کلام مین ندا کے ساتھ خطاب ہے پس ندا سے انکی روحون کو معطر فرمایا اور دعا سے دلون کے کان کھولے اور لذات خطاب سے انکے اسرار باطن کو شوق مین بھر دیا پس لُطفِ حکم و انوار قرب سے خوشدل ہوگئے- اسکی توضیح یہ ہے کہ قولہ استجیبوا للہ- یعنے اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے قبولیت کی اطاعت کرو نہ اپنے نفوس کے واسطے اور نہ عوض طلب کرنے کے لیے- اے لوگو اپنی جان و مال قربان کرو اس بلانے والے پر جسنے ازل مین تم کو تمھارے حادث ہونے سے پہلے بلایا اور آپ سے اپنی طرف ندا فرمائی اور محبت سے تمکو دعوت فرمائی تم بھی اسکی محبت مین قربان ہو جاؤ اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری مین رسول اللہ صلعم کی استجابت کرو- قال المترجم شیخ نے قولہ اذا دعاکم- کی ضمیر حضرت حق عزوجل کے نام پاک کی طرف راجع فرمائی اگرچہ اقرب مرجع لفظ رسول ہے واللہ تعالےٰ اعلم- بہر حال معنے یہ ہین کہ طاعت رسول اللہ صلعم بحکم الٰہی عزوجل ہے پس اللہ تعالےٰ ہی کے حکم و طاعت سے رسول اللہ صلعم کی استجابت ہوئی- پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ لما یحییکم یعنے اسوجہ سے کہ وہ تمکو روح صغریٰ و روح کبریٰ سے زندہ فرماتا ہے- روح صغریٰ از عالم ملکوت ہے جو نعوت جبروت یعنے روح کبریٰ سے ہے- اور نیز حیات بمشاہدہ ازلیت و قرب ابدیت ہے جو معرفت صفات و ذات پاک سے حاصل ہے- جنید رحنے اس آیت مین کہا کہ انوار دعا سے روح منور ہو کر حذف علائق پر آمادہ ہوئی اور مشقت شدید جو بدون محبت صادقہ کے گران ہوتی ہے انپر آسان ہوگئی اور ہر مصیبت انکے نزدیک ہیچ ہوگئی پس سلامت اوقات کو غنیمت جانکر حی القیوم عزوجل سے زندہ ہو کر بحیات جاودانی فائز ہوے قال المترجم جنگ اُحد مین عورتون کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کو پوچھتی تھین حالانکہ انکے باپ و بیٹے وغیرہ شہید ہوے اور کہتی تھین کہ اگر حضرت صلعم زندہ ہین تو ہر مصیبت بعد آپ کے آسان ہے پس اہل عقل اس مقام سے خود غور کر سکتے ہین- والسلام- واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ لما یحییکم- حیات یہ کہ ہر علت سے ظاہری ہو یا باطنی ہو پاک کردیا جعفر رحنے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی طاعت کرو تاکہ اس سے تمھارے دل زندہ فرماوے- اور نیز فرمایا کہ حیوٰۃ سے مراد معرفت ہے کما قال تعالےٰ فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ- بعض نے کہا کہ قولہ استجیبوا للہ الآیۃ مین اللہ تعالےٰ کے لیے استجابت کرنا اسرار باطن سے اور رسول اللہ صلعم کے واسطے استجابت کرنا ظاہری حال سے یعنے ظاہر احکام جو رسول صلعم کے حکم کے موافق بجالاؤ وہ خلوص نیت کیساتھ ہون اور حیات سے مراد یہ کہ رسول اللہ صلعم کی متابعت سے نفوس زندہ ہونگے اور غیوب کے مشاہدہ سے دل زندہ ہوگا اور یہ اسطرح کہ تمام طاعت مین اپنے آپ کو قصور وار دیکھو اللہ تعالےٰ سے حیا کرو- جعفر صادق رحنے کہا کہ دلون کی زندگی بمعاشرت اسکے اور روحون کی زندگی بمحبت اور نفوس کی

بمتابعت ہے۔ پھر جب انکو بلایا کہ شوق کے ساتھ مقام مشاہدہ کیطرف آؤ تو انکو آگاہ کر دیا کہ کشف جمال و محبت جو دلون کے لیے لازم ہے اسمین دل انکے اختیار مین نہین بلکہ قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین۔ کما قال واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ یعنے تمھارے دل قبضۂ الٰہی مین ہین انکو اللہ تعالے سے عاجزی کے ساتھ مانگو کہ تمکو پاک کر کے تمھارے لیے عطا فرما دے حالانکہ دلون کی یہ صفت ہے کہ دریاے صفات و ذات مین مشاہدہ و قرب کے ساتھ فانی ہین پس تم انکو پاؤ تو معرفت سے ملجاؤ اسیواسطے آیا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کیونکہ وہی نفس النفس اور قلب القلب اور روح الروح و عقل العقل و حیات الحیوۃ ہے اور حضرت صلعم نے دلون کا بحر صفات و ذات مین فانی ہونا اس عبارت سے بیان فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث۔ بعض نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے اپنے اولیاء کے دلون کو انسے لیکر صفات پاک سے متعلق فرما دیتا ہے چنانچہ حدیث مذکور مین آگے ہے کہ یقلبہا کیف یشاء۔ یعنے صفات مین منقلب فرما کر انپر معرفت و محبت کی مُہر لگاتا ہے بعض نے کہا کہ قولہ یحول بین المرء وقلبہ۔ یعنے خطاب الٰہی سمجھنے مین اسکی عقل و فہم کے درمیان تغیر الٰہی حائل ہے بعض نے کہا کہ مومن و ایمان کے درمیان اور کافر و کفر کے درمیان حائل ہوتا ہے پس ازل مین جو مقدر فرماتا ہے اُسیطرف پھیر دیتا ہے بعض نے کہا کہ یہان حیلولت از کفر ہے تاکہ سواے حق تعالے کے اور طرف رجوع نہون قال المترجم قلوب جب قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہین اگرچہ ماسواے قلوب کے باقی اعضاء بھی بدرجۂ اولی مسخر ہین تو صلاح و فساد قلب کے واسطے آدمی کو ہر حال مین اللہ تعالے سے التجا کرنی ضرور ہے اسی واسطے حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ مین یہ دعا ذکر کیا آیا کہ اے میرے معبود مالک تو میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کر دے اور مرتے دم تک سب ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنیوالے ہین بچالے۔ کما رواہ احمد اور خود اللہ تعالے نے فرمایا

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور بچتے رہو اُس فساد سے کہ نہ پڑیگا تم مین سے ظالمون پر چنکر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

اللہ تعالے اپنے مومن بندون کو تحذیر فرماتا ہے کہ ہر ایسے فتنہ سے بچین جو موجب فساد قلب ہے یعنے خواہ مخواہ دل ایسے فتنہ کے وقت خلاف راہ صواب اختیار کرتا ہے اور یہ موافق تغیر الٰہی ہوتا ہے۔ پس اس سے بچنے کا حکم دیا۔ بقولہ۔ وَاتَّقُوْا یہ خطاب مومنون کو عموماً ہے خواہ فی الحال وہ صالح متقی ہون یا گنہگار غیر متقی ہون یعنے بچو تم لوگ فِتْنَةً فتنہ سے۔ مراد فتنہ سے ہر ایسا امر ہے جس سے قلب متزلزل ہوتا ہے جیسے قحط و گرانی و ظالمون کا غلبہ اور آپس کا نفاق اور فاجرون بدکارون کی سرکشی و نیکون کا انکو منع نہ کرنا اور آدمی کا خود مغرور ہو جانا اور مانند اسکے بہت امور ہین جن سے قلب مین فساد آتا ہے یا باوجود سلامت قلب کے انسان بکروہ مصیبت مین گرفتار ہو جاتا ہے جس سے فساد قلب کا خوف ہے پس یہ ضرور نہین کہ فتنہ مین قلب سالم نہ رہے بلکہ محل خوف سے پرہیز کا حکم دیا کہ تم بچو ہر ایسے فتنہ سے جو لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً خاصکر انھین لوگون کو نہ پہونچیگا جنھون نے تم مین سے ظلم کیا یعنے خلاف شرع برتاؤ کیا بلکہ عام ہوگا کہ خلاف شرع برتاؤ کرنے والون کے ساتھ وہ لوگ بھی اس فتنہ سے مصیبت اُٹھاوینگے جو شرع پر قائم تھے۔ واضح ہو کہ لاتصیبن مین لا کیسا ہے اس مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ لا نہی کا ہے اور ظاہر مین اصابت پر فتنہ کو نہی ہے یعنے فتنہ مت پہونچے لیکن معنے مین مخاطبین کو نہی ہے یعنے تم ایسے فتنہ مین مت پڑو۔ دوم یہ کہ لا نفی ہے اور یہ جملہ صفت فتنہ واقع ہے یعنے بچو ایسے فتنہ سے جسکی یہ صفت ہوگی کہ خاصکر ظالمون ہی تک نہین رہیگا بلکہ عام ہو کر ظالم و صالح سب کو گھیر لیگا۔ اور یہ تقریر اگرچہ واضح ہے لیکن اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ لاتصیبن نون تاکید ہے باوجودیکہ یہان قسم نہین اور نہ طلب ہے نہ شرط پس مضارع پر ایسی صورت مین تاکید ماننا نحویون کے نزدیک اختلافی ہے اور فراء رح نے کہا کہ امر بلفظ نہی کے جواب مین ہے۔ کما فی قولہ ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان الآیۃ مبرد رح نے کہا کہ یہ نہی بعد امر کے ہے اور ظالمون کو ظلم سے ممانعت ہے اے لا یقربن الظلم۔ یعنے ظلم کے پاس نہ جاوین۔ اور

اسی کے مثل سیبویہ سے نقل کیا گیا جیسے کوئی کہے کہ لا اربنک ہہنا۔ اے لاتکن ہہنا۔ یعنے جسنے کہا کہ مین تجھے یہان نہ دیکھون اسکے معنے یہ ہین کہ تو یہان
مت رہ اسلیے کہ اگر یہان رہا تو دیکھیگا اور بعض نے کہا کہ لاتصیبن جواب قسم محذوف ہے اور وہ جملہ مجموعہ صفت فتنہ ہے اے فتنۃ واللہ لاتصیبن
یعنے بچو ایسے فتنہ سے کہ واللہ تم مین سے فقط ظالمون ہی تک مخصوص نہوگا بلکہ ظالم ہون یا غیر ظالم سب کو عام ہوجاویگا۔ پھر اس آیت کی تفسیر
معنوی مین تامل کرنا چاہیے پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتنہ بمعنے بلا اور وہ امر جو آیندہ ہونے والا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی اسناد
کے ساتھ مطرف سے روایت کی کہ ہم نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ آپ لوگون کو کیا ہوا کہ پہلے آپ نے خاموشی کرکے
اس خلیفہ رسول اللہ کو ضایع کیا جو شہید کیا گیا یعنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالمون نے شہید کر ڈالا پھر اب آپ لوگ آئے ہین کہ اسکے خون کا
مطالبہ کرتے ہین پس زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین مدتون یہ آیت پڑھی کہ واتقوا
فتنۃً لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ اور ہم کو یہ گمان نہ تھا کہ ظالمون کے ظلم کے فتنہ مین ہم ہی پھنسنے والے ہین یہانتک کہ ہوا جو ہوا۔ وقد رواہ
البزار وروی النسائی من طریق الحسن عن الزبیر نحوہ وبہذا الطریق رواہ ابن جریر ایضاً باسنادہ عن الحسن رح کہ زبیر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے
زمانہ مین ہم کو اللہ تعالے نے قولہ واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیہ سے خوف دلایا تھا اور ہم یہ نہین جانتے تھے کہ ظالمون کے فتنہ مین عام پھنسنے والے
ہم ہی ہوجاوینگے۔ داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ نے حسن بصری رح سے اس آیت مین روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی و عمار و طلحہ و زبیر
رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی۔ سفیان الثوری نے اپنی اسناد سے حضرت زبیر رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیہ
مین کہا کہ ہم نے یہ آیت ایک زمانہ تک پڑھی اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہین پھر ظاہر ہوا کہ ہمین لوگ اس سے مراد لیے گئے
تھے۔ قال الحافظ وقد روی من غیر وجہ عن الزبیر رضی اللہ عنہ۔ وقال المترجم حسن بصری رح نے جو کہا کہ یہ آیت چار صحابہ رض کے
حق مین نازل ہوئی تو یہ باعتبار تاویل کے ہے یعنے تاویل بمعنے ما یؤول الیہ الامر جیسا کہ کئی مقام پر سابق مین معانی تاویل کی توضیح گذر چکی ہے
اور حاصل یہ کہ جب نازل ہوئی تو مبہم نازل ہوئی تھی اور یہ نہین معلوم تھا کہ آل کار مین کون لوگ اس آیت کے مصداق ہوجاوینگے۔ پھر
ظاہر ہوا کہ یہ چار صحابہ اسکے مصداق ہوگئے کیونکہ جب مصر کے کمبخت لوگون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہا تو صحابہ رضی اللہ عنہم
انکو زبانی فہمایش کرتے اور ہتھیار اٹھا کر مدافعت نہین فرماتے تھے۔ پس ظالمون نے آخر حضرت عثمان خلیفۃ الرسول صلعم کو شہید کیا پس فتنہ برپا ہوا
جسمین یہ ظالم خبیث ہی مبتلا نہوئے بلکہ عام ہوگیا اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مبتلاے فتنہ ہوگئے اور خصوصیت حضرت علی و عمار و
طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کی اسوجہ سے ہے کہ طرفین سے یہ دو دو سردار تھے ورنہ عموماً اور صحابہ بھی اس عجیب فتنہ مین مبتلا ہوے اور ایسا گم صم فتنہ تھا
کہ طرفین حکم شرع مین معذور قرار پاتے ہین کیونکہ بعض وجوہ اگر ایک طرف ہین تو بعض دیگر دوسری طرف ہین اگرچہ بعد تمام غور و کمال بحث
کی حالت فتنہ سے خارج یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق بجانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا اور اسی پر ائمہ اہل سنت نے اتفاق کیا ہے لیکن اسپر بھی
اجماع ہے کہ اس حالت مین شرع سے طرفین معذور ہین پس حق عزوجل نے اس قرن برگزیدہ کو جو آنحضرت صلعم کے جان نثار تھے شہید کرکے
اٹھا لیا اور سچ ہوا کہ اہل بدر کے حق مین جو آیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اہل بدر کے حق مین فرمایا کہ تم جو چاہو وہ کرو مین نے تمہین بخشدیا۔ قال
السدی رحمہ اللہ۔ یہ آیت خاصکر اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی چنانچہ جنگ جمل مین وہ لوگ بسبب ظلم و فتنہ اہل مصر کے خود مبتلا ہوے
اور باہم لڑمرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسکو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہا۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے نے مومنون کو حکم دیا کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو اپنے روبرو برقرار نہونے دین تاکہ ایسا نہو کہ اللہ تعا

سب کو عموماً مبتلاے فتنہ کر دے۔ شیخ حافظ عماد۔ نے کہا کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے اور اسی واسطے مجاہد رح نے فرمایا کہ اے لوگو یہ آیت تمھارے حق مین بھی ہے اور ایساہی ضحاک و یزید بن ابی حبیب وغیرہم نے فرمایا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جو مشتمل بفتنہ نہو کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ الآیۃ۔ پس جو کوئی تم مین سے فتنہ سے پناہ مانگے اسکو چاہیے کہ گمراہی مین ڈالنے والے فتنون سے پناہ مانگے۔ رواہ ابن جریر۔ پس آیت کی تفسیر مین یہ قول کہ (یہ آیت صحابہ رضہ وانکے سوا اور لوگ سب کے حق مین تحذیر ہے۔ اگرچہ خطاب فقط صحابہ رضہ کے ساتھ ہے۔) یہی قول صحیح ہے انتہی کلامہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خطاب اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے ولیکن حکم عام ہے اور معنے یہ ہین کہ مومنون کو اللہ تعالے عموماً تحذیر فرماتا ہے کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو جہان تک تم سے ممکن ہے اپنے روبرو ہونے ندو کیونکہ یہ فتنہ ہے اور ایسے فتنہ مین یہی نہو گا کہ گناہ کا کام کرنے والے ہی عذاب پاوین بلکہ ان ظالمون کے ساتھ بے گناہ بھی مبتلاے بلا ہوجاوینگے پس ہر مومن کو اس سے تحذیر ہے فقط صحابہ رضہ کی کچھ خصوصیت نہین ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہین وہ احادیث جنمین فتنون سے پرہیز کا حکم عموماً وارد ہے اور یہ احادیث اس کثرت سے ہین کہ انکو جمع کرکے الگ ایک کتاب بنائی جاوے جیساکہ بہت سے ائمہ علما رکی مفرد تصانیف ہین کیونکہ وجوہ فتنہ بہت ہین لیکن یہان ان احادیث مین سے بعض احادیث تحذیر لکھی جاتی ہین۔ عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل عموم سب بندون کو بسبب خاص بعضے بندون کے بدفعل کے عذاب مین نہین مبتلا فرماتا جبتک کہ وہ لوگ اپنے روبرو ان بدکارون کے کام کو دیکھکر منع نکرین درحالیکہ وہ منع کرنے پر قادر ہون پس اگر منع کرسکتے تھے اور انھون نے منع نہ کیا تو اللہ تعالے بدکام کرنے والون کو اور نہ کرنے والون کو سب کو مبتلاے عذاب فرماتا ہے۔ رواہ احمد۔ عدی بن عمیرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب زمین پر گناہ کیے گئے تو جو شخص وہان حاضر ہوا اگر اسنے اس گناہ کے فعل سے انکار کیا یعنے ہاتھ سے روکا اگر روک سکتا ہو اور نہ زبان سے سمجھایا اگر کرسکتا ہو اور نہ دل ہی سے بُرا جانا تو یہ شخص ایسا ہے جیسے وہان تھا ہی نہین۔ اور جو شخص وہان تو حاضر نہ تھا مگر جب اسکو معلوم ہوا تو اس نے یہ فعل پسند کیا تو یہ ایسا ہے جیسے خود اسمین حاضر تھا۔ کذا ذکرہ ابن الاثیر فی جامع الاصول۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ ضرور تم ایسی باتون کا حکم کروگے جو شرع مین اچھی ہین اور ایسی باتون سے منع کروگے جو شرع مین بُری ہین اور یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے پاس سے تم پر ایک عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعائین کروگے اور قبول نہونگی۔ رواہ احمد اور ایک روایت مین ہے پھر تم پر ایک قوم کو مسلط کردیگا (یعنی اگر تم ایسا نہ کروگے ۱۲) اور تم دعائین مانگوگے مگر قبول نہونگی۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ خود کہتے تھے کہ زمانہ رسول اللہ صلعم مین آدمی ایک بات بولتا تھا جس سے منافق ہوجاتا تھا اور مین آب ایک جلسہ مین تم مین کے آدمی سے چار بار ایسا کلمہ سنتا ہون پس قسم ہے کہ تم امر معروف کا حکم کروگے اور امر منکر سے منع کروگے اور بھلائی پر آمادہ کروگے اور یا یہ ہوگا کہ تم سب کو اللہ تعالے مبتلاے عذاب کردیگا یا جو تم مین سے شریر بدکار ہین وہ تم پر سردار کیے جاوینگے پھر تم مین سے نیکوکار بڑے دعا کیا کرینگے اور وہ قبول نہو گی۔ رواہ احمد۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری سے ثابت ہے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے جہاز مین نیچے کے درجہ والے اگر پانی لینے کے لیے اور اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لیے اسمین چھید کرین اور اوپر والے منع نہ کرین تو سب کے سب غرق ہوجاوینگے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب میری اُمت مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالے اُن سب کو عذاب مین مبتلا کریگا۔ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا انمین نیکوکار بندے نہونگے تو فرمایا کہ ہان ہونگے۔ مین نے عرض کیا کہ انکی کیا کیفیت ہوگی فرمایا کہ وے بھی بدکار لوگون کے ساتھ مبتلا ہوکر پھر اللہ تعالے کی مغفرت مین ہوجاوینگے رواہ احمد۔ وعن المنذر بن جریر عن ابیہ مرفوعاً۔ جہ

قوم بدکاری و گناہ کرے اور اسمین کوئی ایسا ہو جو عزت والا اور روکنے والا ہے وہ انکو منع نہ کرے درحالیکہ منع کر سکتا ہے تو اللہ تعالی سب کو عذاب مین مبتلا کریگا۔ رواہ احمد و ابو داؤد۔ ام المومنین عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب زمین مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالی زمین والون پر اپنا عذاب نازل فرماویگا۔ مین نے عرض کیا کہ اسمین اللہ تعالی کے فرمانبردار بندے بھی ہونگے فرمایا کہ ہان پھر وے اللہ تعالی کی رحمت و رضوان مین ہو جاوینگے۔ رواہ احمد۔ حاصل یہ ہے کہ لوگون پر واجب ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کو بھلی باتون کا حکم کرین اور بری باتون سے منع کرین اور مخالفت کی کیفیت حدیث صحیح مین یون وارد ہے کہ ہاتھ سے منع کرے اگر قدرت ہو ورنہ زبان سے منع کرے ورنہ دل سے برا جانے اور اس سے نیچے پھر رائی برابر ایمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ یہان بعض کو یہ وہم پیدا ہوا کہ بدون کے عذاب مین نیک بھی پھنس گئے حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ لاتزر وازرۃ وزر اخری۔ یعنے کوئی جان کسی دوسری جان کا گناہ نہین لادیگی۔ کرخی نے کہا کہ اسکا جواب یون دیا گیا کہ جو امر شرع مین برا ہے جب لوگ اسکے کرنے پر مجتمع ہوے تو ہر دیکھنے والے پر واجب ہے کہ اسکو بگاڑے بشرطیکہ قادر ہو اور جب وہ خاموش ہوا تو سب کے سب گناہگار ہوئے پس کرنے والے تو بفعل سے اور خاموشی والے رضامندی سے اور اللہ تعالی نے راضی کو بھی بمنزلہ عامل کے قرار دیا ہے پس عقوبت مین بھی شریک ہو گئے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے شرح بخاری مین کہا کہ امر منکر پر راضی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جو امور شرع مین منکر ہین انکے ہونے سے جو خلل دین مین پڑتا ہے اس سے اسکو کچھ ایسا الم و درد نہو جیسا اپنے مال و اولاد کے گم و نیست ہونے سے درد لاحق ہوتا ہے پس جو ایسا ہے وہ فعل منکر پر راضی قرار پاویگا۔ اور اسی اعتبار سے وہ عذاب مین گرفتار ہوگا۔ بعض نے کہا کہ آیت مین احتمال ہے کہ عذاب سے وہ مراد ہو جو اسطرح ہوتا ہے کہ بعض آدمی دوسرون پر مسلط کیے جاوین اور انکو دکھ درد پہونچاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ اشکال و وہم میرے نزدیک کچھ وارد ہی نہین ہے جس سے جواب دیا جاوے اسلیے کہ قولہ لاتزر وازرۃ الآیۃ سے تو یہ ثابت ہے کہ کوئی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاویگا اور اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی بعض فتنہ بسبب بدکاری ظالمون کے ایسے بھیجیگا جسمین صالحین بھی مبتلا ہو جاوینگے پس صالحین پر یہ ابتلا بطریق عذاب نہوگا اور نہ انکو فاجرون کا گناہ اٹھانا پڑا اسلیے کہ صالح وہ اسیوقت ہین کہ انھون نے منکر سے بحسب مقدور انکار کیا ہو ورنہ وہ بھی داخل فاجرین تھے اور اپنے فجور پر ماخوذ ہوے پس صالحین جو فعل منکر سے انکار کرتے تھے وہ اس ابتلا مین مرحوم ہین چنانچہ حدیث ام المومنین ام سلمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما مین مصرح ہے کہ صالحین تو اس فتنہ مین رضوان و مغفرت الہی مین ہو جاوینگے لہذا طاعون کی موت کو شہادت فرمایا اور نیز طاعون کو عذاب کہا گیا ہے پس جو لائق تعذیب ہین انکے لیے طاعون عذاب ہے اور جو بقضاء الہی اس طاعون مین ہلاک ہوے اگر صالحین سے تھے انکے لیے یہ رحمت و شہادت ہے غایت ما فی الباب یہ کہ انکے واسطے ایسی چیز پیش ہوئی جو فاجرین کے لیے عذاب تھی لہذا بدل مین رحمت و رضوان الہی پایا اور یہ بوجہ تعمیم از جانب قضا رہے۔ فلیتامل فانہ دقیق و اختلط الفرق علی کثیر منہم واللہ تعالی اسالہ الہدایۃ فی البدایۃ والنہایۃ۔ پھر واضح ہو کہ صالحین مومنین کو جو فتنہ عامہ سے تحذیر فرمائی وہ اس معنے کر ہے کہ منکر شرعی کو برقرار نہ رکھین یعنے انکار جو انکے اختیار مین ہے اسکو بجا لاوین اور نیز بوجہ عدم انکار کے حصہ رحمت و غفران سے محروم ہو کر حصہ عذاب نہ اٹھاوین پھر متنبہ کیا بقولہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جان رکھو کہ اللہ تعالی شدید العقاب ہے یعنے جو اس سے خلاف کرے اسکے واسطے کوئی عذاب کرنے والا ایسا شدید نہین جیسا اللہ تعالی کا عذاب شدید ہے پس شدید العقاب ہونا اللہ تعالی کا جو اسکی صفت ہے انھین لوگون پر ہے جو نافرمانیان کرین خواہ انکو دنیا مین عذاب کرے یا آخرت مین جیسے اللہ تعالی ارحم الراحمین عموماً ہے اور مطیع بندون کے واسطے خصوصاً بھی ہے پس اگر کسی نافرمانی کرنے والے بندہ کو دنیا مین مہلت دیدے تو یہ بھی بمقتضاے رحمت عامہ ہے اگرچہ وہ آخرت مین

جو دار الجزا ہے ہرگز عذاب سے رہا نہوگا الا آنکہ اوتعالے چاہے لیکن یہ اسکی قدرت کا بیان ہے اور معلوم یہ ہے کہ بدکارون کو جنکا بدون توبہ کے یا بدون قبول ہونے توبہ کے دم نکل گیا وہ عذاب مین پڑے واعوذ باللہ تعالے من عذابہ - ف و فی العرائس قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا الآیۃ - جن لوگون کو دین مین سمجھ ہے انکو اللہ تعالے نے جھوٹے دعوے کرنے سے ڈرایا اور جھوٹے وہ دعوے ہین کہ جن مقامات کرامات کا مدعی دعوے کرتا ہے وہان تک نہ پہونچا ہو پس اس سے وہ خود اور سوا اسکے اور مرید فتنہ مین پڑ جائینگے کیونکہ جس نے اپنی ذات سے ایسی بات ظاہر کی جسکی لیاقت اسکو نہین ہے وہ ہر مقصود سے محروم ہو جائیگا اور جو کوئی اسکی پیروی کریگا چونکہ وہ حق و باطل مین تمیز نہین کر سکتا ہے گمراہ ہو جائیگا - چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور شیخ ابوعثمان نے فرمایا کہ حرام سے مال کمانا بھی منجملہ اُن فتنون کے ہے جس سے کمانے والے کے سوا دوسرا بھی عذاب مین پڑ جاتا ہے قال المترجم یعنے لوگون کو چاہیے کہ جسکو حرام طور پر کمائی کرتے دیکھین اسکو روکین استاد رحمہ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ جب اپنے نفس کو کسی لغزش مین ڈالیگا تو اس سے قلب تک فتنہ پہونچیگا یعنے وہ سخت ہو جائیگا اور نفس کو اس سے عقوبت ملیگی اور قلب سے جب لغزش ہوئی باینطور کہ اسنے ناجائز فعل کا ارادہ کیا تو اسکا فتنہ سر باطنی تک پہونچیگا یعنے اس پر حجاب طاری ہوگا - بعض مشائخ نے فرمایا کہ مرد زاہد نے جب شرعی رخصت کو قبول کیا یعنے قدر کفایت سے زیادہ دنیا کی چیزون کو لیا اگرچہ وہ وجہ حلال سے ہون تاہم اُسکا فتنہ مبتدیون کو پہونچیگا یعنے وہ اسکا فعل دیکھکر دنیا کی طرف رغبت کرینگے اور قلیل کفایت پر اکتفا چھوڑ کر آخر کار دنیاوی اشغال مین منہمک ہوکر میدان غفلت مین سرگردان ہو جاوینگے اور مرد عابد نے اگر اوراد و وظائف ترک کرنے کی طرف میل کیا تو جو مرید کہ مجاہدہ مین قدم بڑھائے اور ہاتھ پھیلائے تھا اسکو دیکھکر کسل مین پڑ جائیگا انجام کار مجاہدہ و ریاضت چھوڑ کر نفس کی خواہشون مین پڑ جائیگا چنانچہ قول حکمت ہے کہ تیزی شباب کے ایام مین فارغ البال ہونا انسان کے دین کو تباہ کرتا ہے انتہی کلامہ - پھر اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو انعام یاد دلایا - بقولہ

وَاذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمْ

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک مین ڈرتے تھے کہ اُچک لین تم کو لوگ پھر اُسنے تمکو جاے دی اور

وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

زور دیا اپنی مدد سے اور روزی دی تمکو ستھری چیزین شاید تم حق مانو

وَاذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ رض کو ہے اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ہو سکتا ہے - بالجملہ دشمنون سے انکی حمایت کرنے کی نعمت انکو یاد دلائی کہ واذکروا اذ انتم قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ اور یاد کرو وہ وقت کہ تم تھوڑے تھے کہ ضعیف بنائے گئے تھے زمین مین - یہ آیت بعد واقعہ بدر کے نازل ہوئی اور زمین سے مراد زمین مکہ ہے اور اسکو علی الاطلاق لفظ ارض سے یاد فرمایا اسلیے کہ اُسکی عظمت بڑی ہے گویا وہی پوری زمین ہے یا اسلیے کہ تمام زمین مین اُنکا وہی حال تھا جو زمین مکہ مین تھا یعنے مستضعف تھے اسے کمزور ضعیف بنائے گئے تھے چنانچہ فرمایا - تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمکو اُچک لیجاوین - خطف جلد لے لینا اور الناس سے مراد کفار مکہ ہین اور عکرمہ رح نے فرمایا کہ کفار عرب اور وہب رح نے فرمایا کہ اہل عجم ہین - حاصل یہ کہ تم وہ وقت یاد کرو کہ زمین مکہ مین تم لوگ تھوڑے اور کمزور بنائے ہوئے یہ ڈرتے تھے کہ کافر لوگ تمکو بآسانی گرفتار کرلین - فَـَٔاوَىٰكُمْ پس تمکو جگہ دی یعنے مدینہ مین تمہارا ٹھکانا کر دیا - اوی بمعنی بعد و لتبصر بمعنے لانا یعنے اللہ تعالے نے تمکو مدینہ سے یا انصار رض سے ملا دیا یعنے جگہ دیا اور یہ اظہر ہے وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ تائید

یعنے دستگیری کرنا و قوت دینا یعنے تمکو اپنی مدد سے قوی کیا چنانچہ منجملہ مواطن نصرت کے یوم بدر ہے یا بدر کے روز لائکہ سے تمھاری مدد فرمائی۔ وَرَزَقَکُم مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور رزق دیا تمکو پاکیزہ چیزون سے از انجملہ اموال غنیمت ہین جو اُنکے لیے حلال فرمائے حالانکہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لیے حلال نتھے۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم اللہ کی نعمتون کا شکر کرو بایطور کہ اسکی اطاعت سے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی استجابت سے قدم باہر نہ دھرو۔ لعل یہان اُن لوگون کی طرف سے خود امیدوار ہونے کے معنے مین بھی ہوسکتا ہے یا تقدیر کلام یہ کہ ارادۃ ان تشکروا ہذہ النعم۔ یعنے یہ انعام اس ارادے سے فرمائے کہ تم شکر کرو۔ اور یہ لعل الٰہی کی حکمت کا بیان ہے نہ یہ کہ فعل الٰہی معلل بدین غرض ہے تاکہ کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ کا فعل کسی غرض سے نہین ہوتا ہے کیونکہ معلل بغرض ہونے کے تو یہ معنے ہین کہ کسی نفع لینے یا ضرر دور کرنے کی غرض سے نہین ہوتا کیونکہ اللہ عزوجل کی جناب مین کچھ احتیاج نہین ہے اور یہ معنے نہین کہ اسمین کوئی حکمت نہین ہے بلکہ افعال الٰہی سراسر حکمت ہین۔ فافہم۔ اور خطاب اگرچہ صحابہ مہاجرین کیواسطے ہو مگر وہ تمام مومنون کو طرح طرح کے انعام واکرام ملتے جانے سے شامل ہوتا گیا اسی واسطے قتادہ بن دعامہ سدوسی رح نے فرمایا کہ یہ گروہ عرب تمام لوگون سے ذلت اور ننگا بھوکا ہونے مین بڑھا ہوا تھا جو جیتا تھا وہ بدبخت اور جو مرا وہ جہنمی واللہ مین نہین جانتا ہون کہ روے زمین پر اسوقت مین کوئی ان سے زیادہ بدحال ہو یہان تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسلام کو بھیجا اور ان لوگون کو مشرف فرماکر دنیا کے ملکون مین مکنت و شوکت دیکر انکے قدم بادشاہون کی گردنون پر رکھے یہ جو تم دیکھتے ہو اسی اسلام کی بدولت ہے پس اے لوگو اللہ کی نعمتون کا شکر کرو کہ تمھارا پروردگار سبحانہ وتعالےٰ منعم ہے اور شاکر کو پسند فرماتا اور شکر گذارون کی نعمتین بڑھاتا ہے۔ کذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر۔ و فی العرائس قولہ تعالےٰ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض۔ اللہ عزوجل نے اپنے اولیا پر احسان رکھا کہ اُنکی تعداد اگرچہ تھوڑی ہے مگر اللہ عزوجل کے نزدیک عظمت کی راہ سے بڑھے ہوئے ہین پھر خدا نگان عارفین سے اُنکی جماعت بڑھائی حالانکہ دشمنون کی شرارت و معصیت و قلت احترام سے خوفناک تھے چنانچہ فرمایا تخافون ان یتخطفکم الناس۔ کیونکہ ابتدائی احوال مین انکا یہی حال تھا پھر جب اللہ عزوجل نے انکو مقام مشاہدہ مین جگہ دی اور انوار ہیبت کا لباس پہنایا اور شربت وصل سے سیراب کیا تب نصرت الٰہی وہ دشمنان خدا پر غالب ہوئے اور انکے دشمن انکے سامنے ذلیل وخوار ہوگئے چنانچہ فرمایا۔ فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت۔ یہ ایوا یعنے ٹھکانا دینا اپنے قہر سے نکال کر اپنے لطف کی طرف ہے اور تائید یہ کہ انوار ہیبت سے اُنکے چہرے منور کیے اور طعام قرب سے انکو کھلایا۔ لعلکم تشکرون۔ اپنے معبود کو جب کا شکر کرتے ہو اُسکے اداے شکر سے عاجز ہوکر اسکی معرفت حاصل کرو۔ اُستاد رح نے فرمایا کہ جسم وجسمانیات کا رزق تو پاکیزہ حلال غذا ہے اور روح و سر باطنی کا رزق طرح طرح کے انوار سے ہے۔ پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے انعام سے ایسے بلند درجات پر پہونچایا تو راہ مستقیم مین خیانت کرنے سے اُنکو دھمکایا و ڈرایا یعنے راہ الٰہی مین شیطان ونفس کے وسوسے سے خیانت نکرین و مستقیم رہین۔ بقولہ تعالےٰ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اے ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتون مین اور جان کر

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

اور جان لو کہ تمھارے مال اور اولاد جو ہین خراب کرنے والے ہین اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

اس آیت مین اللہ عزوجل نے خیانت سے منع فرمایا اور یہ حکم مومنون پر فرض ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین رہا یہ کہ سبب نزول اس حکم پاک کا کیا ہوا تھا تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے اور مفسرین کے نزدیک ارجح یہ ہے کہ ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی جبکہ

رسول اللہ صلعم نے بدعہد قوم یہود بنی قریظہ کو محاصرہ کیا اور اسکو زمانہ گذرا تو ان بدبختون نے حضرت صلعم کے حکم پر گڑھی کھولدینا اور اُترآنا قبول کیا پس آنحضرت صلعم نے ابو لبابہ کو بھیجا انسے یہود نے مشورہ لیا اور کہا کہ کیا ہوگا۔ انکے مال و عیال اس گڑھی مین انکے پاس تھے پس بمقتضاے بشریت اُنھون نے اشارہ کیا یعنے حلق پر اُنگلی پھیری اور اشارہ سے بتلایا کہ قتل کیے جاؤگے پھر فوراً سمجھے کہ مین نے مال و اولاد کی محبت مین فتنہ اُٹھایا اور اللہ تعالےٰ و رسول کی خیانت کی پس شرم سے حضرت صلعم کے پاس واپس نہ آئے بلکہ باہر ہی باہر مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوکر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھا اور قسم کھائی کہ کچھ نہ چکھونگا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ میری توبہ قبول فرمادے یا مین مرجاؤن آنحضرت صلعم نے جب سُنا تو فرمایا کہ اگر میرے پاس آتا تو مین اسکے لیے استغفار کرتا اب چونکہ حق عزوجل سے بلاواسطہ رجوع لایا ہے تو اللہ تعالےٰ جو حکم فرمادے اسی حال مین قریب ایک ہفتہ کے گذرا کہ شدت تکلیف سے بار بار غش آتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے توبہ قبول فرمائی جیسا کہ اگلی آیت مین آتا ہے پس لوگ خوش ہوکر انکے پاس بشارت دیتے ہوے آئے اور کھولنا چاہا تو قسم دلائی کہ کوئی نہ کھولے یہانتک کہ رسول اللہ صلعم خود اپنے ہاتھ سے کھولین پھر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے نذر کی ہے کہ اپنے مال سے صدقہ دیجاؤن تو آپ نے فرمایا کہ فقط ایک تہائی صدقہ کرنا تجھکو کافی ہے۔ کذا قال ابن ابی قتادۃ والزہری۔ اور بعض نے کہا کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اُنھون نے ایسا کیا تھا و ابن عبد البر نے استیعاب مین کہا کہ یہ وجہ احسن ہے واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ سیاق آیت سے یہ قصہ اوفق ہے۔ اور ابن جریر رح نے اپنی اسناد کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارہ مین نازل ہوئی۔ ظاہر یہ ہے کہ واقعہ شہادت عثمان رض بھی بمانند دیگر امور خیانت کے عموم آیت مین شامل ہے اور نیز ابن جریر رح نے عطا بن ابی رباح کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ابوسفیان جو اس وقت تک مشرک تھا مکہ سے باہر نکلا تو جبرئیل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے حضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ابوسفیان فلان مقام پر ہے پس پوشیدہ نکلکر اس تک پہونچکر گرفتار کرو پس منافقون مین سے ایک شخص نے اسکو لکھ بھیجا و آگاہ کردیا تب نازل ہوا قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر خطاب بلفظ یا ایہا الذین آمنوا مقتضی نہیں کہ منافق کے معاملہ مین نزول ہوا مگر یہ آنکہ یون کہا جاوے کہ وہ باعث ہوا اور فہمائش سچے مومنون کو واقع ہوگئی ولیکن تامل سے خالی نہین اور شیخ حافظ عماد رح نے فرمایا کہ اس روایت کے اسناد و سیاق منظور فیہ ہے یعنے ٹھیک نہین ہے۔ ان صحیحین مین حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ البتہ اسکے مانند آیا ہے ولیکن وہ دوسرا واقعہ تھا اور حاطب رضی اللہ عنہ منافق نہ تھے چنانچہ سال فتح مکہ مین حاطب رض نے بوجہ اسکے کہ حاطب رض کے اموال وغیرہ مشرکون کے قبضہ مین تھے بدون کسی ناتے داری کے لہذا اُنھون نے آنحضرت صلعم کے ارادہ کا انکو خط لکھ بھیجا جسکو حضرت صلعم نے جبرئیل کے آگاہ کرنے سے حضرت علی و زبیر بن العوام رض کو بھیجکر پکڑوا منگایا اور حاطب رض نے حاضر ہوکر سچا حال عرض کردیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسوقت غصہ مین کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اس منافق کے گردن ارنے کی اجازت دیجیے کہ اسنے اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کی خیانت کی پس آپ نے روکا اور فرمایا کہ یہ شخص واقعہ بدر مین شریک تھا اور تجھے کیا معلوم ہے اللہ تعالےٰ اہل بدر کے دلون پر مطلع ہوا کہ اُسنے فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو کرو کہ مین نے تم کو بخشدیا۔ یہ اس قصہ طویل کا حاصل مذکور ہوا۔ پس یہ واقعہ اور ہے اور دلالت کرتا ہے کہ آیت خیانت پہلے نازل ہوچکی ہے۔ و قال السدی رح یعنے لوگ آنحضرت صلعم کی بات سنکر اسکو پھیلاتے یعنے چھپائے نہین رکھتے تھے یہانتک کہ مشرکون کو خبر پہونچ جاتی۔ بالجملہ یہ امور داخل عموم آیت ہین۔ واللہ اعلم۔ و قد قال الحافظ رحمہ اللہ صحیح یہ ہے کہ حکم اس آیت کریمہ کا عام ہے ہر قسم کی خیانات سے ممانعت کو شامل ہے اگرچہ نزول اسکا کسی سبب خاص پر ہوا ہو اور جمہور علما کے نزدیک یہی اصول ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص سبب پر مدار نہین ہے۔ اور خیانت جملہ گناہ کو شامل ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ

خواہ لازم ہو یا متعدیہ ہو۔ اور خون وخیانت دراصل بمعنے نقص ہے جیسے وفا بمعنے تمام ہی پھر امانت ووفا کی ضد حالت پر اسکا اطلاق ہوا کیونکہ جسکی
خیانت کی اسکا نقصان کیا اور بعض نے کہا کہ خیانت بمعنے غدر یعنی عہد شکنی ہے ومؤید اول ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ قولہ لا
تخونوا۔ اے۔ لاتنقصوا۔ نقصان مت کرو یعنے فرائض الٰہی میں کمی مت کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی سنت ترک کیکے گناہ کرنے سے
رسول کی خیانت مت کرو۔ پس قولہ تعالے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ تعالے کی۔ یعنے جو
چیزیں اللہ تعالے نے اپر فرض قرار دی ہیں انمیں نقص وکمی کرنے سے منع فرمایا۔ وَالرَّسُوْلَ اور رسول کی۔ یعنے رسول صلعم نے جو امور مسنون
فرمائے ہیں اُن میں خیانت مت کرو۔ اگر کہا جاوے کہ علی ہذا جو امور سنت ہیں جب انکا ترک کرنا روا نہوا تو واجب ہوگئے۔ پس جواب یہ ہے
کہ مسنون سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلعم نے بوحی خفی انکو مقرر کیا۔ پس جس امر کو بطور واجب مقرر کیا جیسے نماز عیدین مثلاً انکو کبھی ترک نہیں کر سکتا
اور جو امر کبھی کرنے اور احیاناً ترک کرنے کے طور پر مسنون فرمائے انکو اسی طرح رکھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سنن رواتبہ کو مثلاً اگر بالکل کوئی
شخص ترک کرکے فرائض پر اکتفا کرے تو وہ گنہگار ہوگا جیسا کہ علما کا اصح قول ہے اگرچہ بعض نے اس میں کلام کیا بنظر ظاہر حدیث صحیح کے کہ ایک
اعرابی نے آکر فرائض اسلام روزہ ونماز وغیرہ کا سوال کیا اور آنحضرت صلعم نے بقدر فرض بیان فرمایا اور اس نے کہا کہ مجھپر کچھ اور بھی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر آنکہ تو بطور تطوع ادا کرے پھر بعد بیان جملہ ارکان کے وہ یوں کہتا ہوا واپس ہوا کہ واللہ نہ میں اسپر گھٹاؤنگا نہ بڑھاؤنگا۔
اور آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فرمایا کہ اگر یہ اپنے قول میں سچا ہوا تو فلاح پائی۔ والحدیث فی الصحاح والسنن پس اسمیں سنتوں کا ذکر نہیں باوجود اسکے
آپ نے اسکو مفلحوں میں سے فرمایا۔ اور علما نے اسکے کئی طور سے جواب دیے جو شروح حدیث میں مذکور ہیں اور مترجم کو یہ جواب ظاہر ہوا کہ (اسپر)
کے لفظ سے اشارہ تمام کیفیت مذکورہ کی طرف ہے یعنے فرائض مع تطوع کے اور سنن بھی داخل تطوع ہیں پس مراد اعرابی کی یہ تھی کہ فرائض
کو بطور فرائض تطوع کو بطور تطوع ادا کرنے میں کمی نکرونگا اور نیز اسپر کچھ اپنی رائے سے بڑھاؤنگا بھی نہیں جیسے اس زمانہ کے لوگوں نے
صلوۃ غوثیہ وصلوۃ معکوسہ وغیرہ نکالی ہیں جو گناہ ہیں نہ تطوع۔ فافہم۔ بالجملہ اس تفسیر پر خیانت میں تفصیل ہے یعنے اللہ تعالے کی خیانت
تو فرائض الٰہی میں مت کرو اور رسول اللہ صلعم کی خیانت انکے سنن میں مت کرو یعنے جو بات جس طور سے وہ تمپر مسنون کریں اسمیں خیانت مت کرو۔
اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے جو احکام ایمانی بامانت رسول اللہ صلعم تمکو پہونچائے بایں طور کہ رسول اللہ صلعم نے تم کو تعلیم کیے اور تبلیغ کیے ہیں
تم رسول صلعم کی خیانت مت کرو کیونکہ جیسے اطاعت رسول عین اطاعت الٰہی ہے ویسے ہی خیانت رسول صلعم بھی عین خیانت الٰہی ہے وعلی ہذا۔
حاصل یہ ہوا کہ جو امور اللہ تعالے نے بوحی جلی اپنی کتاب میں فرمائے اور جو بوحی خفی بزبان رسول اللہ صلعم پہونچائے ان میں تم اللہ تعالے اور
رسول کی خیانت مت کرو۔ اس تفسیر میں کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ بمانند قولہ تعالے اطیعوا اللہ والرسول۔ ہے اور عروہ بن الزبیر رح نے
اس آیت میں کہا کہ رسول کی خیانت سے یہ مراد کہ ظاہر میں اسکو حق پر عمل کرکے راضی کرو اور باطن میں اسکے برخلاف ہو کیونکہ یہ اپنی امانتوں کی بربادی
وجانوں کی خیانت ہے اور اسی کے مانند عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ منافقوں کی طرح اللہ تعالے ورسول کی خیانت سے منع فرمایا ہے۔ وَتَخُوْنُوْٓا
اَمٰنٰتِكُمْ اے ولا تخونوا اماناتکم۔ اور اپنی امانتوں کی خیانت مت کرو۔ یہ تخونوا پر عطف ہے اور لا کے تحت میں داخل وصیغہ نہی ہے۔ امانات
جمع امانت و مراد وہ چیز جس پر امین کیے گئے خواہ دین کے کاموں میں سے کوئی امر ہو یا اور اس کے مانند ہو جیسے ابو لبابہ اس بھید کے امین تھے جو
بنو قریظہ کے حق میں مرکوز تھا۔ بالجملہ منع کیا کہ اللہ تعالے واس کے رسول کی اور جن امور پر امین ہو انمیں خیانت مت کرو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ خیانت ہے یا اچھا نہیں ہے پس عمداً مت کرو یا تم جاہل نہیں ہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ

فِتْنَةٌ حرف انما-لفظ انما مین زائدہ ہے جسنے ان- کو عمل کرنے سے معطل کردیا اور جملہ مفعول اعلموا ہے۔ المعنے اور جان رکھو یہ بات کہ تمھارے اموال و اولاد۔ فتنہ ہین یعنے تمھارے لیے فتنہ ہین اور تم کو آخرت سے روکنے والے ہین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالے کے پاس اجر عظیم ہے پس مال و اولاد پر نگاہ رکھکر اللہ تعالے و اسکے رسول کی خیانت کرکے اس اجر عظیم کو مت کھوو۔ قال الرازی رح اس آیت سے استدلال ہوسکتا ہے کہ نفل عبادت کے واسطے تخلیہ کرنا نکاح کے شغل سے بہتر ہے کیونکہ مال کی کمائی مین پڑکر فتنہ مین پڑجائیگا اور خطیب رح نے کہا کہ یہ تو فقط ایسے شخص کے حق مین ہے جو نکاح کا محتاج نہو ورنہ عدم نکاح کا فتنہ اس سے زیادہ ہے اس صورت مین نکاح افضل ہے-کما لایخفی- واضح ہو کہ فتنہ دو طرح کے ہین ایک وہ کہ جنمین پڑنا گمراہی ہے اور دوم وہ کہ اُنسے گمراہی لازم نہین بلکہ وہ فتنہ بمعنے امتحان ہین جیسے اولاد اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آپؐ نے ہر دو نواسہ کہ مین سے کسی کو لیکر فرمایا کہ تمھین ہو جو آدمی کو نامرد اکردیتے ہو یعنے جہاد کرنے مین تمھارا خیال کرکے موت سے بددلی کرتا ہے ایسے ہی اور چند کلمات فرمائے (یعنے حضرت حسنؓ و حسینؓ) پھر کہا کہ تم اللہ تعالے کے ریحان بھی ہو۔ بالجملہ آدمی کو اموال و اولاد کی محبت و پرورش مین ثواب ہے اور ان کی وجہ سے کوئی امر ناجائز کا مرتکب ہونا عذاب ہے پس اس امتحان مین ثابت رہنے کی دعا مانگتا رہے وقد قال تعالے یا ایہا الذین آمنوا لاتلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون- اور فرمایا- یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم الآیۃ لیکن محل امتحان یہ رکھا گیا کہ انکی محبت بالطبع انسان مین مجبول ہے اور انسان مکلف ہے کہ ایمان و صدق کے ساتھ رہے اور ایمان مین محبت اللہ تعو و رسول صلعم کی غالب ہو بلکہ تحقیق یہ ہے کہ طبعی محبت بمقتضائے قوائے بہیمیہ ہے اسواسطے انسان و دیگر حیوانات مین محبت اولاد یکسان موجود ہوتی ہے اور محبت ایمانی بمقتضائے نورانیت روح و صفائے سر باطن ہے لہذا جب ایمان کامل ہوتا ہے تو بواسطہ حکومت قلب و روح کے جسمانیات سب مطیع ہوتے ہین اور حرکت محبت طبعی کی اولاد و اموال کی طرف تنہا ہوجاتی ہے اور اللہ تعالے و رسول صلعم کی طرف مع جنود روح و سر باطن ہوتی ہے پس ایمان کامل کے ساتھ محبت حق عزوجل وہی اغلب بلکہ اسی کا وجود ظاہر ہوتا ہے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور اثر مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھکو طلب کر مجھے پاجاویگا پس اگر تو نے مجھے پایا تو سب کچھ پایا اور اگر مین تجھے نملا تو تجھے کچھ نملا اور مین تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہون۔ کذا ذکرہ الحافظ عماد رحمہ اللہ اور صحیحین مین رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ تین باتین ہین جسمین یہ ہون اسنے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالے و اسکا رسول سب اور چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کسی کو محبوب رکھے تو اللہ تعالے ہی کے واسطے محبوب رکھے اور جسکو کفر کی طرف پھر جانے سے یہ محبوب ہو کہ وہ آگ مین جلایا جاوے یعنے اگر کوئی اسکو آگ مین جلاوے تو وہ جل جانا پسند کرے اور کفر مین جانا پسند نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلعم کی محبت تو جان و مال و اولاد سب سے مقدم ہے چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہین جب تک کہ ایسا نہو کہ مین اس کے نزدیک اس کے جان و مال و اولاد و سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون- عمر رضی اللہ عنہ نے صاف باطن کے ساتھ کہا تھا کہ یارسول اللہ آپ مجھے سب چیزون و آدمیون سے زیادہ محبوب ہین سوائے اپنی جان کے تو حضرت صلعم نے انکار فرمایا پس اللہ عزوجل نے یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے دور کردیا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہین تو فرمایا کہ الآن یا عمر یعنے اب تو اے عمر مومن کامل ہوگیا اور جو شخص کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال جانتا ہے کہ تیر و تلوار کے سامنے آنحضرت صلعم کی طرف سے سینہ سپر ہوتے تھے اور سینہ پر برچھیان کھاتے اور آنحضرت صلعم پر جانین قربان کرتے اور پھر بھی شرم سے سرنگون تھے وہ جانتا ہے کہ وہی مومنین کاملین تھے اور سمجھتا ہے کہ ایمان کی کیا شان ہے والحمد للہ حمدا کثیرا والصلوۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد عبدہ و رسولہ مبارکۃ طیبۃ فی العرائس

قولہ یا ایہا الذین آمنوا لاتخونوا اللہ والرسول الآیۃ- اللہ عزوجل نے جب تمکو معالم ربوبیت کے اور حقائق عبودیت کے پہنچوائے اور عارف
کردیا تو تم انکو سچے ارادت والون سے چھپا کر خائن مت ہو اور جو کچھ تم نے میرے رسول صلعم کی شریعت و علم ماثور مین سے پایا ہے اسکو اہل طلب
سے مت چھپاؤ- قال علیہ السلام بلغوا عنی ولو آیۃ- یعنے حضرت صلعم کی حدیث پاک مین ہے کہ تم لوگ میری طرف سے اورون کو تبلیغ
کرو و پہونچاؤ اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو- پھر جب اسکو پہچان لیا تو اسپر عمل کرو اور اس امانت مین جو اللہ تعالے نے تمہارے سینون مین ودیعت
رکھی ہے کچھ خیانت مت کرو باین طور کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا لوگون کو پہونچانا اور معروف شرعی کا حکم کرنا اور ممنوع شرعی سے منع کرنا چھوڑ دیا اسیواسطے
فرمایا- وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون- یعنے پھر ان امانات مین جو تمہارے سینون مین حاصل ہوئین انمین خیانت مت کرو حالانکہ تم جان چکے ہو یا
خیانت کرنے مین یہ بات جانتے ہو کہ جو علم تمکو اللہ تعالے نے دیا اسکا حق ادا کرنے مین تم خائن ہوئے جاتے ہو- اور نیز واضح رہے کہ جسنے ایمان سے
اللہ تعالے کی معرفت حاصل کی پھر اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کی طرف التفات کیا تو اسنے اللہ تعالے کی محبت و امانت مین خیانت کی حالانکہ
معرفت کی ودیعتین جو سینون مین ہین وہ اس امر کی موجب ہین کہ کوئی خطرہ نفسانی یا شیطانی دل مین نہ آنے پاوے- شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ
نے کہا کہ جو کوئی در پردہ اللہ تعالے کی خیانت کرتا ہے اللہ تعالے علانیہ اسکا پردہ کھول دیتا ہے- بعض نے کہا کہ در پردہ خیانت الٰہی یہ ہے کہ دنیا کی
ریاست و دولت یا بزرگ عالم فاضل پیر مشائخ بننے کی محبت اسکے دل مین ہو اور جسقدر اسکا درحقیقت حال ہے اس سے زیادہ اظہار
کرے یہ تو اللہ تعالے کی خیانت کی اور رسول اللہ صلعم کی خیانت یون کریگا کہ شریعت کا موہ چھوڑ دے اور مراد یہ نہین ہے کہ فرائض و واجبات
چھوڑ دے کیونکہ اُسے خیانت ہی نہین بلکہ کفر ہو جاتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ شریعت کے آداب کو اور حضرت صلعم کی سنتون کو چھوڑے اور انمین
سستی کرے اور لوگون سے معاملات و برتاؤ مین کھوٹا ہو اور آدمیون سے اخلاق اچھے نہ رکھے اور مومنون سے بدسلوکی کرے اور انکی نصیحت کو
ترک کرے- قولہ تعالے واعلموا انما اموالکم الخ- اس مین حق سبحانہ تعالے نے ظاہر کردیا کہ جسنے اپنی معیشت مین مال پر بھروسا کیا اور اپنی نصرت
اپنی اولاد سے چاہی یعنے اعتماد کیا تو وہ راہ حق مین غیر سے فتنہ مین پڑ گیا- بعض نے فرمایا کہ اموال تمہارے فتنہ ہین یعنے جب تم انکو جمع کر رکھو
تو فتنہ ہین اور اگر نیک باتون مین خرچ کرو تو نعمت ہین- بعض نے کہا کہ مال اس شخص کے لیے فتنہ ہے جو اس سے بدفعلی کرنا چاہے اور نعمت ہے
اُس شخص کے لیے جو اسمین اللہ تعالے کا خزانچی ہو یعنے موافق حکم الٰہی کے اسمین سے لیوے اور جسطرح شرع نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح
خرچ کرے- مترجم کہتا ہے کہ مال کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ بنو اسرائیل مین تو عورتون سے فتنہ برپا
ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہوگا- یعنے ابتدا اسکی مال سے ہوگی اگرچہ انجام کار تو عورتون و لونڈون وغیرہ ہزارون فتنہ مین مبتلا
ہو گئے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا- اور بعض احادیث مین مال کی مدح بھی آئی ہے چنانچہ فرمایا نعم المال الصالح للرجل
الصالح- یعنے مال حلال مرد نیکوکار کے واسطے بہت اچھا وسیلہ ہے یعنے وہ اس سے اپنی آخرت کے امور بتوفیق الٰہی درست کرلیتا ہے پس قول
بعض مشائخ اسی بنا پر ہے یعنے آیات و احادیث مین توفیق بیان کردے کہ یہ مراد ہے اور ایسی ہی اولاد سب خراب نہین بلکہ منجملہ دائمی اعمال
ثواب کے ایک فرزند صالح کو فرمایا ہے جو والدین کے واسطے دعا کرتا رہے یا ایسا فعل کرے جس سے متواتر ثواب پہونچے- واضح ہو کہ بالاتفاق
اہل حق کے نزدیک اپنے ہاتھون کی محنت و مشقت سے کمائی کرکے کھانا بہ نسبت کمائی نہ کرنے کے بہتر ہے اور اگر اس کی نگاہ لوگون کے نذرانہ
کی طرف لگی رہے تو اسپر کمائی واجب ہے- پھر بالاجماع حرام طور سے مال کمانا حرام ہے اور بعض اقوال ائمہ حنفیہ سے جو بعض صورتون مین
باوجود وجہ حرام کے کمائی حلال ہونے کا وہم کیا گیا ہے وہ بہتان ہے اور خلاف مقصود کے معنے بیان کیے گئے جیسا کہ مترجم نے اس بحث کو اسکے

مقام پر شرح کر دیا ہے۔ اور بطور وجہ شبہ کے احتراز کا حکم ہے اور متاخرین مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں صریح حرام سے بچ جاوے یہی غنیمت ہے کیونکہ شبہہ سے خالی بہت کم بلکہ شاید کالعدم ہے۔ کما صرح بہ فی کتاب الکراہتہ۔ پھر جو مال بوجہ حلال کمانا ممکن ہے اسمین قدر کفایت سے زائد کی ہوس کرنا اکثر محققین مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اگرچہ اس سے امور خیر مین صرف کرنے کی نیت کرے۔ اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ حدیث مین اجمال فی الطلب کا حکم ہے یعنے تلاش رزق مین آہستگی اور وقار کے ساتھ اگر فضل الٰہی سے اسکو مال زائد ملجاوے جیسا اور لوگون کو اتنی تلاش مین نہ ملے تو اسکو وجوہ خیرات مین صرف کرنے کی صورت مین اچھا ہے اور محبت سے جمع کرنے کی صورت مین فتنہ ہے جیسے سخت تلاش کی صورت مین اگرچہ بقدر مقدر ہی ملیگا فتنہ سے خالی نہین ہے۔ فلیتامل فیہ واللہ اعلم۔ شیخ ابو الحسین وراق نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے دنیا وآخرت مین سے جس چیز پر تو نے اعتماد کیا وہ تیرے واسطے فتنہ ہے یہان تک کہ تو سب سے منھ موڑ کر اپنے مولیٰ عز وجل کی جناب مین متوجہ ہو اور اسی پر اعتماد کرے۔ واضح ہو کہ قولہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول الآیتین توارجح قول پر ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے حق مین تعلیم وعتاب تھا۔ پھر توبہ نازل فرمائی بقولہ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ

اے ایمان والو اگر ڈرتے رہوگے اللہ سے تو کر دیگا تم مین فیصلہ اور اُتار دیگا تم سے تمھارے گناہ اور تم کو بخشیگا

وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو۔ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ اگر تم تقوی اختیار کروگے اللہ تعالےٰ کا یعنے جو امور کہ قولہ تعالےٰ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون کے اوصاف مشار الیہ دوسرے پارہ مین مجمل گذرے اور تفصیل اسکی بھی فی الجملہ وہان مذکور ہوئی ہے۔ اور یہ ترک خیانات وغیرہ سب کو شامل ہے پس اگر ان امور سے تم تقوی اختیار کروگے تو یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا تم تین افضال سے سرفراز کیے جاؤگے ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ تمھارے لیے فرقان کر دیگا۔ ابن عباس رض ومجاہد وسدی وعکرمہ وضحاک وقتادہ ومقاتل وغیرہم رحمہم اللہ نے کہا کہ فرقان بمعنے نجات ہے اور مجاہد رح نے کہا یعنے دنیا وآخرت کی نجات۔ اور ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ فرقان یعنے نصرت۔ اور مؤید اول ہے قولہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً۔ یعنے نجات۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ فرقان یعنے حق وباطل مین فرق وتمیز۔ قال الحافظ یہ تفسیر اعم ہے اسواسطے کہ جسنے اسطرح تقوی اختیار کیا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام بجا لایا اور مناہی سے باز رہا اسکو حق وباطل مین تمیز ومعرفت حاصل ہوتی ہے پس وہ سبب نصرت ونجات ومخرج از تنگی دنیا ہوتا ہے اور قیامت مین سبب وسعت وسعادت ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وَیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ اور اللہ تعالےٰ تم سے تمھارے سیأآت کی تکفیر کریگا۔ سیأت جمع سیئہ بمعنے بُرائی ہے گویا گناہ بندہ کے لیے اس کی بدی وعیب ہین اور تکفیر بمعنے ڈھانپ دینا پس بدیون کے ڈھانپ دینے اور ظاہر نہ فرمانے سے مراد یہ کہ اللہ تعالےٰ انکو محو کر دیگا اور انپر مواخذہ نہ فرماویگا بلکہ بخشدیگا چنانچہ امر سوم بھی فرمایا کہ وَیَغْفِرْ لَکُمْ۔ اور بخشدیگا سیئات کو تمھارے لیے۔ بعض نے کہا کہ تکفیر سیئات سے صغیرہ گناہون کا محو کرنا مراد ہے اور یغفر لکم سے کبیرہ گناہون کی مغفرت مراد ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ تقوی سے یہان ظاہر یہ ہے کہ اجتناب از کبائر مراد ہووے پس بمانند قولہ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیأتکم الآیہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ گناہ سابق ولاحق کی مغفرت مراد ہے بالجملہ جب فرقان ومعرفت حاصل ہوئی اور گناہ مغفور ہوے تو عین رحمت مین داخل کیا گیا لہٰذا فرمایا۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالےٰ فضل عظیم

والا ہے یعنے اس کا فضل بہت بڑا ہے پس ثواب جزیل جمیل پاؤگے بمانند قولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و
یجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم۔ پھر واضح ہو کہ افضال مذکورہ مشروط بتقوی ہین یعنے اگر تقوی رکھوگے تو یہ امور و انعام تم کو
عطا ہونگے پس ظاہر و باطن متقی ان افضال کا سزاوار ہے۔ جاننا چاہیے کہ سبب نزول اگرچہ شخص واحد کے حق مین تھا لیکن خطاب بصیغۂ
جمع واسطے عموم کے ہے یعنے جو کوئی ایسا کریگا وہ اس انعام کا مستحق ہوگا **ف وفی العرائس** قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ الآیۃ
اس مین اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا کہ جو کوئی اپنے سر باطنی کو مال و اولاد اور دنیا و آخرت وغیرہ سوائے اللہ تعالے کے اور سب چیزون سے خارج
کرے تو اللہ تعالے اسکے دل مین جو محل تقوی ہے انوار غیب کی شمع روشن کرتا ہے جس سے اسکو ملکوت مین اور شیطانی وسواس مین فرق نظر آتا ہے
سہل رح نے فرمایا کہ فرقان ایسا نور ہے جس سے حق و باطل مین فرق کھلتا ہے جنید رح نے فرمایا جب بندہ نے تقوی اختیار کیا تو اللہ تعالے
اسکے لیے ایسا تبیان دیتا ہے جس سے حق و باطل مین فرق ہو اور یہ نتیجہ تقوی ہے پھر شیخ سے کہا گیا کہ تقوی کیا فرقان نہین ہے فرمایا کہ ہان
ولیکن اول تو اللہ تعالے کی طرف سے ہدایت ہے اور دوم بندہ کا حاصل کیا ہوا ہے پس جب اسنے تقوی کیا تو اس سے حق و باطل مین تفرقہ
پہچانا۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فرقان سے حق و باطل مین تفرقہ بوجہ علم وافی و الہام الہی کے حاصل ہوتا ہے پس علماء کا فرقان انکے دلائل
ہین اور عارفون کا فرقان انکے عرفانی فضائل ہین پس فرقہ اول کو اپنے نفس کی کوشش ہے اور فرقہ دوم کو پروردگار کی بخشش ہے پس فرقان
اللہ تعالے کی طرف سے معرفت دینا اور تکفیر اللہ تعالے کی طرف سے تخفیف یعنے گناہون کا محو کرنا اور غفران یعنے گناہون کی مغفرت تو یہ اللہ تعالے
کی طرف سے بندہ کے حق مین تشریف و بزرگی ہے جس سے وہ اکرام جنت سے فائز ہوتا ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھکو بٹھا دین یا مار ڈالین یا نکال دین اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر

یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ کو چھوڑ مدینہ منورہ مین ہجرت کرکے چلے آنے کے بعد نازل ہوئی جسمین اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب صلعم
کو وہ نعمتین یاد دلائین جو کافرون کے نرغہ سے ہجرت کرنے کے وقت انعام فرمائی تھین بقولہ۔ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اے واذکر
یا محمد وقت مکر الکافرین بک یعنے اے محمد صلعم وہ وقت یاد کر کہ تیرے ساتھ کافر لوگ مکر باندھتے تھے درحالیکہ وے لوگ دار الندوہ مین تیرے بارے
مین مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ لِيُثْبِتُوْكَ تاکہ تجھکو قیدخانہ مین بند رکھین و تیرے بیڑیان ڈالین۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ لیثبتوک
اے لیوثقوک یعنے تاکہ تجھکو مضبوط باندھین اور عطاء و ابن زید نے فرمایا اے لیحبسوک یعنے تجھکو قیدخانہ مین بند کرین اور سدی رح نے ان دونون کو
جمع کر دیا اور وہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے کہ تثبیت بمعنے حبس و وثاق دونون ہے یعنے تاکہ تجھکو بندش کے ساتھ قید رکھین۔ اَوْ يَقْتُلُوْكَ یا تجھکو
قتل کرین یعنے کئی آدمی ایک ہی چوٹ سے سب کے سب تجھکو مار ڈالین۔ اَوْ يُخْرِجُوْكَ یا تجھکو مکہ سے نکال دین یہ سب انکی متفرق رائین
تھین۔ وَيَمْكُرُوْنَ اور وے مکر کرتے تھے تیرے ساتھ مین۔ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ اور اللہ تعالے انکے ساتھ مکر کرتا تھا یعنے انکے مکرون کو اسطرح باطل
کرتا تھا کہ انکی تدبیر سے تجھکو آگاہ کر دیا اور حکم دیدیا کہ تو یہان سے نکل جا۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور اللہ تعالے سب مکر کرنیوالون سے زیادہ
مکر کی راہون کا جاننے والا ہے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ سنید رح نے عبید بن عمیر سے مرسلاً اور ابن جریر رح نے مطلب بن ابی وداعہ سے

موصولاً روایت کی کہ ابو طالب نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ قوم کے لوگ جو آپکے حق مین مشورہ کرتے ہین وہ آپکو معلوم ہے آپ نے فرمایا کہ اے چچا یہ چاہتے ہین کہ مجھے قید یا قتل کرین یا نکال دین ابو طالب نے تعجب سے کہا کہ تمکو کسنے بتلایا آپ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے ابو طالب نے کہا کہ تمہارا پروردگار کیا اچھا رب ہے تم اس سے بھلائی کی درخواست کرو آپ نے فرمایا کہ ہان بلکہ اﷲ تعالے آپ ہی مجھ بندہ کی بھلائی چاہتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی قال ابن کثیر رح ہذا اثر غریب بل منکر یعنے یہ روایت ٹھیک نہین ہے کیونکہ ابو طالب کے مرنے کے قریب تین برس بعد جب کافرون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی مددگار نہ دیکھا تو دار الندوہ مین یعنے مشورت خانہ مین جمع ہوکر ایسا مشورہ کیا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے کئی طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش کے ہر قبیلہ مین سے چند اشراف آدمی دار الندوہ مین مشورت کے لیے آنے لگے تو راہ مین شیطان ایک بوڑھے آدمی کی صورت بنکر اُنکے سامنے ہوا اور کہا کہ مین نے سُنا تھا کہ تم لوگ اس مرد صابی کے حق مین مشورہ کرنا چاہتے ہو تو مین بھی رائے دینے کو شریک ہوں اور مین اہل نجد مین سے ہون پس کافرون نے غنیمت جانکر مشورہ مین اسکو شریک کیا پھر ایک نے مشورہ دیا کہ اسکو زنجیرون مین جکڑ دو اور اُسکی موت کے منتظر ہو تا کہ زہیر و نابغہ وغیرہ اگلے شاعرون کی طرح وہ بھی مرجاوے پس شیخ نجدی یعنے ابلیس ملعون بولا کہ واللہ میری یہ رائے نہین ہے کیونکہ اگر اسکو قید کر دیگے تو دروازہ کے اندر سے اسکی باتین مشک کی طرح اُڑینگے اور شاید اُسکے ساتھی لوگ ایکبارگی تمپر حملہ آور ہوکر بعد لڑائی کے تم سے چُھڑا لیجاوین یا تمکو یہان سے نکال دین سبھون نے یہ بات پسند کی پھر ایک نے کہا کہ اُسکو یہان سے نکال دو تمھاری نظر سے غائب جہان چاہے جو چاہے کرتا پھرے اور تمکو اسکی اذیت سے راحت ملے کیونکہ تمہارے الٰہہ کو بُری طرح بیان کرتا ہے۔ پھر شیخ نجدی بولا کہ واللہ یہ تو رائے نہین ہے کیونکہ اُسکی میٹھی باتین دلون کو لے لیتی ہین پس شاید وہ غیر ملک مین اپنا گروہ جمع کرکے تم پر حملہ کرے اور تمھارے اشراف کو قتل کرکے ملک چھین لے پس اور کوئی رائے سوچو تب ابوجہل ملعون بولا کہ واللہ مجھے ایک رائے سوجھی جو قابل تعریف ہے کہ تم ہر قبیلہ قریش مین سے ایک نوجوان بہادر چھانٹو اور ان سب کے ہاتھ مین ایک ایک شمشیر بران دیدو پھر یہ سب ایکبارگی ایک ہی ضرب سے اُسکا کام تمام کر دین پس اُسکا خون ان سب قبائل پر متفرق ہو جائیگا۔ اور مین گمان کرتا ہون کہ اس گروہ بنی ہاشم کو تمام قبائل قریش سے لڑنے کی طاقت نہو لہذا ناچار وے لوگ دیت قبول کرینگے اور تمکو اسکی طرف سے راحت ہو جائیگی پس شیخ نجدی بولا کہ واللہ کیا خوب رائے ہے پس اسی بات پر سب متفق ہوگے اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قوم کے مکر کی خبر دی اور کہا کہ آج رات مین آپ اپنے خوابگاہ مین نہ سوئین اور اللہ تعالے نے ہجرت کا حکم دیدیا۔ پھر مدینہ آنے کے بعد اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس واقعہ مین سلامت رکھنے کی نعمتین یاد دلائین۔ قال ابن کثیر اور اسی سیاق کے مانند سدی رح و مجاہد رح و عروہ و قتادہ رح و مقسم رح وغیرہم سے مروی ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے حکم پہونچایا کہ آج رات مین آپ اپنے بستر پر نہ سوئین تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے سبز خطی چادر اوڑھ کر یہان سو رہو کیونکہ آنحضرت صلعم کے پاس کافرون وغیرہ کی ودیعتین تھین کہ وہ لوگ آپ کو امین صادق الیقین کہتے تھے پس آپ نے بجاے اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امین کر دیا۔ اور خود نکلے تو دیکھا کہ قوم کے لوگ ننگی تلوارین لیے کھڑے ہین پس آپ نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور سورہ یٰس تا قولہ فاغشیناہم فہم لا یبصرون پڑھتے ہوئے وہ خاک انکے سرون اور آنکھون پر چھوڑتے ہوے نکلے چلے گئے اور اللہ تعالے نے اُنکی بینائیان بند کر دین اور وہ سر جھکائے کھڑے رہے اور حاکم کی روایت ابن عباس مین ہے کہ خاک وکنکری ان کفار مین سے جسکے لگی تھی وہ بدر کے روز کافر مارا گیا پھر جب پو پھٹی تو یہ کفار ملعون ایکبارگی گھُس پڑے۔ پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو شرمندہ ہوکر پوچھا کہ تمھارے ساتھی محمد کہان مین آپنے فرمایا کہ وہ تو تمھارے سامنے سے رات ہی کو چلے گئے اب مجھے نہین معلوم کہ کہان ہین اور حال یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلکر حضرت

ابوبکرؓ کے پاس آئے اور انکو ساتھ لیکر پہاڑ پر جاکر غار مین بیٹھ رہے پھر جب کافرون نے نشان قدم پہچاننے والون کو ساتھ لیکر تلاش کیا تو انھون نے غار کے دروازے تک پتا بتایا لیکن کافرون نے غار کے مُنھ پر مکڑی کا جالا بہت ساتنا ہوا دیکھکر کہا کہ یہان جاتے تو جالا نہوتا پس اللہ تعالیٰ نے انکو خوار کرکے پھیر دیا۔ واضح ہو کہ تین روز اس غار مین مقیم ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے مین عمدہ عمدہ اسرار و لطائف ہین جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین۔ محمد ابن اسحٰق نے قولہ ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ کی تفسیر مین عروہ سے ذکر کیا کہ معنے یہ ہین کہ مین نے بکید متین انکو ایسا گرفتار کرکے تمھکو اُنسے چھڑا لیا اور بعض نے کہا کہ مکر کے معنے کسی امر مین خفیہ تدبیر کرنا اور حیلہ کرنا اور چونکہ اللہ عز وجل اپنی مخلوق پر قاہر و قادر ہے کوئی ذرہ بدون اسکے حکم کے جنبش نہین کر سکتا لہذا مکر بمعنے احتیال یہان بطریق حقیقت مراد نہین ہو سکتا بلکہ مجاز بطریق مشاکلت مراد ہے یعنے انکے مکر و حیلون کے مقابلہ مین چونکہ پاکیزہ تدبیر سے خلاص فرمایا لہذا بسبب مقابلہ کے اسکو مکر کہا اور مشاکلت عمدہ باب بلاغت سے ہے کما لا یخفی علے الماہر۔ اور بعض نے کہا مکر الٰہی کے یہ معنے ہین کہ کافرون کو اُنکے مکر کا بدلا دینے والا ہے اور آیت مین اشارہ ہے کہ ہر مکر بمقابلہ تقدیر و فعل الٰہی کے باطل ہو جاتا ہے ف و فی العرائس قولہ واللہ خیر الماکرین اللہ تعالیٰ نے مکر ہونا اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا اور اس مکر سے اپنی سمجھ کے موافق مکر کے معنے مت سمجھو جیسے صفات الٰہی کو تم نہین سمجھ سکتے ہو کیونکہ مکر الٰہی معنے حیلہ و تخائل و اباطیل سے پاک ہی بلکہ مکر الٰہی اس غضب ازلی کا اثر ہے جو مردود بندون کے چہرون پر موافق مشیت ازلیہ کے داغ دیا گیا ہے پس بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایسی صورت مین ظاہر کیا جاتا ہے جس سے لوگون کی نظر مین بندۂ مقبول معلوم ہوتا ہے حالانکہ ازل مین وہ مردود قرار پا چکا ہے پس اللہ تعالیٰ انکو اس راہ کے مکر و قہر سے آگاہ نہین فرماتا اور ظاہر مین انوار سعادت کا لباس پہناتا ہے حالانکہ اُسکی باگ قہر و شقاوت کے ہاتھ مین ہوتی ہے پس وہ ظاہر مین اپنے آپ کو لباس طاعت سے آراستہ دیکھتے ہین اور اپنے باطن کی تاریکیون سے غافل ہین اُسکی وجہ یہی ہے کہ مکر ازل سے اُنکی آنکھون پر پٹے ہین انھین کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ یہ تو اس مکر کا بیان ہے جس سے اہل کفر مردود و مطرود ہین اور رہے اولیاء اللہ یعنے مؤمن بندے تو انکو مکر قبض و انبساط کا امتحان پیش آتا ہے اور یہ ظلم جہول سے ہے اور وہ مقام التباس ہے جہان عین فعل مین عین صفت بوصف جمع و تفرقہ ظاہر ہے قال المترجم یعنے عین فعل مین عین صفت خلق و ایجاد وغیرہ ہر مقام پر ظاہر ہے پس تفرقہ مکر اور جمع بھی الا آنکہ جمع و تفرقہ کو اپنی حد پر رکھنے کی معرفت عطا ہو لہذا اہل حق ان مقامات مین نظر حقیقت کی دعا کرتے ہین فافہم۔ اور یہ لطائف مشابہ متشابہات مین ہین جیسے استواء عرش و نزول بجانب آسمان وسواے اُنکے دیگر صفات باری عز اسمہ۔ اور یہ جو ہم نے ذکر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول شریف رأیت ربی فی احسن صورۃ الحدیث مین مجموعۂ وجود ہے کہ آئینہ حدوث مین قدم کو معائنہ کیا اور یہ مقام عشق و بسط و انبساط و انس دشوار ہے شبلی رح نے فرمایا کہ باطنی نعمتون مین مکر ہوتا ہے اور ظاہری نعمتون مین استدراج ہوتا ہے۔ قال المترجم یعنے مثلاً اگر کسی مشرک کو قبولیت دعا یا غیب کی بات بتانے کا شیوہ حاصل ہے تو یہ استدراج ہے کیونکہ باطن مین اسکو کوئی کرامت نہین ہے۔ فافہم۔ بعض نے فرمایا کہ مکر دو طرح کا ہوتا ہے ایک جس سے التباس ہو جاوے اور دوسرا وہ کہ ہلاک کر دے یعنی کفر وغیرہ پر مر جاوے۔ استاد رح نے فرمایا کہ منجملہ مکر کے یہ بھی ہے کہ بعضے لوگون کا نام نیک دور تک مشہور ہوتا ہے اور بہت طاعت ادا کرتے ہین اور لوگون مین بہت مقبول ہوتے ہین پھر اُنکے اسرار باطنی سواے اللہ تعالیٰ کے غیرون سے متعلق اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافل ہوتے ہین حالانکہ لوگ انکو مقبول و مکرم سمجھتے ہین پس یہ بھی انکے واسطے مکر ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ فافہم۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

اور جب کوئی پڑھے انپر ہماری آیتین کہین ہم سُن چکے ہم چاہین تو کہہ لین ایسا یہ کچھ نہین مگر احوال ہین

الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ

پچھلوں کے — اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ — اگر — یہی دین — حق ہے — تیرے پاس سے — تو ہم پر برسا — پتھر

السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ

آسمان سے — یا لا ہم پر — دکھ کی — مار — اور اللہ ہرگز نہ — عذاب کرتا انکو — جب تک تو تھا ان میں — اور اللہ

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ

نہ عذاب کریگا انکو جب تک — بخشواتے رہیں — اور انہیں کیا ہے — کہ عذاب نہ کرے انکو — اللہ — اور وہ — روکتے ہیں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

مسجد — حرام سے اور اسکے — اختیار والے نہیں — اسکے اختیار والے وہی جو — پرہیزگار ہیں — لیکن — وہ اکثر — خبر نہیں رکھتے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

اور انکی — نماز کچھ نہ تھی — کعبہ کے پاس — مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں — سو چکھو — عذاب — بدلا — اپنے کفر کا

اللہ تعالےٰ کفار قریش کے تمرد و عناد و کفر و فساد و باطل دعوی سے خبر دیتا ہے کہ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا جب ہماری آیات یعنے قرآن مجید کے آیات انکو پڑھ سنائی جاتی ہین۔ قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا تو کہتے ہین کہ ہم نے انکو سُن لیا۔ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہین تو اسکے مثل کہہ لین۔ یہ فقط زبانی دعوی تھے کہہ لینا معلوم کیونکہ بارہا انکو تحدی کی گئی کہ قرآن کے چھوٹے سورہ کے مثل یا دس آیت کے مثل ہی بنا لاؤ اگر سچے ہو مگر کچھ بھی نہو سکا ان فرعون کے دعوی خدائی کی طرح اپنے پیروکارون کو بہکانے اور جی خوش کرنے کو محض جھوٹون کے ایسے دعوے کرتے تھے اور سعید بن جبیر و سدی و ابن جریج وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایسی زبان درازی کرنے والا نضر بن الحارث بن کلدہ تھا اور وہ تجارت کے واسطے ملک شام و فارس وغیرہ وغیرہ مین جاتا اور بادشاہان فارس و رستم و اسفندیار کے قصص سُن آتا پس قریش کے جلسون مین بیان کرتا اور پوچھتا کہ بھلا میرا قصہ عمدہ ہے کہ محمد کا صلے اللہ علیہ رسولہ محمد و آلہ وسلم۔ اور یہ اس ملعون کی کمال جہالت تھی کہ قساوت قلبی سے آنحضرت صلعم کے مواعظ بلیغہ و فضائل اخلاق کی تعلیم و ایمان و توحید کی تفہیم کو جھوٹے قصص بتلاتا تھا کما حکاہ اللہ تعالےٰ من قولہ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ نہین ہے یہ جو محمد صلعم سمجھاتے ہین مگر اساطیر الاولین۔ لہذا اپنی بدزبانی کی سزا کو پہونچا کہ بدر کے روز قید ہوا اور آنحضرت صلعم نے اسکو اپنے روبرو قتل کرادیا حالانکہ قیدیان بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا تھا لہذا مقداد بن الاسود نے جنھون نے اسکو گرفتار کیا تھا عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو میرا قیدی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ و آیات الٰہی مین زبان درازی کرتا تھا اور اسکے قتل کا حکم دیا پھر مقداد رضہ نے وہی عرض کیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے میرے معبود پروردگار سبحانہ اپنے فضل سے مقداد کو مستغنی کر دے پس مقداد نے کہا کہ مین یہی چاہتا تھا یعنے اس مردود کے عوض مال لینے کا مجھے لالچ نہ تھا پس نضر مذکور اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا اور حضرت صلعم نے بدر کے روز تین کافرون کو باندھکر قتل کیا ایک عقبہ بن ابی معیط کو اور دوسرے طعیمہ بن عدی کو اور تیسرے نضر بن الحارث کو کما فیما رواہ ابن جریر عن سعید رح اور بعض نے جو بجائے طعیمہ کے مطعم بن عدی ذکر کیا وہ سہو ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے حق مین موذی نہ تھا بلکہ طائف سے واپس ہونے کے روز اسنے آپ کو اپنے پڑوس و حفظ مین لیا تھا اور وہ بدر کے روز زندہ نہ تھا چنانچہ حدیث مین قیدیان بدر کی نسبت فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان پلیدون کے بارہ مین مجھسے سفارش کرتا تو مین یہ سب اسکو ہبہ کر دیتا۔ وقال سعید رح اسی نضر بن الحارث مردود نے کہا تھا کہ لو نشاء لقلنا

مثل ہذا ان ہذا الا اساطیر الاولین۔ واساطیر جمع اسطورہ بالضم یعنے اگلون کے حالات لکھے ہین انھین سے سیکھکر بیان کرتا ہے کما فی آیۃ اخری وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرۃ واصیلا۔ جسکو ذرہ برابر بھی شعور ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم نبی اُمی کی نسبت کافر مطرود کا یہ قول محض کذب وعناد تھا مگر زمانہ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ جہالت وعباوت مین ضرب المثل تھے جیسے بعد نور اسلام کے عقل ودانش مین یکہ ہوگئے اور یہ بھی یہود ونصاری پر حقیقت اسلام کی حجت تا قیامت قائم ہے۔ پھر واضح ہو کہ عناد وتمرد سے تو نضر وغیرہ ایسی باتین کہتے وانکی پیروی کرنیوالے بکمال جہالت وحماقت سے اسکو یقین کر لیتے تھے چنانچہ آیندہ جو قول حکایت فرمایا اسی پر مبنی ہے۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اور جب کفار قریش نے کہا کہ اے اللہ تعالے ہمارے اگر یہی حق ہو جو محمد صلعم بیان کرتے ہین تو۔ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ برساوے ہمپر پتھر آسمان سے۔ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ یا ہمپر دُکھ دینے والا عذاب لا۔ اس مین اظہار کرتے تھے کہ ہم کو اس کے باطل ہونے پر یقین ہے کیونکہ جزا مذکور ایک شرط پر معلق کیا اور شرط باطل یقینی کی لہذا جزا ثابت نہوگی۔ اور شیخ حافظ عماد رح نے کہا کہ قرآن سے انکو سخت عناد تھا اور اس کلام سے عیب لگایا کیونکہ لایق یون تھا کہ اگر یہی حق ہے تو ہم کو اس سے ہدایت دے اور اسکے اتباع کی توفیق دے مگر کمال عداوت وکثرت جہالت وشدت تکذیب سے یون کہا کہ یہی حق ہو تو ہمپر عذاب نازل کردے۔ امطار کا اکثر استعمال عذاب کی چیز مین ہے جیسے مطر کا استعمال امر رحمت مین ہے پس امطار حجارہ سے نزول بطریق عذاب مراد ہے اور حجارہ کے ساتھ امطار بطریق استعارہ یا مجاز ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ آسمان سے جسطرح پانی کے قطرات متواتر ومتوالی برستے ہین اسیطرح بجاے باران رحمت کے عذاب برسادے۔ کفار قریش بھی اگلے کافرون کے قدم بقدم تھے چنانچہ قوم شعیب علیہ السلام نے بھی کہا کما قال تعالے فاسقط علینا کسفا من السماء۔ بلکہ یہ اُنسے بڑھے ہوے نکلے کہ اللہ تعالے سے فی الحال عذاب کی درخواست کی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قائل اس قول کا ابوجہل مردود تھا۔ کما فی البخاری۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ بھی نضر بن الحارث کا قول ہے۔ اور عطا رح نے کہا کہ اسکے حق مین کچھ اوپر دس آیات قرآنی نازل ہوئے ہین جنسے اسکی شقاوت ظاہر ہوتی ہے اور مجاہد وغیرہ ایک جماعت تابعین نے بھی اسکو نضر مردود کا قول بیان کیا اور مفسر رح نے دونون روایتون مین توفیق دیدی کہ کفار قریش مین سے ابوجہل ونضر وغیرہ بہتیرے ایسا کہتے تھے اور جو زبان سے نہین کہتے وہ کہنے والون کے قول پر اعتماد رکھتے تھے چنانچہ ابن مردویہ نے بریدہ رض سے روایت کی کہ اُحد کے روز عمرو بن العاص کو مین نے گھوڑے پر سوار یہ کہتے دیکھا کہ اے اللہ تعالے اگر یہی حق ہے جو محمد صلعم کہتے ہین تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین مین دھنسا دے۔ بالجملہ حق تعالے نے دوسری آیت مین یہ جواب دیا ہے کہ کافرون کے لیے میعاد مقدر ووقت مقرر ہے ورنہ عذاب نازل ہوتا اور یہان فرمایا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ اور ایسا نہین ہے کہ اللہ تعالے ان کافرون کو انکی درخواست کے موافق عذاب کرے اس حال مین کہ تو اے محمد صلعم انکے درمیان مین موجود ہے کیونکہ عذاب جب نازل ہو تو عموماً سب حاضرین کو گھیر لیتا ہے اور کسی اُمت پر عذاب نہین طاری ہوا مگر جبھی کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول ومومنون کو انمین سے باہر نکال لیا پس ایک تو یہ وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم انکے درمیان موجود تھے اور دوم یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ اور اللہ تعالے انکو عذاب کرنے والا نہین اس حال مین کہ وے استغفار کرتے ہین۔ ابن جریر رح نے یزید بن رومان ومحمد بن قیس سے روایت کی کہ اہل مکہ نے جب یہ بات کہی تو شام کو نادم ہو کر استغفار کیا کہ اے پروردگار ہم نے جو عذاب کا استفتاح کیا تھا اس سے ہم مغفرت مانگتے ہین۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی پس استغفار سے حالت طواف مین استغفار مراد ہے کیونکہ قریش والے طواف مین مغفرت مانگتے تھے۔ نیز ابن عباس رض نے کہا کہ انکو دو امان تھے ایک تو نبی صلعم اور وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور دوم استغفار اور وہ باقی ہے۔ ونیز ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالے کسی قوم پر اسوقت تک

عذاب نہین کرتا کہ انبیا انکے روبرو موجود ہون۔ اور کہا کہ قولہ وہم یستغفرون۔ یعنے انمین ایسے لوگ ہین جنکے لیے ازل مین ایمان مقدر ہوا ہے پس انکا استغفار یہ ہے کہ نماز پڑھینگے۔ اور ایسا ہی مجاہد وعطیہ وعکرمہ وسدی وسعید بن جبیر سے مروی ہے اور ضحاک وابو مالک نے کہا کہ استغفار کرنے والون سے وہ لوگ مراد ہین جو مومنین مکہ مین موجود تھے اور کافرون نے انکو قید کر رکھا تھا۔ اور ترمذی نے ابو موسیٰ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے میری اُمت کے واسطے دو امان نازل کیے بقولہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم الآیۃ پس جب مین دنیا سے چلا جاؤنگا تو اُنکے لیے استغفار کو قیامت تک چھوڑ جاؤنگا۔ اور ترمذی نے اسکے اسناد مین کچھ کلام کیا ولیکن شاہد اسکی وہ حدیث ہے جسمین شیطان کو اللہ تعالےٰ نے جواب دیا ہے کہ قسم مجھے اپنے عزت وجلال کی کہ بندے جب تک مجھسے مغفرت چاہینگے مین انکو بخشتا جاؤنگا۔ رواہ احمد والحاکم وصححہ۔ اور فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک بندہ مومن اپنے پاک پروردگار سے استغفار کرتا رہے اسوقت تک عذاب سے امن مین ہے۔ رواہ احمد۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر احادیث بطریق استنباط واجتہاد ہے یعنے جب کافرون کے حق مین اللہ تعالےٰ نے عذاب دور رکھنا دو باتون کی جہت سے بیان فرمایا کہ وجود آنحضرت صلعم وانکا استغفار تو مومنین اُمت بدرجہ اولےٰ اسکے مستحق ہین فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مترجم کو یہان ایک اشکال پیش آیا کہ وجود پاک آنحضرت صلعم وقت نزول آیت کریمہ کے مدینہ منورہ مین تھا کیونکہ سورۂ انفال مدنیہ ہے پس دفع عذاب بوجہ آنحضرت صلعم کے روبروے کفار موجود ہونے کے کیونکر ہوا اور مین نے مفسرین مین سے کسی کو صریح اس سے متعرض نہین پایا اور شاید جواب یہ ہی کہ وجود آنحضرت صلعم کا خصوص مکہ مین دافع عذاب نہین بلکہ دنیا مین آپ کا وجود شریف باعث دفع عذاب ہے اور علی ہذا یہ خاص رحمت اس اُمت کے لیے ہے ورنہ اگلے انبیا اس شہر سے نکال کر جب دوسرے شہر مین پہونچائے گئے تو قوم پر عذاب نازل ہوتا تھا اور شاید بھید یہ ہے کہ بعثت آنحضرت صلعم کی کسی قوم کے واسطے خاص نہین ہے بلکہ تمام روے زمین پر جتنے لوگ ہین وہ اس رحمۃ للعالمین کے طفیل رحمت مین پناہ پائے ہوئے ہین لہذا مدینہ مین آپکا ہونا بلکہ دنیا مین کہین ہوتے باعث دفع عذاب ہے ہان استغفار البتہ انھین لوگون سے مخصوص ہوگا جو اسکے عامل ہون۔ پس کفار مکہ عذاب کے مستحق تھے ولیکن دو باتون مزبورہ کی وجہ سے انپر سے عذاب دفع فرمایا فافہم وقال تعالےٰ۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ۔ اور انکو خود کو سا استحقاق ہے کہ اللہ تعالےٰ انپر عذاب نہ فرماوے حالانکہ انکی حرکتین یہ ہین کہ۔ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وے لوگ روکتے ہین حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ مومنین کو مسجد الحرام سے یعنے خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے قال المفسر اگر پہلے استغفار کرنے سے طواف مین انکا استغفار کرنا مراد ہے تو یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد بدر وغیرہ مین ان کافرون کو عذاب فرمایا اور ایسا ہی عکرمہ وحسن سے قول نسخ کو روایت کیا ہے وشاید مراد انکی نسخ اصطلاحی نہو بالجملہ مفسر رح کے اس کلام مین تامل ہے کیونکہ نسخ کی ضرورت نہین بلکہ جب انھون نے استغفار وندامت ترک کی اور مومنین سے عناد کرنے اور طواف سے روکنے مین مبالغہ کیا تو عذاب کیے گئے کما فی الکمالین اور مترجم کہتا ہے کہ دونون آیتون مین کچھ منافات نہین کیونکہ دوسری آیت مین اُنکے استحقاق کا بیان ہے۔ وقال ابن کثیر اس مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ لائق عذاب ہین ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وہان موجود ہونے اور انکے استغفار سے تعذیب دور رہی پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی تو بدر مین انکے بڑے بڑے رئیس قتل وقید ہوے اور قتادہ وسدی وغیرہ علماء تابعین نے فرمایا کہ وے لوگ استغفار نہین کرتے تھے ورنہ عذاب نہ پاتے اسکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا پس اگر مستضعفین مومنین اُن کے درمیان استغفار نہ کرتے ہوتے تو اُنپر عذاب طاری ہوتا جیسا کہ واقعہ حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کو عمرہ ادا کرنے سے روکنے کے بیان مین نازل فرمایا۔ ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطؤہم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما۔

مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر وہ اشکال وارد ہے جو سابق میں مذکور ہوا کہ سورہ انفال مدنیہ ہے پس نزول آیت کے وقت آنحضرت صلعم وہاں نہ تھے پس اگر یہ آیات اس سورہ میں سے مستثنیٰ یعنے مکیہ قرار دیے جاویں تو دفع اشکال ہو سکتا ہے و شیخ ابن جریر رح نے اپنی اسناد سے ابن ابزی سے روایت کی کہ جب نبی صلعم مکہ میں تھے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نازل فرمایا وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون - اور کہا کہ انمیں کچھ مومنین مستضعفین باقی رہگئے تھے جو استغفار کیا کرتے تھے پھر جب وہ بھی نکل آئے تو نازل فرمایا وما لہم الا یعذبہم اللہ الخ - اور کہا کہ پھر اللہ تعالے نے فتح مکہ کا حکم دیا اور یہی وہ عذاب تھا جسکا وعدہ فرمایا تھا - **قال ابن کثیر رح** اور اسی کے مانند ابن عباس و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون سے مشرکون کو مستثنیٰ کر کے فرمایا - وما لہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام - ان اقوال میں سے اولے قول ابن ابزی ہے اور جسکی طرف مترجم نے اشارہ کیا وہ احسن ہے واللہ اعلم - پھر واضح ہو کہ بعض نے روکنے سے سال حدیبیہ میں آنحضرت صلعم و صحابہ کو عمرہ سے روکنے کے ساتھ تفسیر کی اور اس تقدیر پر تعذیب سے بدر میں عذاب دیے جانے کی تفسیر لائق نہیں ہے کیونکہ واقعہ بدر تو ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور حدیبیہ میں روکنا چھٹے سال پیش آیا ہو - فافہم - بلکہ معنے یہ ہیں کہ کفار اپنے آپ کو متولی مسجد الحرام زعم کرتے اور مومنون کو جو واقعی مستحق ہیں اس سے روکتے ہیں لہذا فرمایا - وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ط اور حال یہ کہ یہ کافر لوگ مسجد الحرام کے اولیا نہیں ہیں جیسا کہ اپنے زعم باطل میں کہتے ہیں کہ ہمیں لوگ متولیان خانہ کعبہ ہیں کیونکہ پاک مسجد کے تولی کافر و مشرک نجس کو لائق نہیں - اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مسجد الحرام یعنے خانہ کعبہ کا کوئی متولی نہیں سوائے ان بندون کے جو متقی ہیں یعنے شرک و کفر سے تقوی و بچاؤ رکھتے ہیں - وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ولیکن بہتیرے انمیں سے یہ جانتے نہیں کہ انکو خانہ کعبہ کی کچھ ولایت نہیں ہے بعض نے کہا کہ اکثر کی قید سے نکلتا ہے کہ اقل یعنے تھوڑے انمیں سے یہ بات جانتے بھی تھے ولیکن عناد سے نہیں مانتے تھے یا اکثر سے کل مراد ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اولیا کون لوگ ہیں فرمایا کہ ہر متقی اور یہی آیت پڑھی ان اولیاءہ الا المتقون رواہ ابن مردویہ - اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے قریش کو فرمایا کہ میرے اولیا تم میں سے متقی لوگ ہیں رواہ الحاکم و صححہ - محمد بن اسحاق و سدی وغیرہ نے آیت میں کہا کہ متقون سے آنحضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں وقال مجاہد رح جہاد کرنے والے مراد ہیں چاہے کہیں ہوں پھر اللہ تعالے نے کافرون کی اُن حرکات کو ذکر کیا جو جہالت سے مسجد الحرام کے پاس آ کے اور اعتماد رکھتے تھے بقولہ - وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ط صحیح بخاری میں مجاہد سے روایت ہے کہ مکاء سے منہ میں انگلیاں ڈالنا اور تصدیہ صفیر یعنے باریک آواز اور یہ روایت غریب ہے اور قوی روایت مجاہد رح سے مانند قول حضرت عبد اللہ بن عمر و ابن عباس اور عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو رجاء و محمد بن کعب و حجر بن عنبس و سبط بن شریط و قتادہ و عبد الرحمن بن زید کے یہ ہے کہ مکا بمعنے صفیر سیٹی اور مجاہد رح نے کہا کہ وہ لوگ اپنے منھ میں انگلیاں داخل کرتے تھے اور سدی نے کہا کہ حجاز میں ایک سفید پرند کو مکا کہتے ہیں اس کی آواز کی مانند آواز نکالتے تھے و تصدیہ بمعنے تصفیق یعنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز نکالنا اور یہ صدا سے بروزن تفعلہ مصدر باب تفعیل ہے - ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ زمانہ جاہلیت میں ننگے طواف کرتے اور تصفیر و تصفیق بجاتے تھے اور ایسا ہی ان ائمہ علما سے مروی ہوا جنکا ذکر مکا کے معنے میں اوپر گذرا - اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی کہ زمین پر اپنے گال رکھکر سیٹیاں و تالیاں بجاتے تھے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ حرکت اس واسطے کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم اپنی نماز میں بھول جاویں اور زہری رح نے کہا کہ مومنین سے ٹھٹھا کرتے تھے اور ایک روایت میں سعید بن جبیر و ابن زید سے ہے کہ تصدیہ سے مراد راہ الٰہی سے لوگوں کو روکنا - مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر ماخوذ از صد

بتشدید دال ہوگا اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا پس معنے یہ ہین کہ نہ تھی نماز اُنکے نزدیک بیت کی یعنے نزدیک خانہ کعبہ کے مگر مکار و تصدیہ یعنے اس حرکت مکا رو تصدیہ کو ان لوگون نے بجاے اُس نماز کے قرار دیا تھا جسکا حکم دیے گئے تھے۔ استثنار مکار و تصدیہ کا باوجود دیکہ یہ دونون جنس صلوۃ سے نہین ہین مشرکون پر ملامت کی غرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیت کے یہ معنے ہین کہ مشرک لوگ مسجد الحرام کے پاس جو نماز و عبادت کی جگہ ہے مکار و تصدیہ کرتے تھے اس غرض سے کہ اہل ایمان کو نماز و عبادت سے بھٹکا دین اور یہ فعل زیادہ شنیع تھا کیونکہ اپنے آپ حکم الٰہی کی فرمانبرداری ترک کرکے اُن بندون کو بھی روکا جو عبادت مین مشغول ہوتے تھے لہذا اللہ تعالےٰ نے غضب کے ساتھ آگے مخاطب کرکے فرمایا۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ٥ یہ التفات از غیبت لبوے خطاب ہے یعنے اب چکھو عذاب بسبب اسکے کہ تم کفر کرتے تھے یعنے انکار توحید کے باوجود اہل توحید سے دشمنی کرتے اور اُنکو ایذا دیتے تھے۔ ضحاک و ابن جریج و محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ عذاب وہ ہے جو واقعہ بدر مین اُنکو پہونچا اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کے عذاب کو شامل ہے کیونکہ بدر مین کافر کا قتل ہونا سخت عذاب آخرت مین پڑتا ہے **ف فی العرائس** قولہ تعالےٰ وما کان اللہ لیعذبہم الآیۃ۔ آنحضرت صلعم اپنی حالت حیات و ممات مین جمہور کے واسطے رحمت کاملہ تھے چنانچہ مخالفت کرنے والون کے سر سے آپکے وہان موجود ہونے کی صورت مین ایسا عذاب جو اُنکو بالکل میٹ دیوے دور فرمایا کیونکہ جس آنکھ نے آپکو دیکھکر نور پایا وہ جڑسے ناپید کرنے کے لائق نہین رہی اگرچہ آپکے مراتب و شرف منازل دیکھنے سے وہ محروم رہی ہو کیونکہ آپکا سایہ بھی رحمت الٰہی کی گود مین تھا اور جسکو غفلت سے ہوشیار کرنے کے واسطے اُسکے نفس پر کوئی کوڑا لگا وہ عذاب الٰہی سے چھوٹنے کی علامت ہے۔ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسی قوم کو مردود اور دور کرنے کا عذاب نہ دیگا جن سے تو قریب ہووے کیونکہ جسنے تجھکو دیکھا حق کو دیکھا وہ حق سے محجوب نہ رہا۔ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ اللہ ایسی قوم مین بدعتین نہ پھیلائیگا جن مین تو موجود ہووے اور نہ اُنکو گناہون مین ماخوذ کریگا درحالیکہ وے استغفار کرتے ہون بعض اکابر نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم امان اعظم ہین جب تک آپ زندہ رہے تو جس قوم کے روبرو تھے اُنکو مبارکباد ہے اور پوری مبارکباد کون دیسکتا ہے اور جب تک آپکی سنت باقی ہے تب تک آپ باقی ہین پھر جب کسی قوم نے آپکی سنت مٹائی وے لوگ بلا و فتنہ کے منتظر رہین۔ استاد رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم جن پشتون مین منتقل ہوے وہ معذب نہوے اور آج کہ سامنے موجود ہین یہ قوم معذب نہوگی اور یہ اجلال قدر واکرام محل نبوی ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جب آپ اُنکے درمیان سے نکلے تو بھی عذاب نہ پاوینگے کیونکہ آپکے خادم اُنمین استغفار کرتے رہینگے۔ بعض نے کہا پڑوس کے واسطے حقوق ہین اور بزرگون کا پڑوسی اُنکے سایہ انعام مین ہوتا ہے پس کافرون نے اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب سے تمتع نہ لیا تاہم آپکے پڑوس کی برکت سے عذاب اُنسے دور رہا شعر فاحبہا واحب منزلہا الذی ٭ حلت بہ واحب اہل المنزل ٭ یعنے مجھے وہ محبوب ہے اور وہ گھر بھی محبوب ہے جہان وہ اُترا اور اُس گھر والے بھی محبوب ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کوئی عداوت کرے اُسکو دنیا مین بالکل نیست و نابود کرنے کا عذاب اگرچہ نہو لیکن آخرت مین ایسا ہی عذاب ہوگا بقولہ تعالےٰ ومالہم الایعذبہم اللہ کیونکہ انھون نے احترام نبوت مین قصور کیا۔ واضح ہو کہ جو شخص سچا مومن ہے اسکے واسطے عذاب آخرت سے چھٹکارے کی بشارت ہے کیونکہ آنحضرت صلعم قیامت مین انھین کے درمیان ہونگے اور اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیدیا کہ آنحضرت صلعم جنکے بیچ مین ہون وہ عذاب نہ پاوینگے پس آخرت مین اہل ایمان کو حفظ و امان ہے۔ پس قسم پوری ہونے کے واسطے اور دوزخ کی آگ بجھانے کے واسطے تو مومنین دوزخ مین جائینگے عذاب کے لیے نہ جائینگے کیونکہ سچائی ایمان کے ساتھ اُن پر مومن کا لفظ تحقیقی ہے اور آنحضرت صلعم نے دوزخ کا قول مومن کے ساتھ بیان فرمایا کہ جز یا مومن فان نورک اطفأ ناری۔ یعنے دوزخ کہیگی کہ اے مومن تم جلدی سے گذر جاؤ کہ تمھارا نور تو میری آگ بجھائے دیتا ہے بالجملہ مومن و کافر دوزخ مین گھسینگے

پس کافر تو وہین عذاب چکھتے رہینگے اور مومنین صراط پر سے بجلی کوندھنے والی کی طرح گذر کر جنت رضوان مین داخل ہوگئے پس اگر آپکی امت مین سے بعض مجرمون کو آگ پہونچی بھی تو خاود کی راہ سے نہوگی بلکہ خلوص کی جہت سے ہوگی پھر اللہ تعالے نے کافرونکو عذاب بھیجنے کا سبب بیان فرمایا بقولہ وہم یصدون عن المسجد الحرام الآیۃ ۔ کافر ایسے کام کرتے تھے جو انکو روانہ تھے پس اللہ تعالے سے جاہل ہو کر گمان سے انکو اہل الحرم ونے کی لیاقت حاصل ہوئی جسپر وہ کہا کرتے تھے کہ متولی بیت اللہ ہم ہین جسکو چاہین آنے دین جاہین نہ آنے دین حالانکہ نہین جانتے تھے کہ مومنین کو ہم نہین روک سکتے ہین کیونکہ انھون نے غیر حق کی طرف نظر کرنے سے اپنی آنکھین مقدس کی ہین پس وہی اس خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنیکے سزاوار ہین جو بحکم قولہ تعالے فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الخ کے آئینہ تجلی صفات الٰہی ہو ۔ فافہم اور یہ بحث و اشارات لطائف تحت قولہ فیہ آیات بینات ۔ اور قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ۔ وغیرہ گذر چکے ہین

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ

جو لوگ کافر ہین خرچ کرتے ہین اپنے مال کہ روکین اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہوگا

عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۙ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

ان پر پچتاوا اور آخر مغلوب ہونگے اور جو کافر رہین گے دوزخ کو ہانکے جاوینگے تا جدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے

وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۠

اور رکھے ناپاک کو ایک پر ایک پھر اسکو ڈھیر کرے سارا پھر ڈالے اسکو دوزخ مین وہی لوگ ہین نقصان پانے والے

اللہ تعالے نے کافرون کے حرکات کفریہ بواسطۂ دل و جان کے بیان کے بعد انکی مالیہ امداد کا حال بیان فرمایا بقولہ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ ۔ جو لوگ کافر بنے ہین وے اپنے مالون کو خرچ کرتے ہین ۔ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ تاکہ راہ الٰہی سے روکین ۔ محمد بن اسحاق نے امام زہری و محمد بن یحییٰ بن حبان و عاصم بن عمر بن قتادہ و حصین بن عبدالرحمن پروتے سعد بن معاذ رض سے روایت کی ہو کہ قریش والے جب بدر کے روز مصیبت سے قتل و قید ہوئے اور بچے ہوئے و قید سے چھوٹے ہوئے مکہ مین پہونچے اور ابو سفیان بھی بھاگ کر قافلہ لیکر پہونچا تو عبد اللہ بن ابی ربیعہ و عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ وغیرہ نے تمام قریش مین گشت کیا اور ابو سفیان کو سرغنہ کر کے یہ راے قرار دی کہ قافلہ تجارت کے اموال سے لشکر جمع کر کے محمد صلعم سے اپنے مقتولون کا بدلا لیوین پس سبھون نے اس مال کو اس کام مین خرچ کرنے پر اتفاق کیا ۔ اور ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ انھین لوگون کے حق مین قولہ ان الذین کفروا ینفقون اموالہم الآیۃ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و مجاہد و حکم بن عتیبہ و قتادہ و سدی و ابن ابزیٰ سے مروی ہوا کہ ابو سفیان کے جنگ احد مین مال خرچ کرنے کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی ہو ۔ وفی البیضاوی والمعالم وغیرہ ۔ ابو سفیان نے جنگ احد کے واسطے علاوہ جماعات قریش کے دوہزار عرب جمع کیے تھے اور چالیس اوقیہ سونا جسکا ہر اوقیہ بیالیس مثقال ہوتا تھا خرچ کیا ۔ ضحاک نے کہا کہ آیت ان کافرونکے حق مین ہے جو بدر کے روز لڑنے آئے تھے ۔ انمین سے بارہ آدمی سب کو کھانا دیتے تھے اور وہ ابو جہل و عتبہ و شیبہ و نبیہ و منبہ دونون پسر حجاج کے اور ابو البختری بن ہشام و نضر بن الحارث بن کلدہ و حکیم بن حزام و ابی بن خلف و ربیعہ بن الاسود و حارث بن عامر بن نوفل و عباس بن عبدالمطلب تھے ۔ قال الحافظ سبب نزول آیت کا اگرچہ خاص ہو لیکن آیت عام ہے یعنے اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے

کہ جن لوگون نے کفر اختیار کیا ہوا ہے بالفعل کافر ہین چاہے پھر مومن ہو جاوین وہ لوگ سبیل الٰہی سے منع کرنے و روکنے مین اموال خرچ کرتے ہین
سبیل اللہ سے مراد دین الٰہی و رسول اللہ صلعم کی پیروی ہو پس وہ لوگ جان و مال سے یہ کوشش کرتے تھے کہ کلمۂ توحید بلند نہو اور رسول اللہ
صلعم سے لڑنے و جان و مال صرف کرتے تھے۔ پس اللہ تعالے نے معجزہ کے طور پر آنحضرت صلعم کی زبان سے یوحی جلی یہ غیب کی خبر فرمائی کہ۔
فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ یعنی پس عنقریب ان اموال کو خرچ کرینگے پھر یہ اموال انپر حسرت و ندامت
ہونگے پھر خود مغلوب و پست ہو جاوینگے۔ بالجملہ یہ خبر غیب ہو کہ کافر ابھی باز نہ آوینگے خرچ کرینگے اور پھر حسرت اٹھاوینگے اور مغلوب ہو جاوینگے۔
وقد قال تعالے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ تعالے اپنے نور کو پورا کرنے والا یعنے کلمۂ توحید جہانتک مشیت الٰہی ہو پورا پھیلا دینے والا ہو اگرچہ
کافر برا مانا کرین۔ پس قولہ فسینفقونہا یعنی عنقریب کافرون کی طرف سے مالون کا پورا خرچ کرنا جی بھر کے جہانتک کر سکتے ہین واقع ہوگا قال البیضاوی
اول ہین جو فرمایا کہ ینفقون اموالہم۔ تو وہ شاید فی الحال انکے خرچ کرنے کا بیان ہو یعنی بدر کے روز انھون نے خرچ کیا۔ اور قولہ سینفقونہا مین زمانہ
آیندہ یعنے احد وغیرہ مین خرچ کرنے کا بیان ہو قال المترجم یہ تاویل عمدہ ہو اور اس تاویل پر اقوال مفسرین مین اتفاق ہو جاتا ہو کیونکہ
جنھون نے اہل بدر کے انفاق مین آیت کا نزول بیان کیا وہ بنظر قولہ ینفقون اموالہم ہے اور جنھون نے حصہ داران قافلۂ ابو سفیان و اسکے
ساتھیون کے حق مین بیان کیا وہ بنظر قولہ فسینفقونہا ہو فافہم۔ ثم قال البیضاوی۔ اور احتمال یہ بھی ہو کہ دونون انفاق سے مراد واحد ہو اور اول
کا مساق انکے انفاق کی غرض بیان کرنا یعنی راہ الٰہی سے روکنے مین خرچ کیا کرتے ہین اور دوم کا مساق یہ کہ انجام کار جب خرچ کر لینگے تو حسرت و
ندامت اٹھاوینگے کیونکہ مقصود حاصل نہوگا۔ اور ثم تکون حسرۃ کی ضمیر راجع باموال ہو اور اسمین مبالغہ ہو کہ خود یہ اموال حسرت ہو جاوینگے
حالانکہ مراد یہی ہو کہ ان اموال کا خرچ کرنا انجام کار انپر حسرت ہوگا کہ ناحق ہم نے مال برباد کیا اور کچھ فائدہ نہوا کیونکہ بحکم قولہ ثم یغلبون آخرکار
مغلوب ہو جاوینگے اگرچہ درمیان مین بمقتضاے حکمت بالغہ الٰہی کے الحرب سجال۔ لڑائی ڈول کے مانند چلا کریگی اور کبھی مومنون کی فتح اور کبھی
کافرون کا غلبہ ہو جائیگا لیکن آخر بحکم قولہ تعالے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے اللہ تعالے نے مقدر کر دیا ہو کہ آخرکار رسول ہی غالب ہون
پس کافر مغلوب و مطیع ہو جاوینگے۔ اور یہی طریقہ انبیاء علیہم السلام و انکی قوم کے درمیان سنت الٰہی ہے چنانچہ حدیث صحیح بخاری جو
آنحضرت صلعم کے ہرقل بادشاہ روم کو خط لکھنے کے بارہ مین ہو اسمین موجود ہو کہ ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا کہ
تمھارے انکے درمیان لڑائی کا کیا حال رہتا ہو تو ابو سفیان نے کہا کہ کبھی وہ غالب رہتے ہین اور کبھی ہم غالب رہتے ہین تو ہرقل بولا کہ
انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہتا ہو یہانتک کہ آخرکار وہی غالب ہو جاتے ہین۔ اور قولہ ثم اس حرف مین دو قول ہین کہ درنگی زمانہ
کی راہ سے بھی ہو سکتی ہو یعنے ان لوگون کی فی الحقیقت کوئی ترتیب نہین ہو۔ پھر اللہ تعالے نے وعید و تہدید کے ساتھ سمجھا دیا کہ انجام کار تم
مغلوب ہو جاؤگے تو اس انفاق سے ندامت ایک امر آسان ہی سہی ولیکن جو لوگ تم مین سے اس درمیان مین مرے یا لڑائی مین مارے گئے
وہ حسرت کے ساتھ خواری و عذاب مین پڑے اور جو باقی رہے اور مغلوب ہو کر ایمان سے منھ موڑے رہے وہ بھی اسی حال پر مرتے ہین
عذاب پاوینگے اور جیسے یہ خبر غیب سچ ہوئی جو فی الحال تمھارے خیال مین نہین سماتی بسبب اسکے کہ اہل کفر کی تعداد بہت سامان بہت و اشراف
و لڑنے والے و بہادر بہت ہین و مومنین فقیر کمزور تھوڑے شکستہ حال ہین یہ لوگ بھلا کیا غالب ہونگے لیکن اللہ تعالے نے جو فرمایا وہی ہوگا
اسیطرح جو کفر پر مرا وہ بھی عذاب مین ضرور پڑیگا بقولہ تعالے وَالَّذِينَ كَفَرُوا اور جو لوگ کافر ہوے یعنی اپنے کفر پر اڑے رہے کیونکہ
انہین سے بعضے مسلمان ہو گئے یا وہ لوگ جو کافر ہوئے خواہ اسطرح کہ پہلے ہی سے کافر تھے اسی پر جمے رہے اور خواہ مغلوب ہو کر ظاہر

اسلام لائے اور دلمین کافر ہے اور خواہ اسلام لاکر پھیر مرتد ہوگئے اور پھر گئے اور اسی حال پر مرگئے تو اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ
ایسے لوگ جہنم کی طرف محشور کیے جاوینگے یعنی ہانکے جاوینگے۔ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ۔ جمہور کی قراۃ۔ لیمیز
بدون تشدید از مازمیز میزا ہے اور حمزہ وکسائی ویعقوب کی قراۃ بتشدید از تمییز ہے اور یہ تمیز کی نسبت مبالغہ مین زیادہ ہے و معنے یہ کہ تاکہ
اللہ تعالے متمیز کرے خبیث کو طیب سے یعنی خبیث کو جدا کرکے ایک طرف کرے اور طیب کو ایک طرف ممتاز کرے اور خبیث وطیب کی
تفسیر مین اقوال ہین۔ سدی رح نے کہا کہ کافر کو مومن سے الگ کرے اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اہل شقاوت کو
اہل سعادت سے جدا کردے۔ بعض نے کہا یعنی فساد کو صلاح سے جدا کرے۔ وقال البیضاوی اس تقدیر پر لیمیز
کا لام متعلق بلفظ یحشرون ہے یعنے کافرون کو جہنم کی طرف اسواسطے محشور کیا جائیگا کہ کافر کو یا شقی کو یا فساد کو مومن سے یا سعید سے
یا صلاح سے جدا کرے۔ ثم قال او شاید خبیث سے وہ مال مراد ہو جو کافرون نے رسول اللہ صلعم کی عداوت مین خرچ کیا اور طیب سے
وہ مال جو مومنون نے آپ پر نثار ہونے مین آپ کی نصرت مین خرچ کیا اور لام مذکورہ اس صورت مین قولہ ثم تکون علیہم حسرۃ سے متعلق ہے اور
اسی کو مفسر جلال رح نے اختیار کیا لیکن بظاہر قول اول ارجح ہے واللہ اعلم۔ وقال الحافظ رح قولہ لیمیز اللہ۔ اس تمیز مین دو احتمال ہین ایک یہ
کہ آخرت مین اسطرح تمیز فرمائی جاویگی کما فی قولہ فزیلنا بینہم الآیۃ اور کقولہ یوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون۔ اور دوسری آیت مین۔ یومئذ یصدعون
ہے وکما قال تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ وقال المترجم وعلی ہذا التعلق لام کا یحشرون سے متعین ہوگا۔ اور احتمال دوم یہ کہ دنیا
مین یہ تمیز ہو باعتبار اعمال کے اور لام اس صورت مین کافرونکو انفاق اموال کی قدرت دینے کا بیان ہے یعنی کافرونکو اللہ تعالے
نے راہ الٰہی سے روکنے مین مال خرچ کرنے کی قدرت اسلیے دیدی کہ خبیث کو طیب سے متمیز فرما دے کہ کون دشمنان حق سے جہاد کرنے مین
اطاعت کرتا ہے اور کون حق سے لڑنے مین جان ومال سے آمادہ ہے اور اللہ تعالے کو علم قدیم سے سب معلوم ہے لیکن یہان متمیز وظاہر
کردینے کو ایسا کیا۔ کما فی قولہ تعالے وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا۔ اور مانند قولہ ما کان اللہ
لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ بالجملہ اس صورت مین آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے تمکو کافرون کے ساتھ جہاد
کرنے مین اسواسطے مبتلا کیا اور کافرون کو اموال خرچ کرنے پر قابو دیدیا کہ خبیث وطیب مین تمیز ہو جاوے۔ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ
عَلٰی بَعْضٍ اور تاکہ کرے خبیث کو بعض کو بعض پر یعنے فریق کفار کو بعض کے اوپر بعض کو کرکے فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا پس ملاوے ان
سب کو کہ کثرت ازدحام سے گویا ابر متراکم ہو جاوین اور جتھے جتھے سب جمع ہوکر ایک پورا جتھا ہو جاوین یا یہ معنی ہین کہ کافر نے جو کچھ خرچ کیا اسکو
کافر سے اسواسطے ملاوے اور دونون کو جمع کرے تاکہ عذاب مین زیادتی ہو فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ پس اس کل مجموعہ کو جہنم مین ڈالدے۔
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی اس کل جتھے والے سب لوگ جو فریق خبیث والے ہین وہی خاسرین ہین یعنے خسارہ اٹھانیوالون مین
پورے ہین کیونکہ انھون نے اپنے جان ومال دونون سے خسارہ اُٹھایا اور دائمی عذاب مول لیا۔ وفی العرائس قولہ تعالے لیمیز اللہ
الخبیث من الطیب۔ اللہ تعالے نے قیامت مین حشر خلائق سے بازار محبین وعاشقین وعارفین کے گرم وبارونق کرنے کا ارادہ
فرمایا کہ اُسدن اُن بندونکے لیے کشف جلال وجمال ہو اور جھوٹے مدعی بندون سے انکو متمیز کیا جاوے پس ازل مین ہر مخلوق
انسانی نے اقرار ربوبیت واظہار عبودیت کیا تھا لیکن کافر تو بالکل جھوٹے نکلے اور اسلام والے بھی بہتیرے مدعی ہوکر دلی کے جیسین دنیا
شیطان ودنیا کماتے ہین پس میدان قیامت مین ان گمراہ کافرون سے سچے اللہ تعالے والے بندے متمیز کیے جاوین کیونکہ گمراہون سے

نے دکھانے سُنانے وجاہ و منزلت حاصل کرنے کو دنیا اور اہل دنیا کی طرف مُنھ رکھا ہو ۔ بعض نے کہا کہ قولہ لیمیز اللہ ۔ یعنی اسلئے و نیات
اہل اللہ تعالیٰ کو ہوا جس نفس وشیطان سے جو ازراہ امتحان آتے ہین پاک کرے ۔ بعض نے کہا کہ الخبیث من الطیب ۔ یعنی دیا کار کو
مخلص صادق سے اور کافر کو مومن سے اور عاصی کو مطیع سے الگ کرے ثم قال تعٰ

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ ج وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ

تو کہہ دے کافرون کو اگر باز آوین تو معاف ہو انکو جو ہو چکا اور اگر پھر وہی کرینگے تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ۝

ہو چکی ہے روش اگلون کی

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان لوگون سے جو کافر ہین مانند ابو سفیان و اُسکے ساتھیون کے کیونکہ یہ لوگ
اسوقت تک کافر تھے اگرچہ ابو سفیان وغیرہ بعض انمین سے پیچھے مسلمان ہو گئے ۔ لام لفظ للذین پر لام تبلیغ ہے یعنے قول کا اثر ان
لوگون تک پہونچانے کے لیے ہو وقد مر فیما سبق بالجملہ کافرون کو یہ بات پہونچا دے کہ ۔ **إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ**
اے ان ینتہوا عن معاداۃ الرسول بالدخول فی الاسلام یغفرلہم ما قد سلف من ذنوبہم ۔ یعنی اگر وے لوگ باز آوین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے و لڑنے سے باین طور کہ اسلام مین داخل ہو جاوین تو انکے اگلے گناہ بخش دیے جاوینگے ۔ واضح ہو کہ
ان ینتہوا کو مطلق چھوڑ گیا اور یہ نہین فرمایا کہ کس چیز سے باز آوین اور احسن تقدیر وہ ہے جو بیضاوی رہ سے اوپر مذکور ہوئی یعنے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و لڑائی سے باز آوین اور وہ بھی اسطرح کہ اسلام مین داخل ہو کر باز آوین ابن عطیہ رہ
نے کہا کہ اس خصوصیت کے ساتھ باز آنا جواب شرط سے معلوم ہوا کیونکہ اگلے گناہ معاف ہونا بدون اسلام کے نہین ہو سکتا ۔
وفی البیضاوی ۔ بعض قراءۃ مین تنتہوا بتاء خطاب اور یغفر بصیغہ معروف وفاعل اللہ تعالے اور بجاے لہم کے لکم بضمیر خطاب ہو ۔ لے ان تنتہوا
یغفر لکم ما قد سلف ۔ اگر اے کافرو تم باز آؤ تو اللہ تعالے تمہارے اگلے گناہ بخشے گا ۔ قال ابن عطیہ رہ اور اس قراءۃ پر اداے رسالت ان تحقیقین
الفاظ پر مقصور ہوگی یعنے کافرون کو یہی الفاظ پہونچاوین ۔ بخلاف قراءۃ اولی کے کہ وہان معنی کے پہونچانے پر ہے خواہ کسی الفاظ سے ہو ۔
اس آیت مین دلیل ہو کہ اسلام سے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہین ۔ عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب میرے دل مین
اسلام ڈالا تو مین مکہ کر وانہ ہو کر مدینہ مین آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہاتھ بڑھاوین کہ مین آپ سے بیعت کرون پس آپ نے داہنا
ہاتھ بڑھایا پس مین نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو فرمایا کہ تجھے کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ مین کچھ شرطین کرنا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ شرطین کیا کریگا
مین نے عرض کیا کہ یہ ہو کہ آپ مجھے معاف فرماوین یا میرے واسطے استغفار کرین ۔ تو فرمایا کہ اے تجھے یہ نہین معلوم ہوا کہ اسلام تو اگلے گناہونکو
ڈھا دیتا ہو اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے گناہون کو ڈھاتی ہو اور حج بھی اس سے اگلے گناہون کو ڈھاتا ہو ۔ رواہ احمد و مسلم اور صحیح کی حدیث
ابن مسعود رضہ مین بھی اسلام و توبہ کے حق مین ایسا ہی مذکور ہو ۔ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ توحید وہ چیز ہے کہ اپنے سے اگلے
گناہون حتی کہ کفر کو ہدم کر دیتی ہو پھر بھلا اپنے بعد کے گناہون کو ڈھانے سے کیونکر عاجز ہوگی ۔ کذا فی السراج ۔ اور صحاح سے یہ بھی ثابت ہو کہ حالت اسلام
سے پہلے جو نیکیان کی ہین یعنی ایسے کام کیے ہین جو اسلام کی حالت مین کرے تو اپر ثواب پاوے تو بعد اسلام لانے کے اپر بھی ثواب پاویگا
بالجملہ آیت سے ثابت ہوا کہ اسلام لانے سے اگلے گناہ مغفور ہو جاتے ہین و قال الزمخشری رح اس سے امام ابو حنیفہ رح نے یہ استدلال کیا کہ

[illegible]

جو کوئی اسلام لاکر پھر نعوذ باللہ مرتد ہو گیا اور ہنوز مقتول نہوا تھا کہ وہ پھر اسلام لے آیا تو مرتد رہنے کے دنون مین جو عبادات اس سے چھوٹ
گئے ہین اُنکی قضا لازم نہین ہی بلکہ مغفور ہین۔ خفاجیؒ نے احکام القرآن سے امام مالکؒ کا بھی یہی قول نقل کیا ہی مگر شافعیؒ نے ان دونون سے
خلاف کیا ہی اور واضح ہو کہ قہستانی نے ذکر کیا کہ اسلام لانے کے بعد نماز روزہ و زکوٰۃ و نذر و کفارہ کو قضا کرے اور شمس الائمہ نے کہا کہ قضاء اسوجہ کہ ان
چیزونکا چھوڑنا معصیت ہی اور مرتد ہونے سے معصیت ساقط نہین ہوتی۔ کما فی قاضیخان اور تمرتاشی مین ہے کہ عامہ علماء کے نزدیک جو گناہ اُسنے
حالت ردت مین اور اس سے پہلے کیے ہین وہ ساقط ہو جاتے ہین اور بہت سے محققین کے نزدیک ساقط نہین ہوتے ہین اور امام ابو حنیفہؒ
سے مروی ہی کہ اگر اسپر دو مہینہ کے پے درپے روزے واجب ہوئے ہون پھر وہ مرتد ہو گیا پھر اُسنے توبہ کی و اسلام لایا تو اسکے ذمہ سے قضاء ساقط
ہو گئی کما فی التتمہ اور تفتازانیؒ نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ امام ابو حنیفہؒ نے جو اس آیت سے احتجاج کیا کہ جو کوئی زمانہ دراز تک گناہون کا مرتکب
ہوا پھر مرتد ہو گیا پھر وہ اسلام لایا تو اسپر کوئی گناہ باقی نہین رہا یہ احتجاج بہت ضعیف ہی کیونکہ قولہ للذین کفروا سے وہ کافر مراد ہین جو ابتداء سے کفر پر تھے
یعنی اصلی کافر اور قولہ ما قد سلف سے وہ افعال جو حالت کفر اصلی مین اُنسے سرزد ہوئے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ کفر اصلی سے تخصیص کرنا خلاف ظاہر ہی اور
خلاف اصل ہی اور ما بعد مین لفظ کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا پڑیگا اور ظاہر یہ ہی کہ للذین کفروا اصلی کفر والون و ارتداد سے کفر والون سب
کو شامل ہی جیسا کہ دلالت کرتا ہی اسپر بقیہ پیغام یعنی قولہ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ لے وان یعودوا
یعنی بوار یا ہلاک۔ اگر عود کرینگے تو ہلاکت کا عذاب دیے جاوینگے۔ فقد مضت سنتنا فی الاولین باہلاکہم۔ کیونکہ اگلی امتون مین ہمارا طریقہ
یہ جاری ہو چکا ہی کہ ہم نے انکو عذاب سے ہلاک کیا پس ایسا ہی ہم انکے ساتھ کرینگے۔ ظاہر ہوا کہ قولہ فقد مضت الخ تعلیل جزاء محذوف قت
ہی جس سے بہ نسبت جزاء ظاہر کرنے کے خوف دلانا زیادہ ہی۔ واضح ہو کہ اگر کفر اصلی پر اقتصار ہو تو یہان عود بمعنی استمرار لینا پڑیگا یعنی اگر اصلی
کافر لوگ اسلام نہ لائے و باز نہ آئے بلکہ اپنے کفر پر مستمر رہے تو ہلاک ہونگے اور درصورت شمول کفر اصلی و کفر ارتداد کے عود کے اپنے معنی کی جگہ
دونون کو شامل ہون ضرورت ہی۔ وفی الجمل لفظ عود مین اشعار ہی کہ ایسی حالت کیطرف بازگشت ہو جس سے سابق مین ملتبس تھا پس معنی
یہ ہین کہ اگر اسلام مین داخل ہونے کے بعد انھون نے کفر و محاربہ النبی صلعم کیطرف عود کیا تو ہلاک ہونگے قال المترجم کچھ کھلتا نہین کہ صاحب الجمل
کی کیا مراد ہی کیونکہ اگر یہ مراد ہی کہ کلام اہل ارتداد مین خاص ہی تو ظاہر ہی کہ ابتداء کلام نہین بنتا کیونکہ قولہ قل للذین کفروا۔ اس صورت مین مرتدون
سے مخصوص ہوگا پس معنے یہ ہونگے کہ مرتدون سے کہو کہ ارتداد سے باز آوین انکے گذشتہ گناہ بخشے جاوینگے اور اگر عود کرکے دوبارہ مرتد ہوئے تو
ہلاک ہونگے۔ فعلی ہذا ارتداد دوم پر قتل کرنا واجب ہوگا و ہو خلاف المذہب کیونکہ دوبارہ و سہ بارہ بھی توبہ قبول ہی والبحث فی موضعہ اور اگر
اول مین کفر اصلی کے شمول کے ساتھ ہی تو یہان مرتدون سے تخصیص بلا وجہ ہی۔ اور شاید صاحب جمل کی غرض یہ ہو کہ یہ شق ثانی تردید محذوف کی
ہے اور تقدیر کلام یون ہی کہ قل للذین کفروا ان ینتہوا عن الکفر ویدخلوا فی الاسلام یغفر لہم ما قد سلف ثم اذا دخلوا فلیثبتوا علیہ لا فان یعودوا یہلکوا
کما قد مضت سنۃ الاولین۔ لیکن اسپر بھی وارد ہی کہ ارتداد سے مراد ہلاک ہی مگر آنکہ ہلاک بوجہ معروف بتقدیر ارتداد لیا جاوے علاوہ بریں
تکلف بدرجہ تعسف ہی اور ظاہر وہی ہی جو ہم نے اول ذکر کیا کہ مقام اول و ثانی دونون مین کفار اصلی کے ساتھ مرتدون کا شمول ہے
اگر کہا جاوے کہ ان یعودوا مین اگرچہ شمول اہل ارتداد کا اشعار ہی کیونکہ عود حالت سابق مین داخل ہونے کو کہتے ہین لیکن کفر اصلی کو بھی
شامل ہی اور وہان عود کے معنی نہین بنتے لہٰذا مجاز کی ضرورت ہوئی جواب یہ کہ بضرورت عموم مجاز کے طور پر لیا جاوے بخلاف کفر
اصلی پر اقتصار ہونے کے کہ عود کے معنی استمرار کے محض مجاز ہین فافہم اور جواب اسکا یون ہو سکتا ہی کہ قولہ قل للذین کفروا ان ینتہوا مین

انتہار از محاربۃ الرسول صلعم باقرار اسلام ۔ مراد ہو پس یہان عود سے مراد یہ کہ محاربۃ النبی صلعم کی طرف عود کرینگے تو ہلاک ہونگے پس حاصل یہ ہوا کہ کافرون سے کہدیا جاوے کہ محاربہ نبی صلعم سے باز آوین اور جب عداوت نہوگی تو از راہ عادت کے صداقت ہوگی اور وہ اسلام ہو پس انکے گذشتہ معاصی جنمین سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالے کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑے تھے معاف ہونگے اور اگر عود کرکے پھر دوبارہ لڑے زمانہ آیندہ مین جیسے ایک مرتبہ لڑ چکے ہین اور یہ مستلزم ہو کہ اسلام نہ لائے تو اگلون کی طرح ہلاک ہونگے ۔ یعنی اگلی امتون کی طرح جنھون نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کی تھی پس یہان وعید و تہدید و تمثیل ہر سہ انواع موجود ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول سنۃ الاولین کی تفسیر مین ہو اور سدی و محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اولین سے مقتولین بدر مراد ہین یعنی جیسے بدر والے کافرون کو ہمنے ہلاک کیا کیونکہ باز نہ رہے ایسے ہی اگر تم بھی محاربۃ الرسول صلعم کی طرف عود کروگے اور باز نہ رہوگے تو ہلاک ہونے کے متوقع رہو اور حق یہ ہو کہ تفسیر مین کچھ اختلاف نہین اور معنی یہ ہین کہ تمہارے لیے اگلون کی حالت سے عبرت موجود ہو جنھون نے انبیاء علیہم السلام سے مقاتلہ کیا جیسے اہل بدر ہلاک ہوچکے ہین والیہ اشار البیضاوی و پوشیدہ نہین کہ اولین کی تفسیر اہل بدر کے ساتھ رکھنے کیسے عود کے معنی مین کچھ اشکال نہین رہتا فافہم ۔ پھر اللہ تعالے نے اعلاء کلمہ پاک کی مومنون کو تاکید فرمائی ۔ بقولہ

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ

اور لڑتے رہو ان سے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جاوے سب حکم اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین تو اللہ

بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

انکے کام دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانین تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمھارا کیا خوب حمایتی ہو اور کیا خوب مددگار

وَقَاتِلُوهُمْ اور لڑو تم اے مومنو ان کافرون سے حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ۔ یہانتک کہ نہ پایا جاوے فتنہ ۔ حرف کان یہان تامہ ہو بمعنی وجد کے اور فتنہ بمعنی شرک ہے جیسا کہ ابن عباس رض و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہو پس قولہ لا تکون فتنۃ اے لا توجد شرک یعنی شرک پایا نجاوے ۔ اور عروہ وغیرہ نے کہا کہ کوئی ایسا فتنہ نہ پایا جاوے جس سے مسلمان اپنے دین کی راہ مین مفتون ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ بہت سے ایسے امور پیش آتے ہین جنکی وجہ سے مسلمان کو اپنے دین مین فتنہ نظر آتا ہو بمقتضاے ظاہر اس تفسیر کے انمین سے ہر بات پر جہاد لازم ہو اور یہ نہین ہو اسواسطے کہ بعد قول لا الہ الا اللہ کے یعنی بعد اقرار ارکان اسلام کے یا اداے جزیہ کے کفار محفوظ ہین پس مرجع اسکا بھی قول اول ہی کی طرف ہوگا کہ شرک نہ پایا جاوے ۔ اگر کوئی کہے کہ وجود شرک کی بالکل نفی تو خلاف مشیت ہو تو کہا جاویگا کہ ہان ولیکن اس سے یہ لازم آیا کہ برابر ہمیشہ جہاد کیا کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ الجہاد ماض ۔ اور بیضاوی نے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا چنانچہ کہا کہ قولہ حتی لا تکون فتنۃ اے لا یوجد فیہم شرک ۔ خاص ان لوگون مین یعنے قریش مین یا عرب مین شرک نہ پایا جاوے اور ابوحنیفہ نے کہا ہو کہ اہل عرب سے جزیہ قبول نہ کیا جائیگا سواے اسلام کے اگرچہ سواے عرب کے اہل کتاب یا اہل عجم سے جزیہ مقبول ہو وقد مر البحث فیما سبق ۔ حاصل آنکہ تم ان کافرون سے یہانتک لڑو کہ شرک انمین نہ رہے وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ اور دین فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے کسی اور بت وغیرہ کی پرستش نہ رہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی توحید خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو ۔ وعن الحسن وابن جریج وقتادہ ۔ یعنی یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین و اقرار کرین ۔ وفی الصحیحین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم الٰہی ہو کہ لوگون سے قتال کرون ۔ یہانتک کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین پھر جب انھون نے یہ کلمہ کہا تو انکی جانین و اموال محفوظ ہوگئے مگر بحقہا

تعالی الحدیث یعنی جہاد سے محفوظ ہوگئے پھر اگر انھون نے ظلم سے کسی کو قتل کیا تو قصاص مین قتل ہونگے یا زکوٰۃ مین مال دینگے فَاِنِ انْتَہَوْا
پس اگر کافر لوگ باز رہے کفر و شرک سے فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ تو اللہ تعالی انکے کامون کا دیکھنے والا ہی - یعنے ظاہر شرع
مین اقرار کلمہ شہادت سے وہ جہاد و قتل سے محفوظ ہو جاوینگے اور باطن مین اگر وہ منافقون کیطرح صدق دل سے کلمہ توحید نہین کہتے
ہونگے تو اسکو اللہ تعالی دیکھتا ہی انکے موافق انکو جزا دیگا لہذا حدیث صحیحین مذکورہ بالا کے آخر مین فرمایا وحسابہم علی اللہ تعالی یعنی باطنی حساب
انکا اللہ تعالی جانتا ہی وہ محاسبہ فرماویگا اور انکو سچائی و جھوٹ کے موافق بدلا دیگا پس ہم لوگ فقط ظاہر کے موافق عمل کرینگے اسی
واسطے منافقون کا نفاق جاننے کے باوجود انکے قتل سے منع فرمایا ہی - وَاِنْ تَوَلَّوْا اے وان اعرضوا عن الاسلام فلا تخشوہم اگر وے لوگ
اسلام سے منھ موڑین تو تم لوگ انسے مت ڈرو - فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰىکُمْ پس جان رکھو یعنی اس یقین پر قائم رہو کہ اللہ تعالے
تمہارا مولی یعنے ناصر و مددگار و تمہارے امور کا متولی ہی ضرور اسپر بھروسا کرنا واجب ہی نِعْمَ الْمَوْلٰى بھلا اچھا وہ مولی ہی - وَنِعْمَ
النَّصِیْرُ - اور بھلا اچھا وہ ناصر ہی پس جب وہ مولی و ناصر ہو تو خوشی سے بندہ پھولا نہ سماوے کیونکہ ولایت و نصرت بس اسی کی ہی اور
باقی وہم و خیال ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے یہان ذکر کیا کہ عبد الملک بن مروان نے عروہ رحمہ اللہ کو خط لکھکر آنحضرت کے ابتدائی حالات حتی کہ مکہ
معظمہ سے ہجرت کرنے تک پوچھے تھے اسکے جواب مین عروہؒ نے بعد حمد و صلوٰۃ کے لکھا کہ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو نبوت عطا
فرمائی پس کیا اچھا نبی اور کیا اچھا اسکا نبی کرنے والا - اللہ تعالے اسی کی ہدایت پر ہمارا خاتمہ بخیر کرکے جنت مین ہمکو اسکے دیدار سے مشرف
فرماوے پس جب اسپر نور نازل کیا یعنے قرآن مجید تو پہلے پہل کافر لوگ کچھ سننے کو جھکتے تھے حتی کہ جب بتون کی مذمت آئی تو منھ موڑکر منکر ہوئے اور جب
انکے سردار لوگ طائف کی تجارت سے واپس آئے تو لوگون کو سخت ملامت کرنی شروع کی اور فتنہ برپا ہوا پس وہی اس فتنہ مین بچا
جسکو اللہ تعالے نے بچایا اور بہتیرے جو آپ کے مطیع ہوئے تھے اس فتنہ مین مرتد ہو گئے پھر جبتک اللہ تعالے نے چاہا تب تک ٹھہرے
بعد اسکے حبشہ کے بادشاہ صالح نجاشی[1] کی طرف مسلمانون کو ہجرت کا حکم دیا پس اکثر اہل اسلام بخوف فتنہ دین کے وہان چلے گئے اور
یہ پہلا فتنہ تھا پھر چند اشراف صاحب منفعت داخل اسلام ہوئے تو کافرون کی طرف سے تشدد و فتنہ انگیزی مین ڈھیل ہوئی پس حبشہ والے بھی مکہ
مین آگئے اور اسلام بڑھنا شروع ہوا اور مدینہ مین بہت سے اوس و خزرج کے لوگ مسلمان ہوکر برابر مکہ آنے لگے اور قریش والون نے خوف
کرکے پھر فتنہ برپا کیا جس سے اہل اسلام کو بھوک پیاس وغیرہ کی سخت تکلیف پہونچی اور یہ دوسرا فتنہ تھا اور مدینہ سے ستر سردار آکر
بیعت مین داخل ہوئے کہ ہمارے یہان جو کوئی آپ کے تابعین سے داخل ہوگا اسکے ہم ویسے ہی مددگار ہین جیسے اپنے بال بچون کے چنانچہ
وہ وہان رہے پس آنحضرت صلعم کو بھی ہجرت کا حکم آگیا بعد ازانکہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کو آپنے پہلے سے مدینہ جانے کا حکم دیدیا
تھا - پس اس دوسرے فتنہ مین آنحضرت صلعم نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ کفار قریش ایسی ایسی سختیون و تکلیفون مین ڈالتے تھے کہ اسلام والے
اپنے دین مین بڑے فتنہ مین پڑتے تھے اور اسی بارہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا - وقاتلوہم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین للہ - الآیہ
رواہ ابن جریر وقد لخصہ المترجم وقال الحافظ اسنادہ صحیح - اور بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ
ایک شخص نے آکر انسے پوچھا کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین فرمایا - وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیہ پس آپ قتال کیون نہین کرتے
ہین الی آخر الحدیث اور اسمین ہی کہ پھر انسے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ قاتلوہم حتی لاتکون فتنہ - تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتنہ

[1] نجاشی لقب - نام اصحمہ تھا ۱۲

دور کرنے کو ہم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین ایسا کر لیا جبکہ اسلام تھوڑا تھا اور آدمی اپنے دین کی راہ سے فتنہ مین پڑ جاتا تھا کہ کافر اسکو قتل کرتے یا قید کرتے تھے یہانتک کہ اسلام بڑھ گیا اور لوگ بہت ہو گئے اور فتنہ نہ رہا۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بصرہ مین آئے تو پوچھا کہ فتنہ کی لڑائی مین آپ کیا فرماتے ہین۔ فرمایا کہ تو جانتا نہین کہ فتنہ کیا چیز ہو آنحضرت صلعم مشرکون سے قتال کرتے تھے کہ انکے پاس جانا فتنہ تھا اور یہ قتال جو تم لوگ واسطے ملک و سلطنت کے کرتے ہو یہ نتھا۔ ابن مردویہ نے فتنہ ابن الزبیر و حجاج مین بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت کی اور اسامہ بن زید و سعد بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی انکار قتال کو روایت کیا ہو۔ پس حاصل یہ کہ آیت مین جس قتال کا حکم دیا گیا وہ فتنہ شرک دور کرنے کے واسطے ہے۔ فافہم واللہ اعلم **ف** وفی العرائس قولہ تعالے وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ الخ۔ اسمین نفوس امارہ کافرون کی طرف اشارہ ہو اور اسکا قتال یہ کہ مجاہدہ کے ساتھ اسکو مارے تاکہ خلاف حق خواہشون سے وہ باز رہے اور مطیع سنن اسلام ہو جاوے تاکہ انوار یقین اور ضیاء اسلام کے گلزار شاداب و سرسبز شگفتہ ہون نور توحید کے واسطے قلب منفرد رہے پس اسمین سوائے خطرات حق کے کوئی خطرہ نہ آوے اور قلب اسکے دریائے محبت مین غرق اور روح اسکی فضائے ہوبت مین حائم اور عقل اسکی میدان ازل و ابد مین حیران رہے ان مین سے کوئی کسی غیر پر نظر نہ ڈالے کیونکہ نفس ایک پردہ قہر درمیان مین ہو اور اسی حکمت بالغہ کے ساتھ ایفاء محبت اور نفوس پر نصرت کا انعام حضرت باری تعالے نے فرمایا جیساکہ خود اپنی مدح فرماتا ہو بقولہ نعم المولے ونعم النصیر اولیاء کے واسطے نعم المولے ہو نیکوکارون کے واسطے نعم النصیر ہو ان بندگان خاص کو ازل ہی مین اپنی ولایت و محبت کے انعام سے سرفراز فرمایا اور وہی بدون کسی سبب کے جو انکی طرف سے پیدا ہو وے ابد تک انکے نفوس پر بتولی خاص انکو منصور فرمائیگا۔ بعض نے کہا کہ نعم المولے اسکے لیے جسنے اس سے موالاۃ کی اور نعم النصیر اسکے لیے جس نے نصرت چاہی۔ بعض نے کہا کہ اولیاء کے واسطے نعم المولے ہو اور مریدین کے واسطے نعم النصیر ہو۔ بعض کہتے ہین کہ قبل کسی عبادت و تکلیف کے اپنی ذات پاک کی معرفت دینے مین نعم المولی ہو۔ قال المترجم یعنی کیا اچھا متولی امور ہو کہ جس نے نعمت معرفت اس آسانی سے انعام فرمائی لہذا نعم المولے ہے۔ اور امور عبادت مین تخفیف کرنے اور ثواب مین کئی گونہ بڑھانے مین نعم النصیر ہو نیکیان بڑھاتا ہو اور برائیان گھٹاتا ہو۔ فافہم

والحمد للہ رب العلمین نعم المولی ونعم النصیر الناصر

تم التاسع ویتلوہ العاشر

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ - ۱۰/
حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱/
جواب السائلین - بطور استفتا - ۲/
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان - عہ/
چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -
رسالہ تجہیز و تکفین - از محمد عمر - ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے - دو مجلد کامل - عہ/
شرح سفر السعادت - از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف - ۳/
نہج النجح - مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ - عہ/
تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام - ۸/
تبیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین - ۱/
بدائع منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی - ۲/
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری - ۰/
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ - ۲/
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی - عہ/
مسالک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان - عہ/
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین - عہ/
قدوری - ترجمہ مولانا ابوالقاسم - ۹/
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی - ۱۵/
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ - ۱۳/
مالابد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ - ۶/
شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی - عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران - ۱/
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان - ۰/

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ - از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح - ۲/
فتح القدیر - حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد جناتی گندہ ضخیم جدید الطبع - ۳۰/
ہدایہ - محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات - للعہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات - صہ/
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل -
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح - للعہ/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب - للعہ/
فتاوی قاضی خان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل - معہ/
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح - عہ/
شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم - ۱۰/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول - ۳/
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے - عہ/
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول - عہ/
عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں -
(۱) جلدین اولین عبادات ہیں - عہ/
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی متداول - ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۱۲ر
تجربۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں - ۳ر
آبحیات - اخلاق و موعظات میں مصنفۂ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اردو پند نامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل ۔ ر
تہذیب احسانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ ۱ر
گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اردو - اسمین طلبا کی آسانی کے
لئے اردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی باترجمہ اردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - عہ ر
بوستان محشی کلان - اس میں ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۲ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - ۸ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۸ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظات مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعۂ صد پند سود مند - حضرت لقمان کے
سو قابل قدر نصائح - ۲ر ۲ پائی -